

زکوٰۃ | فطرہ | صدقہ | کھن کر سال حلول | صحافت | عرقہ کی | بہترین | خاوند کے سال سے | گون عرقہ | روزہ کا | چاند | صحری

الْحَمْدُ لِلَّهِ خَالِقِ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ

جلد سوم

از کتاب الاجاب مفید شیخ و شاب مسبحہ

الْمُطْلَعُ

اردو ترجمہ و شرح

الْمُشْكُوْنُ

تاریخی نام

ذوالمرات جگم لامیت ان مولانا کاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی شرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ اقدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

روزہ کو
یا رکعت
مسافر کا
نذرہ
سوزنی
قناد
نعلی نعل
معدع
مقدمات
شب قدر
اعتکاف
فنا کفر
قرآن
آداب
قلوب
مقدمات
قلوب
حصاؤں کا
بیان
ذکر
مشرقی کی
نام مبارک
تسبیح و تحمید
تورہ بیان
استغفار
مقدمات
استغفار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
کتاب الزکوٰۃ: الفصل الاول: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ
 فَأَدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا ذَلِكَ
 فَأَعْلِهِمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا

زکوٰۃ کا بیان ۱۔ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا ۲۔ تو
 فرمایا کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جا رہے ہو ۳۔ تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ
 کے رسول ہیں ۴۔ اگر وہ اس میں فرماں برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں
 ۵۔ پھر مگر وہ یہ بھی مان جائیں

۱۔ زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں پاکی اور بڑھنار بقبائے فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ جو کہ زکوٰۃ کی برکت سے نفس انسانی بھل کے میل سے پاک و
 صاف ہوتا ہے نیز اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اس لئے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں زکوٰۃ کا سبب بڑھنے والا مال ہے، اور اس کے
 شرائط اسلام، آزادی، عقل، بلوغ اور قرض سے مال کا خالی ہونا ہے، لہذا کافر، غلام، بچے اور دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں حتیٰ یہ ہے
 کہ زکوٰۃ کا اجمالی حکم ہجرت سے پہلے آیا، اور اس کی تفصیل ۳۔ میں بیان ہوئی۔ لہذا آیات قرآنیہ میں تعارض نہیں، گل چار مالوں
 میں زکوٰۃ فرض ہے، سونا چاندی، مال تجارت، جنگل میں چرنے والے جانور، زمینی پیداوار (ازمراقاة واشعہ) تفصیل احکام کتب فقہ
 میں دیکھو۔ پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے، باقی مال تجارت دسویں چاندی کا چالیسواں حصہ ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، اور خود بنفس نفیس انہیں شنبۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے
 اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل، اُن سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے، جس پر حضرت
 معاذ بہت روئے، خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جا رہے تھے، وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے
 حاکم بن کر ۳۔ اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں۔ اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر
 فرمایا ۴۔ یعنی صرف مشرکین کو لا اِلهَ اِلَّا اللَّهُ کی دعوت دو، اور تمام کفار کو مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں
 اور باقی موجد کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے
 وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں، اور یہ کہ کفار کو
 اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیے، اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام
 کرنا سنت ہے، اور یہ کہ حکام اور آفسیران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں، حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیے۔ اور یہ کہ آفسیر
 ان دھکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں، ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے ۵۔ یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز

۱۔ یہاں ان بجھے اِذَا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوٰۃ کے احکام سکھاؤ، آہنگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتا دینا، حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں، تب تو زکوٰۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کر دیں تو زکوٰۃ نہ سکھانا، کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہو جانے کی اجازت نہیں، لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوٰۃ کے لئے نماز شرط ہے + ۲۔ یعنی ہم میکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے۔ تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے پکانے کے لئے ہے، بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کافر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، دوسرے یہ کہ بلا سخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے، تیسرے یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا، جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ضم سے معلوم ہوا۔ ضرورت زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قربت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں، یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو، یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی ادا کرے گا، اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گی یہاں تو بخذ میں دونوں صورتیں داخل ہیں + ۳۔ یعنی زکوٰۃ میں اُن کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی یہ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِنْ ثَمَرِ جَبُونِ اس جملہ سے اشارہ معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبٍ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِمُهُ مِنْ نَارٍ فَأُحْمِي عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ كُلُّ مَارَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا إِلَ إِلَّا الْإِلَهِ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا وَمَنْ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی سونے چاندی والا نہیں جو اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے۔ اے مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لئے آگ کے تپے بنائے جائیں گے پھر ان پر دوزخ کی آگ میں دھونکا جائیگا۔ جس آگ کے پہلو پیشانی اور پیٹھ دغنی جائے گی اُسے جب بھی لائے جائیں گے تو لوٹائے جائیں گے۔ یہ دن بھر ہوتا ہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ حتیٰ کہ بندوں میں فیصلہ کر دیا جائے کہ وہ توبہ جنت یا دوزخ کا اپنا راستہ دیکھے۔ ۱۷ عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو اونٹ کے فرمایا ایسا کوئی اونٹ والا نہیں جو ان کا حق ادا نہ کرے اور

کی زکوٰۃ نہ کی جائے گی کیونکہ اموالہم ارشاد ہوا ہے۔ یعنی معاذ تم حاکم بن کرین جیسے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم نہ مالی، نہ زبانی، کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے، ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیوانی نے کہا تھا اجمعنکم سلیمان وجنودہ دھم لا یشعرون۔ کہیں تم اسے حیوانیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچل نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی ہو حیوانی کا عقیدہ تھا کہ غنیمت کے صحابہ حیوانی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

۱۷ ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوٰۃ مفردہ ہے، کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد لو اکرے پردہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔ ۱۸ یعنی اس کا سونا چاندی اولاً سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے، پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لئے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا، اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے یوم یحییٰ علیہا فی نار جہنم۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے، نیز آگ کے پتروں کو پھر آگ میں دھونکا سمجھ میں نہیں آتا۔ ۱۹ چونکہ یہ نبیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا، انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا، اس لئے یہ دونوں مقام ہی پرداغ ٹکائے جائیں گے، جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اُس نے ان سے ہی چوری کی۔ ۲۰ یعنی یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو پتا کر پھر اُس کے بدن پر ہی لٹائے جائیں گے، بار بار گرم کر کے لٹائے جائیں گے۔ ۲۱ یعنی یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا ہے گا، لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہونگے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے، اور اس تکلیف کی وجہ سے اُسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا، نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز ۱۷ یعنی بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے، یوں معذور ہے یا مجبور یعنی یہ عذاب تو زکوٰۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ ہوں یا ہوں تو رب تعالیٰ بخش دے تو جنت میں بھیج دے۔ اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزائیں کچھ عرصہ کے لئے دوزخ میں بھیج دے اس پر لکھا ہے یہی

حَقًّا أَحْلَبُهَا يَوْمَ وَرَدَهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُطْعَمُ بِهَا بِقَاءِ قَرَقَرٍ أَوْ قَرَمًا كَانَتْ لَا
يَفْقَدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا تَطَاءُ بِأَخْفَافِهَا وَتُعْصَفُ بِأَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا
رَدَّ عَلَيْهِ أَخْلَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُ الْخُسَيْنِ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يَقْضَى بَيْنَ
الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَاَلْبَقَرُ وَالْغَنَمُ
قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقًّا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُطْعَمُ بِهَا بِقَاءِ

اُن کا حق انہیں دو دھنا بھی ہے انہیں گھاٹ پر لانے کے دن اسے مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ ان اونٹوں کے سامنے کھلے میدان میں اونٹوں کا
ڈالاجا جائیگا جن میں سے ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا یہ اونٹ اسے اپنے سم سے روندھیں گے اور اپنے منہ سے کانیں گے لے جب اس پر پہلا اونٹ
گزرے گا تو کچھلا اونٹ واپس ہوگا لے یہ اس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے جسے کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے
تو یہ اپنا راسہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کئے بکریاں لے فرمایا ایسا کوئی گائے اور بکریاں ولا انہیں
جو ان کا حق زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے سامنے کھلے

توجہ قوی ہے یہ کہ یعنی سونے چاندی تو نخیل کو تیار کر لگائے جائیں گے، اگر اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دی ہو، تو ان کی سزا کیا ہے اونٹ تو پیائے نہیں جاتے نہ
اسے عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لئے گھاٹ یا کنوئیں پرے جاتے تھے، اس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا
تھا، اونٹ والے اونٹیاں دو دھ کر ان فقراء اور مسکینوں کو دو دھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ دو دھ پلانا بھی ان
اونٹوں کا حق ہے، خیال رہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ تو فرض ہے مگر یہ دو دھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوٹے پر عذاب نہیں ہوتا مگر ایسا تو اس
سے مضطر فقراء کو دو دھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو، یا پیسے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنی شروع اسلام میں
قریبانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا، عرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اسی اونٹوں کو نہ دو دھ صرف گھاٹ پر لانے
کے دن پانی پلا کر دو دھ، یہ بھی خشک سال کے زمانہ کے احکام میں سے ہے یہ یعنی اس نخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اونٹوں
ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائیگا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہونگے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے، لے یعنی یہ روندنے
والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہونگے کہ اس پر یہ قطار روندتی گزرجائے اور اس کا چھکارا ہو جائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہونگے، اور
آخری اونٹ کے گزرنے پر پھر پہلا اونٹ اس پر آجائیگا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنی آخری کا ذکر پہلے تھا، ادنیٰ کا بعد میں، جیسا کہ
مسلم کی بعض روایات میں ہے، مبالغہ کے لئے آخری کو ادنیٰ فرما دیا گیا یعنی اس طرح لگاتا رہو کہ اس پر گھو میں گے کہ گویا کچھلا اونٹ پہلا ہو جائیگا
اور پہلا کچھلا، چونکہ اس کا نخیل بھی دائمی تھا اس لئے یہ سزا بھی دائمی ہوئی، درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے، لے ان کا کیا حکم
ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوٰۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے ۵۵ منہا میں من من جملے اہل یا بھنے لام ہے یعنی بکریوں
کی وجہ سے جو زکوٰۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوٰۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں، ہر بات

قَدْ يَفْقَدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا عَقَصَاءٌ وَلَا جَحَاءٌ وَلَا عَضْبَاءٌ تَنْطَحُهُ بِقَرْنِهَا وَ
تَطَأُهَا بِأَظْلَافِهَا كُلُّهَا مَرَّ عَلَيْهِ أَوَّلُهَا وَدَّرَّ عَلَيْهِ آخِرُهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ ثَمْسِينَ أَلْفَ
سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَالْخَيْلُ قَالَ فَالْخَيْلُ ثَلَاثُ هِيَ لِرَجُلٍ وَزُرُّو هِيَ لِرَجُلٍ سِتْرُو هِيَ لِرَجُلٍ
أَجْرُهَا أَلَّتِي هِيَ لَهُ وَزُرُّو لِرَجُلٍ رَبُّهَا رِيَاءٌ وَفَخْرٌ وَنَوَاءٌ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَرَى لَهُ

میدان میں اٹا ڈالا جائیگا جن میں سے کوئی جانور کم نہ ہو گا ان میں نہ تو کوئی ٹیڑھے سینگ والا ہو نہ بندھالہ یہ اسے لینے سینگوں سے
گھونپیں اور گھروں سے روندیں گے اسے جب بھی ہلا گزے گا تو کچھلا والیں ہو گا یہ اس دن ہوتا ہے بیگا جس کی مقدار پچاس سزار ہر ہے
تھے اگر بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے اسے تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھ لے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گھوڑا
فرمایا کہ گھوڑے تین طرح کے ہیں ۱۔ ایک کے لئے گھوڑا گناہ ہے دوسرے کے لئے آزمیرے کے لئے ثواب ہے جس کے لئے
گھوڑا گناہ ہے وہ تو وہ شخص ہے جو دکھلاوے شہمی اور مسلمانوں کی عداوت کے لئے گھوڑا باندھے اس کے لئے

۱۔ یعنی اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں، اور بعض بالکل بندھی، مگر قیامت میں سب کے نوکیے سینگ ہونگے، خیال
رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالیٰ فرمایا ہے اول خلق نعیدہ پھر بعد میں ان کے حالات بدلیں گے، لہذا یہ
جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں سب کو سینگ ملیں گے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے ۲۔ عربی میں
گائے بھینس کے گھر کو ظلف کہتے ہیں جمع اظلاف، اور گھوڑے کی ٹاپ کو سُم یعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینگ بھی گھونپیں گے اور گھروں سے بھی
روندیں گے، غرض کہ قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہو گا اور بے زکوٰۃ جانور بخیل پر سواری کریں گے، جیسے اچھے معدہ والا جو بقدر ضرورت
کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہو جاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے ۳۔ اس کی شرح پہلے
گندہ کی یعنی قیامت کے دن دورانِ حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی۔ مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہو گا ۴۔ خیال رہے
کہ احسان کے نزدیک سائر گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے شوافع کے ہاں نہیں، لہذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں
علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوٰۃ کا سوال نہ کر دو بلکہ غیر سائر یعنی گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لئے
بھی ہو جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے، اگر گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حجر گدھوں کی طرح
سہاں بھی فرما دیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا۔ لہذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں،
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے، جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ تم کیا خیرات کریں تو رب تعالیٰ نے جواب دیا فلاں
فلاں جگر خیرات کرو (قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ سائل کے حال کے مطابق ہے ۵۔ یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لئے
نہ ہر وہ کسی کے لئے ثواب کا باعث ہے کسی کے لئے عذاب کا اور کسی کے لئے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لئے اس کی نیت کے

وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ لَمْ
يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَرِي لَهُ سِتْرٌ وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهَا جُرْفٌ رَجُلٌ رَبَطَهَا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي مَرَجٍ وَرَوْضَةٍ فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ الْمَرْجِ أَوْ الدَّوْصَةِ
مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدُ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهُ عَدَدُ أَرْوَاحِهَا وَأَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ

گناہ ہے اے اور جس کے لئے گھوڑا پروہ ہے وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے گھوڑا باندھے اے پھر اس کی پیٹھ میں
اللہ کا حق بھروسے اے نہ اُن کی گردنوں میں اے وہ گھوڑے اُس کا پروہ ہیں اے لیکن وہ گھوڑے جو اُس کے لئے ثواب
میں وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھے اے تو وہ گھوڑے اُس چراگاہ یا باغ میں کچھ نہیں
کھاتے مگر جس قدر کھاتے ہیں اسی قدر اُس کے حق میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اُن کے لیدر پیشاب کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اے

اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت دیں پھل یہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ اباس پہننے کا ہے ۔

اے بیٹے جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں، اور اگر کسی مسلمان سے میری
بڑائی ہو جائے، تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اُس کے خلاف جنگ کروں، چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں، جیسا کہ عام نمبر دار، چوہدری اور چور ڈاکو گھوڑے
اسی لئے رکھتے ہیں، ان کے لئے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے نہ اے یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں، یہ تو تیسری قسم میں آئیگا بلکہ
اللہ کی راہ سے مراد اپنی دینا دی ضرورتیں پوری کرنا ہے، کیونکہ مسلمان کا دنیا کا نا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کیلئے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی
سبیل اللہ ہے، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اے اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لئے عاریتہ گھوڑا لے لے
جس سے وہ اپنا کام نکال لے، یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا اجلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکالنا ہے خیال ہے کہ
نہ گھوڑے، بیل، بھینسے اور بکے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے، وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئیگا نہ اے گھوڑے کی پیٹھ کا حق
تو وہ تھا جو امر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لئے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے فی سیکڑہ ڈھائی روپے
یہ جلال امام ابو حنیفہؒ کی دلیل ہے کہ سائہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوٰۃ ہے جسے حضورؐ اور صلے اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے
سقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مومن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں دیاں گھوڑے سے مراد یا تو
غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو، اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ کریں: خیال ہے کہ صرف گھوڑوں
یا صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوٰۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار یا شرفی ایدہ سے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ستادین روپے
سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے علیہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا، اُس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو اور
ہدایہ کفایہ وغیرہ) ۵۵ یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پروہ میں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پروہ ہونے
یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے نہ اے یعنی جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لئے لاهل الاسلام بھی فرمایا

وَلَا تَقْطَعُ طَوْلَهَا فَاسْتَنْتَ شَرَفًا وَشَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَدَدَ أَثَارِهَا وَأَرْوَاقِهَا
حَسَنَاتٍ وَلَا مَرِيهَا صَاحِبًا عَلَى نَهْدٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يَرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ
لَهُ عَدَدًا مِثْلَ حَسَنَاتٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْحَمْدُ قَالَ مَا أَنْزَلَ عَلَى فِي الْحَمْدِ شَيْءٌ
إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَجْعَلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَجْعَلُ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

اور ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گھوڑے اپنی رسی توڑ کر ایک ڈھیلوں پر چڑھ جائیں مگر اللہ ان کے نشان قدم اور لید کی بقدر
نیکیاں لکھتا ہے اور انکا مالک انہیں بیکر کسی نہ رہیں گزرتا جس سے وہ کچھ پی لیں حالانکہ مالک پلانے کا ارادہ بھی نہ کرتا ہو
مگر اللہ انکے پیٹنے کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ تو گدھے فرمایا گدھوں کے متعلق اس جامع آیت کے
سوا کچھ حکم نازل نہ ہوا جو ذرہ بھر نیکی کر لیا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کر لیا وہ دیکھے گا (مسلم) روایت ہے
انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے

گیا، اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگان خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح
آیت سے ثابت ہے۔ عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔ کہے کیونکہ اس کھانے اور پیشاب و لید
وغیرہ سے ان گھوڑوں کی بقاء ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے۔ نیز یہ چارہ و گھاس
مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اس چارہ سے بنا، معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہے۔
۱۔ یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پیئیں، وہ تو اس مالک کے لئے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رستی کو توڑا
کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے، خیال رہے کہ ثواب کے لئے
اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا بھی جائے تو اسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے، بناتے وقت کی نیت قیامت
تک کام آتی ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، خیال رہے کہ لید و پیشاب کا ذکر فرمانے میں
اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلہ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پرچہنا اور پھر
مالک کے درجہ کا کیا کتنا، گھوڑا صرف مثال کے لئے ہے، اب گولی بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لئے ہوں
سب کا یہی حکم ہے۔ ۲۔ یعنی یہ سب کام کرتا ہے، گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک، اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس
کی وجہ ابھی بیان ہو چکی۔ ۳۔ یعنی گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، فخر
وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے، اور اگر بد نیتی سے پالے گئے تو عذاب، اور اگر دنیوی کاروبار کے لئے ہیں تو نہ ثواب
نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ گھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ، اس لئے اسے جامع فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ

أَنَا اللَّهُ مَا لَافَكَ زَكَاةٌ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَجَاعًا أَقْرَعًا زَيْبَتَانِ
يَطْوِقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِذِمَّتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَتَمْتُكَ
ثُمَّ تَلَاوَلَا بِحُسْنِ الَّذِينَ يَجْلُونَ الْآيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أَتَى
بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْظَمَ مَا يَكُونُ وَأَسْمَنُ تَطَاكُ بِأَخْفَافِهَا وَسَتْطَحَةٌ بِقَمَادٍ وَهِيَ كَمَا جَازَتْ

الشرا مال دے لے پھر وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے سامنے گنے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو
گیسو ہونگے لے قیامت میں اس کا طوق ہوگا پھر اس کے دونوں جڑے پڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور
انور نے یہ آیت تلاوت کی جو بھل کرتے ہیں آلیہ لے بخاری روایت ہے حضرت ابوذر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے
ہیں ایسا کوئی شخص نہیں جس کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں ہوں جن کا حق ادا نہ کرتا ہو لے مگر وہ جانور قیامت کے دن اتنے بڑے
اور موٹے جتنے ہو سکتے ہیں کر کے لائے جائیں گے وہ اپنے کھروں سے اسے روندیں گے اور اپنے سینک گھونپیں گے جب

ایک ہی بے مثال آیت ہے۔ اس لئے اسے فائدہ فرمایا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے، گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ دوسرے
کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں، تو ان میں زکوٰۃ تجارت ہوگی۔ لے وہ مال جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور اسے بھی بقدر نصاب جس
میں وجوب زکوٰۃ کی ساری شرطیں موجود ہوں جیسا کہ مکلف مضمون سے واضح ہے، لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مال پر زکوٰۃ واجب ہو، لے جب پہلے زہر پہلے
سانپ کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کے کھن پر قدرتی بال جم جاتے ہیں اور جب بہت زیادہ عمر ہوتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی
سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں اسے اردو زبان میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور دوسری میں شجاع اقرع، ان میں جھیت تریں وہ ہوتا ہے جس کا آنکھوں پر دو کالے داغ
ہوتے ہیں، اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بے زکوٰۃ مال قیامت کے دن اس
سانپ کی شکل کا ہوگا، چونکہ یہ بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی مغرب اس کے مال کی ہوا بھی نہ پاسکتا تھا اس لئے آج وہ مال اس کے لئے سانپ
بن گیا، حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں دنیا میں بھی مال بشکل سانپ خواب میں نظر آتا ہے، بعض لوگ جب مایا دفن کرتے ہیں تو
اس میں پرانے کا سانپ بنا کر بٹھا دیتے ہیں مشورہ ہے کہ پھر اس میں قدرتی جان پڑ جاتی ہے۔ لے قیامت مختلف مقامات ہیں ورنہ کے مختلف حالات، کبھی بخیل کا سونا
چاندی اور سارا مال اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپا یا جائیگا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ
بنے گا اور بعض سے داغ لگے گا لہذا یہ حدیث اور مذکورہ آیت شریف داغ والی احادیث اور آیات کے خلاف نہیں پنچیاں رہے کہ یہ سانپ
اس کے جڑے چبائے گا اور اس میں اپنے زہر کا ٹیکہ دے گا جس سے اس بخیل کو تکلیف سخت ہوگی مگر جان نہ نکلے گی۔ لے یہاں حق سے
مراد شریعت کا حق فرضی ہے یعنی زکوٰۃ، کیونکہ نفی حق کے ترک پر عذاب نہیں ہوتا، جو کبھی بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی بھی یہی سزا ہے اور گنڈے دار

خُرَّ بَارِدَتْ عَلَيْهِ أَوْلَاهَا حَتَّى يَقْضَى بَيْنَ النَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جُرَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكَ الْمُصَدِّقُ فَلْيَصْدُرْ عَنْكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبُو صَدَقَتِهِ

بھی آخری گزر جائے گا تو پہلا ٹوٹا یا چای لگا سچے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے سلم (بخاری و مسلم) روایت ہے حضرت جریر بن عبد اللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والا آئے تھے تو وہ تم سے راضی ہو کر لوٹے سلم) روایت ہے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی سے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تھی تو آپ فرماتے اے اللہ! فلاں کی اولاد پر رحمتیں نازل کر کہ میرے والد اپنا صدقہ لائے

زکوٰۃ دینا ہو کہ کبھی دی گئی نہ ہو یا پوری نہ نکالی، اس کی بھی سزا کیونکر یہاں لایو دینی مطلق ہے سلم اس کی سزا پہلے گند چکی یہاں اتنا آدر سمجھ لو کہ یہ وہی دنیا کے جانور ہونگے مگر جو بٹے تھے وہ مرنے ہو کر جو بے سینگ تھے وہ سینگ والے ہو کر اس بخیل پر مسلط ہونگے اور بخیل کو یہ عذاب دو دران حساب میں ہو گا کہ لوگ حساب دے رہے ہونگے اور یہ پڑا ہوا کچلا عباد ہو گا دوزخ کا عذاب اگر ہو تو اس کے علاوہ ہو گا، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ قیامت میں جن و انس کی طرح جانور بھی زندہ کئے جائیں گے مگر دوزخ یا جنت میں بھیجے گئے ہوں گے کیونکہ دوزخ صرف جن و انس کیلئے ہے اور جنت صرف انسانوں کیلئے بلکہ آپس میں ایک دوسرے کا بدلہ دینے کے لئے فاسق مالکوں کو سزا دیئے اور متقی مالکوں کی خدمت کرنے کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ قربانی کا جانور مالک کی سواری ہو کر اسے پلھرا طے اُتارے گا اس کے بعد یہ جانور مٹی کر دیئے جائیں گے دوسرے یہ کہ اگر ایک جانور چند شخصوں کی ملکیت میں رہا تھا اور وہ سب بخیل تھے تو ان تمام مالکوں کو اپنے قدموں روندیں گے اور اگر کوئی جانور پہلے بخیل کی ملکیت میں رہا پھر دوسرے مالک کے پاس قربانی میں ذبح ہوا تو بخیل کو روندنے کا اور اس کے بعد قربانی والے کی سواری بنے گا سلم مال ظاہری یعنی جانور اور پیداوار کی زکوٰۃ سلطان اسلام وصول کرتے اور اُسے صحیح مصرف پر خرچ کرتے تھے، یہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بہت آدمی ملازم رکھے جاتے تھے انہیں مصدق بھی کہتے تھے اور عامل بھی، سرکار فرماتا ہے میں کہ بہار یا بہارے بعد اسلامی عادل بادشاہوں کا زکوٰۃ وصول کرنے والا آدمی تمہارے پاس آئے سلم اس طرح کہ تم اس سے خندہ پیشانی سے ملو اور سارا طاسری مال اسے دکھا دو تاکہ وہ آسانی سے حساب کر کے زکوٰۃ وصول کرے اسے دیکھ کر غمگین نہ ہو، مال چھپانے کی کوشش نہ کرو مال مٹول سے کام نہ لو، بلکہ باطنی مال لینے سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ بھی خوشدلی سے دی جائے اور مسکین کو خوش کر کے دی جائے۔ خدا کا شکر کیا جائے کہ اس نے ہمیں دینے کے قابل کیا نہ کہ لینے کے سلم یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں اور یہ عبد اللہ کو فر کے آخر صحابی ہیں جنہوں نے وہاں وفات پائی (اشعمر) سلم ظاہر یہ ہے کہ یہاں صدقہ سے مراد سونے چاندی وغیرہ باطنی مالوں کی زکوٰۃ ہے کیونکہ ظاہری مالوں کی زکوٰۃ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حامل جا کر خود ان کے گھروں سے لاتا تھا، صحابہ کرام کی عقیدت یہ تھی کہ ہماری صدقات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست

فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أَبِي أَوْفَى مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ إِذَا اتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَتِهِ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
 بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيلَ مَنَعَ ابْنُ جُمَيْلٍ وَخَالِدُ
 ابْنُ الْوَلِيدِ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقُمُ ابْنُ جُمَيْلٍ إِلَّا أَنَّهُ
 كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَارْتَكَبَ تَطْلُيُونَ خَالِدًا قَدْ احْتَبَسَ

تو آپ نے فرمایا الہی ابی اوفی کی اولاد پر رحمت کر لے (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا صدقہ لانا تو آپ فرماتے الہی اس پر رحمت کرنے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو صدقہ پر عامل بنا کر بھیجا عرض کیا گیا کہ ابن جمیل لے اور خالد ابن ولید اور عباس نے نہ دیا سہ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل تو صرف اس لئے انکار کرتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ رسول نے اسے غنی کر دیا لے لیکن خالد پر تم زیادتی کرتے ہو انہوں نے تو اپنی زر ہیں

مبارک صحیفات فرمائیں تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے اب بھی مسلمان ایصال ثواب کرنے وقت پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لیتے ہیں اسکی اصل یہ حدیث ہے ۱۰ اللَّهُمَّ صَلِّ دُرُوبِیْ حَتَّى یَبْعَثَ لَیَّ غَیْرَ نَبِیٍّ مُّسْتَقِلًّا دُرُوبِیْ وَدُرُوبِیْ صَاحِبِیْ حَاضِرِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَا یَا رِشَادَ فَرَمَانَا اَیُّوہ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ دوسرے شریف آپ کا حق ہے آپ جس کو چاہیں اپنا حق دیں، بعض نے فرمایا یہاں صلوٰۃ لغوی معنی میں ہے مگر پہلا قول قوی ہے (مرقات و لمعات) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس آیت پر عمل تھا وَصَلِّ عَلَیْہِمْ اِنْ صَلَّوْا فَکَ مَسْکُوْنٌ لَّہُمْ مَسْتَبِیْہِ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا دینے والے کو دعائیں دے اگرچہ اعتقاد یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اس وقت ملے کہ بھی نہ کہے کہ کہیں یہ دعا کرانا اس صدقہ کا عوض نہ بن جائے دیکھو یہ صحابہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملے نہیں کہتے تھے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں دیتے تھے، تو وہ ایسے کریم ہیں کہ عطا کر کے دعائیں دیتے ہیں شہر آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا خود بھیک دیں اور خود کہیں منگے کا بھلا ہو

۱۱ حضرت عبداللہ فخریہ طبرستانی کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہمیں اور ہمارے والد کو بھی مل چکی ہیں بعض نے فرمایا کہ یہاں لفظ آل زاد ہے مگر حق یہ ہے کہ آل اپنے معنی میں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان لوگوں ہی کو نہیں بلکہ ان کے بال بچوں سائے گھر والوں کو بھی دعائیں دیتے تھے ۱۲ مصنف نے فضل صحابہ میں فرمایا کہ ابن جمیل کا ذکر صرف کتاب الزکوٰۃ میں آیا اس کے نام کا پتہ نہیں: فتح الباری میں ہے کہ اس کا نام عبداللہ بن جحید تھا پہلے یہ یزید بن ابی اسحاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مالدار کی دعا کرانی پھر مالدار ہو کر منافق ہو گیا اور زکوٰۃ کا انکار کرنے لگا اسی باب سے میں یہ آیت کریمہ آئی وَصَلِّ عَلَیْہِمْ عَاہِدَ اللّٰہِ لَہُمْ اَکَانَ اَمِنْ فُضِّلَہُ لَنَسُدَّ قَرْنَیْہِ شَخْصٌ عَمْدٌ تَفْضُوْیْ میں منافقت پر ہی فوت ہوا جمیل ہے کہ ابن جمیل نے ہر سترہ زکوٰۃ کا انکار نہ کیا تھا ورنہ غرہ اور وجب القتل ہو جاتا بلکہ جیلے بہانے بنائے جس سے اس کی کبیدگی ختم محسوس ہوئی نہ ۱۳ ابن جمیل نے تو بلا وجہ اور ان دو ہزر گوں نے کسی

معذوری سے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم یا استاد سے رعایا یا شاگردوں کی پس پشت شکایت کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے ۱۷ یعنی جہل کا زکوٰۃ نہ دینا محض کفران نعمت کی بنا پر ہے کسی مجبوری سے نہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے ہیں، دیکھو یہاں بظاہر تینوں صاحبوں سے ایک فعل واقع ہوا مگر ملامت صرف ایک پر کی گئی جس کے دل میں کھوٹ تھا، دوسرے یہ کہ یہ کہہ سکتے ہیں اللہ رسول غنی کرتے ہیں اللہ رسول دونوں جہان کی نعمتیں بخشے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنَىٰ هُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ اور فرماتا ہے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْجَحَتْ عَلَيْهِ شَرِكُ كَفَىٰ لَہٗ اَنْ اَيَات وَاَحَادِث میں غور کریں ۱۸ یعنی خاندانے نخی ہیں کہ انہوں نے نفلی طور پر اپنا سامان جنگ تک وقف کر دیا ہے، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ فرضی ادا نہ کریں، ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی ہی نہیں تم نے غلطی سے ان سے مطالبہ کیا، یا یہ مطلب کراہتوں نے اپنا سب کچھ تحق کہ سامان جنگ بھی وقف کر دیا اور مال وقف میں زکوٰۃ نہیں ہوتی، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کچھ وقف کر دینے سے نصاب کی زکوٰۃ کیلئے معاف ہو گئی، اس جملے سے معلوم ہوا کہ منقول چیزوں کا وقف مطلقاً جائز ہے یہی امام ائمہ کا قول ہے شیخین کے نزدیک منقول چیز غیر منقول کے تابع ہو کر وقف ہو سکتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ واقف کا موقوف کو اپنے قبضہ میں رکھنا درست ہے جیسے بعض واقفین اپنی زندگی بھر تولیت اپنے لئے مقرر کر لیتے ہیں ۱۹ اس جملے کی تفسیر میں بہت قول ہیں بعض نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی وصول فرما چکے تھے، بعض نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے وصول کر لیں گے ہم اس کے ضامن ہیں مگر یہ تفسیر لگے جملہ کے موافق نہیں، ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زکوٰۃ اپنے ذمہ لے لی اور فرمایا ان سے مت مانگنا ان کی زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا ہی صدقہ نفلی ان کی طرف سے ہم ادا کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ مالی عبادتوں میں نیابت جائز ہے یعنی ایک دوسرے کی طرف سے ادا کر سکتے ہیں حضرت عباس حضور علیہ السلام کے احوالات کے پہلے ہی عادی تھے انہیں خبر تھی کہ حضور انور میری زکوٰۃ ادا کر دیں گے ۲۰ لہذا حضرت عباس جو میرے چچا ہیں وہ میرے والد حضرت عبداللہ کی مثل ہیں اس لئے مجھ پر ان کی خدمت لازم ہے ان کی زکوٰۃ ادا کرنا یہ بھی ان کی خدمت ہے، اور اے عمر تم ان پر نہ تقاضا کرنا نہ ملامت بلکہ میرے اس رشتہ کی وجہ سے ان کا ہمیشہ ادب کرنا لازماً ہے ۲۱

وَسَلَّمَ نَحْبَدَ اللَّهِ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَعِجِلُ رِجَالًا مِنْكُمْ عَلَى أُمُورٍ
مِمَّا وَلَّيْنِي اللَّهُ فَيَأْتِي أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ هَذَا الْكَمْ وَهَذِهِ هَدِيَّةٌ أَهْدَيْتُ لِي فَمَهْلًا
جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ فَيَنْظُرُ أَهْدَى لَهُ أَمْ لَا وَالَّذِي لِنَفْسِي بَيِّدُهُ لَا يَأْخُذُ
أَحَدٌ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا جَاعَرَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَجْعَلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيدًا لَمْ يَغْفِرْ لَهُ
خَوَارِ أَوْ شَأْنٌ يَتَعَرَّضُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُقْرَةَ إِبْطِيهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغَتْ

اشترکی حمد و ثنا کی پھر فرمایا حمد و ثنا کے بعد سنو کہ ہم تم میں سے بعض کو ان چیزوں پر عامل بناتے ہیں جن کا اللہ نے ہمیں والی بنا یا
لے تو ان میں سے بعض اشرک کہتے ہیں کہ یہ تمہارا ہے اور میرے ہدیہ نذرانہ دیا گیا تو وہ اپنے آبا اماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ کر دیکھا کرتے
نذرانہ ملتا ہے یا نہیں لے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس میں سے کچھ نہ لے گا مگر قیامت کے دن اسے اپنی
گردن پر اٹھا کے لایک گا لے اگر اونٹ ہے تو وہ بلبلا تا ہو گا یا گلے ہے تو وہ چیختی ہو گی یا بکری کہ میا تاتی ہو گی لے پھر حضور نے
اپنے ہاتھ اٹھائے تھے کہ ہم نے حضور کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر عرض کیا الہی کیا میں نے تبلیغ کر دی

خیال رہے کہ ضیو ایک جز کے دو درختوں کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے ضیو اب و غیر ضیو اب، چونکہ چچا اور والد دادا کی اولاد ہوتے ہیں اس
لئے اس اقصم الفصحا صے اللہ علیہ وسلم نے انہیں ضیو فرمایا لے ان صاحب کا نام عبداللہ ہے قبیلہ بنی لثب کے ہیں جو قحطان کا مشہور قبیلہ ہے
رمقات و لمعات ۱۰۵ یعنی ان کے پاس وصول کردہ زکوٰۃ سے زیادہ مال تھا جو زکوٰۃ دینے والوں نے انہیں بطور ہدیہ علاوہ زکوٰۃ دیا تھا، یہ ان صحابی کی
انتہائی دیانتداری ہے کہ اس ہدیہ کو گھر نہ رکھ گئے سب کچھ بارگاہ شریف میں پیش کر دیا اور اصل واقعہ بیان کر دیا ۱۰۶

۱۰۷ یعنی صدقات و زکوٰۃ وصول کرنا ہمارے ذمہ ہے تم لوگ ہمارے نائب ہو کر جاتے ہو اور ہمیں تو صدقہ دینے والوں ہدیہ لینا منع ہے تو ہمیں کیوں جائز ہو گا
۱۰۸ یعنی یہ نذرانہ نہیں ہے بلکہ رشوت ہے کہ اس کے ذریعہ صاحب نصاب آئندہ اصل زکوٰۃ سے کچھ کم کرانے کی کوشش کریں گے، نیز جب اسے کام کی اجوت ہوئی
ہم دیتے ہیں تو یہ ہدیہ کیا چیز ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ حکام کے نذرانے اور خاص و عورتیں رشوت ہیں، ہاں حاکم عام دعوت و ولیمہ وغیرہ کھا سکتا ہے، نیز
جو نذرانے، ہدیہ اور ڈالیاں اس کے حاکم بننے کے بعد شروع ہوں وہ سب رشوتیں ہیں، ہاں جن لوگوں کے ساتھ اس کا پہلے ہی سے لین دین ہوا وہ اس کے
معزول ہونے کے بعد بھی وہی لین دین رہے وہ رشوت نہیں، جیسے عزیزوں اور قریبی اصحاب نیوٹے مہاجی وغیرہ ان مسائل کی اصل یہ حدیث ہے ۱۰۹
یعنی جو عامل زکوٰۃ میں چوری یا خیانت کرے یا زکوٰۃ دینے والوں سے رشوت وصول کرے ہر فنک بالواسطہ یا بلا واسطہ جس طرح بھی خفیہ یا علانیہ کچھ لے
لفظ ضیو ان سب کو شامل ہے رمقات ۱۱۰ ہر فنک یہاں زکوٰۃ کی چوری ہی مراد نہیں کیونکہ ان صاحب کوئی چوری نہ کی تھی، خیال ہے کہ یہاں تو گردن
کے اٹھانے کا ذکر ہے مگر قرآن شریف میں بیٹھوں پر لادنے کا ارشاد ہوا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْثَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ کیونکہ آیت میں کفار کا ذکر
ہے اور یہاں گنہگار مسلمان کا چونکہ کفار کے گناہ زیادہ اور بھاری ہونگے اس لئے وہ پیٹھوں پر لادینگے اور مسلمان گنہگار کے گناہ ان سے کم اور

اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ الْخَطَّابِيُّ وَفِي قَوْلِهِ هَلْ جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ
أَبِيهِ فَيَنْظُرَ أَيُّهُمَا أَمْرًا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ كُلَّ امْرَأَتَيْنِ عَرَبِيَّاتٍ إِلَى الْخَطِّ وَفِي مَوْضِعٍ
وَكُلُّ دَلِيلٍ فِي الْعُقُودِ يَنْظُرُ هَلْ يَكُونُ حُكْمُهُ عِنْدَ الْإِنْفِرَادِ كَحُكْمِهِ عِنْدَ الْإِقْتِرَانِ
أَمْ لَا هَكَذَا فِي تَرْجُحِ السُّنَّةِ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اے مولیٰ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے کہ رسول بخاری اخطابی نے فرمایا کہ حضور انور کے اس فرمان میں کہ وہ اپنی ماں کے گھر یا باپ کے گھر
میں کیوں نہ بیٹھ رہا کہ دیکھتا کیا اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں اس کی دلیل ہے کہ جسے ممنوع کام کا ذریعہ بنایا جائے وہ بھی ممنوع ہے لہ
اور جو چیز عقدوں میں داخل ہو اس میں خود کیا جائے کہ آیا اس کا علیحدہ کا حکم دوسرے طے کے حکم کی طرح ہے یا نہیں لہ شرح
سنہ میں یوں ہی ہے۔ روایت ہے حضرت عدی بن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

عکے ہوں گے اس لئے گردن پر اٹھائیں گے یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیٹھ کی استاگردن ہے، لہذا گردن پر اٹھانا گویا پیٹھ پر ہی اٹھانا ہے مگر پہلی بات زیادہ
قوی ہے ۱۲ یعنی اگر خیانت یا رشوت اور نہ گائے بکری یا کوئی اور جانور بھی لیا ہو گا تو اسے بھی اپنی گردن پر اٹھائے پھرے گا بوجھ سے دبے گا بھی اور ان
آوازوں کی وجہ سے سارے میں بدنام بھی ہو گا معلوم ہوا کہ نیکیوں پر قیامت میں انسان سوار ہو گا، اور بدیاں انسان پر سوار ہوں گی خیال ہے کہ اللہ
تعالیٰ قیامت میں مسلمانوں کے خلیفہ گناہ نہ گھوٹے گا ستاری فرمائے گا، مگر جو بے غیرت دنیا میں علانیہ گناہ کریں، اور ان پر فخر بھی کریں وہ ضرور کھلیں گے، لہذا
یہ حدیث عیب پوشی کی احادیث خلاف نہیں، لہ سببان اللہ کیا پاکیزہ عرض و معروض ہے، رب تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں، بندوں کو سنا رہے ہیں کہ میں اپنے
فرض تبلیغ سے فارغ ہو چکا، اب کسی مجرم کو یہ عذر نہ ہو گا کہ مجھے خبر نہ تھی، تا قیامت ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دینی مسائل سیکھنا فرض ہیں اب کئی خود نہ سیکھے
اور بے خبر رہے تو اس کا اپنا قصور ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوتاہی نہیں، لہ یعنی جو کام بذات خود تو اچھا ہو مگر اس کے ذریعہ
سے حرام کا ارتکاب کیا جائے، تو یہ اچھا کام بھی حرام ہو جائے گا، کیونکہ عامل بن کر جانا یا حاکم بننا اچھا کام ہے لیکن اگر رشوتیں لینے کے لئے کیا جائے
تو حرام ہو گا، جیسے کسی غریب کو قرض دینا نیکی ہے، یا ضرورت کسی مقروض کی کوئی چیز رہن دے کر دی انکھ لینا بھلائی ہے، لیکن اگر قرض پر سود دیا جائے تو گنہگار مکان
سے نفع لیا جائے، تو یہ قرض بھی حرام ہو جائے گا لہ یعنی جو عقد علیحدہ وہ حرام ہو گا وہ حلال سے مل کر بھی حرام ہو گا، اور جو علیحدہ ہو کر حلال ہو گا، وہ حلال سے
مل کر بھی حلال رہے گا، یہ قاعدہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو شرعی حیلے ناجائز کہتے ہیں، مگر ہمارے ہاں ضرورت شرعی حیلے جائز ہیں، لہذا ہمارے ہاں یہ قاعدہ
کلیمہ نہیں، ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روای کجوریں زیادہ دے کر کھری کھجوریں کم لیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ یہ سود ہو گیا، تمہیں چاہئے تھا کہ یہ روای کجوریں روپے کے عوض بیچتے، پھر اسی روپے کے عوض خریدار سے کھری کھجوریں لے لیتے
دیکھو حرام سے بچنے کا یہ سبب ہے، غرض کہ ناجائز عقد جائز عقد سے مل کر کبھی تو خود جائز بن جاتا ہے اور کبھی جائز کر دیتا ہے، یہ قاعدہ خوب یاد
رکھا جائے، ناپاک پانی پاک پانی میں مل کر کبھی خود پاک ہو جاتا ہے جیسے تالاب میں ڈالا جائے، اور کبھی اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے جیسے کنڈ میں

اللہ علیہ وسلم من استعملناہ منکم علی عمل فکتمنا حیطانہا فوقہ کان غلو لا
 یأتی بہ یوم القیمۃ رواہ مسلم، الفصل الثانی، عن ابن عباس قال لہما
 نزلت ہذہ الایۃ والذین یکذرون الذہب والفضۃ کبرذالک علی المسلمین
 فقال عمر انا افرج عنکم فانطلق فقال یابن ابی اللہ اِنَّہ کبر علی اصحابک ہذہ
 الایۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض
 الموارث و ذکر کلہما لتکون لمن بعدکم فقال فکبر عمر ثم قال لہ الا اخبرک

علیہ السلام نے کہ ہم تم میں سے جسے کسی کام پر عامل بنائیں پھر وہ ہم سے سوئی یا اس زیادہ چھپائے تو یہ بھی خیانت ہے وہ قیامت دن لایکالہ (مسلم)
 تیسری فصل روایت حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں آئیہ تو مسلمانوں پر بہت بھاری پڑا اللہ تعالیٰ
 عمر بڑے کٹھناری اس تنگی کو میں کھولنا ہوں ۳۱ آپ چھ عرض کیا یا بنی اللہ یہ آیت حضور کے صحابہ پر بھاری ہے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
 زکوٰۃ اس ہی لئے فرض فرمائی کہ تمہارے باقی مالوں کو پاک کر دے ۳۲ اور میراثیں سی ہی لئے فرض فرمائیں را در کچھ کلام کیا تاکہ وہ پاک مال تمہارا
 بعد والوں کا ہو ۳۳ را دی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے تکبیر کہی ۳۴ پھر حضور نے فرمایا کہ کیا میں

۳۱ یعنی خیانت چھوٹی ہو یا بڑی قیامت میں سزا اور سوائی کا باعث ہے خصوصاً جو خیانت زکوٰۃ وغیرہ میں کی جائے، کیونکہ یہ عبادت میں خیانت
 ہے اور اس میں اللہ کا حق مارنا ہے اور فقیروں کو ان کے حق سے محروم کرنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ
 خیال رہے کہ ما فوقہ سے مراد یا سوئی سے کم چیز ہے یا سوئی سے زیادہ ۳۲ کیونکہ مسلمانوں نے کنسز کے لغوی معنی مراد لئے یعنی مطلقاً جمع
 کرنا، اور یہ سمجھے کہ سونے چاندی کو جمع کرنا ہر حال حرام ہے اور قیامت کے دن داغ کا باعث ہے حالانکہ بغیر کچھ جمع کے دنیوی کاروبار نہیں چل سکتے
 ۳۳ یعنی آیت ظاہری معنی امر او نہیں ہو سکتے، کیونکہ اسلام درمیانی دین ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور قرآن کریم میانہ روی سکھانے والی
 کتاب، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دین میں مال جمع کرنا مطلقاً حرام ہو جائے، پھر جہاد کیسے ہونگے اور زکوٰۃ کس چیز کی دی جائے گی، ہماری سمجھ میں غلطی ہے ۳۴
 یعنی یہاں کنسز کے اصطلاحی معنی امر او ہیں کہ مال جمع رکھنا، اس اللہ کے حق نہ نکالنا، فقراء کے حقوق ادا نہ کرنا، خیال رہے کہ زکوٰۃ نکلنے سے مال ایسا ہی
 پاک ہو جاتا ہے جیسے جانور کا خون نکل جانے سے گوشت یا کیلے اور آم وغیرہ کا چھدکا علیحدہ کر دینے سے مغز کھانے کے قابل ہو جاتا ہے
 رب تعالیٰ فرماتا ہے خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم و تزکیہم بہا۔ ۳۵ یعنی اگر مال جمع کرنا مطلقاً حرام ہوتا تو اس میں سے زکوٰۃ
 کیوں دی جاتی، اور مالک کے مرنے کے بعد بطور وراثت دوسروں کو کیسے ملتا، ان احکام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کا جمع کرنا منع نہیں
 بلکہ عبادت ہے، کیونکہ بہت سی عبادتوں کا موقوف علیہ ہے، اور عبادت کا موقوف علیہ بھی عبادت ہوتا ہے، زکوٰۃ جب ادا ہو جیسا کہ
 بکرمال مالک کے پاس جمع رہے، اور میراث جب بٹے جب مرتے وقت تک مال مالک کے پاس جمع رہے، خیال ہے کہ ذکر کلہما را دی کا

بِخَيْرٍ مَا يَكُنُ الْمَرْءُ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَاتِيكُمْ رُكِيْبٌ مُبْغَضُونَ فَإِذَا جَاءُوكُمْ فَدَحُّوْا بِهِمْ وَخَلُّوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا تَبْتَغُونَ فَإِنْ عَدَلُوا فَلَا تَنْفِرُوا وَإِنْ ظَلَمُوا فَعَلَيْكُمْ وَأَرْضُوهُمْ فَإِنْ تَمَاسَرَّ زَكَاةُكُمْ رِضَاهُمْ وَلَيْدُكُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ

تمہیں وہ بہترین چیز نہ بناؤں جو آدمی چاہے کہ وہ اچھی بیوی ہے کہ چپے دیکھے تو پسند آئے اور جب حکم دے تو وہ فرماں برداری کرے اور جب مرد غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے لے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت جابر بن عتیک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس غیر پسندیدہ سوار آیا کریں گے تو وہ جب آئیں تم انہیں خوش آندیدہ کو اور جو وہ چاہتے ہوں اُن کے سامنے حاضر کرو ورنہ پھر اگر وہ نفاق کریں تو اس میں اُن کا فائدہ ہے اور اگر ظلم کریں تو انہیں مفرے تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل اُن کا راضی ہونا ہے چاہتے کہ وہ تمہیں دعائیں دیں لے (ابو داؤد) نہ روایت ہے حضرت جریر بن عبد اللہ سے فرماتے ہیں کہ کچھ

قول ہے میں نے حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا جو مجھے یاد نہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بعد ازاں کو مال ملے لے یعنی مسئلہ حل ہو جانے پر جناب فاروق اعظم کو خوشی ہوئی اور خوشی میں اللہ اکبر کہا، اس سے معلوم ہوا کہ دینی مسئلہ معلوم ہونے پر خوش ہوتا اور خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا سنت صحابہ سے ہے لے یعنی اے عمر اگر یہ مال جمع کرنا جائز ہے، مگر تم لوگ اسے اپنا افضل مقصود نہ بناؤ، اس سے بھی بہتر مسلمان کے لئے نیک بیوی ہے کہ صحبت بھی اچھی ہو وہ سیرت بھی کہ اس کے نفی مال سے زیادہ ہیں، کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں، اور نیک بیوی اپنے پاس مدد کر نفع ہے، سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلاً اب تلے اس سے کوئی نیک بیوا بنے، جو زندگی میں باپ کا دُشمن بنے اور بعد موت اس کا خلیفہ، حدیث شریف میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دُشمنائی دین مکمل دُشمن ہو جاتا ہے، موزیائے کرام فرماتے ہیں کہ جمید عورت کا چہرہ جمال الہی کا آئینہ ہوتا ہے، اور اس کی نیک خصلت صفات الہی کا مظہر ہوتی ہے، سبحان اللہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کتنا جامع ہے عورت کی سیرت دو کلموں میں بیان فرمادی کہ جب خاندان گھر میں موجود ہو تو اس کی ہر جائز بات مانے اور جب غائب ہو یعنی سفر میں ہو یا مریض ہو تو اس کے مال، عزت و اسرار کی حفاظت کرے یعنی آئینہ و آئینہ ہونے لے آپ نصاریٰ ہیں و مشرک صحابی ہیں، آپ جنگ بدر کی شرکت میں خائف ہے باقی سائے غزوہ میں حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، عمر شریف ۹۱ سال ہوئی، اللہ میں وفات پائی، لے یعنی آئینہ زمانہ میں کچھ سخت دل اور بد اخلاق حکام بھی ہوئے، تم ان کی بد اخلاق کی بنا پر زکوٰۃ کے انکاری نہ ہو جانا کہ تمہاری زکوٰۃ اللہ کے لئے ہے نہ کہ ان کے لئے بلکہ انہیں دیکھ کر خوش ہونا کہ ان کے ذریعہ تمہارا فریضہ ادا ہوگا، بعض دیندار غنی زکوٰۃ دیتے وقت فقیر کا احوال مانتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہمارا فرض ادا ہوا، لے حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ظاہر ظہور ظلم کریں کہ زکوٰۃ سے زیادہ لیں یا زکوٰۃ کے ساتھ رشوت مانگیں اور تم دے دو کیونکہ ظلم پر ادا بھی ظلم ہے ملک

نَاسٌ يَّعْنِي مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ نَاسًا مِنَ
الْمُصَدِّقِينَ يَأْتُونَنَا فَيُظْلِمُونَا فَقَالَ أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ ظَلَمُونَا
قَالَ أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ وَإِنْ ظَلَمْتُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ بَشِيرِ بْنِ الْخَصَّاصِيَّةِ
قَالَ قُلْنَا إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا أَفَنَكْتُمُ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدَرِ مَا يَعْتَدُونَ
قَالَ لَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیہاتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم پر ظلم کرتے ہیں حضور نے
فرمایا کہ اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کر دو وہ بولے یا رسول اللہ اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں فرمایا انہیں راضی کرو اگرچہ تم ظلم کے جاؤ (ابو داؤد)
روایت ہے حضرت بشیر بن خصاصیہ سے فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی زیادتی کی
بقدر اپنے مال چھپایا کریں فرمایا انہیں سلمہ (ابو داؤد) روایت ہے حضرت رافع بن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مطلب یہ ہے کہ اگر ان کا کوئی فعل تمہیں ظلم معلوم ہو مگر واقعہ میں ظلم نہ ہو، تو تم اپنی رائے پر عمل نہ کرو ان کے حکم پر عمل کرو مثلاً زکوٰۃ میں درمیانہ جانور
ایسا چاہیے، ایک جانور کو تم لے کر لے جاتے ہو، وہ درمیانہ یا پیداوار کا سوال سمجھ دینا چاہیے، تم ایک ڈھیر کو ستوا من سمجھتے ہو تو وہ سوا سو من ہے
تو تم ان کی بات مان لو، اب اگر واقعی وہ زیادہ لے گئے ہیں، تو اس کے جواب وہ وہ ہوں گے نہ کہ تم یا یہ کلام بطریق مبالغہ ہے کہ
فرض کرو کہ واقعہ میں وہ ظالم بھی ہوں تو بھی تم ان کا مقابلہ نہ کرو کہ اس میں سلطان اسلام کی بغاوت ہوگی، جس کے دبانے کے لئے وہ
تو خرچ کرینگے جس سے گشت و خون و فساد ہوگا بلکہ ان کے ظلم کی شکایت بادشاہ سے کرو اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کرو لہذا حدیث بالکل
ظاہر ہے، اس میں ظلم کی اجازت نہیں دی گئی اگر پہلے معنی واضح ہیں، کیونکہ ان سے دعائے حکم دیا گیا، ظالم سے دعا کی لی جاتی ہے ۛ

۱۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی یہ بدوی حضرات شرعی مسائل سے پوچھتے واقف نہ تھے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے مال جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے مقرر ہوتے تھے وہ قریباً تمام مسائل سے خصوصاً زکوٰۃ کے مسائل سے پوچھتے خبردار ہوتے تھے، یہ دیہاتی حضرات اپنی کم علمی کی وجہ
سے سمجھتے تھے کہ عاملین ہم پر زیادتی کر رہے ہیں، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ تم ان کے جائز عمل کو ظلم ہی سمجھتے ہو مگر ان
کی بات مانو اور ان کے کئے پر عمل کرو، انہیں راضی کر کے واپس کر دو کیونکہ میرے صحابہ ظالم نہیں ہو سکتے، وہ میرے صحبت یافتہ و تعلیم یافتہ ہیں
اور شہادت قرآن کریم وہ سب عادل ہیں، لہذا اس حدیث میں نہ تو حکام کو ظلم کی اجازت ہے اور نہ اس سے صحابہ کا ظالم و فاسق ہونا
ثابت ہو سکتا ہے، خیال رہے کہ جو کسی صحابی کو ظالم مانے وہ جیونٹی سے بھی زیادہ بے وقوف ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ جیونٹی نے اپنی ہسیلیوں
کو شکر سیلانی سے خبردار کرتے ہوئے یہ کہا لَا تَجْعَلْنَكُمْ سُلَيْمَانَ وَجُنُودَهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ یعنی ایسا نہ ہو کہ تم لشکر سیلانی یعنی
حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحاب کے پاؤں تلے روندی جاؤ اور انہیں خبر نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات جان بوجھ کر جیونٹی کو بھی ہیں

الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عُمَرُو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلْبَ وَلَا جَنْبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ رَوَاهُ أَبُو
دَاوُدَ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَفَادَ

کہ زکوٰۃ کا سچا عامل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے جسے اپنے گھر واپس آجائے لے رہا ہو داؤد ترمذی (روایت ہے حضرت
عمر و ابن شعیب وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی لے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا نہ مال ایک جگہ منگنا جائز ہے نہ دوسرے
جائہ لوگوں کے صدقات ان کے گھروں میں ہی لئے جائیں لے رہا ہو داؤد روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مال حاصل کر

کچھتے، صحابہ کرام کی آپس کی جگس و جگس لایستحرون کے ماتحت ہوئیں، دیکھیں یہاں حضور علیہ السلام نے ان لوگوں سے ظلم کی تفصیل نہ پوچھی، کیونکہ آپ جانتے
تھے کہ وہ ظلم کرتے ہی نہیں۔ لے آپ کے والد کا نام مہدی یا مزید ہے، ان کی کنیت خصاصیہ ہے، خصاصیہ کی ماں کا نام تھا کیونکہ وہ قبیلہ خصاص
کی تھیں جو خاندان از کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاملوں کی شکایت کرنے والوں کا منشاء یہ تھا کہ انہیں
کچھ نصاب چھپالینے اور زکوٰۃ پوری ادا نہ کرنے کی اجازت دے دی جائے، اور اگر اجازت دے دی جاتی تو یہ سلسلہ ایسا بڑھ جاتا کہ دینا سے زکوٰۃ
ہی مٹ کر رہ جاتی، اس لئے فرمایا گیا چھپاؤ مت، اگر وہ زیادہ مانگیں تو ان سے مسئلہ شرعی پوچھو، نہ مانیں تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔

لے لینے جیسے مجاہد جائے آتے ہر حال میں عبادت کا ثواب پاتا ہے، ایسے ہی انصاف والا عامل ہر حال میں ثواب پائیگا، کیونکہ مجاہد اسلام کے
پھیلانے کا ذریعہ ہے، اور یہ عامل اسلامی قانون پھیلانے، مالداروں کو ان کے فریضہ سے فارغ کرنے اور فقراء کو ان کا حق دلانے کا ذریعہ، اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نیت خیر ہو تو دینی خدمت پر تنخواہ لینے کی وجہ سے اس کا ثواب کم نہیں ہوتا، دیکھو ان عاملوں کو پوری اجرت دی جاتی تھی
مگر ساتھ میں یہ ثواب بھی تھا، چنانچہ مجاہد کو غنیمت بھی ملتی ہے اور ثواب بھی، حضرات خلفائے راشدین سوا حضرت عثمان غنی کے سب نے
خلافت پر تنخواہیں لیں، مگر ثواب کسی کا کم نہیں ہوا، ایسے ہی وہ علماء یا امام و مؤذن جو تنخواہ لے کر تعلیم، اذان، امام کے فرائض انجام دیتے ہیں
اگر ان کی نیت خدمت دین کی ہے تو انشاء اللہ ثواب بھی ضرور پائیں گے۔ ہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شرعی مسئلہ بتانے کی اجرت
لینا حرام ہے مگر فرقے لکھنے کی اجرت لینا جائز، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُضَادُّكَ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ لے خیال رہے کہ عمر ابن شعیب کی
اسناد والی احادیث مسلم بخاری نے ہرگز نہ لیں کیونکہ یہ ہر جگہ اسی طرح اسناد کرتے ہیں، حالانکہ ان کی ملاقات اپنے دادا محمد ابن عبداللہ ابن

عمر و ابن عاص سے نہیں، اور نہ ان محمد کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لہذا یہ اسناد منقطع ہے متصل نہیں یہ بحث پہلے بھی ہو
چکی ہے (مرآت) لے لینے نہ تو عامل کو یہ جائز ہے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور لوگوں سے کہے اپنے اپنے مال جانور وغیرہ یہاں لا کر مجھے دکھاؤ اور
حساب سے زکوٰۃ دو، کیونکہ اس میں مال والوں کو سخت دشواری ہوگی اور نہ مال والوں کو یہ جائز کہ اپنے جانور وغیرہ بکھیر دیں
دو۔ دو دفعہ بعد میں کہ عامل انہیں گنے کے لئے دوڑا پھرے کہ اس میں عامل کو بہت تکلیف ہے بلکہ عامل لوگوں کے ریوڑوں اور ہنوں و کھیتوں

مَا أَفْلَا زَكَاةً فِيهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ أَنَّهُمْ وَقَفُوهُ
عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ
صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ
الْذَّارِقِيُّ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ الْآمَنُ وَلِي يَتِمَّ لَهُ مَالٌ فَلْيَتَجَرَّفِ فِيهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ

تراس میں زکوٰۃ نہیں تھے کہ اس پر سال گزر جائے (ترمذی) اور ایک جماعت نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر پر موقوف
کیا لہ روایت ہے حضرت علی سے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے ادا کرنے کے متعلق
پوچھا تو حضور انور نے انہیں اس کی اجازت دی لہ (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ اور دارمی) نہ روایت ہے حضرت عمرو ابن
شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا کہ جو کسی یتیم کا والی
ہو جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجارت کرے اُسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکوٰۃ کھا جائے لہ

میں جا کر ہر ایک کی زکوٰۃ وصول کرے، سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے! لہ یعنی ادلے زکوٰۃ اور وجوب زکوٰۃ کے لئے کوئی مہینہ یا تاریخ
مقرر نہیں، جیسا کہ پنجاب میں ماہ رجب کو اور کاٹھیاواڑ میں ماہ رمضان کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا گیا ہے بلکہ جب مال پر سال گزرے گا زکوٰۃ واجب ہوگی
خیال رہے کہ سال گزرنا زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب ہے لہذا اگر کوئی مالک نصاب ہوتے ہی زکوٰۃ دینا شروع کر دے اور سال پر حجاب کرے یا چند سالوں
کی زکوٰۃ ایک دم ادا کر دے تو جائز ہے، اس حدیث کے خلاف نہیں، نیز اصل نصاب پر سال گزرنا ضروری ہے زائد پر ضروری نہیں، لہذا اگر کسی کے پاس گیا رہ
ہمیشہ تک ہزار روپے رہے اور بارہویں مہینہ دس ہزار روپے اور آگے، تو یہ گیا رہ ہزار کی زکوٰۃ دے گا اگرچہ اس دس ہزار پر تیس دن ہی گزرتے
ہیں، کیونکہ اصل نصاب یعنی ہزار پر سال گزر چکا، یہ مسئلہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں، اس کی پوری بحث فتح القدر اور مرقات میں اسی مقام پر
دیکھو اگر ہر مہینہ پر الگ سال گزرنا شرط ہو تو ماجرہوں کو مصیبت آجائے، کیونکہ ان کے پاس رفاہ سینکڑوں روپے آتے جاتے رہتے ہیں حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مِّنْ اسْتِفَادٍ میں بڑی وسعت ہے، مال جیسے بھی حاصل ہو کم یا زیادہ، وراثت سے یا کسی کے عطیہ سے بہر حال
سال کے بعد اس میں زکوٰۃ ہے کمانے ہی کی شرط نہیں لہ یعنی خود ان کا قول نقل کیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہ کیا، اور ہم یہ عرض
کر چکے ہیں کہ ایسی موقوف حدیثیں جن میں قیاس کو دخل نہیں مرفوع کے حکم میں ہیں، یعنی ان صحابی نے حضور علیہ السلام سے سن کر ہی کہی ہیں،
لہ یعنی اگر کسی کے پاس بقدر نصاب مال آگیا، تو سال گزرنے سے پہلے اس کی زکوٰۃ دے سکتے ہیں، کیونکہ سال گزرنا زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب
ہے، اس کا سبب مال ہے، اسی طرح فطرہ کہ عید سے پہلے ادا کیا جاسکتا ہے نماز کے لئے وقت وجوب کا سبب، اس لئے وہ وقت سے پہلے
نہیں ہو سکتی، امام مالک کے ہاں زکوٰۃ بھی سال گزرنے سے پہلے نہیں دے سکتے، یہ حدیث امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء کی دلیل ہے! لہ اس

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ لِأَنَّ الْمُتَنِيَّ بْنَ الصَّبَّاحِ ضَعِيفٌ ۚ
 الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَبَّائُوا فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَأَسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَمَنْ كَفَرَمِنْ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ
 كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُبْرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ

(ترمذی) فرمایا ترمذی نے کہ اس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے کیونکہ متنی بن صباح ضعیف ہے تیسری فصل میں روایت ہے حضرت
 ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے اور دیہاتوں میں
 جو کافر ہوئے وہ ہوئے اے تو حضرت عمر ابن خطاب نے حضرت ابو بکر سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے جنگ کیسے کریں گے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا

حدیث کی بنا پر امام شافعی و مالک و احمد نے فرمایا کہ نابالغ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ولی کو حکم دیا
 کہ یتیم کا مال تجارت سے بڑھاؤ، ایسا نہ ہو کہ ہر سال اس میں زکوٰۃ نکلتی رہے اور مال ختم ہو جائے، امام اعظم کے نزدیک بچے اور دیوانے کے مال میں
 زکوٰۃ نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بھی نماز و روزہ کی طرح محض عبادت ہے، جب اس پر نماز روزہ اور حج نہیں، تو زکوٰۃ بھی نہیں، ابو داؤد، نسائی اور حاکم نے اسناد
 صحیح روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا حشی کہ جاگ جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے،
 دیوانہ تا آنکہ عاقل ہو جائے، امام محمد نے کتاب الاثار میں حضرت ابن مسعود سے روایت فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، اسی طرح
 حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے، یہی یہ حدیث وہ چند طرح مجروح ہے کیونکہ تدلیس ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نہ عمر ابن شعیب
 نے اپنے دادا محمد ابن عمرو کو دیکھا اور نہ ان کے دادا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، مگر طریقہ میان ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے دونوں ملاقاتیں
 ثابت ہیں یعنی غیر متصل متصل معلوم ہوتی ہے اسی کو تدلیس کہتے ہیں نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ متنی بن صباح راوی ضعیف ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ
 حدیث صحیح نہیں راوی قطعی نے اس کی دو اسنادیں نقل کیں اور دونوں کو ضعیف کہا، ہر حال یہ حدیث قابل محبت نہیں، مذہب حنفی نہایت قوی ہے خیال ہے کہ محض
 عبادت بچے پر فرض نہیں، لیکن ٹیکس اور خراج بچے کے مال سے لے جائیں گے، کیونکہ وہ محض عبادت نہیں ان پر زکوٰۃ کو قیاس نہیں کر سکتے ۚ

اے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تبیلہ عطفان فتنارہ، نبی سلیم و غیرہم نے وجوب زکوٰۃ کا انکار کر دیا اور بولے
 کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً يَارَسُولُ اللَّهُ ان کے مال کی زکوٰۃ آپ وصول کرو جب وصول کرنے والے تشریف
 لے گئے تو زکوٰۃ بھی ختم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مرتد قرار دیا اور ان پر جہاد کی تیاری فرمائی، اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ
 فرمایا تَحَارَوْا مِنْ بَرِّئَاتِكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُ جَمَاعَتُ هِيَ وَهِيَ جَمَاعَتُ هِيَ، جو ان مرتدین
 کی سرکوبی کے لئے رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئی، یہ خدا کو پیاری، خدا سے پیارا خیال ہے کہ اسی عہد صدیقی میں بہت سے لوگ

حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصِمَ مِنْ مَالِهِ وَنَفْسِهِ إِلَّا بِحَقِّهِ
وَحِسَابِهِ عَلَى اللَّهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ لَا قَاتِلَكَ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ
الزَّكَاةَ حَقُّ الْهَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا قَا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَقَاتِلَتُمْ عَلَى مَنَعِيهَا قَالَ عُمَرُ قَالَ اللَّهُ مَا هُوَ إِلَّا رَأَيْتُ أَنَّ اللَّهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ

تھے کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ تو جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے جان و مال بچائے مگر حق اسلام کے ماتحت اور اس کا حساب
اللہ کے ذمہ ہے ۱۷ تو حضرت ابو بکر نے فرمایا رب کی قسم میں نے جہاد کرونگا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے ۱۸
اللہ کی قسم اگر وہ مجھے بکری کا بچہ نہ دیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس منع کرنے پر ان سے جہاد کرونگا ۱۹
حضرت عمر فرماتے ہیں خدا کی قسم میرا یہ حال ہوا کہ میں نے یہ یقین سے جان لیا کہ اس جہاد کے لئے ابو بکر

مسیح کذاب کو نبی ماننے لگے اور مرتد ہو گئے، پہلے مرتدین پر آپ نے لشکر کشی کی ہی تھی کہ وہ توبہ کر گئے، مگر ان دوسرے مرتدین سے بہت گھسان کاٹن
پڑا جس میں اکثر قادی اور حافظ صحابہ شہید ہو گئے جس پر جمع قرآن کی ضرورت پیش آئی، اور حضرت صدیق نے قرآن پاک جمع فرمایا، اس موقع
کی قرآن کریم نے اس طرح خبر دی قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّ عَوْنٍ إِلَى قَوْمٍ أُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ إِلَيْكُمْ
۱۷ فاروق اعظم اولا منکرین زکوٰۃ پر جہاد کے مخالف تھے، ان کی دلیل اس حدیث کے ظاہری الفاظ تھے کہ کلمہ گو پر جہاد کیا جب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ظاہری کلمہ پڑھنے والے منافقین پر جہاد نہ فرمایا، توبہ مانعین زکوٰۃ تو دل سے کلمہ پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ کے سوا تمام فرائض کے معتقد ہیں
تو ان پر آپ جہاد کیسے کر سکتے ہیں فاروق اعظم کی پیش کردہ حدیث کی پوری شرح مکمل بحث کے ساتھ کتاب الایمان کے شروع میں ہو چکی کہ یہاں
تھے یعنی کے ہے ۱۸ صدیق اکبر کا یہ جواب نہایت جامع اور مختصر ہے، غلامہ یہ ہے کہ اے عمر تم نے اپنی حدیث میں یہ لفظ نہ دیکھا إِلَّا بِحَقِّهِ یعنی کلمہ
گو کو حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے، نماز بھی حق اسلام ہے اور زکوٰۃ بھی اجران دونوں میں فرق کرے کہ نماز کو مانے، زکوٰۃ کا انکار کرے
وہ یقیناً مستحق جہاد ہے، اسے منافقین، ان کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں فرمایا وَجِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لِيُفْعِلَ مِنْ دَلِ
بحث نہ کریں گے جو کوئی بظاہر اسلام کے سائے ارکان کا اقرار کرے ہم اس پر جہاد نہ کریں گے دل میں اس کے کچھ بھی ہو منافقین کسی رکن اسلامی کے زبان
سے منکر نہ تھے، سبحان اللہ کیا پاکیزہ استدلال ہے ۱۹ یعنی عمر جو زکوٰۃ کا انکار تو بڑی چیز ہے، اگر وہ لوگ ظاہری مال یعنی پیداوار اور جانوروں
کی زکوٰۃ ہمارے بیت المال میں داخل نہ کریں تب بھی تو وہ سرکوبی کے مستحق ہیں کیونکہ اس میں ایک سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدہ و دانستہ انکار ہے
اس جگہ مرقات میں ہے کہ اگر کوئی قوم اذان دینا چھوڑ دے، تو سلطان اسلام ان سے بھی جنگ کرے گا کیونکہ اس میں شعار اسلامی کا بند کرنا ہے، خیال ہے کہ اب
چون کہ بادشاہ عمولال پر دہ اور احکام ناسق ہو گئے جن سے امید نہیں کہ زکوٰۃ تو ان کو ان کے معروض پر صرف کریں لہذا اب انہیں کوئی زکوٰۃ نہ دی جائے اسی
لئے صدیق اکبر نے مَنَعُونِي فرمایا یعنی مجھے اور مجھ جیسے عادل سلطان اسلام (جس کے سائے حکام منصف ہوں) زکوٰۃ نہ دیں تو ان پر جنگ ہوگی،
مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ عثمان غنی کے زمانہ میں لوگوں کا حال بدل گیا تھا اس لئے آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے میں سختی نہ فرمائی بلکہ مال

لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَفْرِمُنْهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُطْلَبُ حَتَّى يُلْقِيَهُ أَصَابِعُهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاةَ مَالِهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِي عُنُقِهِ شُجَاعًا تَمَّ قِرَاءُ عَلَيْكَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَجْهَلُونَ بِهَا أَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

کا سینہ نیچے کھولا ہے میں پہچان گیا کہ یہ جہاد پر حق ہے اے اہم بخاری اور روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں خیر یا رسول اللہ! اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ ہوگا جس سے اس کا مالک بھاگے گا اور مال اُسے ڈھونڈے گا جسے اس کی انگلیوں کو لقمہ کرے گا اے احمد! روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے مگر اللہ قیامت کے دن اُس کے گلے میں اسے سانپ بنا کر ڈالے گا اے پھر آپ نے ہم پر اس دلیل میں قرآن شریف سے یہ آیت پڑھی کہ جو لوگ اللہ کے دینے والے مال میں سخیل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں الا یہ لکے

دلے اپنی زکوٰۃ میں خود دینے لگے اور کسی صحابی نے آپ کے اس عمل پر انکار نہ کیا خیال رہے کہ وجوب زکوٰۃ کا انکار کفر ہے ایسے لوگوں پر اسلامی جہاد ہوگا اور اس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین کو زکوٰۃ نہ ادا کرنا عبادت تھی جس پر ان کے خلاف تادیبی کا روائی تھے کہ جنگ بھی کی جاسکتی تھی، لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اور اس کے شروع میں کُفْرَ صَوْنِ کُفْرَ فَرَمَانَا بالکل درست ہے۔ مرقات میں یہاں ہے کہ اخلاف کے نزدیک حاکم کو جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں، شوافع کے ہاں ہے یہ حدیث چونکہ منکرین زکوٰۃ کے متعلق ہے اس لئے اخلاف غلام نہیں: اے یعنی میں نے حضرت صدیق کی رائے کی طرف رجوع کر لیا، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صدیق اکبر بعد نبی تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن اپنے حجرے میں ہوا انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا یا انہی کے علم پر اس جہاد کی تیاری ہوئی، اگر آج آپ تھوڑی نرمی کرتے، تو فخر الفی اسلامی کے انکار کا دروازہ کھل جاتا، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات وقت آپ ہی کو جانشین نام نماز بنایا انہی کی سیاست حجاز بلکہ عرب میں امن و امان بحال ہوا اور فاروقی فتوحات کے لئے راستہ ہموار ہو، دوسری کہ ایک شعار اسلامی کا انکار بھی ایسا ہی کفر ہے جیسے سائے انکار کا انکار، تیسری یہ کہ کلمہ گورم تین پر جہاد کیا جائے گا اے اس کی پوری شرح ابھی کچھ پیٹھ موچکی، چونکہ زکوٰۃ ہاتھ سے ادا کی جاتی ہے جس سے یہ سخیل محروم رہا اس لئے وہ سانپ اس کی انگلیاں بھی چبائے گا اے اس طرح کہ پیٹے پٹل سانپ بن کر اس کے پیچھے بھاگے گا، پھر اُسے پکڑ کر اس کے گلے میں طوق بن کر پڑ جائے گا، انگلیاں بھی چیتا رہے گا اور دُست بھی رہے گا، چونکہ گلے کا ہر وقت نظر آتا ہے، اور جبکہ اندر کی چیز ہر وقت نظر نہیں آتی، اس لئے یہ سانپ گلے میں پڑے گا تاکہ مالک دیکھ کر ہر وقت ڈرتا رہے اور دُشمن کے دُشمن لوگ پہچان جائیں کہ کبھی یہ واقعہ مسلمان کی عیب پوشی غلام نہیں جیسے کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے صوفی کرام فرماتے ہیں کہ سخیل ہر مال میں ہی نہیں ہوتا بلکہ مال، کمال، اعمال، اولاد، افضال سب میں ہوتا ہے۔ لفظ مِنْ فَضْلِهِ سب کو شامل ہے۔ عالم اور صوفی کو چاہیے کہ

الْأَيْتَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا خَالَطَتِ الزَّكَاةُ مَالًا قَطُّ إِلَّا أَهْلَكَتَهُ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَابْنُ خَرِّشٍ فِي تَارِيخِهِ وَالْحَمِيدِيُّ زَادَ قَالَ يَكُونُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْكَ صَدَقَةٌ فَلَا تُخْرِجُهَا فِيهِ لَكَ الْحَرَامُ الْحَلَالُ وَقَدْ اخْتَجَرَهُ مَنْ يَرَى تَعَلُّقَ الزَّكَاةِ بِالْعَيْنِ هَكَذَا فِي الْمُنْتَقَى وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ بِإِسْنَادِهِ إِلَى عَائِشَةَ وَقَالَ

وترمذی نسائی ابن ماجہ اورایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کبھی زکوٰۃ مال میں مخلوط ہوگی تو اسے ہلاک ہی کر دے گی لہذا شافعی اور بخاری اپنی تاریخ میں اور حمیدی یہ زیادتی بھی کی کہ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ تم پر زکوٰۃ فرض ہو ادا نہ نکالو تو حرام حلال کو ہلاک کر دے لہذا اسی حدیث انہوں نے استدلال کیا ہے جو زکوٰۃ کو عین مال کے متعلق مانتے ہیں یوں ہی منفعے میں ہے

۳۱ اور بیہقی نے شعب الایمان میں امام احمد بن حنبل سے روایت کی ان کی اسناد حضرت عائشہ تک ہے

لوگوں میں علم و ہدایت پھیلائیں اور نہ ان کی پکڑ مالی بخیل سے زیادہ ہوگی، رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَأَعْدَاءُ اللَّهِ هُمُ الْمُجْرِمُونَ (ان الذین یکتُمون ما انزل اللہ من الکتاب لعنۃ اللہ علیہم واعداء اللہ هم المجرمون) لہذا مال میں زکوٰۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہو، وہ فقیہ بن کر لوگوں سے زکوٰۃ لے اور اپنے مال میں ملا کر بڑھائے، دوسرے یہ کہ آدمی زکوٰۃ نہ نکالے، جو مال زکوٰۃ میں نکلنا چاہئے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اور دوسرے معنی زیادہ قوی، ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے اسے مال کی برکت مٹ جائے، اور کچھ دنوں میں مال ختم ہو جائے، یا کوئی ناگمانی آفت آپڑے، جس سے سارا مال برباد ہو جائے، جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی یا حرق و غرق یعنی جہنم ڈوبنا: دوسرے یہ کہ یہ سارا مال اگرچہ رہے تو مگر اس سے نفع لینا جائز نہ ہو، کیونکہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز ناقابل امتناع ہے، دوسرے معنی ہی کی بنا پر صاحب مشکوٰۃ کا آئندہ کلام ہے، ۳۲ قال کا فاعل امام بخاری ہیں یعنی حمیدی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کی یہ شرح فرمائی: ۳۳ خیال رہے امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں واجب نہیں ہوتی بلکہ عین مال میں ہوتی ہے، لہذا ان کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ اسی سے ادا کرنا پڑے گی، اس کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا مال زکوٰۃ میں نہیں دیا جاسکتا، بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری ہی دی جائے گی، اور سونے کی زکوٰۃ میں سونا اور چاندی ہی وہ زکوٰۃ کو قربانی یا ہدیٰ پر قیاس کرتے ہیں کہ ان کی قیمت نہیں دی جاتی (لمعات)؛ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں ہوتی ہے، چاہے اس مال میں سے دے یا دوسرے مال میں سے یا قیمت سے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں خود سونا چاندی یا اس کی قیمت یا اس قیمت کی روٹیاں کوئی جانور کچرا صابن وغیرہ دے سکتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کا منشاء فقیر کو رزق پہنچانا اور اس کی حاجت روائی ہے ان بزرگوں کا اس حدیث سے دلیل پکڑنا کچھ ضعیف ہی سا ہے، کیونکہ ان حضرات نے لفظ خلط سے استدلال کیا ہے

أَحْمَدُ فِي خَالَطَتْ تَفْسِيرُهُ أَنَّ الرَّجُلَ يَأْخُذُ الزَّكَاةَ وَهُوَ مُوْتَرٍ أَوْ غَنِيٌّ وَإِنَّمَا هِيَ
لِلْفُقَرَاءِ بِأَبٍ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْحُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ
الْتَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوْاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ

اہم احمد نے مخلوط ہونے کے تفسیر یہ کی کہ کوئی شخص زکوٰۃ لے لے حالانکہ وہ خود مالدار غنی ہو زکوٰۃ تو غریبوں کے لئے ہے لہٰذا باب کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے ۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ دسق چھوٹا رو سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۳ لہٰذا پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ واجب نہیں لہٰذا اور پانچ عدد

کہ خط مال کا ہوتا ہے نہ کہ ذمہ کا، مگر بیظاہر کے خلاف ہے اسی لئے خود صاحب مشکوٰۃ انکا کلام فرماتا ہے ہیں ۴
۱ لہٰذا اس توجیہ نے حدیث کو باطل و افح کر دیا کہ جو مال زکوٰۃ بن کر امیر کے پاس سے نکل چکا اُسے گو غیر مستحق زکوٰۃ ہو کر اپنے مال سے ملائے اب خط کے معنی
باطل و افح ہو گئے ۲ خیال رہے کہ جانور سونا چاندی اور تجارتی مالوں میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے، البتہ سبزیاں میوے جو سال تک
نہ کھڑے سکیں ان میں اختلاف ہے، امام اعظم کے ہاں میں مطلقاً زکوٰۃ ہے، اور دیگر اماموں کے ہاں نہیں نیز کھجوروں اور چھوٹا رو سے کم میں صدقہ
وغیرہ میں امام اعظم کے ہاں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے خواہ کتنے ہی پیدا ہوں، اور صاحبین کے ہاں جب پانچ دسق ہوں ۳ لہٰذا دسق
، صاع اطل عرب کے پیمانوں کے نام ہیں، ایک دسق ساٹھ صاع کا ہے، اور ایک صاع ہمارے ۸۰ تولہ و لے سیر سے قریب ساٹھ
چار سیر ہوتا ہے، تو اس حساب سے ایک دسق چھ من تیس سیر ہوا، اور پانچ دسق ۳۲ من ۳ سیر تقریباً ہوئے، تو حدیث کا مطلب
یہ ہوا کہ قریباً ۳۲ من سے کم میں زکوٰۃ نہیں: یہ حدیث امام شافعی وغیرہم کی دلیل ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں
مطلقاً پیداوار میں زکوٰۃ ہے کم ہو یا زیادہ: امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: وَبِمَا أَخْرَجْنَا لَكَ مِنَ الْأَرْضِ
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے مَا أَخْرَجْنَا الْأَرْضَ فِيهِ الْعُشْرُ اور بخاری کی وہ روایت ہے فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ
أَوِ الْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَشْرًا يَا الْعُشْرُ وَفِيمَا سَقَى بِالنَّضْرِ نِصْفُ الْعُشْرِ، اور مسلم شریف کی وہ روایت ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْعُيُونُ وَالْعُشْرُ وَفِيمَا سَقَى بِالنَّضْرِ نِصْفُ الْعُشْرِ، اس آیت اور احادیث میں
مطلقاً ما فرمایا گیا یعنی جو بھی زمین سے پیدا ہوا اس میں دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے: نیز عبدالرزاق نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز مجاہد
اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ یہ سب حضرات فرماتے ہیں فِيمَا أَنْبَتِ الْأَرْضُ مِنْ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ الْعُشْرُ، زمین کی ہر قسم کی
بہت پیداوار میں دسواں حصہ ہے: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غلہ وغیرہ کے تاجروں پر زکوٰۃ تجارت پانچ دسق سے کم میں نہ ہوگی، کیونکہ
حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دسق کھجور کی قیمت چالیس درہم تھی تو پانچ دسق کی قیمت دو سو درہم ہوتی، چاندی کا نصاب
زکوٰۃ دو سو درہم ہی ہیں، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں پیداوار کی ہی زکوٰۃ مراد ہے تو احادیث متعارض ہونگی اور تعارض کے وقت

ذُو دِمْنٍ اِلَّا بِصَدَقَةٍ مُّتَّفَقٍ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدٍ وَلَا فِي فَرَسٍ وَلَا فِي رَايَةٍ قَالَ لَيْسَ فِي عَبْدٍ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا رَجَعَ اِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ

ادمنوں سے کم میں صدقہ واجب نہیں ہے مسلم بخاری: روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان پر تلہ نہ تو اس کے غلام میں صدقہ واجب نہ اس کے گھوڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اس کے غلام میں زکوٰۃ تو نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے مسلم بخاری روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب انہیں بحرین بھیجا لے تو انہیں یہ فرمان نامہ لکھ کر دیا مہربان رحمت اللہ علیہ نام سے یہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے

اعتیاد اسی میں ہے کہ کم کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے، خیال ہے کہ زکوٰۃ تجارت اور بے زکوٰۃ پیداوار اور اس کی پوری تحقیق فتح القدیر میں در اسی جگہ مرقات میں دیکھو خیال ہے کہ ان اماموں کے نزدیک ستر گل جلنے والے پھلوں اور سبزیوں میں بھی زکوٰۃ نہیں جو سال بھر کھڑے اس میں زکوٰۃ ہے: امام اعظم کے نزدیک ان میں بھی زکوٰۃ ہے، ان کے دلائل وہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے: لے ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا پانچ اوقیہ ۲۰ درہم ہوئے، اور دس درہم سات مثقال کے، اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا، اس حساب سے در سو درہم بادن تو چھ ماشہ ہوئے، یہ چاندی کا نصاب ہے، درہم کی قیمت کا اعتبار نہیں وزن کا لحاظ ہے۔ لے جانوروں کی زکوٰۃ کی تفصیل آگے آرہی ہے کہ بایں پنج ادمنوں میں ایک بکری واجب ہوتی ہے جبکہ دوا سائے ہوں یعنی سال کا اکثر حصہ جنگل میں چریں مالک پر ان کے چارے کا خرچ نہ ہو، خیال رہے کہ ذوق کے معنی ہیں عدد یا نفر، یہ تین سے دس تک بولا جاتا ہے: لے مسلمان کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر زکوٰۃ فرض نہیں، اسی لئے کوئی کافر مسلمان ہو جانے پر زمانہ کفر کی نہ نمازیں قضا کرتا ہے نہ زکوٰۃ دیتا ہے، ہاں قیامت میں کفار کو عبادات نہ کرنے کی بھی سزا ملے گی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوزخی کہیں گے قَالُوا لَنُفْلِكَ مِنَ الْمُصَلِّينَ اَلَمْ يَلْبِسْ اَللّٰهُ حَدِيثِ دَرَّانِ مِیْنِ تَعَارُضِ نَبِیْنِ: لے تجارتی گھوڑوں اور غلاموں میں تمام اماموں کے نزدیک زکوٰۃ ہے اور سواری کے گھوڑے اور خدمت کے غلام میں کسی کے ہاں زکوٰۃ نہیں، ہاں جو گھوڑے سواری و تجارت دونوں کے لئے نہ ہوں ان کی مادہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ ہے کہ مالک یا تو فی گھوڑی ایک اشرفی دیدے یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ نکال دے، لے لایہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں سواری کا گھوڑا اور خدمت کا غلام مراد ہے: لے قادی قاضی خاں میں ہے کہ گھوڑے اور غلام میں صاحبین کے مذہب پر فتوے ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں: اسی طرح مرقات میں ہے: خیال رہے کہ خدمت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب ہے، اس کی زکوات نہیں، تو کہ چاکروں کا فطرہ آقا پر نہیں، کیونکہ یہ اس کے غلام نہیں: لے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ غلامت میں حضرت انسؓ کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا، تو انہیں جو قوانین لکھ کر دیئے ان میں زکوٰۃ کا قانون حسب ذیل تھا: خیال رہے کہ بحرین عرب کا ایک صوبہ ہے جو بحرہ سے قریب ہے، چونکہ یہ علاقہ دو دریاؤں کے بیچ میں ہے اس لئے اسے بحرین کہتے ہیں:

اَنْتِ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَالَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ بِرَاسُوْلَہِ فَمَنْ سَئِلَہَا مِنْ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی وَجْہِہَا فَلِیُعْطِہَا وَمَنْ سَئِلَ فَوْقَہَا فَلَا یُعْطِ فِیْ اَرْبَعٍ وَ عِشْرَیْنِ مِنَ الْاَبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ کُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَاِذَا اَبْلَغْتَ خَمْسًا وَعِشْرَیْنِ اِلٰی خَمْسٍ ثَلَاثَیْنِ فِیْہَا بَنْتٌ مُّخَاضٌ اَنْثٰی فَاِذَا اَبْلَغْتَ سِتًّا وَثَلَاثَیْنِ اِلٰی خَمْسٍ اَرْبَعَیْنِ

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض فرمایا اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ تو جس مسلمان اس نعمت کے مطابق مانگا جائے وہ دے دے اور جس نے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو نہ دے لے چوبیس اور اس حکم اور انٹوں کی زکوٰۃ بکری ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری لے پھر جب یہ اونٹ پچیس کو پہنچیں تو پچیس تک ایک بکری لے مادہ اونٹنی ہے لے پھر جب پچیس تک پہنچیں تو پچیس تک

لے یعنی زکوٰۃ کا حکم اللہ نے دیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور کسی حکم پر بغیر تفصیل معلوم ہوئے عمل نہیں ہو سکتا، اسلئے بعد ہجرت زکوٰۃ دینا فرض ہوئی یاں مرقعات نے فرمایا کہ زکوٰۃ کا حکم ہجرت سے پہلے آیا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفصیل بعد ہجرت بیان کی چنانچہ ان آیات میں ملتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّكٰوۃَ حضرت صدیق کا منشا یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے اجتہاد یا قرآن و حدیث میں تاویل سے نہیں بلکہ اللہ کے مریخ حکم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی بیان سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور حرمت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی جاسکتی ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز و روزہ فرض کیا یا شراب و زنا حرام کیا لے یعنی اگر عامل یا حاکم مالک ظلمًا زیادہ مانگیں تو زیادتی نہ دی جائے بلکہ اس تحریر کے مطابق ادا کی جائے یا ایسے ظالم کو یا بکل زکوٰۃ نہ دی جائے مالک خود فقرا کو دے، کیونکہ ناسق بادشاہ اور حاکم کافلات شرع حکم نافذ نہیں کرتا، اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز قانون یا حاکم کے ناجائز حکم پر عمل کرنا شرعاً واجب نہیں، بلکہ اگر قدرت ہو تو ایسے قوانین اور احکام کو توڑ دے، وہ جو پہلے گزر چکا کہ عاملوں کو راضی کرو اگرچہ وہ ظلم ہی کریں، اس کے تین چار مطلب پہلے بیان کئے جا چکے ہیں، یعنی جو چیز تمہیں ظلم معلوم ہو اور واقعہ میں ظلم نہ ہو، تو اس میں عامل سے نہ جھگڑو قانونی کارروائی کرو وغیرہ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں لے یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں، پانچ سائے اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے دس اونٹوں میں دو بکریاں پندرہ میں تین اور بیس میں چار، خیال ہے کہ اونٹ کا یہ نصاب پانچ ہے اور زیادتی معافی ہے، لہذا اگر کسی کے پاس نو اونٹ تھے اور زکوٰۃ دینے کے وقت چار ہلاک ہو گئے، تب بھی پوری بکری ہی دے گا، اس سے کچھ کم نہ کریگا، یہی حق ہے، اسی پر فتوے لے لے یعنی چوبیس تک اونٹوں کی زکوٰۃ بکریاں سے دی جائے گی کہ ہر پانچ میں ایک بکری، اور اس کے بعد خود اونٹ سے ہی دی جائے گی، اور زکوٰۃ میں اونٹ کی مادہ لی جائے گی نہ کہ غیر بنت مخاض وہ اونٹنی ہے جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھ دے، چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے سے حاملہ ہو جاتی ہے اس لئے اسے بنت مخاض کہتے ہیں، یعنی حاملہ کی بچی، مخاض حمل کو بھی کہتے ہیں اور درودہ کو بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاجْأَوْهَا الْمَخَاضُ اِلٰی جَذْعِ الْخَلَّةِ یعنی حضرت مریم کو انکا حمل یا دودہ درخت کھجور کے پاس لایا ۛ

فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أَنْتَى فَإِذَا ابْلَغْتَ سِتًّا وَارْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حَقُّ طُرُقَةٍ
الْجَهْلِ فَإِذَا ابْلَغْتَ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسِينَ وَسَبْعِينَ فَفِيهَا جَدَّةٌ فَإِذَا ابْلَغْتَ
سِتًّا وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِذَا ابْلَغْتَ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى
عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حَقَّتَانِ طُرُقَتَا الْجَهْلِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي
كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حَقَّةٌ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنْ

میں دو سالہ مادہ اونٹنی ہے ۱۷ پھر جب چھالیس کو پہنچیں تو ساتھ تک میں چار سالہ اونٹنی لینے اونٹ کے جوت کے لائق ۲ پھر جب
اکٹھ کو پہنچیں تو پچھتر تک میں ایک پنج سالہ اونٹنی ۱۷ پھر جب تھبتر کو پہنچیں تو نوے تک میں دو عدد دو سالہ اونٹیاں ۱۷ پھر جب
ایکادہ کو پہنچیں تو ایک سو بیس تک دو چار سالہ اونٹیاں نر اونٹ کی جوت کے لائق ۱۷ پھر جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر
چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے اور ہر پچاس میں چار سالہ ۱۷ اور جس کے پاس صرف چار ہی

۱۷ یعنی بکریوں کی حالت میں پانچ پر نصاب بڑھتا تھا اور اب دس پر بڑھے گا، بنت لبون وہ دو سالہ اونٹنی ہے جو تیسرے سال میں قدم رکھ دے
چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے کو دودھ پلاتی ہوتی ہے، اس نے اسے بنت لبون کہتے ہیں یعنی دودھ پلانے والی کی بچی لبون لبن سے ہے
یعنی دودھ ۲ یعنی چھالیس سے ساتھ اونٹوں کی زکوٰۃ تین سالہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے چونکہ اس وقت اونٹنی بوجھڑ ٹھانیکے
لائق بھی ہو جاتی ہے اور نر کی جفتی کی مستحق بھی، اس نے اسے حقہ کہتے ہیں یعنی مستحق جفتی، اسی سے حقیق ہے بمعنی لائق رب تعالیٰ فرماتا ہے
حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ ۱۷ یعنی اس نصاب میں وہ اونٹنی واجب ہوگی جو پانچ کی ہو کر چھٹے سال میں قدم رکھ دے خیال
رہے کہ جذع کے معنی ہیں اگنا، اسی نے درخت کی جڑ کو جذع کہتے ہیں کہ اس پر شاخیں اُگتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَأَجَاءَهَا
الْمَخَاصِنُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ ۱۷ چونکہ اس وقت اونٹنی کے سائے دانت اُگ آتے ہیں اس نے اسے جذع کہا جاتا ہے ۱۷ ان عبارت سے پتہ لگ
رہا ہے کہ دونوں لبون کے بیچ کی کسروں میں کچھ واجب نہیں، لہذا اگر ان میں سے کچھ گھٹ جائے، تو زکوٰۃ گھٹے کی نہیں ۱۷ فتح القدیر میں ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب
نماز کی رکعتوں کی طرح تو متغی چیز ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں خیال رہے کہ اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ یا اس کی قیمت لی جائے گی، گائے اور
بکریوں کی زکوٰۃ میں مادہ اور نر دونوں لے سکتے ہیں۔ ۱۷ اس کے ظاہری معنی پر بہت علماء کا عمل ہے کہ وہ ایک سو بیس اونٹوں کے بعد چالیس
تک زکوٰۃ میں کچھ زیادتی نہیں کرتے، چالیس پر ایک بنت لبون بڑھاتے ہیں مگر امام شافعی اور سفیان ثوری اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم
ایک سو بیس اونٹوں کے بعد پھر پہلے کی طرح زکوٰۃ میں زیادتی کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ ان کے ہاں ایک پچیس اونٹوں میں دو حقے ایک بکری، اور ایک سو بیس میں دو حقے
دو بکریاں، اسی طرح پہلی ترتیب مطابق زیادتی ہوگی، ان بزرگوں کی دلیل وہ حدیث جو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حیوانت ایک سو بیس سے زیادہ
ہو جائیں تو تَرَوْا لِقَاءَ ابْنِ أَبِي حَتْمٍ إِلَىٰ أَدْرِهَا ۱۷ اور وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو زکوٰۃ دیتوں وغیرہ کا فرمان نامہ لکھ کر دیا جس

الْأَيْلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خُمُسًا فِيهَا شَاةٌ وَمَنْ بَلَغَتْ
عِنْدَكَ مِنَ الْإَيْلِ صَدَقَةُ الْجَذْعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَكَ جَذْعَةٌ وَعِنْدَكَ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا
تَقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنْ اسْتَيْسَرَ تَالُ الْاَوْعَشْرَيْنِ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ
عِنْدَكَ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَكَ الْحِقَّةُ وَعِنْدَكَ الْجَذْعَةُ فَإِنَّهَا تَقْبَلُ مِنْهُ الْجَذْعَةُ
وَيُعْطِيهِ الْمَصْدَقُ عَشْرَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَكَ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ
وَلَيْسَتْ عِنْدَكَ إِلَّا بَنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تَقْبَلُ مِنْهُ بَنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطَى شَاتَيْنِ أَوْ
عَشْرَيْنِ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَةُ بَنْتُ لَبُونٍ وَعِنْدَكَ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تَقْبَلُ مِنْهُ

اونٹ ہوں تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر مالک چاہے لے جب پانچ کو پچیس تو اس میں ایک بکری ہے اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ پنج سالہ اونٹنی
تک پہنچے اور اس کے پاس پنج سالہ ہو نہیں بلکہ چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی لے لی جائے اور اس کے ساتھ دو بکریاں اگر عیسویوں یا بیس درہم
تک اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس چار سالہ ہے ہی نہیں بلکہ پنج سالہ ہو تو اس سے پنج سالہ ہی وصول کر لی جائے
اور زکوٰۃ دھول کہنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے لے اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے مگر اس کے
پاس دو سالہ ہی ہو تو اس سے دو سالہ ہی وصول کر لی جائے اور مالک دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ
کو پہنچے مگر مالک کے پاس چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی وصول کر لی جائے

میں اونٹ کی زکوٰۃ کے بارے میں تحریر فرمایا اِنَّ الْاَيْلَ اِذَا اَنَادَتْ عَلَى عَشْرَيْنِ وَمِائَةٍ اُسْتُوفِيَتْ الْفَرُصَةُ۔ فتح القدیر نے اس مقام پر نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی بہت تحریریں نقل فرمائی ہیں سے بحوالہ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت عمر فاروق کی
تحریر اور بحوالہ نسائی باب الدیات اور بحوالہ اسماعیل ابوداؤد و عمر ابن حزم کی تحریر نقل فرمائی۔ شرح کنز میں بہت سی احادیث جمع کی ہیں جن میں یہی
ہے کہ ایک سو بیس کے بعد نئے سرے سے زکوٰۃ واجب ہوگی: یہ حدیث اگرچہ بخاری کی ہے مگر وہ احادیث بھی بہت سی اسنادوں مروی ہیں اور امام بخاری کی
پیدا نش سے پہلے ہی اجتہاد مجتہدین کی بنا پر قوی ہو چکی تھیں اگر کسی کی اسناد میں بعد کو ضعف پیدا ہوا ہو تو ان مجتہدین کو مضر نہیں (ازمرقات)

لے یعنی اگر مالک چاہے تو چار اونٹوں سے ہی صدقہ نقلی ادا کرے، کتنا ادا کرے، یہ اسے اختیار ہے: لے کیونکہ چار سالہ اونٹنی کی قیمت کم ہوتی
ہے، پنج سالہ کی زیادہ، مالک نے چونکہ واجب سے کم زکوٰۃ دی ہے اس کی کوپرا کرنے کے لئے یا ساتھ میں دو بکریاں دے یا بیس درہم
یعنی پانچ روپے بنجیال رہے کہ اس زمانہ میں عموماً چار سالہ اور پنج سالہ میں اتنا ہی فرق ہوتا تھا اور بکری کی قیمت ڈھائی روپے ہی تھی
اس لئے یہ فرمایا گیا، اب یہ حساب نہ ہو گا۔ اب تو ایک بکری چالیس سچاس روپے کی ہوتی ہے، اب آج کے حساب سے زیادتی کمی لی جائے
گی، لے اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی، یہ اس زمانہ کی قیمتوں کے حساب سے ہے۔

الْحَقَّةُ وَيُعْطِي الْمَصَدِّقَ عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ
 لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطَى
 مَعَ عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ
 وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِي الْمَصَدِّقَ عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ
 فَإِنْ لَمْ تَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ
 مَعَهُ شَيْءٌ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عَشْرِينَ وَمِائَةِ شَاةٍ
 فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عَشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ فَفِيهَا شَاتَانِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ
 مِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شَاةٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةً

اور اسے حامل بیس درہم یا دو بکریاں دالیں گے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے اور دو سالہ کے پاس ہو نہیں بلکہ اس کے پاس یک سالہ ہی وصول کرنی جائے اور اس کے ساتھ مالک بیس درہم یا دو بکریاں لے لے اور جس کی زکوٰۃ یک سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس یک سالہ ہو نہیں بلکہ اس کے پاس دو سالہ ہو تو اس سے وہ ہی وصول کرنی جائے اور اس کو حامل بیس درہم یا دو بکریاں دالیں گے اور اگر مالک کے پاس زکوٰۃ کے مطابق یک سالہ نہ ہو نہیں بلکہ اس کے پاس یک سالہ نہ ہو تو اس سے وہ ہی لے لیا جائے اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں لے لے اور بکریوں کی زکوٰۃ میں لینے جنگل میں چرنے والیوں میں جب چالیس ہوں تو ایک سو بیس تک ایک بکری ہے لے لے پھر بیک سو بیس بڑھ جائیں تو دو سو تک میں دو بکریاں ہیں اور جب سو زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریاں ہیں جب تین سو زیادہ ہو جائیں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری ہے لے لے پھر جب کسی کی جنگل میں چرنے والی

لے خلاصہ یہ ہے کہ اگر حامل نے زکوٰۃ سے زیادہ قیمتی جانور وصول کر لیا ہے تو بقدر زیادتی مالک کو واپس کرے اور اگر اس سے کم لیا ہے تو کمی پوری کرنے کے لئے کچھ اور بھی ساتھ لے، مگر لین دین میں حساب برابر رکھا جائے گا کیونکہ انصاف کرنا ہے لے لینے اونٹ کی زکوٰۃ میں مادہ ہی واجب ہے لیکن اگر مادہ نہ ہو تو اس کی اپنی عمر کا نر یا جائے گا تاکہ انوشیت کا بدلہ زیادتی عمر سے ہو جائے، خیال ہے کہ مادہ نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ مادہ موجود ہی نہیں، دوسرے یہ کہ موجود ہے مگر بیمار یا بلی ہے، یا موجود ہے مگر بہت خراب ہوئی، نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے اور زکوٰۃ میں دہیانی لی جاتی ہے ان تینوں صورتوں میں زیادہ عمر کا نر یا جائے گا (مرقات) ۳ عربی میں بکری کو غنم کہتے ہیں، کیونکہ اس کے پاس دشمن بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں اس لئے اسے ہر دشمن غنیمت کی طرح آسانی سے لے لیتا ہے، بکیر اور دینے بکریوں کے مکہ میں ہیں لے جنگل میں چرنے والی وہ بکری ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل کی قدرتی پیداوار کھا کر پٹے اگر زیادہ حصہ گھر کے چائے پر گزارے تو اسے سلوڈ کہیں گے اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر تجارت کی بکریاں ہیں تو ان میں تجارتی زکوٰۃ ہے گھر چریں یا جنگل میں: خیال رہے کہ اگر بکریوں کے دودھ کی تجارت کرنا ہو نہ کہ عین بکری کی، تو ان میں تجارت کی زکوٰۃ نہیں لے خلاصہ یہ ہے کہ بکری کا نصاب چالیس ہے خواہ خالص

الرَّجُلُ نَاقِصَةٌ مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رِبُّهَا وَ
لَا تُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَزْمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ
مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَأَنْتَهُمَا

بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں لیکن اگر مالک چاہے تو (خیرات دیدے) لے اور زکوٰۃ میں نہ تو بڑھادی جائے نہ کافی لے اور نہ بکرا مگر یہ کہ مال چاہے (تو لے) لے اور نہ تو متفرق مال کو جمع کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے ذریعے جمع مال کو متفرق کیا جائے لے اور جو نصاب دو چیزوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں

بکریاں ہوں یا بکری بکرے مخلوط، خالص بکروں میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ ان کی نسل نہیں چلتی، پھر پہلی کسر ۸ ہے جس میں زکوٰۃ نہیں بڑھتی، یعنی ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے، ایک سو بیس کے بعد پھر ۸ کسر ہے جس سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی، دو سو تک دو بکریاں ہی واجب ہوتی ہیں پھر سو کسر ہے جن سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی، تین سو تک تین ہی بکریاں رہتی ہیں، تین سو کے بعد بھی سو ہی کسر ہے چار سو پر چار بکریاں واجب ہوں گی، عام علما کا یہی قول ہے، البتہ امام شافعی و حسن ابن صالح رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر تین سو پر ایک بکری بھی زیادہ ہوگی تو چار بکریاں واجب ہوں گی، مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے، افطاری حدیث اسی کی تائید کر رہی ہے۔ لے یہاں رجل سے مراد ہر بالغ عاقل مسلمان ہے مرد ہو یا عورت، یعنی چونکہ بکری کا نصاب چالیس ہے لہذا اگر اُن چالیس بکریاں بھی ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر مالک کچھ صدقہ نقلی دیدے تو اسے اختیار ہے۔ لے بڑھی میں بیمار بھی داخل ہے اور کافی میں ہر اس عیب والی جس سے قیمت کم ہو جائے، یہ حکم جب ہے جب مالک کے پاس جو ان یا بے عیب بھی ہوں، لیکن اگر اسکے پاس ساری بڑھی یا عیب دار ہی ہوں، تو انہی میں سے درمیان بڑھی یا عیب دار لی جائے گی (مرقات) لے صحیح یہ ہے کہ یہاں مصدق سے مراد صدقہ لینے والا عامل ہے نہ کہ دینے والا اور یہ استثناء صرف بکرے کی طرف لاٹ رہا ہے، یعنی زکوٰۃ میں بکرانہ لیا جائے گا، ہاں اگر عامل بکرے ہی کو فقرا کے لئے مفید سمجھے تو لے، کیونکہ وہ فقرا کا وکیل ہے ان کی بھلائی کا لحاظ کرے، کبھی بکرہ خصوصاً خضی قیمت میں بکری سے زیادہ ہوتا ہے اس حمد کی اور بہت سی شرحیں کی گئی ہیں، لیکن فقر کی یہ شرح سیدھی صاف اور بے گرد و غبار ہے کہ یہ جملہ بہت جامع ہے جس کے بہت معنی ہو سکتے ہیں، اگر اس میں عامل کی طرف روئے سخن ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ نہ تو عامل زکوٰۃ لینے کے لئے سچے شخصوں کا کھوڑا مال ملا کر نصاب بنائے، مثلاً دو شخصوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہیں تو ان کو ملا کر چالیس بنائے اور زکوٰۃ لے لے یہ ناجائز ہے اور نہ زکوٰۃ بڑھانے کے لئے ایک شخص کے ایک مال کو متفرق کر دے مثلاً کسی کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے عامل انہیں چالیس کے تین نصاب بنائے اور تین بکریاں لے لے یہ ناجائز ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنی کئے، اور اگر روئے سخن مالک کی طرف ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مالک تمام زکوٰۃ کم کرنے یا بچنے کے لئے متفرق مال جمع نہ کرے مثلاً دو شخصوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں جن میں الگ الگ ایک بکری واجب ہوتی ہے، مگر یہ دونوں عامل کے سامنے اسے شرکت کا مال قرار دے کر ایک بکری دیں یہ جرم ہے یا دو آدمیوں کی شرکت میں چالیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے مگر عامل کے سامنے یہ دونوں تھوڑی دیر کے لئے

يَتَرَا جَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعَشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعَيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيَّانِ الْعَشْرُ وَمَا سَقَى بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعَشْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجَبَاءُ جَرَحُ جَبَّارٍ وَالْبِيرُ جَبَّارٌ وَالْمَعْدَنُ جَبَّارٌ وَفِي الزُّكَاكِ الْخَمْسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

برابر برابر ایک دوسرے کے ہیں لہ اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر مرق ایک مولے درہم ہوں تو ان میں کچھ زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے تو دے لے لے بخاری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا اس زمین میں جسے آسمان یا چشے سیراب کریں یا ہونا غلہ اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے لے بخاری روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جانوروں کا زخم باطل ہے لے اور کنواں باطل ہے اور کان باطل ہے لے اور کان میں پانچواں حصہ ہے کہ (مسلم بخاری)

شرکت توڑ دیں اور الگ الگ بیس بیس بکریاں دکھا کر زکوٰۃ سے بچ جائیں، یہ تو حیران ماضی کی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ روئے صحن مالک اور عامل دونوں کی طرف ہو یعنی مالک تو صدقہ سے بچنے یا کم کرنے کے لئے مجمع کو متفرق نہ کرے، اور عامل صدقہ بڑھانے یا واجب کرنے کے لئے متفرق کو جمع نہ کرے خوف صدقہ دونوں کو شامل ہے، مالک کو صدقہ واجب ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہوتا ہے، اور عامل کو صدقہ واجب رہتے یا گھٹ جانے کا، اور بھی اس کی بہت شرحیں ہو سکتی ہیں، یہ ہے اس انفع الففحاء کی جامع البیان کی کو دو لفظوں میں بہت صورتیں بیان فرمادیں صلی اللہ علیہ وسلم :

لے یعنی اگر ایک مال کے دو مشترک مالک ہوں اور ان پر بقدر حساب شرعی زکوٰۃ واجب ہو جائے، تو زکوٰۃ مشترک دے دیں، بعد میں حساب کر لیں، مثلاً دو شخصوں کی دو سو بکریاں مشترک ہیں اس طرح کہ چالیس ایک کی ہیں اور ایک سو ساٹھ ایک کی، جس کی دو بکریاں بطور زکوٰۃ دی گئیں تو چالیس والا بھی اپنے ذمہ ایک بکری سے لگا اور ایک سو ساٹھ والا بھی ایک بکری، یہ نہ ہو گا کہ دو بکریاں کا چالیس والا لے اور لے ایک سو ساٹھ والا، برابری سے یہی مراد ہے (ملعات وغیرہ ایہاں مرقات نے بہت بڑی بحث کی، مگر جتنا فقرے عرض کر دیا، وہ کافی ہے خیال ہے کہ نصاب میں شرکت کی چند صورتیں ایک یہ کہ ایک آدمی کے دو بیٹوں کو میراث ملی جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی دوسرے یہ کہ دو شخصوں نے اپنے مال مخلوط کر کے ان سے مشترک کاروبار شروع کر دیا وغیرہ: لے پے عرض کیا جا چکا ہے کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ وزن پر ہوتی ہے نہ کہ قیمت پر، اور اس کا اونے نصاب دس درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے، چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے یعنی سو روپے پر ڈھائی روپے اور ہزار پر پچیس، اس کی پوری بحث کتب فقہ میں دیکھو لے عربی میں عشری وہ زمین کہلاتی ہے جو پانی سے قریب ہونے کی وجہ سے خود بخود ترمہتی ہو اور اس کا مالک اسے پانی دینے سے فارغ ہوا حدیث شریف میں ہے کہ عشری آدمی برا ہے یعنی جو دین و دنیا سے فارغ ہو کر کچھ کام نہ کرے وہ برا ہے راز مرقات و اشعہ نیز جس درخت کی جڑیں گہرائی میں پہنچ کر زمین کی قدرتی تری خود لے لیں، اسے بھی

عشر ٹی کہتے ہیں ۱۴ خلاصہ یہ ہے کہ جس کھیت میں پانی دینے پر مالک کا خرچ ہو اس کی زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے ورنہ دسواں، کھینچنے میں کنوئیں سے بہرے دریا سے کھینچنا سب شامل ہے ۱۵ یعنی اگر کسی کا کوئی جانور گھوڑا، گائے بھینس، بک، کرا، مالک سے چھوٹ جائے اور کسی کو زخمی کر دے تو مالک پر اس زخم کا قصاص یا مآدان نہ ہوگا، کیونکہ یہاں مالک بے قصور ہے، ہاں اگر مالک کی غفلت یا اس کے قصور سے جانور نے کسی کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا تو مالک ذمہ دار ہے جیسے کوئی اپنا کٹ کھنا کٹاؤں میں کھلا چھوڑے، اور وہ کسی کو زخمی کر دے یا کسی کا جانور مار دے، ان شاء اللہ اس کی پوری تحقیق کتاب القصاص میں آئے گی ۱۶ یعنی اگر کوئی شخص کسی کے کنوئیں یا کان میں گر کر مر جائے تو کنوئیں اور کان والے پر ضمان نہیں کہ وہ بے قصور ہے، ہاں اگر کوئی شخص راستہ میں کنوئیں یا گڑھا کھودے جس میں کوئی گر کر مر جائے، تو اب یہ ذمہ دار ہے، کیونکہ مجرم ہے ۱۷ یعنی اگر کسی کی زمین میں سونے چاندی یا کسی دھات کی قدرتی کان نکل آئے، تو وہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کو دیگا، اور چار حصہ اپنے خرچ میں لائے گا خیال رہے کہ رکاز کوڑے بنا جس کے معنی ہیں چھپنا یا خفیہ ہونا، اسی لئے پاؤں کی آہٹ کوڑے کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَتَمَنَّوْا لِكُلِّ فِتْنَةٍ زَكَوٰتِهَا جانور کے لات مار دینے کو کبھی رکڑ کہتے ہیں، اصطلاح میں رکڑ کان کو کبھی کہتے ہیں اور دُفینہ یعنی گاڑھے ہوئے خزانہ کو کبھی امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاں رکاز سے کان مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں دُفینہ امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رکاز کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ سونا جسے رب تعالیٰ نے زمین میں قدرتی پیدا فرمایا یا یہی عن ابی ہریرہ (غیر یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز کا ذکر معدن کے ساتھ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی معدن ہی ہے) مرقات نے فرمایا کہ کان سے بعض چیزیں نکل جانے والی پیدا ہوتی ہیں جیسے سونا چاندی، لہذا وہ باقی دھاتیں، اور بعض پتلی، جیسے پانی تیل اور تار کول اور بعض چیزیں خشک نہ گلنے والی جیسے چونا ہر تال ہر قسم کے پتھر یا قوت نمک وغیرہ امام اعظم کے ہاں صرف دھاتوں میں محسوس واجب، اور امام شافعی کے ہاں صرف سونے چاندی میں، وہ باقی دھاتوں کو نیکار کے جانور کی مثل مانتے ہیں جس کو مل جائے اسی کی دھات، مرقات اشعر ۱۸ گھوڑے مراد سوار کی کا گھوڑا اور غلام سے خدمت کا غلام مراد ہے، یہاں گھوڑا اور غلام مثلاً بیان فرمایا گیا وہ نہ حاجت اصلیہ میں گھرے ہو کسی مال کی زکوٰۃ نہیں یعنی میں نے ان چیزوں کی زکوٰۃ معاف کر دی، یہاں مرقات میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَالَ هَاتُوا رُبْعَ الْعَشْرِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا
لَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتَّى تَتَمَّ مِائَتِي دِرْهَمًا فَإِذَا كَانَتْ مِائَتِي دِرْهَمًا فِيهِمْ بِأَخْسَرَةٍ
دَرَاهِمًا زَادَ فَعَلَى حِسَابِ ذَلِكَ وَفِي الْغَنَمِ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةً إِلَى عَشْرِينَ
وَمِائَةٍ فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَشَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ فَإِنْ زَادَتْ ثَلَاثُ شِئَاءٍ إِلَى ثَلَاثِ

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چالیسواں حصہ دو ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور تم پر کچھ نہیں ہے
کہ دو سو درہم پورے ہو جائیں تو جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم میں جو اس پر زیادہ ہو تو اسی حساب پر ہے
۲ اور بکریاں میں ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے ۳ ایک سو بیس تک کہ اگر ایک زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں دو سو تک
اگر زیادہ ہوں تو تین بکریاں تین سو تک

احکام شرعیہ کے مالک ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کر دی یعنی اگر چاہتا ہوں ان سب کی زکوٰۃ واجب کر دیتا ۱۲ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ چاندی کا نصاب
دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے جس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں، پھر دوسرے بعد تالیس درہم تک معافی چالیس پر ایک درہم اسی لئے فقہاء فرماتے
ہیں کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ میں دو نصابوں کے درمیان نصاب کے پانچویں حصہ سے کم معاف رہتا ہے اور پانچویں حصہ پر زکوٰۃ بڑھتی ہے، چنانچہ
ساڑھے سات تولہ سونے کے بعد ڈیڑھ تولہ سے کم میں معافی ہوگی اور ڈیڑھ تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی، چاندی میں ساڑھے باون تولہ کے بعد سوا دس تولہ تک
معافی اور ساڑھے دس تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی، ۱۳ ان کا نام حارث ابن عبد اللہ شہمدانی ہے، کیفیت ابو ذر میرے تابعی ہیں، مشہور یہ ہے کہ آپ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں، بعض محدثین نے آپ میں جرح کی ہے، آپ نے حضرت علی سے کل چار حدیثیں روایت کی ہیں از روایات وغیرہ
۱۴ یعنی ذہیر جو راوی حدیث میں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین نہیں بلکہ گمان ہے کہ یہ حدیث مرفوعہ ہے موقوف نہیں، حضرت علی کا خود اپنا قول نہیں ہے بلکہ
حسن و انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ۱۵ اس کی شرح ابھی گزر چکی بنیال ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں سکر اس وقت کا اعتبار نہیں بلکہ وزن ملحوظ ہے مگر
تجارتی سامان کی زکوٰۃ میں سکر اس وقت معتبر ہے کیونکہ چاندی میں خود اس پر زکوٰۃ ہے مگر تجارتی مال میں اس کی قیمت پر ہے لہذا دو سو درہم کا لفظ بہت
وسیع ہے، چوہی کی سزا میں بھی مسروقہ مال کی قیمت کا اعتبار ہے امر قاتل اس حدیث کی بنا پر صاحبین فرماتے ہیں کہ دو سو درہم کے بعد ہر درہم پر
زکوٰۃ واجب، کیونکہ مازاد نام ہے، مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ چالیس درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں، یہاں مازاد سے مراد چالیس درہم ہیں جیسا کہ اوپر کے
جملہ سے معلوم ہوا اور دوسری احادیث اس کی تفسیر فرمادی، نیز ابو داؤد کی اس دوسری حدیث کی اسناد میں حارث دعام ہیں ان دونوں پر محدثین نے سخت جرح کی ہے
لہذا یہ حدیث قابل سند نہیں غرض کہ فَمَا زَادَ فَقَدْ ذَا لِكَ کی عبارت مجروح ہے لہذا حق یہ ہی ہے کہ دو سو درہم کے بعد چالیس درہم سے کم پر زکوٰۃ نہ
ہوگی ۱۶ یہ جملہ بھی تمام احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چالیس بکریوں سے ایک بکری زکوٰۃ دی جائے، تو ایک
سو بیس میں تین بکریاں واجب ہوں، حالانکہ چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زکوٰۃ نہیں بڑھتی، مرقاۃ نے فرمایا کہ لفظ کُلُّ زَادَ

مِائَةٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعٌ وَثَلَاثُونَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيهَا شَيْءٌ وَفِي الْبَقَرِ فِي كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعٌ وَفِي الْأَرْبَعِينَ مِائَةٌ وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَالِ شَيْءٌ وَعَنْ مَعَاذِ أَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْبَقَرَةِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مِائَةً رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

پھر اگر تین پر زیادہ ہوں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری اگر کبیریاں انتالیس ہوں تو ان کا تم پر کچھ نہیں ہے اور گائیوں میں ہر تیس میں ایک سالہ بچہ ہے ۱۵ اور چالیس میں دو سالہ بچہ اور کام کا چھ بکریوں کے جانوروں میں کچھ نہیں ہے ۱۶ روایت ہے حضرت معاذ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن میں بھیجا کہ تو حکم دیا کہ گائے میں ہر تیس سے ایک سالہ نر یا مادہ وصول کریں اور ہر چالیس سے دو سالہ ۱۷ ابو داؤد ترمذی نسائی دارمی (روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے بعض نے فرمایا کہ یہ لگائی ہوئی ہیں بکریاں صنف کے ہے یعنی بکری، بھڑاؤ وغیرہ ان تمام میں چالیس پر زکوٰۃ ہے، لہذا یہ آئندہ حدیث بھی خلاف نہیں اور دیگر احادیث کے بھی مخالف نہیں۔ ۱۵ اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے خیال رہے کہ بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری کا چھوٹا بچہ نہ دیا جائے گا بلکہ جوان بکری یا بکر، جسے بکری کہہ سکیں مگر اس میں ادنٹ و گائے کی طرح عمر مقرر نہیں کہ اتنے سال یا اتنے ماہ کی بکری ۱۶ یعنی تیس گائیوں میں یک سالہ بکھڑی یا بکھڑا واجب ہے یک سالہ بکھڑے کو تبیع اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے ادنٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ ہی وصول کی جاتی ہے، مگر گائے کی زکوٰۃ میں فرمایا دو دونوں لئے جا سکتے ہیں، کیونکہ بعض لحاظ سے مادر چھٹی ہے کہ نسل دیتی ہے، اور بعض وجہ سے نر اچھا کہ کھیتی باڑی میں کام آتا ہے ۱۷ اسی طرح اگر ادنٹ کام کا چھ کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں پھر علوفہ یعنی گھر چارہ کھانے والی میں زکوٰۃ نہیں لگے وہاں کا حکم بنا کر، چونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکام لوگوں کے غلامی مال یعنی جانوروں اور زمینوں کی زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے جو بعد میں اپنے مصرف پر بہت احتیاط سے خرچ کر دی جاتی تھی، اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلقین فرمائی ہے ۱۸ بقر کے معنی ہیں چرنا پھاڑنا چونکہ میل زمین میں ہل چلاتے ہیں جس سے زمین چر جاتی ہے اس لئے اسے بکر کہتے ہیں، بقرہ میں ت ت تائینٹ کی نہیں، وحدۃ نوعی یا صنفی کی ہے لہذا یہ یہ لفظ میل پر بولا جاتا ہے، چونکہ عرب میں بھینٹیں نہیں ہوتی اس لئے ان کا ذکر یہ فرمایا اور نہ بھینٹیں کی زکوٰۃ بھی گائے کی طرح ہے خلاصہ یہ کہ گائے بھینٹیں کا نصاب تیس ہے تیس میں ایک سال کا بکھڑا یا بکھڑی واجب ہے پھر چالیس تک زکوٰۃ نہ بڑھے گی، اور چالیس میں دو سالہ بکھڑا یا بکھڑی واجب ساٹھ میں دو تبیع اور ستر میں ایک تبیع اور ایک مسنہ، غرض کہ ہر تیس پر تبیع واجب ہوتا ہے (یک سال) اور ہر چالیس پر مسنہ (دو سالہ) چالیس کے بعد ساٹھ سے کم میں بہت اختلاف ہے، صاحبین کے ہاں اس زیادتی سے زکوٰۃ نہ بڑھے گی۔ ۱۹ امام اعظم سے اس میں تین روایتیں ہیں، اس کی تحقیق بدایہ کی شرح میں دیکھو، یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے کیونکہ اس میں مرق نے حضرت معاذ سے

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَا نَعْبَارُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ
صَدَقَةٌ حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةً أَوْ سِتًّا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ عِنْدَنَا
كِتَابُ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا أَمْرَةٌ أَنْ يَأْخُذَ
الصَّدَقَةُ مِنَ الْخُنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ التَّهْرِمُوسِيُّ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ وَعَنْ

نے کہ زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا زکوٰۃ نہ دینے والے کی طرح ہے لہ (ابو داؤد و ترمذی) روایت ہے حضرت ابو سعید
خدری سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانوں اور کھجوروں زکوٰۃ نہیں دینے کی پانچ دس کو سنبھلیں لہ (نسائی) روایت ہے
حضرت موسیٰ ابن طلحہ سے کہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت معاذ ابن جبل کی کتاب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے فرمایا کہ
انہیں حضور نے حکم دیا کہ وہ گیسوں جو کشمش، کھجور سے زکوٰۃ لیں لہ (شرح سنہ روایت ہے

روایت کی، مگر انہوں نے معاذ سے ملاقات نہیں کی لیکن چونکہ بہت احادیث اسے تقریب پہنچ چکی ہے اس لئے قابل عمل ہے، اسی لئے ترمذی نے اسے احسن فرمایا۔
لہ اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جو حامل زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرے کہ یا زیادہ لے یا بہترین مال لے، وہ ایسا ہی
گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا، یا جو مالک زکوٰۃ دینے میں زیادتی کرے کہ یا تو کم دینے کی کوشش کرے یا ناقص یا مال مول کرے وہ ایسا ہی
گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا، علماء فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ خوشدلی سے دوائے عبادت سمجھو ٹیکس نہ سمجھو، مستحق کو دو، جان بوجھ کر غیر مستحق
کو نہ دو، دے کر احسان نہ جتاؤ اگر اپنے عزیز فقیر کو دی ہے تو اسے طعن نہ دو بلکہ اس کا ذکر کبھی بھی نہ کرو کہ ان سے حدتہ باطل ہو جاتا ہے، رب
تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ اور یہ سب حد سے بڑھنے میں داخل ہیں لہ اس حدیث کی مکمل شرح بھی کچھ
پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے ہاں یہاں زکوٰۃ سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے چونکہ اس زمانہ میں ایک دستی لینے ساٹھ صاع چالیس درہم کا ہوتا تھا اور
پانچ دس دو سو درہم کے اس نے پانچ دس سے کم میں زکوٰۃ نہ تھی، زکوٰۃ پیداوار مراد نہیں کہ یہ تو ہر تھوڑے سے زیادہ میں ہے لہ آپ کا نام
موسے ابن طلحہ ابن عبد اللہ ہے تھمی ہیں قرشی ہیں تابعی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ مگر حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیادت نہ کر سکے، آپ کا نام موسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے رکھا، آپ کے والد طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ لہ
یہ حدیث ظاہری معنی سے امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کا وزن مقرر نہ کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیداوار میں
مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے کم ہو یا زیادہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسے فرماتے ہیں ہمارے پاس معاذ ابن جبل کی ہی مضمون
کی کتاب بھی ہے اور ہمیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر بھی پہنچی ہے اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ تابعی نے بغیر ذکر صحابی
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کر دی، اسی معنی کی بنا پر مصنف نے اسے مرسل فرمایا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ کی وہ

عَنْ أَبِي سَيِّدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي زَكَاةِ الْكُرُومِ إِنَّمَا تُخْرَصُ كَبَا
تُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدَّى زَكَاةُ زَيْبِيَا كَمَا تُؤَدَّى زَكَاةُ النَّخْلِ تَمْرًا وَاهُ الْتَمِزْدِي وَ
أَبُو دَاوُدَ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي خَتْمَةَ حَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَقُولُ إِذَا خَرَصْتُمْ فَخَذُوا دَعَا الثُّلُثَ فَإِنْ لَمْ تَدْعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرَّبْعَ رَوَاهُ
الْتَمِزْدِي وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَبْعَثُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ رَوَاحَةَ إِلَى يَهُودٍ فَيَخْرَصُ النَّخْلَ حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ

حضرت عتاب بن اسیر سے اے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوڑی کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ اس کا یوں ہی اندازہ لگایا جائے جیسے کھجور کا لگایا
جاتا ہے پھر اس کی کشمش سے یوں ہی زکوٰۃ دی جائے جیسے کھجور سے چھوڑا روں کی دی جاتی ہے (ترمذی، ابوداؤد، روایت ہے حضرت سہل
ابن ابی حمزہ سے انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جب تم اندازہ لگاؤ تو تمہاری چھوڑ وہ اگر تہائی نہ چھوڑ دو تو چوتھائی
تو ضرور چھوڑ دو (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن رواحہ
کو لکھ یہود اور خیبر کی طرف بھیجتے تھے تو وہ کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے پکنے کے وقت، کھائے جانے سے پہلے

کتاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو حضرت معاذ نے لکھ لیا تھا، اس صورت میں یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل
لے آپ قرشی ہیں، اموی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور آپ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا حاکم بنایا، صدیق اکبر نے اپنی خلافت
میں آپ کو اس عہد پر بحال رکھا، صدیق اکبر کی وفات کے دن آپ کی مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی وہیں دفن ہوئے، کل پچیس سال عمر پائی
بڑے صالح متقی تھے پچیس حدیث بالکل ظاہر ہے کہ انگوڑے کے باغ کا مالک اسے انگوڑے توڑ کر وزن کر کے زکوٰۃ نہ نکالے بلکہ پہلے تو یہ اندازہ
لگائے کہ کل پھل کتنا ہوگا، پھر یہ کر کشمش ہو کر کتنا ہے گا، اس کا دسواں یا بیسیواں حصہ زکوٰۃ نکلنے، چونکہ خیبر پہلے مکہ سحر میں فتح ہو چکا تھا
جہاں کھجور کے باغات ہیں وہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے بھیجا تھا اور طائف بعد میں فتح
ہوا جہاں انگوڑے کے باغات بکثرت تھے، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوڑے کی زکوٰۃ کو کھجور کی زکوٰۃ سے تشبیہ دی (ازمقات ۱۳۵) یہ
حکام کو حکم ہے یعنی لے جاؤ یا لکھو یا زکوٰۃ لینے جاؤ تو خود بھی اور دوسرے واقف کاروں کی مدد سے بھی اندازہ لگاؤ کہ اس میں
کل پھل یا دانہ کتنا ہے، اس کی زکوٰۃ کا حساب لگاؤ اور تمہاری یا چوتھائی زکوٰۃ چھوڑ دو تا کہ وہ مالک خود اپنے ہاتھ سے اپنے عزیز قرابت داروں
وغیرہ کو دے اور دو تہائی یا تین چوتھائی خود لے آؤ؛ خیال رہے کہ امام شافعی و ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ حکم خراج میں ہے زکوٰۃ پوری
مامل وصول کر لیا، ان کے ہاں یہ حکم خیبر کے حکام کو لکھا جو خیبر کے یہودیوں سے پیداوار کا نصف وصول کرنے جاتے تھے کیونکہ ان لوگوں سے اس
پر صلح ہوئی تھی کہ پیداوار کا آدھا تمہارا ہوگا اور آدھا مسلمانوں کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے از دے کر حکم دیا کہ اپنے اندازے سے

ہنہ رواہ ابوداؤد، وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في العسل في كل عشرة اذق زق رواه الترمذي وقال في اسناده مقال ولا يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الباب كثير شيء، وعن زينب امرأة عبد الله قالت خطبتنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا معشر النساء تصدقن ولو من حليكن فانكن

لہ (ابوداؤد) اسے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے بائے میں کہ ہر دس مشک میں ایک مشک ہے (ترمذی) اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں کلام ہے دس بائے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ منقول نہیں لہ روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبد اللہ سے (ابن مسعود) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا فرمایا کہ اے بیوی خواتین اگرچہ اپنے زیور ہی سے ہو کیونکہ

کچھ کم کر کے اس کا آدھا لے کر ہمارے طرف ان کا حق نہ آجائے ہمارا ان کی طرف رہ جائے تو حرج نہیں، لہ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ مشہور صحابی ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع میں غزوہ موتی میں شہید ہوئے، آپ کے ذمہ وہ خدمت تھی جو آگے آرہی ہے۔
 لہ گذشتہ حدیث میں عرض کیا گیا کہ یہود خیر سے اس بات پر صلح ہوئی تھی، مگر کچھ عہدوں کے باغات مسلمانوں کے ہوں گے، ما اور محنت ان یہود کی پیداوار آدمی آدمی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھل پکنے کے وقت حضرت عبد اللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے خیر بھیجتے تھے، کیونکہ وہ اندازہ لگانے میں ماہر تھے، چنانچہ آپ ان یہود سے فرما دیا کرتے تھے کہ اس باغ میں اتنے پھل ہیں، تم یا اس کے آدھے پھل ہم سے لے لو اور باغ میں پھوڑ دو، یا آدھے پھل ہمیں دے دو اور باغ تمہارا اس فیصلہ پر یہود بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے، مگر یہ وہ عدل ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں، مسلمانوں کے عدل و انصاف کے کفار بھی قائل تھے لہ یہ حدیث ابوداؤد میں دو جگہ آئی ہے، کتاب الزکوٰۃ میں اور کتاب البیوع میں پہلی کی اسناد میں ایک مجہول شخص ہے دوسری کی اسناد میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے، تمام راوی سقہ ہیں، لہذا یہ حدیث حسن لغیر ہے۔ لہ شہد کی زکوٰۃ کا مسئلہ بڑے تر بکا ہے، تین اماموں کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس میں زکوٰۃ ہے، پھر اس کے نصاب کے بائے میں خود امام صاحب سے کئی روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر شہد عشری زمین سے حاصل ہو تو اس میں مطلقاً زکوٰۃ ہے، پھر ابویا زیادہ، کیونکہ سرکار فرماتے ہیں مَا أَخْرَجْتَهُ الْأَرْضَ فَفِيهِ الْعَشْدُ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ شہد کی قیمت پر زکوٰۃ ہے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دس مشکیزے ہوں، تو ایک مشکیزہ اس کی زکوٰۃ یہ حدیث اس تفسیر سے قول کی دلیل ہے امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی تھا، لہ یعنی محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں، خیال ہے کہ محدثین کی یہ جرح امام اعظم کو مفر نہیں کیونکہ یہ حدیث امام صاحب کو صحیح ملی تھی، اس لئے کہ آپ کا زمانہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے، ان محدثین کو ضعیف ہو کر ملی بعد کا ضعف امام صاحب کو مفر نہ ہوگا، نیز یہ حدیث بہت روایتوں سے مروی ہے چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عشر وصول فرمایا ہے بعض احادیث میں یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہد کا

الْأَهْلُ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عُرْجَةَ
 أَنَّ امْرَأَتَيْنِ اتَّارَسُوهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي أَيْدِيَهُمَا سَوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ
 فَقَالَ لَهُمَا اتَّوَدَّيَا زَكَاةً قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّحَبَّانِ
 أَنْ يُصَوِّرَكُمَا اللَّهُ بِسَوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَأَذِيَا زَكَاةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا
 حَدِيثٌ قَدْ رَوَى الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ هَذَا وَالْمُثَنَّى بْنُ
 الصَّبَّاحِ وَابْنُ لُحَيْعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيثِ وَلَا يُصَحِّحُ فِي هَذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

قیامت میں تم زیادہ ووزخی ہو گے (ترمذی) اے روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ دو عورتیں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن (کڑے) تھے ان سے حضور انور نے فرمایا کہ تم انکی زکوٰۃ
 دیتی ہو؟ وہ بولیں نہیں تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ وہ بولیں
 نہیں فرمایا تو ان کی زکوٰۃ دیا کرو (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث مشن بن صباح نے روایت کی عمرو بن شعیب اس کی مثل اور مشن بن صباح
 اور ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں اور اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح

جاتا تھا، ہدایہ حدیث یوں نقل کی کہ نبی شہاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا عشر دیتے تھے، تعدد اسناد کی وجہ سے متن حدیث قوی ہو گیا ہے
 اے یعنی پینٹے کے سونے چاندی کے زیور میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، یہاں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں صاف آرہا ہے خیال ہے کہ پینٹے
 کے ان زیوروں پر امام اعظم کے ہاں زکوٰۃ واجب ہے، امام شافعی کے قول جدید میں اور امام احمد کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، یہ حدیث امام
 اعظم کی قوی دلیل ہے اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے اے مرقا نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی سلسلے
 قوی، نیز اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ لَا يَدْرُوكُهَا اللَّهُ فِيهِمْ سَوَاءٌ هُمْ ذَكَرُوا
 چاندی میں تجارت کی قید نہ لگاں، معلوم ہوا کہ پینٹے کا زیور بھی اسی حکم میں داخل ہے، لہذا سونے چاندی کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض
 ہے جبکہ ان کا وزن نصاب کو پہنچ جائے اے یہ سونے چاندی کے کنگن پینٹے کے تھے، تجارتی نہ تھے، وزنی تھے، کہ ساڑھے سات تولہ ان
 وزن تھا، اس لئے ان بیوروں سے پوچھا گیا، یہ سوال فرمانا آئندہ حکم کی تمہید ہے، جیسے رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے پوچھا کہ تمہارے
 ہاتھ میں کیا ہے، کیوں پوچھا، آئندہ کلام کی تمہید کے لئے، لہذا اس سوال سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت نہیں ہو سکتی، حضور انور صلی
 اللہ علیہ وسلم اپنے ہر ایک امتی کے ہر ایک عمل سے خبردار ہیں: دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور مرد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پوچھا کہ آپ کے کس امتی کے اعمال آسمان کے تاروں کے برابر ہیں، تو فرمایا عمر فاروق کے رضی اللہ عنہ معلوم ہوا کہ ہر امتی کے اعمال بلکہ
 ان کے ٹولہ کی بھی خبر ہے اے اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوٰۃ سے مراد شرعی فرضی زکوٰۃ ہے نہ نقلی صدقہ کیونکہ نقلی ادا نہ کرنے پر سزا یا

وَعَبْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَايِدَام تَرْمِذِي كَوَيْهِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ هُوَ كَرَنَهُ عَلَى أَنَّهُ قَدْ هَدَىٰ عِلْمَ كِي بِنَا بِرِيهِ فَرَاكَ لَيْ وَرَنَهُ أَصْلَ حَدِيثٍ بَسْتٌ صَحِيحٌ اسناد دوسے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ بلکہ خود ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، نیز ابوداؤد و نسائی نے روایت کی کہ ایک عورت اپنی بڑی کو لے کر حاضر بارگاہ نبوی ہوئی، جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، تو فرمایا کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ کل تم کو دوزخ میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں، تو اُس نے فوراً کنگن اتار کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینک دیئے، اور بولی یہ اللہ رسول کے لئے ہدفِ حق ہیں۔ یہ حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے، نیز ابوداؤد نے عبد اللہ بن شداد بن المدا سے روایت کی کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پہنا واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک بیکرا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں ہاتھوں میں کنگن پہنے بیٹھی تھی تو فرمایا اے عائشہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو میں بولی نہیں، تو فرمایا دوزخ میں جانے کے لئے یہ کافی ہیں، اسے حاکم نے بھی نقل فرمایا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے مگر حکم زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صحیح احادیث بہت ہیں، اور قرآنی آیات انکی تائید، اگلی حدیث بھی آ رہی ہے رفیع القدر، مرقاۃ اخیال ہے کہ ابن لیسع کو امام ترمذی نے ضعیف کہا، مگر امام طحاوی نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام اعظم کا مذہب نہایت قوی ہے اور استعمالی زیوروں پر زکوٰۃ فرض ہے ۱۷ خزائن سے مراد وہ خزائن ہیں جس کی برائی قرآن کریم میں ہے إِنَّ الَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ آفَیہ سوال یہ فرما رہی ہیں کہ اس سونے کی تجارت تو کرنا نہیں ہے مرنے پہننے کے لئے ہے، تو کیا یہ بھی اس آیت کریمہ کی زد میں آیا ہے۔ وہ بھی نہ تحقیق کہ جیسے پہننے کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں، تو ہو سکتا ہے کہ پہننے کے زیور میں بھی نہ ہوں انہیں یہ خیال نہ وہا کہ کپڑا ضروریات زندگی کی چیز ہے، زیور ایسا نہیں ہے اس حدیث بھی ثابت ہو کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ ہے یہ حدیث بالکل صحیح ہے، میرے فرمایا کہ اس کے راوی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اسے حاکم اور ابن قحطان نے بھی نقل فرمایا ابن قحطان نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے (مرقاۃ مطلب یہ ہے کہ اگر زیور کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو یہ بھی کنز میں داخل ہے جس پر قرآن کریم میں سخت وعید آئی، اگر زکوٰۃ دی جائے تو کنز نہیں کہہ لیتے سونے چاندی میں تو بہر حال زکوٰۃ ہے تجارت کے لئے ہو یا پہننے کے لئے یا کسی اور مقصد کے لئے مگر ان دونوں

غَيْرِ رَاحِدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْطَعَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَزْنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا تُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكَاةُ إِلَى الْيَوْمِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضِرَاءِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقْلٍ مِنْ خُمُسَةٍ أَوْ سِتِّ صَدَقَةٌ

چند راویوں سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث مزنی کو ۳ قبلیہ کی کانیں جاگیر دیں ۳ قبلیہ مقام فرع کے اطراف میں واقع ہے تو ان کانوں سے آج تک زکوٰۃ کے سوا کچھ نہیں لیا جاتا ہے ۴ ابو داؤد (تیسری فصل روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو سبز یوں میں زکوٰۃ ہے اور نہ عریاں عادیہ میں ۵ اور نہ پانچ دق سے کم میں زکوٰۃ ہے

۱ کے علاوہ دوسرے مالوں میں زکوٰۃ جب ہوگی کہ تجارت کیلئے ہوں اس قاعدہ کلیہ میں تمام مال داخل ہیں جسے کہ کپڑے زمین، غلہ جانور بھی، خیال ہے کہ جانوروں میں سائے کی زکوٰۃ اور ہے، تجارت کی زکوٰۃ کچھ اور سائے کی زکوٰۃ تو وہ ہے جو پیسے ذکر ہوئی، کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری، اس میں دو اونٹ مگر تجارتی اونٹ میں قیمت اگر دوسو درہم تک پہنچے تو چالیسواں حصہ اسی طرح پیداوار کی زکوٰۃ اور ہے، اگر دانہ، پھلوں کی زکوٰۃ کچھ اور پیداوار کی زکوٰۃ بیان ہو چکی کہ کھجوری یا بہت زکوٰۃ واجب ہے دسواں یا بیسواں حصہ، اگر ان کی تجارتی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہوئی جبکہ دوسو درہم کو پہنچیں، لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں کہ یہاں تجارتی زکوٰۃ مراد ہے ۲ یعنی حضرت ربیعہ ابن عبد الرحمن نے جو بڑے مشہور تابعی ہیں جن کا لقب ربیعہ رائے ہے بہت صحابہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ۳ بلال بن حارث صحابی ہیں، مزنیہ کے وفد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسلام لائے، انہی سال عمر پائی، ۴ سنہ میں وفات ہوئی، ۵ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بلال کو مقام فرع کے پاس جو مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے، مدینہ منورہ سے پانچ منزل پر ہے، طوں نمک کی کانیں تھیں عطا فرمائیں بطریق معانی جاگیر کہ وہاں سے سونا چاندی نکالیں اور اپنا گزارہ کریں، قبل بھی ایک جگہ کا نام ہے، معلوم ہوا کہ بادشاہ اسلام کسی کو کوئی زمین بطور جاگیر دے سکتا ہے، ۶ یعنی کان سے نکلنے والی دھات میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے، خمس اگر ان کانوں کے سونے چاندی میں خمس واجب نہیں ہوا بلکہ زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوا خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں جاگیر کی کان سے جو برآمد ہوا اس میں چالیسواں حصہ واجب ہے مگر امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک خمس ہی واجب ہے، امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت امام اعظم کی دلیل وہ گذشتہ حدیث کہ وفی الدکاذا الخمس، یہ حدیث منقطع ہے، لہذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی (مرقات) ۷ یا یہ حضرت بلال کی خصوصیات سے ہے ۵ امام اعظم کے نزدیک سبزیوں میں عشر یا بیسواں حصہ ہے صاحبین کے ہاں نہیں، یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے، امام اعظم قدس سرہ کے ہاں اس سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے، اس کی بحث پہلے ہو چکی، سبزیوں سے مراد تمام نہ کھڑتے والی چیزیں ہیں جیسے ترکاریاں پھول، بنینگ، اگدو وغیرہ ۶ ۷ عریا عریہ کی جمع ہے عریہ وہ درخت ہے کسی کو ایک دو فصلوں کے لئے عادیہ دے دیا جاوے کہ وہ اس کے پھل کھایا کرے اصل درخت مالک کا ہوا کبھی کسی سے خشک کھجوریں دے

وَلَا فِي الْعَوَالِمِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْجِبَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْرُ الْجِبَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْعَبِيدُ رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَعَنْ طَاوُسٍ أَنَّ مَعَاذِينَ جَبَلٍ أَتَى بِوَقْصِ الْبَقْرِ فَقَالَ لَهُ يَا مَرْفِي فَبَيْدِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَقَالَ الْوَقْصُ مَا لَمْ يَبْلُغِ الْفَرِيضَةَ بِأَبْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا

نہ کام کاج کے جانوروں میں زکوٰۃ ہے لہ اور نہ پشائیوں میں امام صقر نے فرمایا کہ پیشانی بنے مراد گھوڑے اور خچر اور غلام ہیں لہ دارقطنی روایت ہے حضرت طاووس سے کہ حضرت معاذ بن جبل کے پاس نصاب کم گائیں لانی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا لہ دارقطنی شافعی اور امام شافعی نے فرمایا کہ وقص وہ حد ہے کہ نصاب کو نہ پہنچے لہ صدقہ فطر کا باب ۵۵ پہلی فصل روایت حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع چھوٹے یا ایک صاع لے

کر اس کے عوض درخت کی تر کھجوریں دے دیتے ہیں اسے بھی عریہ کہا جاتا ہے اس کی پوری بحث کتاب البیوع میں ہوگی، انشاء اللہ اسکی بحث پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے نزدیک یہاں زکوٰۃ سے تجارتی زکوٰۃ مراد ہے، چونکہ اس زمانہ میں ایک دست چالیس درہم کا ہوتا تھا تو پانچ دست درود درہم کے ہوتے اس لئے یہ ارشاد ہوا، اور نہ پیداوار کی زکوٰۃ ہر تھوڑی بہت پر ہوگی، ادلائل اسی باب میں ابھی کچھ پہلے عرض کئے گئے لہ یعنی کام کاج کے اونٹ گائیوں وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ یہ تجارتی مال نہیں، اسی طرح غلوذ یعنی گھر کا چارہ کھانے والے جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں، یہ سب بھی پہلے گذر چکا ۵۵ کہ جب یہ تجارت کے لئے نہ ہو، خدمت کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں، ہاں اس غلام کا فطرہ آقا پر واجب ہوگا لہ کیونکہ وجوب زکوٰۃ کے لئے مال کا بقدر نصاب ہونا شرط ہے، اونٹ کا نصاب پانچ ہے، گائے کا تیس، بکریوں کا چالیس، اس کا ذکر پہلے ہو چکا ۵۵ لہ اول ہی سے نصاب کو نہ پہنچے وہ بھی وقص ہے اور دونوں کے درمیان کی کسر بھی وقص ہے، یہاں پہلی صورت مراد ہے کیونکہ انہوں نے اس کی بالکل زکوٰۃ نہ لی (قرآن و اشعہ وغیرہ ۵۵ فطرہ یا افطار سے ہے یا فطرۃ سے، چونکہ ماہ رمضان گزر جانے اور عید کے دن افطار کرنے پر واجب ہوتا ہے اسلئے فطرہ کہا جاتا ہے یا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی طرف باپ پراد اگر نا واجب ہو جاتا ہے لہذا فطرہ ہے، اصطلاح شریعت میں عید دن جرمالدار پر رمضان کا صدقہ واجب ہوتا ہے وہ فطرہ ہے، احناف کے ہاں فطرہ واجب ہے، امام شافعی و احمد کے ہاں فرض، امام مالک کے ہاں سنت مکرہ، امام شافعی کے ہاں ہر اس امیر و غریب پر جو ایک دن کی روٹی پر قادر ہو فطرہ فرض ہے امام مالک کے ہاں مالک نصاب پر فطرہ سنت مکرہ ہے نصاب نامی یعنی بڑھنے والا ہو یا نہ ہو نصاب میں احناب کا مذہب بھی یہی ہے، فطرہ کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں دیکھو ۵۵ صاع عرب شریف کا مشہور پیمانہ ہے (رٹو یا) جس سے لانے پاپ کر فروخت ہوتے ہیں، جیسے ہمارے ہاں ہر علاقہ کا میر مختلف ہے، ایسے ہی عراق، حجاز اور یمن کے صاع بھی مختلف ہیں، فطرہ میں جہازی صاع جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا معتبر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ صاع تین سو اکیاون درہم

مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالْأَنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْرٌ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، الْفَصْلُ الثَّانِي، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

جو ہر غلام، آزاد مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان پہلے مقرر فرماتے تھے اور حکم دیا کہ لوگوں کے عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے
۳۷ مسلم و بخاری روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر ایک صاع غلہ لے یا ایک صاع جو دیا ایک صاع
چھوٹے یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے ۳۸ مسلم بخاری و دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے

بھرے یعنی ہمارے پاکستانی ایشیائی روپیہ کے سیر کے چار سیر ڈیڑھ پاؤ، ایک تولہ، لہذا اگر فطرہ میں جو دے، تو ایک شخص کی طرف سے اتنے دے اور اگر گیسوں دے تو آدھا صاع یعنی دوسرے تین چھٹا تک چھ ماشر، اس کی تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف میں ملاحظہ کریں لے خیال رہے کہ صدقہ فطر ایک اعتبار سے بدنی عبادت ہے کہ ایک بدنی عبادت رونے کی تکمیل کے لئے ہے، اسی لئے غلام پر بھی واجب ہوا جیسے نماز و روزہ اور دوسرے لحاظ سے مالی عبادت ہے کہ وہ مال سے ادا ہوتا ہے، اس لئے غلام کا فطرہ اسکے مرنے پر واجب ہوا نہ کہ خود غلام پر، تیسری حیثیت سے یہ مالی ٹیکس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے پیداوار کا خراج، اس لئے یہ نابالغ بچے پر بھی واجب ہوا، مگر بچے کا فطرہ باپ دیگا، یاں اگر بچہ خود غنی ہو تو اس کے اپنے مال سے دیا جائیگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بچے پر روزہ نماز، زکوٰۃ فرض نہیں تو فطرہ کیوں واجب ہوا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوب فطرہ کا سبب بدنی علم ہے نہ کہ مال، مسلم مال تو وجوب فطرہ کی شرط ہے کیونکہ اے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی طرف نسبت دی، لہذا اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے دو مسئلے ثابت فرمائے ہیں ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں، لفظ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ہے، دوسرے یہ کہ ہر امیر و غریب پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں غنی کی قید نہ لگائی، امام اعظم ابو حنیفہ پہلے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنی میں ہے یعنی مقرر فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ عَلِمْنَا مَا تَرْضَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کر دینا تب بھی حدیث ظنی ہے، اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہیے۔ لہذا اس فرض سے وجوب ثابت ہو گا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس اطلاق سے تو یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی ہے نہ امد ملکیت کا بھی ذکر نہیں چاہیے کہ ہر آزاد و غلام پر فطرہ واجب ہوتے کہ فقیر بے نوبہ دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے، پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیقاً بخاری شریف میں نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا صدقة الا عن ظهر غنی صدقہ تو انگری سے واجب ہوتا ہے، اب تو انگری کی کوئی حد ہونا چاہیے وہ نصاب کی ملکیت ہے ۳۹ یہ حکم استنباطی ہے، بہتر یہ ہے کہ فطرہ عید کے دن نکالے اور عید گاہ جانے سے پہلے دے، اگر نماز عید کے بعد یا تب بھی جائز

قَالَ فِي آخِرِ مَضَانَ أَخْرِجُوا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرًا وَنِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ ذَكَرًا أَوْ أُنْثَى صَغِيرًا وَكَبِيرًا وَآدَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهُرَ الصَّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ

کہ آپ رمضان کے آخر میں فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو یہ صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا ہے ایک صاع جوڑ یا جو یا آدھا صاع گندم لے ہر آزاد یا غلام مرد یا عورت چھوٹے یا بڑے پر ہے ۱۷ (ابو داؤد، نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر لازم فرمایا روزوں کو یہود کی اور غرض سے پاک کرنے اور مسکینوں کو کھانا دینے کے لئے ۱۸ (ابو داؤد، تیسری فصل) روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب کے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے

ہے، اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا جائے بھی درست ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر کی ایک روایت نقل کی، جس کے آخر میں ہے وکانوا یصلون قبل الفطر بیوم اویومین یعنی صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دے دیتے تھے، مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں راند مرقات وغیرہ ۱۹ حق یہ ہے کہ یہاں طعام سے مراد گندم کے علاوہ دوسرا غلہ ہے جوڑ، باجرہ، مکی وغیرہ کیونکہ گندم کا آدھا صاع فطرہ ہوتا ہے نہ کہ پورا صاع، اور اگر گندم مراد ہو تو آدھا صاع فطرہ ہوگا اور آدھا صدقہ نقلی، لہذا یہ حد نصف صاع گندم کی احادیث کے خلاف نہیں: شیخ نے اشعۃ میں فرمایا کہ اس زمانہ میں حجاز میں جوڑ کا زیادہ استعمال تھا ۲۰ یا اختیار دیتے کے لئے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے کا اختیار ہے کہ فطرہ ان میں سے کسی چیز سے دے لیکن اگر پیسے یا کپڑا یا صابن وغیرہ فطرہ میں دے، تو سواد میر گندم کی قیمت کا اعتبار کرے، اس قیمت کی یہ چیزیں دے۔

۱۷ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ عید کے دن سے پہلے میں فطرہ دے سکے ہیں، دیکھو حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں ہی فطرہ نکالنے کا حکم دیا، دوسرے یہ کہ گندم کا آدھا صاع فطرہ میں دیا جائے نہ کہ پورا، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے ۱۸ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ مملوک غلام کا فطرہ مولے ویک غلام مسلمان ہو یا کافر، اسی طرح چھوٹے بچے کا فطرہ باپ پر ہے، اگر بچے کے پاس اپنا مال نہ ہو، ورنہ خود بچے کے مال سے دیا جائیگا ۱۹ یعنی فطرہ واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں، ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلا وجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالیٰ اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کرے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں، دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں، مگر دوسری حکمت وہاں بھی موجود ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بچوں پر فطرہ کیوں ہے، وہ تو روزہ رکھتے نہیں ۲۰

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًّا فِي فَجَاحِ مَكَّةَ الْإِرَانَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةً عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرًا وَأُنْثَى حُرًّا وَعَبْدًا صَغِيرًا وَكَبِيرًا مُدَانٍ مِنْ قَمْحٍ أَوْ سِوَاهُ أَوْ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ مِثْلَ ذَلِكَ أَوْ أَشَدَّ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي صَعِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرًا وَكَبِيرًا حُرًّا وَعَبْدًا ذَكَرًا وَأُنْثَى أَمَّا غَنِيَّتُكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللَّهُ وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللَّهُ أَكْثَرُ مِمَّا أُعْطَاهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ.

راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا کہ خبردار یہ صدقہ فطر واجب ہے ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد غلام، چھوٹے بڑے پر گیسوں وغیرہ سے دو مددہ یا اس کے مساوی غلہ کا ایک صاع لے کر منادی (روایت ہے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ سے یا ثعلبہ بن عبداللہ بن ابی صعیر سے کہ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک صاع گندم دو شخصوں کی طرف سے ہے چھوٹے یا بڑے آزاد یا غلام مرد و عورت لیکن ۵۵ تم میں کہ والد اللہ اسے تو پاک فرما دیگا اور لیکن تمہارا فقیر اللہ اسے دیئے سے زیادہ دے گا لے ابو داؤد) باب جن لوگوں کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں ہے

۱۔ یہ اعلان فقہ مکہ کے بعد ہوا، کیونکہ اس سے پہلے وہاں اسلامی احکام کے اعلان کی کوئی صورت ہی نہ تھی، چونکہ مدینہ کے مسلمانوں کو سر وقت صحبت محبوب یسخر تھی، اس لئے انہیں اس اعلان کی ضرورت نہ تھی، مکہ معظمہ کے اکثر مسلمان نو مسلم بھی تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دور بھی، اس لئے یہ اعلان کرائے گئے ۲۔ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، تو دو مد کا آدھا صاع ہوا یعنی گندم سے فطرہ آدھا صاع فی کس واجب ہے، اور کل مسلم سے مراد ہر صاحب نصاب غنی مسلمان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صدقہ غنا کے بغیر واجب نہیں ہوتا، اور آزاد و غلام چھوٹے بڑے سے مراد بلا واسطہ اور بالواسطہ ہے، یعنی بالغ آزاد غنی تو اپنا فطرہ خود دے اور غنی کے غلام و چھوٹے بچوں کا فطرہ وہ غنی دے لہذا یہ حدیث نہ تو دیگر احادیث کے خلاف ہے، نہ احکام کے مخالف ۳۔ یہاں طعام کو گندم کے مقابل فرمایا گیا معلوم ہوا کہ اس سے سوا گندم دوسرے غلے میں لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کی گویا تشریح ہے جہاں فرمایا گیا تھا کہ طعام کا ایک صاع واجب خیال ہے کہ فطرہ میں اصل گندم دینا جو اس میں، اگر ان کے سوا کسی اور غلے یا دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان مذکورہ دونوں کی قیمت کا لحاظ ہوگا۔ لہذا چاول باجرہ آدھے صاع گیسوں کی قیمت کے دینے ہونگے۔ ۴۔ آپ عبداللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر ہیں آپ تابعی ہیں، اگر آپ کے والد ثعلبہ صحابی ہیں جن سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، صعیر کی وفات ۸۴ھ یا ۸۵ھ میں ہوئی، قریباً نوے سال عمر پائی، اور عبداللہ بن ثعلبہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ۸۹ھ میں فوت ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر کچھ معامت ثابت نہیں (مرقات) ۵۔ یعنی چھوٹے بڑے، آزاد و غلام سب کا فطرہ یکساں ہے آدھا صاع گندم۔ ۶۔ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فقیر پر بھی فطرہ واجب ہے مگر یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ اس کے اسناد میں نعمان ابن راشد ہے جو سخت

الفصل الأول عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَمَرَةٍ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَا كَلَّمْتُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمَرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فُيْءِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ لِي طَرَحًا ثُمَّ قَالَ أَمَا شَعُرْتَ إِنَّا لَنَأْكُلُ الصَّدَقَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں ایک کھجور پر سے گزرتے تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہو گا تو میں نے کھا لیا اے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت حسن ابن علی صدقے کے چھو ہاروں میں سے ایک چھو ہار لے کر اپنے منہ میں ڈال دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اراخ تا کہ وہ اسے کھوک دیں پھر فرمایا کہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے اے (مسلم بخاری) روایت ہے

ضعیف ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ یہ دہمی ہے، امام احمد نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں، پھر ان راوی کے نام میں بہت گفتگو ہے، عبدالرزق نے یہ حدیث بسند صحیح، ابن جریر عن ابن شہاب عن عبداللہ بن ثعلبہ روایت کی، تو اس میں فقر و غنی کا ذکر نہیں، صرف یہ ہے کہ ایک صاع گندم دو کی طرف ادا کر دیا اس کی پوری اور نفیس تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو، نیز اگر ہر فقر و غنی پر صدقہ فطر دینا واجب ہو جائے، تو پھر فطرہ لینے والا کون ہو گا، کیونکہ یہ تو اصول اسلام کے خلاف ہے کہ فقیر فطرہ دے بھی اور دوسروں کا فطرہ لے بھی، کہ لینے کن شخصوں کو صدقہ واجبہ، زکوٰۃ، ہدیہ، فطرہ نہیں دے سکتے، یہاں چند مسائل خیال میں رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ صدقہ وہ مال ہے جو شخص ثواب کے لئے کسی کو دیا جائے، اور ہدیہ وہ مال ہے جو کسی کے احترام و رفا کے لئے اُسے دیا جائے، صدقہ میں دوسرے پر حرم ہے اور ہدیہ میں اس کی تعلیم دوسرے پر کہ چند شخصوں کو زکوٰۃ وغیرہ منع ہے، کافر، غنی مسلمان، نبی، ہاشم، اپنی اولاد، اپنے اصولی لینے صدقہ دینے والا جن کی اولاد میں ہے، شوہر یا زوجہ کو تیسرے یہ کہ کافر ذمی کو صدقہ واجبہ نہیں دے سکتے، صدقہ نفی دے سکتے ہیں، اگرچہ وہ بھی مسلمان فقیر کو دینا بہتر ہے چونکہ زکوٰۃ نہ لے سکنے والوں کے بتا دینے سے لے سکنے والوں کا پتہ خود بخود لگ جاتا ہے، اس لئے نہ لینے والوں کا ذکر کیا کہ یہ موقوفے ہیں، چونکہ یہ کہ ہدیہ کی تین قسمیں ہیں تدریجہ، جو چھوٹا بڑے کو دے، عطیہ جو بڑا چھوٹے کو دے، اور جو برابر دلا دے، اس لئے فطرہ یہ ہے کہ یہ کھجور زکوٰۃ کی ہو جو مالک کے ہاتھ سے گزری ہو، اس لئے ہم سے نہیں کھاتے، اگر یہ فطرہ نہ ہو تا تو ہم سے کھا لیتے، اس چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر قیامت زکوٰۃ لینا حرام ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ و مال کا میل ہے اُن مستحقوں کو کیونکر جائز ہو سکتا ہے جیسا کہ آگے عرض ہو گا، دوسرے یہ کہ لفظ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو جس کی تلاش مالک نہ کرے لگانا اس کے مالک کو دھونا ضروری ہے نہ اس کے سنبھالنے اور اعلان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ فوراً اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، لفظ کی امداد حدیث قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے، تیسرے یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے، فتویٰ معمرات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات بھی بچے، مگر شبہ اور دہم میں فرق ہے، دہمیاں کا اعتبار نہیں، ولایتی کپڑے کے ٹھکان بازار میں فروخت ہوتے ہیں اُن پر شبہ کرنا یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہونگے تقویٰ نہیں دہم ہے، صحابہ کرام فتنیت میں کفار کے لباس پاتے تھے، اور تکلف

عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتُ
إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ أَوْ أَنَهَا لَا تَحِلُّ لِ مُحَمَّدٍ وَلَا لِ آلِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ أَهْدِيَّةٌ أَمْ
صَدَقَةٌ فَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِأَصْحَابِهِ كُلُوا وَلَمْ يَأْكُلْ وَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں لہٰذا یہ نہ حضور محمد صلی
اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کی آل کو حلال ہے۔ روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی
کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے فرماتے کھا لو لہٰذا اور خود نہ کھاتے اور اگر
عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف

استعمال کرتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیہ لے لئے اور استعمال فرمائے بخیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لئے یہ ارشاد ہے
کہ متشابہات بچو اور نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک چیز کی حقیقت و اصفت خبردار ہیں۔ جیسا کہ ہم بار بار اسی شرح میں دراپنی کتاب جہاد الحق
حصہ اول میں ثابت کر چکے ہیں لہٰذا اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوٰۃ لینا حرام ہے انا جمع فرما کر تاقیامت اپنی
اولاد کو شامل فرمایا، یہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوٰۃ لے
سکتے ہیں یہ تمام سرجوہ قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں خیال ہے کہ نبی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل عاص، ابن مطلب و آل رسول ہیں
ابو لب کی مسلمان اولاد اگرچہ نبی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوٰۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت کرامت و عزت کے لئے ہے، ابو لب حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس غلطی کی مستحق نہ ہوئی (ازلمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی نا سمجھ اولاد
کو بھی ناجائز کام نہ کرے وہ دیکھو حضرت حسین اس وقت بہت ہی کم سن اور نا سمجھ تھے جیسا کہ کتب فرماتے ہیں معلوم ہو رہا ہے مگر حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زکوٰۃ کا پھیرا نہ کھانے دیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ نا سمجھ لوگوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے اس مسئلہ کی ماخذ حدیث
بھی ہو سکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے (مرقات) لہٰذا اس طرح کہ زکوٰۃ دفعہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک صاف ہوتے ہیں جیسے
میل نکل جانے سے جسم پاکیزہ اور بے آلودہ ہوتا ہے خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم و تزکیہم بہا۔ لہٰذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے لہٰذا یہ حدیث
ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی، یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے مستقر
ہوں ہم کسی کی میل کیوں لیں، اب بعض کا یہ کہنا کہ چونکہ رسالت کو خمس نہیں ملتا اس لئے اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل چونکہ اور کیوں کہ نہیں سنا
جائے لہٰذا غنی صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے
غریبائیں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء و صحابہ پر تقسیم فرماتے

بِیْدِهِ فَأَكَلَ مَعَهُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنِ أَحَدِ
السُّنَنِ أَنْهَا عَتِقَتْ فَخَدِثَتْ فِي زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ مِلْنِ
اعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَرْمَةَ تَقُورُ بِلَحْمٍ فَقَرَّبَ إِلَيْهِ خَبْزًا وَادَمَ
مِنْ أَدَمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَا أَرَبُومَةَ فِيهَا لَحْمٌ قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ ذَلِكَ لَحْمٌ تُصَدِّقُ بِهِ عَلَى

بڑھاتے اور ان کے ساتھ کھاتے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ میں تین شرعی حکم ہوئے
۱۔ ایک حکم یہ کہ وہ آزاد کی گیس تو انہیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا ۲۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دلا آزاد کرنے
والے کے لئے سے ۳۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہنڈی گوشت ابل رہی تھی آپ کی خدمت میں مدلی اور
گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کہ کیا مجھے گوشت کی ہنڈی نظر نہیں آ رہی عرض کیا ہاں لیکن یہ گوشت جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا

تھے، اور بعض لوگ خود حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ دندہ لاتے تھے، چونکہ دو قسم کے مال حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے
تھے، اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا، تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھا لیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے یہاں
صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ سکتے ہیں، حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ نہیں، صدقہ ہدیہ کا فرق اس باب کے شروع میں عرض کیا گیا ہے
۱۔ یعنی ہدیہ دندہ نہ کھا، خود بھی کھاتے تھے اور موجود صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نقل لینا جائز ہے وہ صدقہ ان
کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نقل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم و کرم کرتا ہے
جس کا ثواب اللہ سے چاہتا ہے سب حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم پر کون انسان
رحم کرتا ہے، ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی، مسجد و قبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ سر غنی و فقیر بلکہ خود صدقہ کرنے والے واقف کو بھی اس
کا استعمال جائز ہے، یہ حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (از مرقات وغیرہ) ۲۔ بریرہ بردن کرید صحابیہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کی مولاہ
یعنی آزاد کردہ لونڈی ہیں آپ نے حضرت ابن عباس، عروہ ابن زبیر سے احادیث روایت کیں یعنی حضرت بریرہ کے ذریعہ ہم کو تین شرعی مسائل معلوم ہوئے
۳۔ حضرت بریرہ کے خاوند کا، اسنیت تھا جو پہلے غلام تھے حضرت بریرہ کے آزاد ہونے کے وقت آزاد ہو چکے تھے جب آپ آزاد ہوئیں تو حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اختیار
دی کہ چاہیں نکاح باقی رکھیں یا فسخ کر دیں، معلوم ہوا کہ لونڈی کو آزادی پر اختیار ملتا ہے خاوند غلام ہو یا آزاد اس کی پوری بخت اللہ کا کھانا نکاح
اور کتاب اللہ میں آئے گی ۴۔ حضرت بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھیں جس نے آپ کو مکاتب کر دیا تھا کہ اتنا مال دو تو تم آزاد ہو
آپ مال دیے عاجز ہوئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ سے عرض کیا آپ نے فرمایا تمہارا مال میں دے دیتی ہوں اپنے مالک سے کہو کہ
کہ تمہیں میرے ہاتھ فروخت کر دے پھر میں تم کو آزاد کر دوں گی ان کے مالک نے کہا کہ ہاں ہم فروخت تو کر دیں گے مگر اس شرط سے
کہ تمہاری دلا یعنی آزاد کرینا حق ہم کو ہے یہ صدقہ حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا گیا تو حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولاد آزاد

بَرِيْرَةٌ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهِ بِأَصْدَقَةٍ وَلَكِنَّا هَدِيَّةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَ
عَزَبًا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيَتَوَشَّيْتُ عَلَيْهِمُ بَادِعًا
الْبُخَارِيُّ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دُعِيتُ إِلَى
كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أَهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ : وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرَدُّدَ اللَّقْمَةِ وَاللَّقْمَتَانِ

اور حضور آپ صدقہ تو کھاتے نہیں تو فرمایا وہ ان پر صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے اسے رسول بخاری روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدل بھی عطا فرماتے تھے (بخاری) روایت حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مجھے پائے (یعنی گائے بکری کے گھر وغیرہ) کی طرف دعوت دی جائے تو قبول کروں اور اگر مجھے دستی دی جائے
تو منظور فرماؤں (بخاری) روایت انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا پھرتے ایک دفعہ یا

کرنے والے کو ہے نہ کہ فروخت کرنے والے کو، یہ دوسرا مسئلہ حضرت بریرہ کے ذریعہ معلوم ہوا، ولادہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر آزاد کردہ غلام لاوارث فوت ہو جائے
تو میراث مولے کو ملتی ہے اسی طرح اگر مولا لاوارث فوت ہو تو یہ غلام میراث لیتا ہے (۱) یعنی بریرہ سے کہو کہ اپنے اس گوشت میں سے جو انہیں صدقہ
ملا ہے ہم کو بھی دیں کیونکہ صدقہ ان پر ختم ہو چکا، اب ہم کو بریرہ کی طرف ہدیہ ہو کرے گا جو ہمارے لئے مباح ہوگا، اس سے تین مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ
کہ نبی ہاشم کا آزاد کردہ غلام زکوٰۃ نہیں لے سکتا، مگر دوسروں کا غلام زکوٰۃ لے سکتا ہے، چونکہ حضرت عائشہ قرشیہ تو یقیناً مگر ہاشمیہ نہ تھیں، اس لئے بریرہ
کو صدقہ لینا درست ہوا، دوسرے یہ کہ اپنی بیوی یا بیوی کی لونڈی یا اولاد سے کچھ مانگا جس میں ذلت نہ ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز ہے
چہ جائیکہ اور کوئی، جس سوال میں ممانعت ہے وہ ذلت والا سوال ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے گوشت طلب فرمایا
تیسرے یہ کہ ملکیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، لہذا اگر فقیر کو زکوٰۃ دی گئی، اس نے اس زکوٰۃ سے کسی غنی یا سید کی دعوت کر دی یا وہ زکوٰۃ کی رقم کسی مسجد
سرائے یا کنوئیں پر خرچ کر کے لگا دی تو جائز ہے کہ زکوٰۃ تو فقیر پر ختم ہو گئی اب یہ فقیر کی طرف ہدیہ ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پر صدقہ کیا ہر گوشت
کھایا کہ اب یہ ہدیہ دینا مذہب میں گناہ تھا، اس سے بہت فقہی مسائل حل ہو سکتے ہیں، حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ دیا ہوا گھوڑا فقیر
سے خریدنے کو منع فرما دیا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کو اس لئے رعایت دینا چاہتا تھا کہ آپ نے اسے صدقہ دیا تھا یہ رعایت کرنا ممنوع تھا لہذا احادیث
میں تعارض نہیں، (۲) بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ دینے والے کو اپنی شان کے لائق بھاری عطیہ دیتے تھے، اب بھی جو امتی حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دین و دنیا میں کہیں بہتر عوض فرماتے ہیں اور فرمائیں گے جس
کا تجربہ بار ہوا اور ہو رہا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عطیہ تاقیامت جاری ہے (۳) یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول
فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حق پر دیوں کو نہ ٹھکرا ان

ایک دو چھوڑے لڑاویں لیکن مکین وہ ہے جو غنا بھی نہ پائے جس کو لوگوں سے لاپرواہ ہو جائے اور اُسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اُسے صدقہ دیدیا جائے اور نہ اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے اے (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو رافع سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی مخدوم کے ایک شخص کو صدقہ پر مقرر کر کے بھیجا اُس نے ابو رافع سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو کہ تم بھی کچھ پاتو ۲؎ وہ بولے نہیں ختم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لوں ۳؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو صدقہ حلال نہیں اور

کے اخلاص کی قدر کرو، اور ہم مغربوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے ثوابوں کا ہدیہ کرتے ہیں یہاں کرایہ سے مراد کھڑے لگائے بکری کے پائے ہیں نہ کہ کرایہ انعم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر جہاں ہی دعوت کر دے، تو ہم قبول فرمائیں گے، کیونکہ صدقہ اُس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

۱۔ یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے ذمہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں مسمی سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دودھ چوپ کر سکتا ہے تو وہ ملک کے لئے بھی کر سکتا ہے، ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجت مند ہو مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا للفقراء الذین احصوا فی سبیل اللہ اللہ الیہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکاد ہونا، تکبر و غرور نہ ہونا، ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے، اور جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنہ میں مبتلا کر دے، لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ بنا دیا یہ دعا قبول نہ ہوئی ۲۔ غلام یہ ہے کہ کسی مخدومی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ پر حاصل بنایا جس کو ذکوۃ سے ہی معاف دیا جاتا، اُس مخدومی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کر دے غلام جن کا نام اسلم ہے کفایت الوریع سے کیا تم بھی میرے ساتھ چلو، جو اجرت ملے گی اُس میں تمہارا حصہ ہو گا جس سے تمہارا کچھ کام چل جائے گا، یہ مطلب نہیں ہے کہ میں خود اجرت لے کر اپنی طرف سے تم کو ہدیہ دے دوں گا ۳۔ غلام یہ ہے کہ یہاں مسئلہ پوچھنا مراد نہیں بلکہ ساتھ جانے کی اجازت حاصل کرنا مراد ہے، الوریع اگرچہ جہاں آزاد ہو چکے تھے مگر اُن کا دل ہمیشہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو چکا تھا، حضور

قوم کا غلام اُن ہی میں سے ہوتا ہے اے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت، حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حدقہ نہ تو غنی کو حلال ہے نہ صحیح اعضاء والے کو ۲ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، احمد و نسائی) ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن عدی ابن خیار سے فرماتے ہیں کہ مجھے دو شخصوں نے خبر دی کہ وہ دونوں نبی کریم صلی

انور علیہ السلام سے بغیر کچھ جنبش بھی نہیں کرتے۔ **۱۰** یعنی اسے ابورافع تم ہو جیسے غلام اور ہم ہیں نبی ہاشم سے چونکہ نبی ہاشم زکوٰۃ کے حامل بن کر اس سے اجرت بھی نہیں لے سکتے، لہذا تم بھی یہ اجرت نہیں لے سکتے: اس حدیث سے دو مسئلے نہایت اہم حاصل ہوئے: ایک یہ کہ حضرات نبی ہاشم خصوصاً میدوں کی شان اسلام میں بہت اعلیٰ ہے، کہ غنی عامل زکوٰۃ سے اجرت لے سکتا ہے، مگر یہ حضرات تو کیا ان کا ذریعہ غلام یہ اجرت بھی نہیں لے سکتا، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کل میدوں کو زکوٰۃ کھانا جائز کرنے کی دھن میں ہیں، سادات کو زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں، دوسرے یہ کہ شان وادب کی نسبت انہیں بھی شان وادب بن جاتے ہیں، دیکھو سید کا غلام اگرچہ کسی قوم سے ہو زکوٰۃ نہیں لے سکتا بلکہ زکوٰۃ سے اجرت عمل بھی نہیں وصول کر سکتا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں نسبت کیا چیز بے صرف اپنے عمل اچھے چاہئیں، تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم احکام قرآن کو عام و خاص فرماتے ہیں، دیکھو رب تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا **وَالْعَالَمِينَ** خلیہا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی اپنی اولاد بکراؤ ان کے غلاموں کو علیحدہ کر دیا، ورنہ قرآن کریم نے سید و غیر سید کا فرق صرف زکوٰۃ کے بیان میں کوئی نہ کیا۔ چوتھے یہ کہ سچے پیغمبروں نے نبوت کو ذریعہ معاش قرار نہ دیا۔ مگر اے قادیانی اس نبوت کے ذریعہ خود مال مال ہو گیا بلکہ اپنی اولاد کو سکھا گیا کہ ہشتی مقبرہ کی قبریں بیچ کر مرے اڑایا کرو نعوذ باللہ منہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نایابیت اپنی اولاد کو زکوٰۃ کی آمدنی سے محروم فرما دیا۔ انہیں حکم دیا کہ تم زکوٰۃ دو مگر غریب ہو کر لو نہیں **۱۱** یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے، ان کے ہاں تندرست اور کمانے کی قدرت رکھنے والا زکوٰۃ نہیں لے سکتا، اگرچہ فقیر ہو، امام اعظم کے ہاں لے سکتا ہے، امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے **لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ** اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ سرکار اصحاب صفہ کو جو ستر تھے اور سب کمانے پر قادر تھے مگر انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کر دیا زکوٰۃ دیتے تھے، اس کا ذکر اسی آیت مذکورہ میں ہے یہ حدیث اس آیت اس عمل سے منسوخ ہے یا یہاں **لَا يَحِلُّ** کے معنی ہیں لائق نہیں، یعنی غنی کو صدقہ لینا لائق نہیں احرام ہے اور تندرست فقیر کو لائق نہیں (غیر مناسب ہے) یا صدقہ سے مراد بھیک مانگنا ہے، جیسا کہ لگے باب کی احادیث سے ثابت ہے، وہ احادیث اس حدیث سے شرح ہیں امام اعظم کا مذہب قوی ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان فرمائے **اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْاِيْمَانِ** میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ وَهُوَ يَقِيمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِينَا النَّظَرَ
وَحَفْضَهُ فَرَأَانَا جُلْدَيْنِ فَقَالَ إِنَّ شَتْمًا أُعْطِيَتْكُمْ وَلَا حِطَّ فِيهَا لِغَنِيِّ وَلَا لِقَوِيٍّ
مُكْتَسِبٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ : وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مَرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِحَسْبَةِ لِيُغَارِيَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ لِعَامِلٍ
عَلَيْهَا أَوْ لِيُغَارِمَ أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مُسْكِينٌ فَتَصَدَّقَ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ حجۃ الوداع میں تھے صدقہ تقسیم فرماتے تھے اے انہوں نے بھی حضور سے صدقہ مانگا تو حضور نے ہم پر نظر اٹھائی پھر جھکائی ہم کو تندرست و توانا دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں مگر اس میں نہ تو غنی کا حصہ ہے نہ کمائی کے لائق تندرست کا ہے (ابوداؤد، نسائی) روایت حضرت عطاء ابن یسار سے مرسل ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ کے ساتھ کسی غنی کو صدقہ حلال نہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے اور صدقہ پر عامل ہے اور مقررہ ہے یا اسے پھمال سے صدقہ دینا ہے، اُسے جس کا کوئی پڑوسی مسکین تھا تو مسکین پر صدقہ کیا گیا

اُن میں مجبور بیمار یا تندرست کی قید نہ لگائی معلوم ہوا کہ ہر فقیر تندرست یا بیمار زکوٰۃ لے سکتا ہے، اے ظاہر یہ ہے کہ یہ صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ ہوگا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حجاج نے اپنی زکوٰۃ تقسیم کے لئے پیش کی ہوگی، جیسا کہ صحابہ کا دستور تھا، آج بھی مسلمان اپنے صدقات حرمین شریفین جانے والوں کو دے دیتے ہیں کہ وہاں تقسیم کر دینا، اسی عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے، اہل عربین حیران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور وہاں صدقہ کا ثواب ایک ایک لاکھ تک ہے اس لئے یہ عمل کرتے ہیں، یہ اُس حدیث خلاف نہیں کہ قوم کا صدقہ یا کسی شہر کا صدقہ اسی قوم و شہر میں خرچ کیا جائے، کہ وہاں مقصد یہ ہے کہ سب صدقہ باہر یا دوسری قوم میں نہ بھیج داور اس شہر یا قوم کو باکل محروم نہ کر دوں، اے اس میں دونوں کو تقویٰ و طہارت کی تعلیم ہے یعنی چونکہ تم دونوں اگرچہ فقیر ہو مگر تندرست اور کمانے کے لائق ہو اسلئے اس سے لینا تمہارے لائق نہیں، اگر ان کو یہ صدقہ لینا حرام ہوتا جیسا کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں، اس اختیار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ دینا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں، اے آپ حبیب القدر تابعی ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے آئندہ کردہ غلام ہیں بڑے عالم و عالم تھے چونکہ اس اسناد میں صحابی کا ذکر نہیں اسلئے حدیث مرسل ہے اور احادیث کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے، امام شافعی کے ہاں صحابہ بالدار زکوٰۃ لے سکتا ہے، یہ حدیث اُن کی دلیل ہے مگر ہمارے ہاں غازی مسافر جس کے پاس مال ختم ہو چکا وہ مسافر کی بنا پر لے سکتا ہے نہ کہ محض جہاد کی بنا پر ہمارے ہاں وہ مسافر غازی ہی مراد ہے امام شافعی کے ہاں حدیث مرسل حجت نہیں، اسلئے وہ اس حدیث سے دلیل نہیں لے سکتے، نیز دیگر احادیث میں مراحہ فرمایا گیا کہ مال داروں زکوٰۃ کو فقرا کو دے دوں وہاں غازی کا استثناء نہیں یا ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی کو حلال نہیں، فتح القدیر و مرقاۃ نے فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے، عامل سے مراد وصولی زکوٰۃ کا کام کرنے والا ہے جیسے عاشر حاسب، کاتب وغیرہ سب اپنی اجرت زکوٰۃ سے لیں گے اُن کے لئے یہ اجرت ہوگی نہ کہ زکوٰۃ، مگر اللہ اکبر نبی ہاشم عامل ہو کر بھی زکوٰۃ سے اجرت نہیں لے سکتے، اے حق یہ ہے کہ مقررہ ص سے وہ مراد ہے جو مالک نصاب

عَلَى الْمُسْكِينِ فَأَهْدَى الْمُسْكِينُ لِلْغَنِيِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي سَبِيلٍ، وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَايِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَقَدْ كَرِهْتُ أَنْ يَطْوِيَلَا فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَعْطِنِي مِنَ الصَّدَقَةِ
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيِّ وَلَا غَيْرِهِ فِي
الصَّدَقَاتِ حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ فَجَزَأَ هَاتِمَانِيَةَ أَجْزَاءَ فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ
أَعْطَيْتُكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ شَرِبَ

پھر مسکین نے اس غنی کو ہدیہ دیا اسے مالک، ابو داؤد اور ابو داؤد کی ایک روایت میں جو حضرت ابو سعید سے ہے یہ ہے کہ یا مسافر، روایت
ہے حضرت زید ابن حارث صدیقی سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے بیعت کی ۲۱ انہوں نے ایک دانہ
حدیث سنائی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا بولا کہ مجھے صدقہ سے دیجئے ۳۱ اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقات
متعلق نبی وغیرہ کے حکم سے راضی نہ ہوا ہے کہ اس کا خود حکم آیا کہ مصرف کی رب تعالیٰ نے آٹھ قسمیں کیں اگر تم ان آٹھ قسموں سے
ہو تو میں تم کو دے دوں ۵۱ (ابو داؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے ۱۱ فرماتے ہیں کہ

تو ہے مگر اُس کا نصاب قرض میں ڈوبا ہوا ہے مثلاً مور و پیہ کا مالک ہے مگر فوتے روپے کا مقروض ہے اُسے غنی میں داخل فرمانا ظاہری حال کی بنا پر ہے
در نہ در حقیقت وہ فقیر ہے ۲۱ یہ جواز اس بنا پر ہے کہ ملک بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھایا جو بڑے
کو صدقہ دیا گیا تھا لہذا جب مسکین سے زکوٰۃ خریدنی یا اُس نے ہدیہ اسے کچھ دے دی، تو اب یہ زکوٰۃ نہ رہی، اس پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہونگے
مگر خیال رہے کہ اس خرید و فروخت میں دھوکہ نہ ہو، رب تعالیٰ نیت جانتا ہے، لہذا صاحب نصاب فقیر سے اپنی زکوٰۃ دھوکے سے سستی نہ خریدے
حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صدقہ کا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فقیر حضرت
ابن عمر کو اس لئے سستا دیتا تھا کہ انہیں کا صدقہ ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں ۳۱ یہ بیعت بیعت اسلام تھی حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو مسلمان کرتے وقت استقامت علی الدین کی بیعت، تو بسکی تقویٰ کی، کسی خاص حکم پر عمل کرنے کی بھی بیعت لی ہے، آجکل عموماً
مشرکوں سے تو یہ یا تقویٰ کی بیعت کی جاتی ہے، بیعت اسلام کا ذکر اس آیت میں ہے اِذَا جَاءُكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُنَكُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ صدقہ سے مراد زکوٰۃ
ہے جیسا کہ آئندہ جواب معلوم ہو رہا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنی صحابہ اپنی زکوٰۃ تین خیرات کو دے جاتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
پر زکوٰۃ فرض نہ تھی، یہاں وہ زکوٰۃ ہی مراد ہیں ۴۱ یعنی رب تعالیٰ نے براہ راست جس قدر تفصیل زکوٰۃ کے مصارف کی فرمائی تھی تفصیل دوسرے احکام کی نہ کی تھی
کہ خود زکوٰۃ و نماز کا اجمالی ذکر ہی فرمایا، نبی کے بیان پر کفایت نہ فرمائی، عدم رضا سے مراد عدم کفایت ہے اس لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے
محبوب و اُن کے سامنے احکام سے راضی ہے، اُن کے غلاموں کے سامنے فرماتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اُن کی شان تو بہت اعلیٰ

عمر بن الخطاب لبنا فاعجبه فسأل الذي سقاه من أين هذا اللبن فآخبره
أنه ورد على ماء قد سماه قاذ انعم من نعم الصدقة وهم يسقون فخلبوا من البانها
فجعلنا في سقاني فهو هذا فادخل عمر يداها فاستقأ رواه مالك والبيهقي في شعب
الإيمان باب لا تحل المسئلة ومن تحل له الفصل الأول ع

حضرت عمر ابن خطاب نے دودھ پیا تو آپ کو پسند آیا تو پلانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لایا ہے اُس نے بتایا کہ وہ ایک
گھاٹ پر گیا جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے جانور تھے وہ پانی پلا رہے تھے اُنہوں نے اُن جانوروں کا دودھ
دو یا تو میں نے اپنے مشکیزہ میں ڈال لیا ہے یہ وہ دودھ ہے تو حضرت عمر نے منہ میں لے لیا اور تھک کر دی سہ مالک
بیہقی شعب الإيمان باب مانگنا کے حلال نہیں اور کے حلال ہے لے پہلی فصل میں روایت ہے

۵۵ ہے اس کا انشاء یہ ہے کہ تم اُن اکٹھ میں سے نہیں ہو، لہذا تم زکوٰۃ نہیں لے سکتے، یہ گفتگو عتابانہ ہوتی ہے، لہذا اس کی وجہ سے یہ نہیں کیا جاتا
کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندر دینی حالات بے خبر ہیں، علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے بچاتے ہو میں تمہیں یہاں
بتا سکتا ہوں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن شدہ مردوں کے متعلق فرمایا یہ چغل خور تھا، یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، خیال ہے
کہ احناف کے ہاں زکوٰۃ تمام مصارف پر تقسیم کرنا ضروری نہیں، صرف ایک مصرف کو بھی دے سکتے ہیں، یہ حدیث احناف کے حلال نہیں لے آپ
باجی ہیں، حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں، بڑے فقیہ عابد تھے، آپ کے درس میں چالیس فقہاء بیٹھتے تھے، سنے کہ حضرت امام زین العابدین رضی
اللہ عنہ آپ کے درس میں شرکت فرماتے تھے (اشعة اللمعات) لے مرقاۃ فرمایا کہ یہ حضرت عمر کی فرست ہے، آپ محسوس فرمایا کہ روزانہ ہم دودھ پیئے تھے
نفس اس قدر خوش نہ ہوتا تھا آج اتنا پسند کیوں کرتا ہے، نفس اس سے اتنا راضی و خوش کیوں ہوا اس میں کچھ راز ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مومن کی فرست درود اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۵۶ یعنی زکوٰۃ کے اونٹ کنوئیں یا گھاٹ پر پانی پینے آتے تھے اُن کا دودھ خیرات کیا گیا میں نے بھی
وہ خیراتی دودھ لے لیا کیونکہ میں فقیر ہوں عرب میں جب جانور پانی پلانے کے لئے جمع ہوتے تھے تو فقراء جمع ہو جاتے تھے جن کو دودھ خیرات کے طور پر دیا جاتا
تھا ۵۷ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاتے کر دینا تقویٰ تھا کہ ہمارے پیٹ میں صدقہ کا دودھ نہ ہے اور وہ جزو بدن نہ بنے اور حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت ہدیہ قبول فرمایا فتویٰ نتیجہ یہ ہوا کہ فقیر کا ہدیہ کیا ہوا مال کھالینا شرعاً جائز ہے نہ کھانا احتیاط ہے
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کو شبہ ہوا کہ شاید دودھ دینے والوں کو دینے کا احتیاط نہ ہو یا یہ لینے والا لینے کا مستحق نہ ہو اس شبہ کی بنا پر آپ نے احتیاط کی ہو
لطیفہ ایک عالم کے بیٹے کو کسی لونڈی نے پنا دودھ پلا دیا، انہوں نے اُس کے حلق میں لنگلی ڈال کر وہ دودھ نکال دیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ دینیہ عورت
کا دودھ میرے بچے کا جزو بدن بنے اور اُس کی طبیعت میں دغا، نہ پیدا ہو، ان جیسی احتیاطوں کی اصل یہ حدیث ہے ۵۸ یہاں مانگنے سے مراد ذلت
و خوارگی کا مانگنا ہے یعنی بھیک مانگنا لہذا باب کا اولاد سے یا آقا کا غلام سے یا اس کے برعکس یا اُن سے کچھ مانگنا جن سے مانگنے میں عار نہ ہو، مطلقاً

قَبِيصَةُ بْنُ مُخَارِقٍ قَالَ تَحَبَّلْتُ حَمَلَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا
فَقَالَ أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَامُرُكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ
إِلَّا لِأَحَدٍ ثَلَاثَةَ رَجُلٍ تَحَبَّلَ حَمَلَةً فَخَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يَمْسِكُ وَرَجُلٌ
أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَا حَتَّى مَالَهُ فَخَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قَوْمًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ
قَالَ سَدَادٌ مِنْ عَيْشٍ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذِي الْحِجْبَى مِنْ قَوْمٍ
لَقَدْ أَصَابَتْ فَلَانًا فَاقَةٌ فَخَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قَوْمًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سَدَادًا

حضرت قبیصہ بن مخارق سے فرمانے پر کہ میں ایک قرض کا ضامن بن گیا تھا اے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے لئے کچھ مانگنے کو حاضر ہوا اے تو حضور نے فرمایا پھر دے دے کہ صدقہ آجائے تو ہم اس کا تہا سے لے حکم دے دیں گے ۳۰ پھر فرمایا قبیصہ تین شخصوں کے سوا کسی کو مانگنا جائز نہیں ایک وہ جو کسی قرض کا ضامن ہو گیا ہو اُسے مانگنا جائز ہے حتیٰ کہ بقدر قرض پائے پھر باز ہے ۳۱ ایک وہ جس پر آفت آجائے جو اس کا مال برباد کر دے اُسے مانگنا حلال ہے ۳۲ حتیٰ کہ زندگانی کا قیام پائے یا فرمایا کہ زندگی کی درستی پائے ۳۳ اور ایک وہ جسے فاقہ پہنچ جائے حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین عقل والے اُٹھ کر کہیں کہ فلاں فاقہ کو پہنچا ہے تو اُسے مانگنا حلال ہے ۳۴ حتیٰ کہ زندگی کا قیام یا زندگی کی درستی پائے

جائز ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت اور انعام الیہ اور اخروی نعمتوں کی بھیک مانگنا بادشاہوں کے لئے فخر و عزت ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت مانگنا ممنوع ہے اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ ہے یا حرام اتنی یہ ہے کہ حرام ہے ضرورت سوال میں بہت تفصیل ہے جو آئندہ آ رہی ہے خیال رہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب اور بے زکوٰۃ لینے کی حرمت کا نصاب اور اگر سوال حرام ہونے کا نصاب کچھ اور ہی ہے جس کے پاس دودقت کھانے کو ہویا کمانے پر قادر ہو وہ بھیک مانگے الا بما ہو جیتی عن ترمذی ۱۰۰ حالہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قریب دیت یا دو سال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں کوئی ان میں صلح کرنے اور دفع شر کے لئے مقرض کا قرض یا مقبول کی دیت اپنے ذمے لے لینے دفع فساد یا صلح کرانے کے لئے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا (ملاقات و لمعات وغیرہ) ۱۰۱ تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کر دوں ۱۰۲ صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو لینے قبیصہ تناؤ وقف کرو کہ زکوٰۃ وصول ہوئے تو اس سے تمہارا ضمانت ادا کر دیا جائیگا ۱۰۳ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگر چہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لئے نہیں بلکہ اُس مقرض فقیہ کے لئے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے ارب تعالیٰ نے زکوٰۃ کے معارف میں نامزد مقررہ مقررہ مقررہ کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہی مقرض ہیں ۱۰۴ یعنی یہ شخص غنی تھا آفت ناگمانی نے مال برباد کر کے اُسے فقیر کر دیا اگرچہ تندرست کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لئے مانگ سکتا ہے جب کچھ گذرا ۱۰۵

بْنِ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْئَلَةِ يَأْكُلُهَا صَبَا سَحْتًا وَآهَ مُسْلِمٍ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ مَوَالَهُمْ
تَكَثَّرَ فَإِنَّمَا يَسْتَلُّ جَبْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لَيْسَتْ تَكْثُرُ رَأْوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مِزْغَةٌ لَحْمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اے قبیحان کے سوا مانگنا حرام ہے کہ مانگنے والا حرام کھاتا ہے اے مسلم! روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگے تو وہ انگارہ مانگتا ہے اب چلب کم کرے یا زیادہ ۲ اے مسلم! روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے میں گوشت کا پارہ نہ ہو گا ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

کے لائق کمانے تو سوال سے باز آجائے ۱۔ سداؤ یا سداؤمین کے فتح سے نیچے ٹکاوٹ و آڑ یا سداؤمین کے کسر سے ہے بمعنی درست و اصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رک کر زندگی درست ہو جائے ہر شخص بھیک مانگ کر مردار جانور کی طرح ہے جس کا زور و جلال ہونا سخت ضرورت پر ہے کہ یہ گواہی کی قید اس کے لئے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا اس پر دوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت و غنا کی پہچان ہر وہ بتا دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے، ان کے وہ عادی تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادتوں کو بدلنے کے لئے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں، مقرض کی نار حنا زہ خورد نہ پڑھی دو مرسے پڑھوادی تاکہ عبرت پکڑیں اور قرض سے الامکان نہ لیں ۲۔ اے خیال ہے کہ عین کا یہ صحر اصفانی ہے حقیقی نہیں، ان تین کے علاوہ در صورتیں بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا، جیسے وہ دست و پا جو کمانے پر قادر نہ ہو وہ طالب علم جس نے اپنے کو طالب علم کے لئے وقف کر دیا ہو اور لوگ تو بہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہوں، اترقات نے فرمایا کہ خالق ہوں کے وہ مجاہد جنہوں نے اپنے کو ریاضت و مجاہدات کے لئے حقیقی معنی میں وقف کر دیا ہو، ان کے لئے ان ہی میں کا ایک سوال کر سکتا ہے، روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے، مگر خیال رہے کہ رب تعالیٰ نیت سے خبردار ہے مانگنے کے لئے صوفی نہ بن جائے ۳۔ یعنی بلا سخت ضرورت بھیک مانگے بقدر حاجت مال رکھتا ہو زیادتی کے لئے مانگتا پھرے وہ گویا دوزخ کے انگارے جمع کر رہا ہے چونکہ یہ مال دوزخ میں جلنے کا سبب ہے اسی لئے اسے انگارہ فرمایا: اس حدیث سے آج کل کے نام پیشہ در بھکاریوں کو عبرت لینی چاہیے: حال ہی میں راولپنڈی میں ایک بھکاری نے مترکہ مکان کے نیلام میں ۵۴ ہزار روپے کی بولی دیکر مکان خریدا، بھیک ہی مانگتا تھا، افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں بھیک مانگنے کا مرض بہت زیادہ ہے، اس گناہ میں وہ بھی شریک ہیں جو ان موٹے مشنڈروں پیشہ در بھکاریوں کو بھیک دیتے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوا فِي الْمَسْكَةِ قَوْلَ اللَّهِ لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُهُ
مَسْئَلَتِي مِنْ شَيْءٍ وَأَنَا لَكَ كَارِيَةٌ فَيُبَارَكَ لَكَ فِيهَا أَعْطَيْتُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ
الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ
فَيَأْتِيَ بِحَرْفَةٍ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا فَيَكْفُ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ
النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگنے میں زاری (خند نہ کرو) لے اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے اس کا مانگنا
مجھ سے کچھ نکلے حالانکہ میں ناخوش ہوں تو اسے میرے عطیہ میں برکت دی جائے (مسلم) روایت حضرت زبیر ابن عوام سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی رستی بے پھرانی پیٹھ پر رکھو یا گٹھالاکے اسے بیچے جس اللہ کی
عزت بجائے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے لوگ سے دیں یا نہ دیں (بخاری) روایت حضرت حکیم بن حزام سے کہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ

پس ۳ یعنی پیشہ ور بھکاری اور بے ضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کے چہرے میں مرن ہڈی اور کھال ہوگی گوشت
کا نام نہ ہوگا جس سے محسوس ہونے لیں گے کہ یہ بھکاری تھا، یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر نزلت و خوار کے آثار ہوں گے، جیسے دنیا میں بھی
بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا، لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ مسائل بے خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں دے تباہ
امت محمدی کی پر وہ پوشی فرمایا، اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کریگا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا کھلا تھا جس
پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے عیوب و سر امتوں پر ظاہر نہ کریگا، بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہوگا، لہذا احقر
میں تعارض نہیں، مرقات میں اس جگہ ہے کہ امام احمد بن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے الہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے
منہ کو دوسرے مانگنے کی لعنت سے بچا: ۱۔ یہ سوال پڑا نہ جادو کے سامنے والا دینا نہ چاہے اور تم بغیرے ملنا نہ چاہو، مانگنا ایک عیب اور اس پر آڈنا اس
گنا عیب، رب فرماتا ہے لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَاقًا ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر تو اپنا فرمایا مگر قانون کلی فرمایا کہ جو بھکاری بھی صلی اللہ
سے بھیک وصول کرے، دینے والا دینا نہ چاہے، تو اس بھیک میں سخت بے برکتی ہوگی: امام غزالی فرماتے ہیں جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے
کہ دینے والا محض شرم و مذمت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہ چاہتا تھا، تو یہ مال بھکاری کے لیے حرام ہے: خیال رہے
کہ بھکاری کی ضد اور بے چندہ کرنے والوں کا لحاظ کچھ اور، ضد حرام ہے لحاظ یہ حکم نہیں، آج مسجدوں مدرسوں کے چندوں میں عموماً دیکھا گیا ہے
کہ شہر کا بڑا مغرور مالدار آدمی زیادہ وصول کر سکتا ہے، پھر اپنے لئے مانگنے اور دینی کاموں کے لیے چندہ کرنے کے احکام میں بھی فرق ہے: ۳۔
غلام یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لئے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے، اس سے عزت نہیں جاتی، مگر بھیک مانگنا
بڑا جس سے عزت جاتی رہتی ہے، برکت ہوتی نہیں اس میں اشارة فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو سخت مشقت کرنے

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ لِي يَا حَكِيمُ إِنَّ
هَذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلُوفَيْنِ أَخَذَكَ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَكَ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ
نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكَ لَهُ فِيهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى

صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا حضور نے دیا میں نے پھر مانگا حضور نے مجھے اور دیا اے پھر مجھ سے فرمایا اے حکیم یہ مال خوش نما خوش ذائقہ
ہے اے جو اسے دلی لاپرواہی سے لے گا اسے اس مال میں برکت ہوگی اور جو اسے نفسانی طمع سے لے گا اُسے برکت نہ ہوگی اے
اور وہ اس کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو سکے اور پروالا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے ۵۵

میں شرم نہ کرے کیونکہ یہ سنت انبیاء ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں، بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ
بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی مفتیں کرتے ہیں، اگر مزدوری کریں یا چھڑی فروخت کریں، تو ان پر محنت بھی کم پڑے اور آبرو سے بھی کھائیں اس حدیث
سے اشارہ یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خورد و درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کر کے کاٹ لے وہ اس کا مالک ہو جائیگا، جیسے جنگلی شکار یا عام کنوؤں کا پانی، کیونکہ اگر
یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا چھینا جائز کیونکہ ہوتا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو خیر کیوں مرقعے شعر

بدست آپ کے تعلقہ کردن خمیر بہ اند دست بر سینہ پیش امیر

۷۴ آپ صحابی ہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں، آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی، ایک سو بیس سال عمر پائی، ساٹھ سال جاہلیت میں گزے
ساٹھ سال اسلام میں (اشعة الممعات) اے پیسے عرض کیا جا چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مانگنے کو عیب نہ سمجھتے تھے بلا ضرورت بھی دست
سوال دراز کر دیتے تھے، تو مسلم حضرات اسی عادت کے مطابق اولاً مانگتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر انہیں دے کر سوال سے منع فرماتے تھے، اعلیٰ
حضرات مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گیا کہ آپ مسجد بھکاری کو پیسے دیتے، پھر مسجد میں مانگنے سے منع کرتے، شاید آپ کے عمل کا ماخذ یہ
حدیث ہو: ۷۵ سُحْنُ الشَّرِّ كَيْفَ بَلَغَ كَلَامُ هُوَ خَوْشٌ نَابِزٌ سِرٌّ هُوَ قَتْلُ نَفْسٍ نَبِيٍّ هُوَ قَتْلُ نَفْسٍ نَبِيٍّ هُوَ قَتْلُ نَفْسٍ نَبِيٍّ هُوَ قَتْلُ نَفْسٍ نَبِيٍّ
لکھتے دیتا ہے اسی طرح مال سے نہ آنکھ بھرے نہ دل لیکن ہوس کا انجام بڑا ۷۶ لاپرواہی سے مراد طمع اور ہوس کا مقابل ہے، یعنی جو مال
لے تو لیکن مبرق قناعت کے ساتھ کہ ناجائز کی طرف نظر نہ اٹھائے اور جائز مال کا بھی ہوس نہ ہو تو اگرچہ اس کے پاس مال تھوڑا ہو مگر برکت ہوگی، کیونکہ اس
میں اللہ رسول کی رضا شامل ہوگی خیال ہے کہ مال کی زیادتی اور بے برکت کچھ اور، زیادتی مال کبھی ہلاک کر دیتی ہے، مگر برکت مال دین و دنیا میں رب
کی رحمت ہوتی ہے برکت والا تھوڑا پانی پیاس بجھا دیتا ہے، بہت سا پانی ڈبو دیتا ہے دیکھو طاوت کے جن ساتھیوں نے ہر سے ایک
چلو پانی پر قناعت کی، وہ کامیاب رہے اور بہت سا پینے والے ماسے گئے، کیونکہ چلو میں برکت تھی اور اس میں محض کثرت ۷۷
جورع البقر بیماری والا کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور استقاء والا پانی سے، ان دونوں کی یہ جھوک اور پیاس کبھی ہلاکت کا باعث
ہو جاتی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی ہوس کو جورع البقر قرار دیا ۷۸ اور والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے
سے مانگ کر لینے والا، خواہ دیتے والا زمانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کر کے ہی اٹھائے، مگر پھر بھی دینے

قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرِزَاءُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى
أُفَارِقَ الدُّنْيَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ
عَلَى الْمَنَبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ أَلَيْدًا الْعَلِيَّا خَيْرٌ مِنَ أَلَيْدِ السُّفْلَى
هِيَ السَّائِلَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ إِنَّ أُنَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ

حضرت حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں آپ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگوں گا
جسے کہ دنیا چھوڑ دوں اے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا جبکہ آپ صدقہ
کا اور مانگنے سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے کہ آپ دنیا چھوڑنے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور دنیا ہاتھ دینے والا ہے اور دنیا
ہاتھ مانگنے والا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ کچھ انصاری لوگوں نے

دالا ہی اونچا ہے، یہاں بیٹے اور لینے سے مراد بھیک دنیا اور لینا ہے اولاد کا ماں باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ
پیش کرنا، انصار کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بتیں اور زینہ جان کے
تسے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کردار ولی حقدار نہ سوا اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقیر سے
بہتر ہے، اور غنی شاکر، فقیر صابر سے افضل، مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی
دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے
بھکاری، تب تو سمجھان اللہ بہت لطف کی بات ہے اے بعد کے بیٹے سوا بہت ہی مناسب ہیں جو شیخ نے اختیار کئے یعنی آپ سے تو جیسے جی قبریں حشر میں
میں مانگنا ہی رہو نگا کیوں نہ مانگوں میں بھکاری آپ داتا، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ أَعْنَى
اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَوْ فَرَغْتَ وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَوْهُ عَنْ سَأَلِهِ إِنَّهُ كَانَ مُغْنِيًا عَنْكَ إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُ ہاں آپ کے سوا کسی سے نہ مانگوں گا شعر

اُن کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کیوں
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

اگر قیامت میں ساری خلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم نے یہ وعدہ ایسا پورا کیا کہ اگر گھوڑے سے آپ کا کوڑا اگر جاتا تو خود
اُتر کر لیتے کسی سے مانگتے نہیں، خیال ہے کہ اگر وہ دُعا سے بنا بیٹے کم کرنا چاہے تو مانگنے سے مانگنے والے کی عزت گھٹ جاتی ہے اور دینے والے کا کچھ مال بھی کم ہوتا
ہے، اس لئے اسے رزق فرمایا ہے یعنی مالداروں کو صدقہ دینے کی رغبت دے رہے تھے اور فقروں کو صبر اور مانگنے سے باز رہنے کا حکم دے رہے تھے ۱۳ الحمد للہ
اس حدیث نے فقیرانہ گزشتہ شرح کی تائید فرمادی یعنی بھکاری دینے والے سے نیچا ہے، ہر لینے والا نیچا نہیں، بہت مرتبہ دینے والا خادم ہوتا ہے لینے والا مخدوم، جسکی
متاثر بھی عرض کی جا چکیں بخیر یہ ہے کہ فقیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے نہ کہ سیدنا ابن عمر کی جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، مزارات نے یہاں فرمایا کہ بھکاری
سے مفضل ہوا کہ وہ اس مانگنے سے اکل یعنی ہے، اور سخی اسے افضل ہوا کہ وہ مائل بفقیر ہے یعنی فقیر مال لے رہا ہے اور سخی مال دیکر کم کر رہا

سَالُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَالُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفَدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدْخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَسْتَعِظْ يَغْفِرَ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَعِظْ يَغْنَبِ اللَّهُ وَمَنْ يَتَصَدَّقْ يَصِدِّقَهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّدَقَاتِ عَلَيْهِ وَعَنْ مُرَّيْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيَنِ الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ خُذْهُ فَمَوْلَاهُ وَتَصَدَّقْ بِهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا حضور نے انہیں دیا پھر مانگنا حضور نے پھر دیا حتیٰ کہ جو آپ کے پاس تھا ختم ہو گیا پھر فرمایا جو کچھ مال میرا ہے وہ تم سے ہرگز بچا نہ رکھو مانگنا جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے سچا مانگا اور جو غنا چاہے گا اللہ اسے غنا دیگا اور جو بھوکا ہو گا اللہ اسے کھانا دے گا اور جو مسکین کو کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہ ملے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دینا چاہتے تو میں عرض کرتا کہ یہ مجھ سے زیادہ محتاج مندا کو عطا فرمائیے لہٰذا تو آپ فرماتے یہ نے لوئے مال بنا لا سکو صدقہ کرو

بے لہذا اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ غنی سے فقر افضل ہے ظاہر ہے کہ یہ مانگنا بلا ضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے ضرورت مانگنے والوں کو تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اور دل سے بھی دلاتے تھے ۲ یعنی وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر پھر مسکرتا یا اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے خیال رہے کہ جس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہو کر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہؓ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو ان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھائے، پھر جب تولے تولتے ہی کھتے مگر تولنے سے ختم ہو گئے حضرت طلحہ کے ہاں ساٹھ چار سو تھوڑی روٹی ریسنگڑوں آدمیوں کی دعوت فرمادی جیسا کہ باب المعجزات میں آئیگا، لہٰذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے یاد کے رنگ مختلف ہیں جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے اور اگر کوئی ناخوش کر کے لے تو اس میں برکت نہیں ۳ خیرے مراد مال ہے، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مال حلال ہی لیتے تھے، اس لئے اسے خیر فرمایا، اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مال جمع نہ کیا اور تبدلات کچھ دراصلہ چھوڑا جو بارغ وغیرہ تھے وہ سب مسلمانوں پر وقف ہے ۴ یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے اَنَا عِنْدَ طَلْحِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ جَحْشٍ یُنِیْ رَبُّ قَعَائِیَ فَرَمَاتُہِ کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا طور آخرت میں تو ہو گا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہو امر جائے تو انشاء اللہ اسے معافی ہی ملے گی اکثر دنیا میں بھی ہو جاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا کے بھر دے پر پورا ارادہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے ان سے بچا ہی لیتا ہے اور جو یہ کوشش کرے کہ دینا والوں سے لا پرواہ رہوں تو بہت حد تک اللہ تعالیٰ اسے لا پرواہ ہی رکھتا ہے، مگر یہ فقط زبانی دعوت نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول ہے، خرچ درمیا نہ رکھے، گلچیرے نہ اٹھائے اللہ رسول پتے ہیں ان کے وعدے حق، غلطی ہم کر جاتے ہیں ۵ یعنی رب تعالیٰ کی عطاؤں میں سے بہترین اور بہت گنجائش والی عطا صبر

فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْبَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَقَالَ فَلَا تَتَّبِعْ نَفْسَكَ
مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلُ كدُّ وَحَرْيْكَدُ حَرْبِ الرَّجُلِ وَجَهَةٌ فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى
وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ إِلَّا أَنْ يُسْأَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بَدَأَ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

تمہیں جو مال بغیر مانگے ملے اُسے لے لیا کرو اور جو نہ ملے اُس کے پیچھے اپنے کو نہ لگاؤ۔ (مسلم بخاری تفسیری فصل روایت
ہے حضرت سمروہ ابن جندبؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سوال کھرو نہ چنے ہیں جن سے آدمی اپنا منہ کھرتا ہے
تو جو چاہے اپنے منہ پر یہ کھرو نہ چنے رکھے اور جو چاہے اس نیچے سے مگر یہ کہ آدمی حکومت والے سے کچھ مانگے یا ایسی چیز کے بغیر چارہ نہ پائے
۱۷۰ ابو داؤد، ترمذی، نسائی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا اَلصَّبْرُ وَالْعَلْوُ اور صابر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی
بڑی شقیں برداشت کر لیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کر لیتا ہے، رب تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا
ہم نے انہیں بندہ صابر پایا، صبری کی برکت سے حضرت حنین علیہ السلام سید الشہداء ہوئے ۱۷۱ صحت پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تاثیر تھی کہ حضرت
عمرؓ صرف غنی نہیں بلکہ غنی تر و غنی تر ہو گئے مانگنا تو کیا بغیر مانگے آتی ہوئی چیز میں بھی اشارہ ہی کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اپنے
دور خلافت میں جب فارس اور روم کے خزانے مدینہ میں لاتے ہیں، تو اس وقت بھی خود ایک قمیض ہی دھو دھو کر پہنتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۷۲
۱۷۳ سُبْحَانَ اللَّهِ کی مثال تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ جو بغیر مانگے اور بغیر طمع کے ملے وہ رب تعالیٰ کا عطیہ ہے اسے نہ لینا گویا اس عطیہ کی بی قدری ہے
دینا داروں سے استغفار اچھا اور اللہ در رسول کا ہمیشہ محتاج رہنا اچھا، مشائخ کرام معمولی نذرانہ بھی قبول کر لیتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث
ہے اِپھر کیا خوب فرمایا کہ تم خود لے کر صدقہ کرو تاکہ تمہیں لینے کا بھی ثواب ملے اور دینے کا بھی حکایت، حضرت بنان حمالی کا پیشہ کرتے تھے
ایک بار امام احمد ابن حنبل کا کچھ سامان اُجرت پر گھر پہنچایا وہاں تنویر سے روٹیاں نکلتی دیکھیں، امام احمد نے اپنے بیٹے سے کہا کہ دو روٹیاں بنان کو
بھی دے دو، بنان نے انکار کر دیا، جب چلے گئے تو امام نے پھر وہ روٹیاں اُن کے پاس بھیجیں، بنان نے قبول کر لیں، کسی نے امام احمد
سے بنان کے اس رویہ کی وجہ پوچھی کہ انہوں نے پہلے کیوں نہ لیں پھر کیوں لے لیں امام نے فرمایا کہ وہ درستی ہے پہلے ان کے نفس میں استغفار پیدا
ہو چکا تھا نہ لیں، لوٹ جانے کے بعد یاروں سے ہو گئے تھے پھر لے لیں اور آپ نے یہی حدیث پڑھی (مرقات) ۱۷۴ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے
شاگردوں میں سے بڑے شاگرد ابن سیرین اور امام شعبی ہیں لغوی میں قیام رہا ۱۷۵ میں وہیں وصال ہوا ۱۷۶ منہ کے کھرو نہ چوں سے مراد
ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دوسرے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دوسرے پہچاننا جاتا ہے اس کے چہرے پر نہ دلق ہوتی ہے نہ وقار

اللہ علیہ وسلم من سأل الناس وله ما يغنيه جاء يوم القيمة ومسئلته في وجهه حموش أو خدوش أو كد وحرقيل يا رسول الله وما يغنيه قال خمسون درهما أو قيمتها من الذهب نعاہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه والدارمی، وعن سهل بن الحنظلیة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سأل وعنده ما يغنيه فائماً

علیہ وسلم نے کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اسکے پاس بقدر دفع حاجت ہے اے تو قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اسکے سوال اسکے چہرے میں کھر وچن یا خارش یا زخم ہونگے ۲۰ عرض کیا گیا یا رسول اللہ قدر غنا کیا ہے فرمایا پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا ۲۱ ابوداؤد ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اورایت حضرت سهل بن حنظلہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مانگے حالانکہ اسکے پاس بقدر غنا ہو تو وہ

بلکہ آثار ذلت قیامت میں بھی اس پر ہونگے، جیسا پہلے حدیث شریف میں آچکا ہے ۲۲ یعنی یہ دو سوال جائز ہیں، مستحق کا حکم وقت سے اپنا وظیفہ مفرد کرنا کہ یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے، دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعاً اسے مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر رچ فرض ہو اور بلا وجہ رچ نہ کرے، پھر غریب ہو جائے، تو اس پر واجب کھج کا خرچ مانگے اور رچ کو جائے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکالے، جب مجبوراً بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لئے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے (مرقات) ۱۰ یعنی اُس کے پاس روزمرہ کی ضروریات کھانا کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں، لہذا یہ حدیث گذشتہ اُس حدیث کلمات نہیں جہاں بقا کہ ضامن بن جانے والا سوال کر سکتا ہے کہ ضامن نے اُسے سوال کی ضرورت ڈال دی ۲۳ ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں ہی الفاظ آد کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہیں، راوی کا شک نہیں اور ان تینوں کے الگ الگ معنی ہیں، ہر دو کلمات میں پہلے سے ترقی زیادہ ہے، جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کر دیا، چونکہ بے ضرورت بھکاری تین قسم کے تھے معمولی کبھی کبھی مانگ لینے والے، اور ہمیشہ کے بھکاری، ضدی دہٹ دھرم بھکاری، اسی لئے اُن کے چہروں کے آثار بھی تین طرح کے ہوئے جیسی بھیک ویسا اُس کا اثر لہذا اُو تقسیم کے لئے کئے گئے نہیں ۲۴ خیال ہے کہ جس نصاب سوال حرام ہوتا ہے اُس کی مقداریں مختلف آتی ہیں، یہاں تو پچاس درہم یعنی قریباً ساڑھے بارہ روپے ارشاد ہوئے، دوسری روایت میں ایک ادقید ارشاد ہوا یعنی چالیس درہم تقریباً دس روپے، تیسری روایت میں دن رات کا کھانا ارشاد ہوا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، لہذا بعض شارحین نے ان دونوں حدیثوں کو دن رات کے کھانے والی حدیث سے منسوخ مانا، لیکن چونکہ ہر شخص کی حاجت مختلف ہوتی ہے؛ بڑے کنبے والے کا روزانہ خرچ زیادہ ہوتا ہے درمیانہ کنبے والے کا درمیانہ، اور اکیلے آدمی کا خرچ بھی بہت معمولی، سرکار کے یہ تین ارشاد میں قسم کے لوگوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا موقعہ درجیسا مسئلہ پوچھنے والا ویسا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب حکیم کی ہر بات حکمت سے ہوتی ہے، لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اور ممکن ہے کہ حرمت سوال کا حکم تدریجاً آہستگی سے وارد ہوا ہو، اولاً پچاس درہم والوں کو روکا گیا، پھر چالیس والوں کو آخر میں دن رات کے کھانے پر قدرت رکھنے والے کو، جیسے شراب کی حرمت کا حال ہوا، کیونکہ اہل عرب سوال کے عادی تھے، ایک دم سوال چھوڑنے کے

يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ قَالَ الْتَفِيلُ وَهُوَ أَحَدُ رَوَاتِهِ فِي مَوْضِعٍ آخِرُ مَا الْغَنَى الَّذِي لَا
يَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْئَلَةُ قَالَ قَدَرًا يَغْدِي وَيُعَشِّي وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخِرٍ أَنْ يَكُونَ لَهُ
شَبَعٌ يَوْمَ أُولِيئِكَ وَيَوْمَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ أَوْقِيَةٌ أَوْ عِدْلُهَا
فَقَدْ سَأَلَ الْحَافِرَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ حُبَشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ لَغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مَرَّةٍ سِوَى إِلَّا
لِذِي فَقْرٍ مُدَقِّعٍ أَوْ غَزْمٍ مُفْطِحٍ وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ قَالَ كَانَ خَمُوشًا فِي

آگ بڑھانا ہے لے نفیل نے فرمایا جو دوسری جگہ اس حدیث کے ایک راوی ہیں لے وہ غنا کیا ہے جس کے ہوئے سوال مناسب نہیں
فرمایا اس قدر کہ صبح شام کھائے اور دوسری جگہ فرمایا کہ اس کے پاس ایک دن یا ایک دن ورت کی سیری ہو لے ابو داؤد روایت حضرت
عطاء بن یسار سے وہ بنی اسد کے ایک شخص سے راوی لے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں جو مانگے حالانکہ اس کے پاس ایک
اوقیہ یا اس کے برابر ہو تو وہ زاری سے مانگتا ہے لے مالک، ابو داؤد، نسائی، روایت ہے حضرت حبشی بن جابر سے لے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو غنی کو سوال جائز ہے نہ درست اعضاء والے کو مگر نہ میں سے ملے ہوئے فقیر یا رسول اللہ والے
مقرض کو کہ اور جو لوگوں سے مال بڑھانے کے لئے مانگے تو یہ سوال

چھوڑ نہ سکتے تھے اس لئے یہ ترتیب برتی گئی لے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بلا ضرورت سوال حرام ہے کیونکہ خصوصیت سے سخت عذاب کی دعوہ دارد
ہوئی، آگ بڑھانے سے مراد آگ کی تیزی، بھرمک، شعلہ بڑھانا ہے لے نفیل کا نام عبداللہ بن محمد ہے ابو داؤد مسیحستانی کے استاد ہیں، نفیل ان کے کسی
داؤد کا نام ہے۔ لے اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ دن رات کی خوراک کی حد ہر شخص کے لئے جدا گانہ ہے، بڑے کنبہ والے کے لئے زیادہ مال ہے درمیانے کے لئے
درمیانہ، ایک وادیوں کے لئے معمولی، یہاں غلام آفت زدہ مستثنیٰ ہے، مقرض، ضامن یا جس کا مال ہلاک ہو گیا اس کے لئے سوال جائز ہے اگرچہ دن رات کھانے
کا مالک ہو لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں خیال ہے کہ یہ مانگنے کا ذکر ہے، رہا نہ کوہ لینا اس کے متعلق یہاں مرقعات فرمایا کہ فقیر اپنے اور اپنے بال بچوں
کے ایک سال کا خرچ زکوٰۃ سے جمع کر سکتا ہے خرچ سے مراد کھانا اور کپڑا دونوں ہی ہیں لے عطاء بن یسار تابعی ہیں اور ان کے شیخ جن کا انہوں نے نام
نہ دیا صرف یہ کہدیا کہ بنی اسد کے ایک صاحب وہ صحابی ہیں جو کچھ صحابہ سے ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں، اس لئے ان کا نام یا حال معلوم نہ ہونا حدیث
کی صحبت کے لئے مضر نہیں، نہ ایسے صحابی کو مجبور کہا جاسکتا ہے نہ حدیث کو (مرقات) لے لے یہ قرآن شریف میں جو وارد ہوا لَا تَسْأَلُونَ
النَّاسَ الْحَقَّاسِ الْحَقَّاسِ اس الحاف میں بے ضرورت مانگنا بھی داخل ہے، اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس تعین کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض
کی جا چکی ہے لے ان کی کنبت ابوالجہوب ہے قبیلہ بنی بکر ابن ہوازن سے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجتہ الوداع میں دیکھا

وَجَرَّاهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَرِضْفَايَا كُلُّهُ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ رَوَاهُ
الترمذیُّ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ
فَقَالَ أَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ فَقَالَ بَلَى جِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضُهُ وَنَبْطُ بَعْضُهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ
فِيهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ إِنِّي بِهَا فَاتَاهُ بِهَا فَأَخَذَ هُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ
وَقَالَ مَنْ كَيْشْتَرِي هَذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا أَخُذُهُمَا بِدِرْهِمٍ قَالَ مَنْ يَزِيدُ عَلَيَّ دِرْهِمٍ

قیامت کے دن اُسکے چہرے کے کھرہ پنچے ہوں گے اور دونوں رخ کے انگارے جسے وہ کھائے گا اب جو چاہے وہ کم کرے جو چاہے بڑھائے لے
(ترمذی) روایت ہے حضرت انسؓ کہ ایک انصاری شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مانگنے کے لئے آیا لے آپ نے فرمایا
کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ہے عرض کیا ہاں ایک ماٹ ہے جو ہم کچھ بچھالیتے ہیں کچھ اڑھ لیتے ہیں لے اور ایک پیالہ جس میں پانی
پیتے ہیں فرمایا وہ دونوں ہمارے پاس لے آؤ وہ یہ دونوں چیزیں حاضر لائے انہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور
فرمایا یہ کون خریدتا ہے ۵۰ ایک شخص نے کہا ایک درہم میں میں لیتا ہوں آپ نے دو یا تین بار فرمایا ایک درہم سے

آپ کا شمار اہل کوثر میں ہے کہ یہ استفتاء صحیح الاعضاء سے ہے یعنی تندرست آدمی ان دونوں صورتوں میں مانگ سکتا ہے، ایک سخت فقیہی جواب سے
خاک نشین بنادے جس کے نہ وہ کہیں کاروبار کر کے نہ کمانے کے لئے سفر و بقاء فرماتا ہے اَوْضَحْ كَيْفًا ذَا مَقْرَبَةٍ يَا أَيُّهَا مَقْرُوفٌ جِسْمَكَ قَرَفُوا اس کے آبرو کے
درپے ہو گئے ہوں اور اگرچہ تندرست ہے مگر ان مصیبتوں کے دفعیہ کے لئے مانگ سکتا ہے لے یہ آخری حوالہ اختیار دینے کے لئے نہیں بلکہ اظہار غصہ کے لئے
ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ ۚ وَرِضْفَايَا كُلُّهُ مِنْ جَهَنَّمَ ۚ جِسْمُكَ قَرَفُوا اس کے آبرو کے
جاتا ہے ۲ حضور انور ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض و سوال میں گھرے ہوئے تھے، چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں
جائدادیں، مال، مکان وغیرہ گرو پڑے تھے، سوال کر لینے کا عام رواج تھا، کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب و نادار تھے اسی سلسلہ میں یہ حضرات نبی کریم
ﷺ کے بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے ۳ سبحان اللہ یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا، یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور ﷺ اللہ علیہ وسلم
اُسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کر دیتا، حضور انور ﷺ اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے اُسکی بلکاسکی نسل کی زندگی سنبھال دی
فقیر کو دے دینا آسان مگر اُسکی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے، تجربہ ہے کہ پیادہ ڈھادینا اور دیبا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی قوم کو سنبھال دینا
مشکل، حضور انور ﷺ اللہ علیہ وسلم نے کیا ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیے جس کی مثال نہیں ملتی، ۴ جس طرح کے کمرے ماٹ کو بھی کہتے ہیں اور موٹے
کیل کو بھی جو اونٹ کی پیٹھ پر پالان کے نیچے ڈالا جاتا ہے، یہاں دونوں معنی کا احتمال ہے بھلا غریبی کی حد ہو گئی، کہ اس لشر کے بندے کے سارے گھر
میں گل کائنات یہ دو چیزیں ہیں، حالت یکہ ایک ہی کھل کو آدھا بچھا کر خود جیوی پتے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا یہ سب اڑھ لیتے جیسا کہ تبسط کے جمع
مشکم سے معلوم ہو رہا ہے حضور انور ﷺ اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں کو سخت تلج کا مالک بنالیا ہے ۵ اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سرکار اس مسکین سے ہی فرماتے کہ یہ دونوں

مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ أَنَا أَخَذُهَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهَا آيَاةً فَأَخَذَ الدَّارِهُمَيْنِ
فَأَعْطَاهَا الْإِنصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِأَحَدِهَا طَعَامًا فَأَنْبِذْهُ إِلَى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْآخِرِ
قَدُومًا فَأَتَيْتَنِي بِهِ فَأَتَاهُ بِهِ فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِبَيْدِهِ ثُمَّ
قَالَ إِذْهَبْ فَأَحْطَبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيْتَكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يُحْتَطِبُ

زیادہ کون دیتا ہے اے ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں آپ فرمایا یہ دونوں چیزیں انہیں دے دو لے جا دو درہم
اُن انصاری کو دیے اور فرمایا ان میں سے ایک کاغذ خرید کر اپنے گھر میں ڈال دے اور دوسرے کی کھڑی خرید کر میرے پاس لائے وہ حضور
کے پاس کھڑی لائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس اس میں دستہ والا لکھ پھر فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور
اب میں تمہیں پندرہ دن نہ دیکھوں گے پھر وہ صاحب لکڑیاں کاٹے

بیچ کر کھڑی خرید جس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اپنا کام چلاؤ، مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے
ظاہر ہوتی اس معلوم ہوا کہ صرف کدینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی، اس کے لئے کچھ کر کے بھی دکھانا پڑتا ہے، مبتلین قوی تبلیغ پر
کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں: اے اس نیلام کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع من یزید کہتے ہیں، اور نیلام میں بار بار بولی مانگنا
بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت ثابت ہیں لے خیال ہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاد پر بھاد چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت
مراد ہے جہاں تاجر و خریدار راضی ہو چکے ہوں اور یہ چڑھا کر ان کا بھاد بگاڑ دے، یہاں یہ صورت نہیں، یہاں تو تاجر خود بھاد چڑھانے کا مطالبہ
کر رہا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اس حدیث سے بیع معاطات (جسے بیع تعاطی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب قبول
نہ کرنا صرف لین دین سے بیع کر دینا جیسا آجکل عام طور پر ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہ اس ایجاب کو یا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کر
بیع کر دی ۳۰ یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو دے تاکہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھائے، اور دوسرے درہم کی کھڑی
خرید کر مجھے دے جا اور روٹی کھا کر بھر آنا، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کرادو، دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑی صرف مرد کو دی اور کھڑیاں
ایک عورت و مرد میں تقسیم نہ فرمائیں، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو روٹیوں کی کمائی کرنے کے لئے بی بی، ایم، اے کے رتبے ہیں اور جو ضروری مسائل روٹیوں
کو سیکھنا فرض ہیں اُن سے بالکل بے خبر ہیں: اے اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاغذ شروع کرایا جائے اس کی کچھ مدد
امداد بھی کی جائے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ مدد فرمائی، کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے
کی عادت نہ بچھوٹتی، اب اُسے عبرت ہوگئی کہ جب سرکار خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں ۵۰ اس سے
دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کر لے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ اسے بیچ

وَيَبِيعُ فِجَاءً وَقَدْ أَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَحْيِيَ الْمَسْئِلَةَ تَكْتَرُ فِي
وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ الْمَسْئِلَةَ لَا تَصِلُ إِلَّا لِثَلَاثَةِ لِذَى فَقَرْنُ مَا قَرِ أَوْلَ ذَى عَزَمَ
مُفْطِحِ أَوْلَ ذَى دِمٍ مَوْجِعِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ إِلَى قَوْلِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ
فَانْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللَّهِ أَوْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَالْغَنَاءُ زَمًا مَوْتٍ

اور بیچے۔ بے پھر حاضر ہوئے اور دس درہم کما چکے تھے اس نے کچھ درہموں سے کپڑا اور کچھ سے غلہ خریدا اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ اسے لئے یہ اس سے بہتر ہے کہ سوالات قیامت کے دن تمہارے مزید داغ بن کر آئیں لہٰذا تین شخصوں کو سوا کسی کو سوال جائز نہیں مگر برہنہ فقیر یا سوا کن قرض یا تکلیف وہ خون سے لے (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے یوم القیامت تک روایت کی روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے فاقہ پہنچے وہ اسے لوگوں پر پیش کرے تو اس کا فاقہ بند نہ ہوگا لے اور جو اسے اللہ پر پیش کرے اسے بہت جلد غنی کروں گا یا فوری موت سے

بھی سکتا ہے، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی مالک احکام ہیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ان پندرہ دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرمادی، حتیٰ کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا وہ بھی اس کے لئے معاف رہا، اسی دوران میں سے مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہو گیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا تجھ کو میں دیکھوں نہیں باب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے، تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے، انہوں نے اس زمانہ میں دن کی نماز جنگل میں اور رات کی گھر پر عین لے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت پندرہ دن تک مسجد میں قطعاً حاضر نہ ہوئے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لئے بھی کبھی آئے ہوتے، تو اس کا ضرور یہاں ذکر ہوتا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے روزانہ کا حساب پوچھتے، یہ ان کی خصوصیت ہے۔ اس سے ہے اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کرے لے لینے حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے، افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو بھول گئے مسلمانوں میں صدمہ ہا خاندان پیشہ ور بیکاری ہیں لے تکلیف وہ فقیری میں فاقہ اور فقر کی معذوری لینے بے دست و پا مونا دونوں شامل ہیں اور سوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرضخواہ مہلت نہ دے، مقرض کی آبروریزی پر تیار ہو، تکلیف وہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا جس کی دیت اس پر لازم ہوگی، اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل ذابت، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کر سکتے ہیں: خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لئے ہیں زکوٰۃ لینے کے لئے نہیں لے لینے اپنی غریبی کی شکایت لوگوں کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کر دے، تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی جس میں

عَاجِلٍ أَوْ غَنِيٍّ أَجَلَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۖ الْفَصْلُ الثَّالِثُ ۖ عَنْ
ابْنِ الْفَرَّاسِيِّ أَنَّ الْفَرَّاسِيَّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُ بِرَسُولِ
اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَإِنْ كُنْتُ لَا بُدَّ فَسَلِ الصَّالِحِينَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ ۖ وَعَنْ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَ
أَوَيْتُهَا إِلَيْهِ أَصْرِي بِعَمَلَةٍ فَقُلْتُ إِنَّمَا عَمَلْتُ لِلَّهِ وَأَجْرِي عَلَى اللَّهِ قَالَ خُذْ مَا أُعْطِيتَ

یا آئندہ غنا سے لے (ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے ابن فراسی لے سے کہ فراسی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مانگ سکتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اگر مانگنا پڑ جائے تو نیکیوں سے مانگو لے (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن ساعدی لے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے صدقہ پر عامل بنایا لے جب میں اسے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کر دیا تو مجھے اجرت کا حکم دیا میں عرض کیا کہ میں نے اللہ کے کام کیا ہے میری اجرت اللہ ہی سے لے فرمایا تو تمہیں دیا جائے وہ لے لو

برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیری رہیگا۔ لے یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے، تو رب تعالیٰ اسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس نصیب میں دولت مند ہی نہیں ہے تو اسے ایمان پر موت نصیب کر کے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیگا اور اگر دولت مند نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرما دیگا کہ اسکی کمائی میں برکت دیگا، ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت غنا کیسے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ پہلے غنا سے مراد مال دہی نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے خیال ہے کہ آدمی مرکز لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاتا ہے اگرچہ اُنکے اہل و عیال کا منتظر رہتا ہے یہاں مالی غنا مراد ہے لے آپ کے نام کا پتہ نہ چلا، آپ کی نسبت فراس بن غنم ابن مالک بن کنانہ کی طرف ہے آپکے والد فراسی صحابی ہیں لے مطلب یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کسی کچھ مانگو مت، جب سخت مجبور ہو جاؤ، جس طرح مانگنا درست ہو جائے تو اللہ کے متقی و نیک بندوں ہی سے مانگو کیونکہ انکی روزی حلال ہوگی نیز اس میں برکت ہوگی جو تمہیں بھی نصیب ہو جائے گی نیز وہ تمہیں لعنت ملامت نہ کریں گے جھڑکیں گے نہیں نیز وہ تمہارے حق میں دعا بھی کریں گے جس سے تمہاری فقری دور ہو جائے گی، یہ حکم بھیک مانگنے کے متعلق ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے اُن کے تبرکات مانگنا بہت ہی بہتر ہے جس پر بادشاہوں کو فخر ہوتا ہے، صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریفین، تہبند، فضالہ پانی حضور انور علیہ السلام سے مانگا ہے بال اور تہبند شریفین اپنی قبروں میں لے گئے ہیں، حضور خواجہ اجیری رضی اللہ عنہ کے لنگر کا ولیہ سلاطین و گن مانگ کر حاصل کرتے رہے ہیں، ہم کو اس فخر ہے ہم گدا لے آستانہ خوشیہ میں رضی اللہ عنہ لے آپ کو ابن سعدی بھی کہتے ہیں اپنی اسی کیفیت میں مشہور ہیں صحابی ہیں، شام میں ۷۵۰ھ میں وفات پائی (اشعہ) ۷۵۰ھ لے حضرت عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری بال (جانور، زردی پیداوار) کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ اس زمانہ میں دھونی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اجرت دی جاتی تھی انہیں عامل کہتے تھے ان کی اجرت کو عامل رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهِمَا لے حضرت ابن

فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلَنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ
فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَ، فَكُلْ
وَتَصَدَّقْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ يَوْمَ عَرَفَةَ رَجُلًا يَسْأَلُ النَّاسَ فَقَالَ
إِنِّي هَذَا الْيَوْمَ وَفِي هَذَا الْمَكَانِ تَسْأَلُ مِنْ غَيْرِ اللَّهِ فَحَقَّقَهُ بِالْأُتَرَةِ رَوَاهُ رَزِينٌ؛
وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعْلَمَنَّ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الطَّعْمَ فَقْرٌ وَإِنَّ الْإِيَّاسَ غِنًى وَإِنَّ الْمَرْءَ إِذَا
يَلَسَ عَنْ شَيْءٍ اسْتَغْنَى عَنْهُ رَوَاهُ رَزِينٌ؛ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

میں نے بھی نہانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ عمل کیا تھا مجھے حضور نور نے اجازت دی تھی تو میں نے بھی تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں بغیر مانگنے سے ملے وہ کھاؤ اور صدقہ کرواؤ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ
آپ نے عرفہ کے دن ایک شخص کو سنا کہ لوگوں سے مانگتا ہے تو فرمایا کہ کیا اس دن میں دس جگہ غیر خدا سے مانگتا ہے آپ نے اُسے کوٹے لگائے
رزین (روایت) حضرت عمر سے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو یقین رکھو کہ طمع فیری ہے اور ناامیدی غنا ہے اور انسان جب کسی چیز سے مایوس
ہو جاتا ہے تو اس کے لاپرواہ ہو جاتا ہے (رزین) روایت ہے حضرت ثوبان سے کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

سعدی کا خیال یہ تھا کہ اُجرت لے لینے سے ثواب جاتا ہے گا، اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے اسے قبول سے انکار کیا نہ اسے سبحان اللہ کیا
پیاری تعلیم ہے، مقصد یہ ہے کہ بغیر مانگے جو دے دے، اُسے نہ لینا اللہ کی نعمت کا شکر انا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے لہذا یہ ضرور ہے لو
اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نیک اعمال کی اُجرت لینا جائز ہے، چنانچہ علماء، تاقنی، مدرسین سے کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی
جائے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے، دوسرے یہ کہ جب کام
کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے انشاء اللہ ثواب کم نہ ہوگا، صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے تنخواہ تو گزرائے کے لئے وصول کرے اصل
مقصد دینی خدمت ہو تو میرے یہ کہ غنی بھی یہ اُجرتیں لے سکتا ہے صرف فیری کو اجازت نہیں، پھرے کو خود بھی کھا سکتا ہے اس خیرات بھی کر سکتا ہے خیال
ہے کہ امام احمد کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے، اس حدیث کی بنا پر باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استجابی ہے، ہرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام
پر واجب ہے کہ ایسے علماء، مضیتوں، مدرسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنے کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو اسے معلوم ہوا کہ اگرچہ بھیک مانگنا
ہمیشہ اور ہر جگہ ہی بُرا ہے لیکن مبارک تارینوں اور مبارک مقامات پر بندوں بھیک مانگنا بہت زیادہ برا امر تھا فرمایا کہ اسی طرح مسجدوں میں
اور جمعہ دن بھیک مانگنا بہت بُرا ہے کہ یہ جگہ عبادات کے لئے ہیں بھیک مانگنے کے لئے نہیں، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی جگہ میں
غیر اللہ سے مانگنا رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے (۳) اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہے کسی نے حضرت ابو الحسن
شاہی سے کیا پوچھی، آپ نے فرمایا مخلوق سے امید توڑ دو اور تقدیر پر شاکر رہو، سب سے بڑی کمی یہ ہے شکر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُكْفَلُ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا فَاتَّكَلَّ لَهُ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ
 أَنَا فَمَا كَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَعَانِي
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَيَّ أَنْ لَا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ
 نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ إِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتَّى تَنْزِلَ إِلَيْهِ فَتَأْخُذَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ

علیہ وسلم نے کہ جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا نامن ہوں لے حضرت ثوبان نے کہا میں
 تو کسی سے کچھ نہ مانگتا تھا لے (ابو داؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے
 لئے بلایا کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگنا لے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا اگر مقدار کو اگر جائے تو وہ بھی نہ مانگنا تھے کہ خود اتر کر لینا لے (احمد)

آس بگز اربادشاہی کن گردن بے طبع بلند بود

آگے آپ ثوبان ابن وجہ ہیں، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو عبد الرحمن ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خرید لیا، آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ ہی رہے کبھی جبرائیل ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگا تو شام چلے گئے مقام المدینہ میں کچھ دن رہے پھر مقام
 حمص میں رہے وہیں ۵۷ھ میں وفات پائی، بہت مخلوق نے آپ کے احادیث لی ہیں لے میں نے جو مجھ سے بھیکنا مانگنے کا عند کرے تو میں اس کی چار
 چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر موت ایمان پر کامیابی قبر میں، پھیکا را حشر میں، کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی
 اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول
 سے بچنے والے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں پھر اس پر شیطان کا داؤ چلے، نہ نفس امارۃ قابو پائے، جسے وہ اپنے دامن میں
 چھپالیں اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف در حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری
 ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کے لئے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لئے ہے شعر
 ڈھونڈا ہی کریں صدق قیامت کے سپاہی وہ کس کو طے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کی یہ ضمانتیں باذن الہی ہیں اور برحق ہیں جسے کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی امت کے
 لئے جنت کے کفیل ہو گئے تھے لے یعنی سب پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا، معلوم ہوا
 کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے لے میں نے مجھ سے اس پر بیعت لی کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص احکام پر بھی بیعتیں لی ہیں ان میں
 سے یہ بھی ہے لے ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم ان ہی کے لئے خاص تھا ورنہ گرا ہوا کوڑا کسی سے اٹھوا لینا ناجائز نہیں، بعض بزرگوں کے لئے
 بعض جائز چیزیں ناجائز کر دی جاتی ہیں، جیسے حضرت علی مرتضیٰ کے لئے فاطمہ زہرا کی موجودگی میں دوسرا نکاح، اور بعض بزرگوں
 کے لئے کچھ ناجائز چیزیں جائز کر دی جاتی ہیں، جیسے صدیق اکبر کے لئے بحالت جنابت مسجد سے گزرتا، بعض نے فرمایا کہ سرکار

بَابُ الْإِنْفَاقِ وَكَرَاهِيَةِ الْأَمْسَاكِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أَحَدٍ ذَهَبًا لَسَرَّيْنِي أَنْ لَا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُكَ لِذَيْنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: وَعَنْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ اعْطِ مُنْفِقًا خَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ اعْطِ مُمْسِكًا تَلْفًا مُتَّقٍ عَلَيْهِ: وَعَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفَقْ وَلَا تَحْصِ فَيُحْصَى

باب خرچ کرنا اور نخل کی برائی اسے پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ برابر سونا ہو تو مجھے یہ اچھا لگے گا کہ تین راتیں ایسی نہ گزریں کہ جن میں اُس سونے سے کچھ بھی میرے پاس ہو بجز اتنے کے جسے اولے قرض کیلئے رکھوں اسے (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی دن نہیں جس میں بندے سویرا کریں اور دو فرشتے نہ اُتریں جن میں سے ایک تو کہتا ہے الٰہی سنی کو زیادہ اچھا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے الٰہی نخل کو بربادی دے اسے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت اسماء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب خرچ کر و مت گنہور نہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبالغہ ہے، مگر پہلی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اسے یعنی سخاوت کی تعریف اور نخل کی برائیاں اس باب میں بیان ہوں گی، سنی وہ ہے جو اپنے مال سے خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھائے جو ادوہ ہے جو خود نہ کھائے اوروں کو کھائے، اسی نے رب تعالیٰ کو سنی نہیں کہہ سکے جو اد کہتے ہیں۔ نخل وہ ہے جو اپنا مال خود کھائے دوسروں کا حق نہ دے، ہمک وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ کسی کو کھانے دے جو ٹسے اور پھوٹسے: شیخ نے فرمایا کہ یہاں امساک سے مراد نخل ہے اور انفاق سے مراد فرائض سے زیادہ زائل میں خرچ کرنا ہے، کیونکہ کوہ کے خرچ کا ذکر پہلے ہو چکا اسے حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے، اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے، تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے، جیسا کہ دوسری حدیث میں مراحۃ مذکور ہے اس میں اشارۃ فرمایا گیا کہ مقرض نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کر سکتا ہے جسکے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں در نہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھروالے بھی صابرین کے سردار تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی، کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضور داتا کے خصوصی کرم کا۔ اسے یعنی سنی کے لئے دعار اور گنہوں کے لئے بددعار و زمانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقیناً قبول ہے: خیال ہے کہ خلف مطلقاً عرض کو کہتے ہیں دنیا دی ہو یا آخر دی، حسی جبریا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُ

اللَّهُ عَلَيْكَ وَلَا تُوعِي فَيُوعِي اللَّهُ عَلَيْكَ إِرْضَخِي مَا اسْتَطَعْتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ
 أَنْفِقْ عَلَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنْ تَبَدَّلَ الْفَضْلُ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تُمْسِكَ شَرٌّ لَكَ وَلَا تُلَامُ

اللہ تعالیٰ بھی شمار فرمائے گا کہ اور نہ بچاؤ ورنہ اللہ بھی تم سے بچائیگا جتنا کر سکتی ہو راہ خدا میں دو لکھ مسلم و بخاری روایت
 ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ فرمایا ہے کہ انسان خرچ کر میں تمہیں خرچ
 کروں گا لکھ مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ اے انسان اگر تجھ کو مال خرچ کر دے تیرے لئے اچھا ہے اور اگر کوئی رکھے تو تیرے لئے بُرا ہے

کا تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کچھ مال حکیم ڈاکٹر وکیل یا مالدار اولاد پر باد کرتی ہے۔ لے لے لے لے اسماء اپنے مال میں سے مطلقاً اور اپنے خاوند
 کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو، نقلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں شغل پیدا کر دے گا، لہذا یہ حدیث زکوات کے حساب
 کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو دیاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کر سکو گی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالیٰ کے حساب سے باہر ہو گا
 کیفیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیا دیوں میں پھیلاتا ہے، جیتا تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا
 رہتا ہے، دینی راستے اللہ کی کیا دیاں ہیں مالدار لگن میں پانی پھیلاتے دے ہیں اور روزی پیچانے والے، فرشتے پانی چھوڑنے والے لے لے لے لے
 خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کر دوں، وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے خیال
 رہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کر دیکھائی نہیں پاسکتے، اور جہاں حکم دیا گیا کہ جو ہو
 سکے خیرات کرو ان دونوں میں تعارض نہیں، آیت کا منشا یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو، اور اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ
 بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فوراً کسی کو دے دو، ورنہ برباد جائے گی
 لے سب ان اللہ کی نظر میں ہے مقصد یہ ہے کہ لے انسان ختم ہونے اور مٹ جانے والا مال زمیری راہ میں سے ہیں تجھے اس کیسے زیادہ مال بھی دے گا اور نہ
 سننے والا ثواب بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا عِنْدَكَ يَنْقُذُكَ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقِي رزق و خیرات خیال رہے کہ جس فانی چیز کو رب تعالیٰ قبول فرمائے وہ فانی
 ہو جاتی ہے، دنیا صفر ہے یعنی خالی، رضائے الہی عدد صفر کیلئے ہو تو کچھ نہیں، اور اگر عدد سے مل جائے تو دس گنا، اس سے اشارہ معلوم ہوا کہ عدد سے
 تقدیر بدل جاتی ہے، بد نصیب نصیب ہو جاتے ہیں، تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے، لے شکوہ شریف کے
 عام نسخوں و رزق و خیرات میں بھی قال اللہ تعالیٰ نہیں ہے مگر اشعۃ اللمعات میں یہ جملہ موجود ہے: شیخ نے بھی فرمایا کہ ظاہر ہے کہ یہ حدیث بھی قدسی ہے اگرچہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم بھی بن آدم سے خطاب فرما سکے ہیں لے لے اپنی ضروریات بچاؤ مال خیرات کر دینا خود تیرے لئے ہی مفید ہے کہ اس تیرا کوئی کام نہ کرے گا اور تجھے دنیا آخرت

میں عرصہ مل جائے گا اور اسے رد کے رکھنا خود تیرے لئے ہی بُرا ہے کیونکہ وہ چیر مر گئی یا اور طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثوابِ محروم ہو جائیگا، اسی لئے ہم
 ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پُرانا بیکار کپڑا خیرات کر دو انیا جو تار ب تار بے کسی فقر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کمر ڈرا
 نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہو جائے گا۔ اس میں دو حکم بیان ہو گئے ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھ لو
 آج نفلی صدقہ دے کر کل خود بھیک نہ مانگو، دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز غریبوں کو دے پھر اجنبیوں کو، کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ کبھی ہے اور
 صدقہ جی بھی اس کا ذکر آئندہ بھی آئیگا ۱۲ یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی
 ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دلو ہے کی زد میں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدا نشی محبتِ مال اور
 خرف کرنے کو دل نہ چاہنے کو زہروں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زہ جسم کو گھیرے اور چپٹی ہوتی ہے ایسی محبتِ مال انسان کے دل کو چپٹی ہوتی ہے
 رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ بعض لوگوں نے اسے جبتان ب سے مگر جنتان صحیح ہے ن سے ۴
 ۳ ترقی ترقوت کی جمع ہے، ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینہ سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دوطرفہ ہوتی ہیں اس
 لئے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی، اس لحاظ سے ترقی جمع ارشاد ہوا، اضرقت مجہول فرما کر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے
 اختیاری نہیں ۵ سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی، چکچاہٹ اس کے
 ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا، اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت چکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب
 آجاتا ہے، اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے، پھر سخاوت کرتے کرتے نفس اماں اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر چکچاہٹ پیدا ہی نہیں
 ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے، ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ رد کا کرتا ہے مگر

الظلم ظلمات يوم القيامة واتقوا الشجر فان الشجر اهلك من كان قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم رواه مسلم وعن حارثة بن وهب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تصدقوا فانه ياتي عليكم زمان يمشي الرجل بصدقة فلا يجد من يقبلها يقول الرجل لو جئت بها بالامس لقبلتها فاما اليوم فلا حاجة لي بها متفق عليه وعن ابي هريرة قال قال رجل يا رسول الله اني الصدقة

ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہوگا اے اور کچھ سی سے بچو کیونکہ کچھ سی نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کر دیا کچھ سی نے انہیں رغبت دی کہ انہوں نے خون ریزی کی حرام کو حلال جانا اے مسلم روایت ہے حضرت حارثہ بن وہب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کر دیکھو تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا آدمی کہیں گے کہ اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا آج مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سے صدقہ کا

جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دیتا ہے، نفس کی مثال غیر خوارینچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے، مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا، اے ظلم کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو بے مروتہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا، اسکی بہت قسمیں ہیں گناہ کرتا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذا دلوانا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے یعنی ظالم پھر لاط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا، جیسے کہ مومن کا ایمان اور ان کے نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے یسے نورہم بین ایدہم جو کہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کر سکا اسلئے اندھیرے میں رہا، اے عربی میں شیخ بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شیخ اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے، غرض کہ شیخ بخل حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے، اسی لئے یہ فتنوں فساد خور ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا، اے آپ صحابی ہیں، حضرت عمر ابن خطابؓ سوتیلے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اخیاں بھائی، کوفہ میں قیام رکھا، لکھنے سے مراد ساری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، نہ کہ صحابہ کیونکہ مال کی یہ فراوانی قریب قیامت حضرت امام مہدی کے زمانہ میں ہوگی، اور ہو سکتا ہے کہ صحابہ سے ہی خطاب ہو اور سیدنا خضر علیہ السلام اس میں داخل ہوں کہ وہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ یہ زمانہ پائیں گے کہ ان کی وفات بالکل قیامت سے متصل ہوگی، ہنر ظاہر یہ ہے کہ یہ قبول نہ کرنا غنے کی وجہ سے ہوگا کہ سائے لوگ اتنے مالدار ہو جائیں گے کہ آسانی سے کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا اس حدیث کی روش سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی فقیروں کے تو مگر بہت تلاش اور دشواری سے ورنہ مالداروں پر زکوٰۃ فرض نہ رہتی، جیسے جس کے اعضاء وضو ایسے زنجی ہوں جن پر نہ پانی پہنچ سکے نہ تیمم کا ہاتھ پھر سکے، تو اس پر وضو اور تیمم دونوں معاف ہو جاتے ہیں

اعظم أجراً قال أن تصدق وأنت صحيح شحيح تخشى الفقر وتأكل الغنى ولا تمهل
حتى إذا بلغت الحلقوم قلت لفلان كذا ولفلان كذا وقد كان لفلان متفقاً عليه
وعن أبي ذر قال انتهيت إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو جالس في ظل الكعبة
فكبراً في قال هم الأخسر ون ورب الكعبة فقلت فذاك أبي وأخي من هم
قال هم الأكثرون أموالاً إلا من قال هكذا وهكذا أمن بين يديه ومن

بڑا ثواب ہے اسے فرمایا یہ کہ تم اپنی تندرستی اور سخی کی حالت میں صدقہ کرو جبکہ تمہیں فقیری کا ڈر اور امیری کی امید ہو اور اتنی دیر نہ لگاؤ
کہ جب جان گلے میں پہنچے تو تم کہو کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا دے حالانکہ وہ فلاں کا ہو ہی چکا کہ مسلم بخاری اور ابی حضرت
ابی ذر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور کعبہ کے سایہ میں جلوہ گر تھے جب حضور نے مجھے دیکھا تو فرمایا رب
کی قسم وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں میں نے عرض کیا میرا باپ آپ پر فدا ہے کون لوگ ہیں فرمایا جو مسلمان لوگ بجز کے جو لوگ دیوں گے اللہ سے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء کا ہونا بھی اللہ کی رحمت ہے کہ ان کے ذریعہ ہم بہت سے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہیں، یہاں مرقعات نے فرمایا کہ
اس زمانہ کے لوگ زاہد، صابر اور تارک الدنیا ہو جائیں گے جو زکوٰۃ لینا پسند کریں گے ہی نہیں، واللہ اعلم
اسے ظاہر ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ نفلی ہے چونکہ یہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے اور اس کے مختلف حالات ہوتے ہیں، اسلئے انہوں نے یہ سوال کیا
یعنی کس وقت کی کوئی خیرات بہتر ہے مسجد بنانا کنواں یا سرائے تیار کرنا یا کسی کو کھانا یا کپڑا دینا وغیرہ؟ اسے نہایت حکیمانہ جواب دینے تندرستی کا ہر
صدقہ افضل ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے، سخیل سے مراد فطری محبت مال ہے یعنی تندرستی میں جب تمہیں خود بھی
ضرورت ہے اپنی ضرورت پر دیں یا فقیروں کی ضرورت کو مقدم رکھنا بڑی ہمت ہے اور اس کی بارگاہ الہی میں بڑی قدر ہے شیطان بھی اسی
وقت ہسکا تا ہے کہ اسے تیرے سامنے اتنے خرچ ہیں مت خیرات کر دے ظاہر یہ ہے کہ فلاں سے مراد مومن ہے جس کے لئے وصیت
کی جائے، اور اتنے سے مراد مال کی مقدار ہے یعنی تم وارثوں سے کہو کہ میرا اتنا مال میرے بعد فلاں فلاں جگہ خرچ کرنا اور ممکن ہے کہ
فلاں سے مراد مقرر ہو یا وارث کیونکہ وارث کو وصیت جائز ہے جبکہ دوسرے در شاہ راضی ہوں (راشعہ وغیرہ) اسلئے یہاں فلاں سے
مراد دارثین ہیں یعنی اب تم وصیت کر دینا نہ کرو تمہارے پاس سے مال چل دیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کی حالت ہی میں بیمار
کے مال میں وارثوں کا حق ہو جاتا ہے، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ بیمار مرنے والی مال کی وصیت کر سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حالت کے صدقہ
خیرات کا ثواب بہت کم ہے، کیونکہ اب خود اسے ضرورت نہ رہی، انسان کو چاہئے کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھے جو ہو سکے نیکیاں کرے، شاعر

تو فرائض اعمال اپنا سا کھلے جاؤ ابھی کون بچے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرا یا بھول جائے فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

اسی صورت
میں

خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ ۖ الْفَصْلُ الثَّانِي ۖ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللَّهِ
قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللَّهِ بَعِيدٌ
مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ وَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ
عَابِدٍ بَخِيلٍ ۚ وَآدَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۚ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

آگے پیچھے دائیں بائیں اور وہ ہیں بہت تھوڑے (اسلم بخاری) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخی اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے لوگوں سے قریب ہے آگ سے دور ہے اللہ اور کنجوس
اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے آگ کے قریب ہے اور یقیناً جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

۷۵ حضرت ابوذر غفاری وہ ہیں جنہوں نے امیری پر ملا مار کر فقیری اختیار کی تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بہت افزاء کلام اُن کی
سزوت افزائی کے لئے فرمایا یعنی اے ابوذر تم خسارہ میں نہیں، خسارہ میں عموماً مالدار لوگ ہیں۔ لے یہاں خال بچنے فعل ہے اور فعل سے
مراد صدقہ و خیرات، یہ محاورہ عربی میں بہت عام ہے (لمعات) یعنی وہ سخی جو بلا گنتی دونوں ہاتھ بھر بھر کر نیکیوں میں خرچ کرے خسارہ میں نہیں
لے ان چار سموتوں سے مراد ہر نیکی ہر جگہ نیکی ہر حال میں نیکی کرنا ہے، اپنے وطن میں بھی خرچ کرے، حرمین شریفین میں بھی بھیجے جہاں
مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرورت ہو وہاں پہنچائے، واقعی ایسی توفیق دالے تھوڑے مالدار ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے، وَ قَلِيلٌ
مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ عموماً مالداروں پر فضول خرچیوں، بدکاریوں اور عیاشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ عثمان
غنی کے خزانہ کا پیسہ عطا فرمائے لے ہم سخی اور جو آد کا فرق پسے بیان کر چکے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ حقیقی سخی وہ ہے جو غنی پر رب تعالیٰ
کی رضا کو ترجیح دے، اس کے تین قرب بیان ہوئے، اور ایک دوری، اللہ تعالیٰ تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس سے قریب کوئی کوئی ہے شعر
یار نزدیک تراز من بمعنی است دی عجب ہیں کہ من اندے دورم

اس حدیث میں اشارہ فرمایا گیا کہ سخاوت مال حسن مال لینے انجام بخیر کا ذریعہ ہے، سخی سے مخلوق خود بخود راضی رہتی ہے۔ حکایت کسی عالم
سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت، فرمایا خدا تعالیٰ اسے سخاوت دے، اُسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں، لوگ خود بخود اُس
کے سامنے جت ہو جائیں گے، چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اسلئے سخی دوزخ سے دور ہے۔ یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے
جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے، یعنی جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی، مگر جو کنجوس کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقات واجبہ ادا کئے وہ یقیناً
سخی جاہل سے بدتر ہو گا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کر دیتا ہے اور سخاوت بہت خوبیوں کا تخم ہے، بلکہ وہ

وَسَلَّمَ لَأَنْ يَتَصَدَّقَ الْمُرُفِي حَيَاتِهِ بِدَارِهِمْ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِبَيِّنَةٍ عِنْدَ مَوْتِهِ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ
الَّذِي يَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهِ أَوْ يُعْتِقُ كَالَّذِي يُهْدِي إِذَا شَبَعَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ الْبُخْلُ وَسُوءُ الْخُلُقِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

دسم نے کہ انسان کا اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرنا مرتے وقت سو خیرات کرنے سے بہتر ہے لہذا ابو داؤد روایت ہے حضرت ابو داؤد
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکی مثال جو مرتے وقت خیرات یا آزاد کرے اُسکی سی ہے جو اپنے پیٹ بھر جانے پر
کسی کو ہدیہ دے لے احمد نسائی، دارمی، ترمذی نے اُسے صحیح کہا، روایت ہے حضرت ابوسعید فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ مومن میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہوتیں کنوہی اور بد خلقی لے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے لے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

عابد بھی کامل نہیں، کیونکہ عبادت مالی یعنی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا، صرف جسمانی عبادت ذکر و فکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ خرچ نہ ہو لہذا زندگی
سے مراد تندرستی کی زندگی ہے، اور موت کے وقت سے مراد مرض الموت ہے، جب زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے، یعنی تندرستی میں تھوڑا مال خیرات
کرنا مرتے وقت کے بہت مال کی خیرات سے بہتر ہے، کیونکہ تندرستی کی خیرات میں نفس پر جہاد بھی ہے اور مرتے وقت کی خیرات میں اپنا نقصان نہیں بلکہ اپنے
داروں کو نقصان پہنچانا ہے، اس کی پوری شرح ابھی پہلے ہو چکی ہے کہ اگر ہدیہ لینے والا غنی بھی ہو، اور دینے والے کے اس طریقہ عمل سے خبردار بھی، تو وہ
اسکی قدر نہیں کرتا، وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو مجھ پر مقدم رکھا اور سمجھا کہ یہ سچی چیز برباد جائے گی، لاؤ فلاں کو ہی بھیجو، اسی طرح رب تعالیٰ غنی بھی ہے
اور ہماری نیکیوں سے خبردار بھی صدقات اسکی بارگاہ میں ہدیہ ہیں، اگر انکی بارگاہ الہی میں قدر چاہتے ہو تو تندرستی میں بھیجو کہ وہاں خلاص دیکھا جاتا ہے شکر
ما بروں را ننگریم و قال را
مادروں را ننگریم و حال را

لے لینے ایسا نہیں موتا کہ کوئی کامل مومن بھی ہو اور ہمیشہ کا بخیل اور بد خلق بھی، اگر اتفاقاً کبھی اس سے بخل یا بد خلقی صادر ہو جائے تو فوراً وہ
پشیمان بھی ہو جاتا ہے اس کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مومن نہ بخیل ہوتا ہے نہ بد خلق، جس دل میں ایمان کامل جاگزیں ہو تو اس دل
سے یہ دونوں عیب نکل جاتے ہیں (لمعات) خیال رہے کہ بد خلقی اور بے غصہ کچھ اور، اللہ تعالیٰ کے لئے غصہ کرنا عبادت ہے رب تعالیٰ
فرماتا ہے اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَرَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ہمارے اس شر سے حدیث پر نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ بعض مومن بخیل بھی ہوتے
ہیں، بد خلق بھی، کیونکہ وہ یا تو مومن کامل نہیں ہوتے یا ان کے یہ عیب عارضی ہوتے ہیں، اور نہ یہ اعتراض رہا کہ یہ حدیث قرآن کے

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ حَبًّا وَلَا بَحِيلٌ وَلَا مَنَانٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِي الرَّجُلِ شُرُّ هَالِهِ وَجُبْنُ خَالِهِ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَسَنَدُ كُرْحَيْثِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَجْتَمِعُ الشُّعْرُ وَالْإِيمَانُ فِي كِتَابٍ إِلَّا جَاهِدَ

جنت میں نہ تو فریبی آدمی جائے نہ کنجوس نہ احسان جتانے والا ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی بدترین خصلت گھبراہٹ والی کنجوسی اور ڈر والی ہزدلی ہے لہذا ابو داؤد اہم حضرت ابو ہریرہ کی یہ
حدیث لا یجتمع الہ کتاب الجہاد میں بیان کریں گے

خلاف ہے کہ قرآن کریم نے بعض غصوں کی تعریف فرمائی ہے لہذا آپ کا نام شریف عبداللہ ابن عثمان (ابو قحافہ) ابن عامر ابن عمرو ابن کعب
ابن سعد ابن تیمم ابن مرقہ ہے، آپ ساتویں دادا اپنے مرقہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں، آپ کی کنیت ابو بکر اور حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا فرمائے ہوئے القاب صدیق اکبر اور عتیق ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوں میں شریک رہے
اسلام سے پہلے اور اسلام لانے کے بعد کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے، سب سے پہلے آپ ہی ہجرت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ رہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار کہلائے، آپ ہی افضل المخلوق بعد الانبیاء ہیں، عثمان غنی آپ کی تبلیغ سے ایمان لائے
حضرت بلال اور عامر فیہ رضی اللہ عنہما جیسے شاندار صحابہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ چار پشت کے صحابی ہیں، ماں باپ صحابی خود اور سارے
گھروں کے صحابی، ساری اولاد صحابی، پوتے نواسے صحابی، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی دختر نیکا خنجر ہیں، آپ کے فضائل میں بہت
آیات آئیں، رب تعالیٰ نے آپ کو ثانی اثنین فرمایا یعنی زندگی وفات و قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی شہر
یعنی اس افضل المخلوق بعد الرسل ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اسلام لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھیلانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: فاروقی فتوحات کی بنیاد آپ ہی نے ڈالی
آپ مکہ معظمہ میں واقعہ فیل سے دو سو پونے پانچ ماہ بعد پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں بائیس جمادی الآخرہ ۱۲ھ منگی کی رات مغرب
اور عشاء کے درمیان وفات پائی، آپ کی میوی اسماء نبیت عمیس نے آپ کو غسل دیا، عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی، ۶۳ سال عمر پائی دو سال
کچھ مہینے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھوٹے تھے وہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پورے کئے اور پھر ہمیشہ کے لئے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضراء کے اندر آرام فرما ہو گئے، آپ کے فضائل آسمان کے تاروں اور ریگستان کے ذروں
سے زیادہ ہیں، آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں (اکمال وغیرہ)

لے لینے جہان عیبوں پر مر جائے وہ جنتی نہیں کیونکہ وہ منافق ہے، مومن میں اولاً تو یہ عیب ہوتے نہیں، اور اگر ہوں تو رب تعالیٰ اسے مرتے
سے پہلے توبہ نصیب کر دیتا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا آدمی جنت میں پہلے نہ جائیگا احسان جتانے سے طعنہ دینا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں
میں احسان جتنا عبادت ہے جبکہ اس سے سامنے والے کی اصلاح مقصود ہو، رب تعالیٰ فرماتا ہے بَلِ اللّٰهُ يُمْنُ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِكُرْ

ان شاء اللہ تعالیٰ، الفصل الثالث: عن عائشة أن بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم قلن للنبي صلى الله عليه وسلم آيتنا أسرع بك لحوقاً قال أطولكن يداً فأخذوا قصبة يداً وعوذها وكانت سودة أطولهن يداً فعلمنا بعد أنما كان طول يديها الصداقة وكانت أسرعنا لحوقاً به زينب كانت تحب الصداقة

انشاء اللہ تعالیٰ تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم سب میں پہلے آپ کے کون سے گئے گئے فرمایا تم میں مجھے ہاتھ والی ۳۱ انہوں نے بانس لے کر ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے ۳۲ تو حضرت سودہ دراز ہاتھ نکلیں بعد میں معلوم ہوا کہ درازی ہاتھ سے مراد صدقہ خیرات تھی ہم سب میں پہلے حضور کے پاس زینب سدھاریں اور وہ سرکار خیرات بہت پسند کرتی

۳۱ یعنی انسان کے سامنے عیبوں میں یہ دو عیب بدترین ہیں کہ جس سے حد باعیب پیدا ہو جاتے ہیں، شمع کے مٹنے پہلے عرض کے جاچکے ہیں کہ یہ سنجل اور حرص کا مجموعہ ہے۔ بڑی بزدلی وہ ہے جو انسان کو کفار کے ساتھ جہاد سے اور برابر جیسے اعمال سے روکے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کی قید اس لئے لگائی کہ عورت میں یہ عیب اتنے بڑے نہیں جتنے مرد میں، کیونکہ یہ سنگدات اور بہادری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ۳۲ یہ سوال چند سوالوں کا مجموعہ ہے، ایک یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا وقت موت کب ہے، دوسرے یہ کہ ہم سب کی موت کس حال میں ہوگی ایمان پر اور ایمان کے کس درجہ پر، تیسرے یہ کہ ہماری بقیہ زندگی تقوے کے کس درجہ پر گزرنے لگی، چوتھے یہ کہ بعد وفات ہمارا مقام کہاں ہوگا، کیونکہ بعد وفات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی مل سکتا ہے جس کا فائدہ ایمان پر ہونے والی تقوے اور طہارت پر گزرنے، اس دوسرے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ عطا فرمائے ہیں کہ سرکار بے طائے الہی ہر ایک کا وقت موت بھی جانتے ہیں، ۳۳ ہر ایک کی سنگدات و شقاوت بھی خبردار ہیں، اور ہر ایک کے درجہ ایمان و مرتبہ تقوے سے بھی واقف ہیں، بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بعد موت کس کا کیا درجہ ہوگا اور کون کہاں رہے گا کیوں نہ ہوتا کہ ان بیبیوں نے یہ دیکھا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے زمین پر خط کھینچ کر بتا دیا تھا کہ کل فلاں کافر یہاں مارا جائے گا اور فلاں یہاں، دوسرے یہ کہ ازواج پاک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موت کی ایسی مشتاق تھیں جیسے عروس برات کی کیونکہ ان کے لئے موت لقاء حبیب کا ذریعہ تھی شعر

آج چھوٹے نہ سماؤں گے کفن میں عاصی جس کے جویاں تھے بے اس گل کے ملاقات کی لذت
جان تو جاتے ہی جاؤ گی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ بکھرا ہے نظارہ میرا

۳۲ یعنی اے پاک بیبیو! تم سب ہی اعلیٰ تقوے پر جیو گی، کہاں ایمان پر وفات پاؤ گی اور تم سب میرے ساتھ رہو گی، مگر سب پہلے میرے پاس تم میں سے وہ پہنچے گی جو زیادہ سخی ہوگی، اس جواب سے معلوم ہوا کہ مومن کامل مرتبہ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے، وصال

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعُكُمْ
لِحُوقَانِي أَطْوَالَ كُنْ يَدًا قَالَتْ وَكَانَتْ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ أَطْوَلُنَا
يَدًا زَيْنَبُ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَةٍ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ
سَارِقٍ فَأَصْبَحَ وَاتَّخَذَ ثَوْبَ تَصَدَّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى سَارِقٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى

تھیں اے ربخاری! مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے پہلے مجھے وہ ملے گی جو مجھے ہاتھ والی
ہو فرماتی ہیں کہ ازواج پاک جھگڑتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں فرماتی ہیں ہم سب میں لمبے ہاتھ والی زینب ہی ہیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے
کام کرتی تھیں اور خیرات کرتی تھیں اے روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دی بولا میں خیرات کرونگا
اے وہ اپنا صدقہ لیکر نکلا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا اے لوگ صبح کو چرچہ کرنے لگے کہ آج رات چور کو خیرات دی گئی وہ بولا
الہی تیرا شکر ہے

بعد قیامت پر موقوف نہیں، نیز معلوم ہوا کہ جو بعد موت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانا چاہے وہ زندگی میں نیک مال و صدقہ و خیرات زیادہ کرے اے یہ ہونے والا
اجتماعی اور عیدیاں یہ سمجھیں کہ ہاتھ سے یہ جسم کا ہاتھ مراد ہے ان بیبیوں نے اپنے ہاتھ خود اپنے تھے مگر تعظیم و احترام کے لئے اخذ و جمع ذکر فرمایا گیا جیسے
رب تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِنِينَ اور شاعر کہتا ہے إِنَّ شَيْئَ حُرْمَتِ النِّسَاءِ سَوَاكُنَّ قَانِنِينَ بھی مذکور ہے اور کم بھی اے لینے جسم
کا ہاتھ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا دراز تھا مگر سفادت کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا لمبا تھا؛ حضرت زینب کی وفات ۱۱ھ میں ہوئی، آپ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں۔ اور حضرت سودہ کی وفات ۱۲ھ میں اور عائشہ صدیقہ کی وفات ۱۵ھ میں ہے رمرقات و لمعات ۱۰۰
۱۱ھ چنانچہ آپ اپنے ہاتھ سے کھالیں رنگتی تھیں نہیں بیچتی تھیں اور قیمت خیرات کر دیتی تھیں۔ یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ازواج مطہرات کا نان
نفقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذمہ ہے، کیونکہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہیں
لہذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ محنت کتنا اپنے خرچ کے لئے نہ تھا بلکہ راہِ خدا میں خیرات کر کے لئے تھا، ان کا خیال تھا کہ اپنی محنت کا پیسہ
خیرات کرنا زیادہ لائق ثواب ہے ۱۲ھ یعنی تم سے پہلے ایک نبی اسرائیل نے اپنے دل میں کمایا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالیٰ
کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دوں گا، ظاہر یہ ہے کہ خیرات فقیرانہ مراد ہو ممکن ہے اُس نے کوئی نذرمانی ہو جس کے پورا کر نیک ارادہ
کیا ۱۲ھ یعنی رات کے اندھیرے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی، اُس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات
دے گیا، جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں
چرچہ ہو گیا، رمرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر المام الہی سے علوم ہوئی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں

سَارِقٍ لَا تَصَدِّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَخَدَّ ثَوْنٌ
تَصَدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَا تَصَدِّقَنَّ بِصَدَقَةٍ
فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيِّ فَأَصْبَحُوا يَتَخَدَّ ثَوْنٌ اللَّيْلَةَ عَلَى غَنِيِّ فَقَالَ اللَّهُمَّ
لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَزَانِيَةٍ وَغَنِيِّ فَأَقْبَلَ لَهْ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ
فَلَعَلَّ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرَقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا
الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَدِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبَخَارِيِّ وَعَنْهُ

چور پر صدقہ لے اب پھر صدقہ کروں گا اپنا صدقہ لے کر نکلا تو ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا لے لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج
رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا لے وہ بولا الہی تیرا شکر ہے کیا زانیہ کو خیرات میں در صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر چلا تو کسی مالدار کے
ہاتھ میں دے دیا لے لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات غنی کو صدقہ دیا گیا لے وہ بولا الہی تیرا شکر ہے کیا چور پر زانیہ پر اور غنی
پر لے اے جواب میں کہا گیا کہ الہی تیری رحمت خیرات چور پر تو شاید وہ چور چوری باز رہے لیکن زانیہ تو شاید وہ زانیہ باز رہے لیکن
غنی تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ کے دینے میں سے کچھ خیرات کرے کہ (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں: روایت الہی سے

سے یہ کہہ گیا ہو غرض کہ اس کا چرچہ ہو گیا لے یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا، اور تعجب کے
طرح پر یہ کیا اللہ کے مقبول بندہ مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں لے میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صبح صرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ
اسکی جگہ اور صدقہ دو ٹنگا، اس معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صبح جگہ نہ پہنچے، تو واپس نہ لے بلکہ اسکی بجائے اور صدقہ دے، چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لئے
اندھیری رات ہی میں نکلا تھا، اسلئے ایک فاسق زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا لے اس چرچہ کی وجہ ابھی بیان کر دی گئی
کہ یا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں بھونکا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہو گیا لے اسے غیر سمجھ کر مالدار کوئی کنجوس تھا جو پچھے پڑنے پڑے پھینکے تھا اور حریص بھی
کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی، جیسا کہ آجکل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے، انذار دین پر یہ عمر اڑھن نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے
غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی، موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں لے ظاہر یہ ہے کہ غنی نے
خود کسی سے نہ کہا ہو گا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچہ نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا
ہو گا لے یعنی مولے میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صبح جگہ پہنچے، تین دفعہ خیرات کر چکا ہر بار بیکار ہی گئی: کہ خلاصہ یہ ہے کہ میرے یہ تینوں
صدقے کار آمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لئے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لئے سخاوت کی تبلیغ ہو گا اس
دش سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوٰۃ غیر مصرف پر خرچ کر دی جائے مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی، پھر پتہ لگا دہ غنی ہے، تو زکوٰۃ
ادھر جائے گی، اس کا اعادہ واجب نہیں، طائفین کا یہی قول ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چرچا ہی بار صدقہ دینے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ
اسْتَقَى حَدِيثًا فَلَانٍ فَتَنَحَّى ذَلِكَ السَّحَابَ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَادَّاشَرَجَتْ مِنْ تِلْكَ
الشَّرَاجِمِ قَدْ اسْتَوْعِبَتْ ذَلِكَ الْمَاءُ كُلَّهُ فَتَتَبَعَ الْمَاءُ فَادَّارَ رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيثٍ يُحَوِّلُ
الْمَاءَ بِمَسْحَاتِهِ فَقَالَ لَيْ يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فَلَانُ الْإِسْمَ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ
فَقَالَ لَيْ يَا عَبْدَ اللَّهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنْ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي
هَذَا مَاءُهُ وَيَقُولُ اسْتَقَى حَدِيثًا فَلَانٍ الْإِسْمَ فَمَا تَصْنَعُ فِيمَا قَالَ أَمَا إِذَا قُلْتَ هَذَا

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی زمین کے جنگل میں تھا اُس نے بادل میں آواز سنی کہ فلان کے باغ کو میرا بکر
یہ بادل ایک طرف گیا اور پھر اسی زمین پر پانی برسایا اُس نے یہ سارا پانی جمع کر لیا تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا دیکھا کہ ایک
شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا پیچھے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے اُس نے اسے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے وہ بولا فلان یعنی وہ ہی نام جو اُس
بادل میں سنا تھا کہ اُس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے تو یہ بولا کہ میں اُس بادل میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی تھی
کہ کوئی تیرا نام لے کر رہا تھا کہ فلان کے باغ کو میرا بکر تو تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے اُسے وہ بولا کہ جب تو پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں

کہ حکم نہیں دیا گیا مگر تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں قوی یہ ہے
کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اسکی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے
ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینا مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا، تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے
بے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے رفیع القدر و مرتب (اے شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی
اور سمجھ بھی لیا اظہار یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے اُس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر
فرشتہ مقرب جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اُور کھلتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش ہو جاتی ہے اُسے
سبحان اللہ اس نیک بندے کی کسی عزت افزائی کی گئی، کہ پانی ایک پتھر پر علاقہ پر برسایا گیا، پھر اُسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اُس نالی کے نذیر اس کے باغ میں
پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا، جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کر کے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس تو بہ کرنے جا رہا تھا دوستہ میں
مرگا، رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں، ناپا گیا تو با مکمل بیچ میں تھا۔ تو گناہ کی بستی پیچھے
ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس
کے طفیل پانی مل گیا ہوگا اُسے غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرما دیا یہ راوی نہیں بھولے
ہیں اور فلاں فرما نا اسی لئے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی اُسے یعنی رب

فَإِنِّي أَنظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاتَّصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَأَكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَارُدُّ فِيهَا ثُلُثًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ ثُلُثًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصٌ وَأَقْرَعٌ وَأَعْمَى فَأَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْ نَحْسَنُ وَجَدًا حَسَنًا وَيَذْهَبَ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَدَرُهُ وَأَعْطَى لَوْثًا حَسَنًا وَجَدًا حَسَنًا

کہ میں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تو تمہاری تو خیرات کر دیتا ہوں اور تمہاری میں دیر سے بال بچے کھاتے ہیں اور تمہاری اس میں دوبارہ خرچ کر دیتا ہوں (مسلم) روایت ہے اُن ہی سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نبی اسرائیل میں تین شخص تھے کوڑھی گنجا اور اندھا اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینا چاہا اُسے تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کوڑھی کے پاس آیا بولا تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھا رنگ اور اچھی کھال دیر بیماری جاتی ہے جسکی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں اُسے حضور نے فرمایا کہ فرشتہ نے اُس پر ہاتھ پھیرا تو اسکی بیماری جاتی رہی اور اُسے اچھا رنگ اچھی کھال دے دی گئی ۲

تعالیٰ کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لئے دُور سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا دو خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے، معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تاکہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک جو فرماتا ہے، وَلَا تَجَسَّسُوا دُہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں، صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا، اپنے بچوں سے روکتا نہیں، خدا کا حق بھولتا نہیں، ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا، اس کا تمہاری خیرات کرنا نفی صدقہ بھی تھا، ورنہ نبی اسرائیلی کے ہاں ہر مال کی ذکوۃ جو تمہاری حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی ذکوۃ دھواں یا بیسواں حصہ ہے، اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتاتا تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے یا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ہے اُسے شفا اور مال دے کر اور پھر کچھ مال طلب فرما کر رب تعالیٰ دے کر شکر کا امتحان لیتا ہے، لیکن صبر کا یہ امتحان خود رب تعالیٰ کے اپنے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دین والوں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لئے، تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں ۳ یہ فرشتہ شکل انسانی میں آیا تھا جیسا کہ حدیث کے اگلے مضمون سے ظاہر ہے غالباً طبیب کی شکل میں ہو گا یا مقبول الدعاء ولی کی، تب ہی تو اس بیمار نے یہ خواہش ظاہر کی تاکہ وہ دوا یاد دلائے ۴ اسے دوسرے معلوم ہوئے ایک یہ مقبروں کے ہاتھ پھرنے بیماریاں جاتی ہیں مصیبتیں مل جاتی ہیں، بلکہ اُن کے دھوون شفا یں ملتی ہیں اب زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اڑی کا دھوون ہے جو تا قیامت شفاء ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں کا شفاء شفا تھا، رب تعالیٰ فرماتا ہے اَدْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امر منجانب سے یعنی چھو کر بیماری دور کر دینا، ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے فرشتہ کے واسطے سے اس کو شفا دی ۵

قَالَ فَاتَى الْمَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِيلُ أَوْ قَالَ الْبَقْرُ شَتَّى لَسْتُ أَحْتَقُ إِلَّا أَنْ الْإِيلُ بَرَصٌ وَ
الْأَقْرَعُ قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِيلُ وَقَالَ الْآخَرُ الْبَقْرُ قَالَ فَأَعْطَى نَاقَةً عَشْرًا فَقَالَ بَارَكَ
اللَّهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَاتَى الْإِيلُ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ
عَنِّي هَذَا الَّذِي قَدْ قَذَرَنِي النَّاسُ قَالَ فَسَحَّاهُ فَذْهَبَ عَنْهُ قَالَ وَأَعْطَى شَعْرًا حَسَنًا
قَالَ فَاتَى الْمَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقْرُ فَأَعْطَى بَقْرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ

ترجمہ: بولا تجھے کونسا مال پسند ہے وہ بولا اونٹ یا حضور نے فرمایا گائے اسماعق کو شک ہے مگر کوڑھی درگنچے میں ایک اونٹ کہا تھا اور
دوسرے گائے لے فرمایا کہ اسے کیا بھن اونٹنی دے دی گئی فرشتے نے کہا اشر تجھے اس میں برکت دے لے فرمایا کہ پھر فرشتہ گنچے کے پاس پہنچا اور
پوچھا کہ تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھے بال و دیکھ میری بیماری جاتی ہے جس لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں فرمایا کہ فرشتے نے اُس پر ہاتھ پھیرا تو اُس
کی گنچ جاتی رہی فرمایا کہ اُسے اچھے بال دے دے گئے ۳۰ پوچھا مجھے کونسا مال پسند ہے بولا گائے تو اُسے گائے دی ورنہ اشر تجھے اس میں برکت دے

۱۔ یسے اسماعق ابن عبد اللہ جو اس حدیث کے راویوں میں ایک دی ہیں انہیں یہ شک ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کس کے لئے فرمایا اور گائے
کس کے لئے، غالب یہ ہے کہ اُس گنچے نے اونٹ ہی مانگا تھا کیونکہ آگے گائے کا ذکر جزم سے آ رہا ہے ۲۔ عشر اشر کے پیش اور ش کے فتح سے عشر سے بنا ہے
دس، دس ماہا حامل اونٹنی کو عشر کہتے ہیں، پھر مطلقاً حامل کو عشر کہتے گئے، بعد میں گھر بار گھوڑے اور جانور وغیرہ پر یہ لفظ بولنے لگے راسخہ انا کنبہ کو
عشر اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس آدمی دسیوں گنا ہر جاتا ہے، فرشتے نے یہ اونٹنی قدرتی اس کو دی، کہیں خرید کر یا کسی وکمال نہ دیا اس معلوم ہوا کہ اگر دست
غیب میں فرشتے کے ذریعہ غیبی مال ملے تو حلال ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے، سنات کا لایا ہوا حلال نہیں کہ وہ اکثر دوسروں کی چوری کر کے لے آتے ہیں فرشتہ
نے اسے خیرات بھی دی اور دعا بھی، اس دعا کی برکت سے ہی اس کا مال بہت بڑھا، جو آدمال بھی دیتے ہیں اور دعا بھی، شعر

جب دینے کو بھیجا آئے سر کوئے گدایاں لب پر یہ دعا بھی مرے منگئے کا بھلا ہو

۳۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا، کیونکہ شفا دینے کے لئے بیماری کی جگہ کو ہی چھوا جاتا ہے، حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ
فرشتہ کے چھوتے ہی گنچ بھی جاتی رہی اور کھال پر فوراً بال بھی آگ آئے اور بڑھ بھی گئے، دوسروں کے بالوں سے زیادہ خوش نما تھے جیسا
کہ حسنًا سے معلوم ہو رہا ہے، غرقِ خون کے دن حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں سبزہ آگ آتا تھا، اسی خاک
کو سامری نے منبھال لیا، پھر فرعون نے سونے کا پتھر بنا کر اُس کے منہ میں ڈال دی، تو پتھر میں جان پیدا ہو گئی اور وہ چنیخے نگار بن گیا
فرمایا ہے فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا آثَارَ لَمَّا كُوْنِي مَنكُ حَدِيثِ اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فرشتہ کے ماتر سے
فوراً بال کیسے آگئے ہیں ۱۰۔ اور جب نوری فرشتہ کا یہ فیض ہو سکتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کا فیض کیا ہو گا مولانا دتے ہیں

لے ہزاراں جبریل اندر بشر بہر حق سونے عزیاں یک نظر

شعر

فِيهَا قَالَ فَاتَى الْأَعْمَى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يُرَدَّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأَيُّهُمْ
بِهِ النَّاسُ قَالَ فَسَحَّ قَدْ رَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَاتَى الْهَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ
فَأَعْطَى شَاةً وَالِدًا فَانْتَجَرَ هَذَا إِنْ وَوَلَدَ هَذَا فَكَانَ لِهَذَا وَادٍ مِنْ الْإِبِلِ وَلِهَذَا وَادٍ
مِنْ الْبَقَرِ وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ
رَجُلٌ مُسْكِينٌ قَدْ انْقَطَعَتْ بَنِي الْحَبَالِ فِي سُفْرِي فَلَا بَلَاعَةَ لِي الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ تَحَرَّ بِكَ

فرمایا پھر وہ اندھے کے پاس پہنچا کہا تجھے کونسی چیز پسند ہے وہ بولا کہ اللہ مجھے میری آنکھیں تو مادمے جس سے میں لوگوں کو دیکھوں فرمایا کہ اس اندھے
پر ہاتھ پھر تو اللہ نے اس کی بینائی تو مادی لے پھر پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے کہا بکریاں سے گیا بھن بکری پھر ان دونوں جا تو روئے بچے
دیئے اور یہ بھی بیابانی تو اس کے پاس دھڑوں کا جنگل ہو گیا اور اس کے پاس گاؤں کا جنگل اور اس کے پاس بکریاں کا جنگل لے فرمایا پھر فرشتہ کو بھی کے پاس
اپنی اسی شکل و صورت میں آیا لے بولا مسکین آدمی ہوں بحالت سفر میرے ساتے ساتے جاتے ہے لے تو اب اللہ کی توفیق پھر تیری مدد کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا

یہ حدیث قبض ملائکہ کی بہترین دلیل ہے لے یعنی فرشتہ کے ہاتھ لگاتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ
کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں، دیکھو گنج، کوڑھ، اندھا پن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں یوسف
علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہو گئی قرآن حکیم، علیہ السلام نے اعلان عام فرمایا تھا اِنِّیْ اَبْرَءُ الْاَكْمَہُ
وَالْاَبْرَصَ فَاَحْیِ الْمَوْتِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ: درود قاتل میں جو آتا ہے دَاخِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ اِنَّہُ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث
میں، جب اطباء کی گوریاں اور جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض، دافع جربان ہو سکتی ہیں، ایک شربت کا نام شربت فریاد رس ہو سکتا ہے، تو کیا اللہ
کے محبوبوں کا درجہ ان چیزوں سے بھی کم ہے؟ لے اس زمانہ میں جانوروں ہی مالدار ہی ہوتی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے شہر کے بڑے مالدار بن گئے لے
ظاہر ہے کہ دونوں منیرین فرشتہ کی طرف لوٹ رہی ہیں اور صورت مراد اس فرشتہ کی پہلی وہ صورت، جس صورت میں دینے کے وقت آیا تھا، مقصد یہ ہے
کہ یہ شخص مال پا کر ایسا احسان فراموش ہو گیا، کہ اس نے اپنے محسن کو ایسا جواب دیا، اور ہر مسئلہ ہے کہ منیر کا مرجع خود کوڑھی ہو یعنی یہ فرشتہ اس کوڑھی کی
شکل میں آیا جو پچھلے خرد اس کی اپنی شکل تھی تاکہ یہ اپنا کوڑھ یاد کر کے اس پر رحم کرے، پہلے معنی زیادہ واضح ہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتہ
ہر شکل میں آسکتے ہیں، دوسرے یہ کہ مغالطہ میں ڈال کر امتحان لینا جائز ہے، یہ دھوکا نہیں بلکہ امتحان ہے لے علمی لحاظ سے یہ جملہ خبر یہ نہیں تاکہ
اسے جھوٹ کہا جائے، بلکہ تخیل ہے، یہ تخیل امتحانات اور سوالات میں کام آتی ہے جیسے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی
حالانکہ شہر میں نہ کوئی زید ہوتا ہے نہ اس کی بیوی نقطہ صورت مسئلہ پیش کی جاتی ہے، قرآن کریم فرما رہا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس
دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اُن میں سے ایک بولا اِنَّ هَذَا اَخِیْ لَکَ تَسْمَعُ وَتَسْمَعُوْنَ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اِنَّہُمْ سَمِعُوْا لَہُ الْاَیَّہِمْ میرے اس بھائی کے پاس
تناوے بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک، حالانکہ وہاں نہ بکریاں تھیں نہ کوئی جھگڑا، لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتہ نے جھوٹ

أَسْأَلُكَ يَا ذِي الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَسَنَ وَالْحُسْنَ وَالْمَالَ بَعِيدًا تَبْلُغُ بِهِ فِي سَفَرِي
فَقَالَ الْحَقُّوْقُ كَثِيرَةٌ فَقَالَ إِنَّهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْدِرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا
فَأَعْطَاكَ اللَّهُ مَالًا فَقَالَ إِنَّمَا وَدِدْتُ هَذَا الْمَالَ كَأَبْرَأَعَنْ كَأَبْرِ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا
فَصَيِّرْكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذَا
وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَى هَذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيِّرْكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ قَالَ
وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مُسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ رَنُقَطَحَتْ بِي
الْحَيَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِي الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ يَكُ اسْأَلُكَ يَا ذِي الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَدَّ عَلَيْهِ

میں تجھ سے اُس خدا کے نام پر ایک دنٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ اچھی کھال دیا تاکہ میں اپنے سفر میں مقصد پر پہنچ جاؤں کہ
تو وہ بولا کہ حقوق مجھ پر بہت ہیں اے فرشتہ بولا میں شاید تجھے یہاں سے لے کر وہاں تک لے جاؤں تو کوڑھی فقیر نہ تھا؟ کہ تجھ سے لوگ گھٹتے تھے پھر تجھے اللہ
نے مال دیا وہ بولا کہ میں تو اس مال کا پشت در پشت دار ہوں ہوں اے فرشتہ بولا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے جیسا تھا ویسا ہی کر دے گا
فرمایا پھر فرشتہ گیتے کے پاس اُسی صورت میں آیا اُس نے کہا تو کوڑھی تھا اور اُس نے ویسا ہی جواب دیا تو اُس نے دیا تھا اے فرشتہ بولا اگر تو جھوٹا
ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو تھا فرمایا پھر وہ اپنی شکل صورت میں اندھے کے پاس آیا بولا مسکین و مسافر ہوں میرے سفر میں اسباب
منتقل ہو چکے ہیں آج خدا تعالیٰ کی پھر تیری مدد کے بغیر میں منزل تک نہیں پہنچ سکتا اے میں تجھ سے اُس اللہ کے نام جس نے تجھے آنکھیں

کھول دی ہیں اے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے ساتھ بندوں سے بھی امداد لینا جائز ہے اور بندے کا ذکر رب تعالیٰ کے ساتھ ملا کر کہہ سکتے ہیں رب تعالیٰ
فرماتا ہے اَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَتْلِهِ اے یعنی اپنے پرانے حال کو یاد کر لو اس تبدیلی حال کے شکر میں مجھے ایک اونٹ دیدے اے بال بچے، نوکر چاکر
بہت رکھتا ہوں جن کے باعث خرچ زیادہ ہے انہیں کا پورا نہیں ہوتا، تجھے کہاں دوں اے اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصلی فقیری
اور گنہگاروں سے یاد ہونی چاہئیں کہ یہ شکر کا ذریعہ ہے اور بد نصیب وہ شخص جو عیش یا طیش میں اللہ کو بھول جائے اور کسی کے یاد دلانے پر جھوٹ بولے کہ
یہ اگر گھر شک کے لئے نہیں بلکہ امتحان ہی کے لئے ہے، ناظریہ ہے کہ فرشتہ کی یہ بد دعا اسے لگی اور وہ پھر فقیر اور کوڑھی ہو گیا، اس سے معلوم ہوا کہ

فقروں کے کہیں میں کبھی صاحب دل بھی آجاتے ہیں اسی لئے رب نے فرمایا وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَوْهُ شَعْرًا

خاکسارانِ جہد را بحتقارت منکر توجہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

اپنی صورت کی شرح ابھی کی جا چکی ہے کہ اس مراد اس گنہگار کی صورت ہے یعنی گنہگار اور فقیرین پر آیا تھا یا خود فرشتہ وہ صورت جس میں دیتے وقت آیا تھا، اس مقصود
کے لئے کہ شکر کا اظہار ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مدد حقیقی ہے اور بندہ کی مجاہدی اس لئے کہ تم فرمایا گیا تاکہ دونوں مددوں میں فرق معلوم ہو، حدیث شریف میں یہ مذکور

بَصَرَكَ شَاةً اَتَبْلُغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللهُ اِلَى بَصَرِي فَخَذُّ مَا
 شِئْتُ وَدَعَرُ مَا شِئْتُ فَوَالله لَا اَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ اخَذْتَهُ لَكَ فَقَالَ اَمْسِكْ
 مَالَكَ فَإِنَّمَا اِبْتَلَيْتُمُ فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
 اَمْرِ مُجِيدٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اِنَّ الْمُسْكِينِ لَيَقِفُ عَلٰى بَابِي حَتّٰى اَسْتَحْيِي
 فَلَا اَجِدُ فِي بَيْتِي مَا اَدْفَعُ فِي يَدِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْفَعِي فِي
 يَدِهِ وَلَوْ ظَلَمْتَ لِمَا مَحَرَّقًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

نوٹ: ایک بکری مانگتا ہوں جس کے ذیلیانے سفر میں گھر پہنچ سکوں اے وہ بولا میں نہ دھاتا اللہ نے مجھے روشنی لوٹائی تو جو چاہے لے لے
 اور جو چاہے چھوڑ دے رب کی قسم آج تو جو کچھ اللہ کے نام پر لے گا میں تجھے اس منع نہ کروں گا اے فرشتہ بولا اپنا مال لے کر تم سب کے انالش کی گئی ہے تجھ
 سے سب راضی ہوا اور تیرے دو بار دس ناراض ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام سجادہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا رسول اللہ کوئی
 عزیز میرے گھرانہ پر کھڑا ہوتا ہے مجھے کہ میں شرماتی ہوں اے اور اپنے گھر میں کچھ باقی نہیں جو اس کے ہاتھ میں دوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا اس کے ہاتھ میں کچھ ضرور دید و اگرچہ جلی گھری ہی ہو اسے را حمدہ ابو داؤد، ترمذی، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن

کہ اگر اللہ چاہے اور نالاں چاہے بلکہ یوں کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے تاہم ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ حکم بھی استعجابی ہے ورنہ واؤ سے بھی کہہ سکے ہیں جکی دیں
 قرآن شریف پیش کی گئی اے یا اسطرح کہ اسکو فروخت کر کے قیمت تو شہ در سواری حاصل کروں یا اسطرح کہ بکری کو اپنے ساتھ رکھوں و اس کا دودھ پیتا اور فروخت
 کرتا ہوا چاہوں، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ اگر قیمت مقصود ہوتی تو اس سے پیسے ہی کیوں نہ مانگ لیتا، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بکری سے سفر
 کیسے ہوگا وہ تو سواری کے لائق نہیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں ۲ اے عبارت حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ یہ شخص مادر زاد
 اندھا نہ تھا بلکہ پہلے انکھیاں اٹھا بعد میں نابینا ہوا، ورنہ روشنی لوٹانے کے کیا معنی ہوتے نیز عربی میں مادر زاد اندھے کو ائمہ کہتے ہیں اور عارضی اندھے
 کو اعمیٰ، دوسرے یہ کہ یہ صدقہ فرضی نہ تھا بلکہ نفلی تھا کیونکہ صدقہ فرضی مقرر ہوتا ہے، اس حدیث معلوم ہوا کہ سال مال فیکر کے سامنے لکھ دینا جتنا چاہے وہ
 لے لے اول درجہ کی منہاجت ہے ۳ سبحان اللہ یہ ہوا اس امتحان کا نتیجہ کہ وہ دونوں دنیوی و اخروی غضب میں آگئے کہ ان کا مال بھی گیا اور صحت بھی
 اور بے تقائے کی ناراضی ان سب علاوہ، ادھر اس نابینا کے پاس مال بھی رہا، آنکھیں بھی، خدا کی رضا اس کے سوا، اس معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی اچھا
 ہے دیکھو اس صدقہ لیا نہ گیا مگر چونکہ وہ دینے پر تیار ہو گیا تھا اسے فائدہ پہنچ گیا کہ آپ کا نام حواء بنت یزید ابن سکن ہے حضرت اسماء
 بنت یزید کی بہن ہیں صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں ۵ یعنی میں اس کے بار بار سوال کرنے سے شرماتی ہوں اُسے خالی لوٹانے میں غیرت آتی ہے
 اور پاس کچھ نہ تھا نہیں جو دس، اس کش مکش میں کیا کروں، اس میں فقر و کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوریوں
 میں اُسے منع کر دینا ناجائز تو نہیں اے جلی گھری فقط مثال کے لئے ہے مراد بہت معمولی غیر قیمتی چیز ہے یعنی یہ نہ سوچو کہ کوئی اعلیٰ چیز

صَحِيحٌ، وَعَنْ مَوْلَى عُمَانَ قَالَ أَهْدَى لِأَمْرِ سَلَمَةَ بِضَعَةٍ مِنْ لَحْمٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ اللَّحْمَ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ ضَعِيذِي فِي الْبَيْتِ لَعَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ فَوَضَعْتُ فِي كُوَّةِ الْبَيْتِ وَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ تَصَدَّقُوا بِأَبَارِكِ اللَّهِ فِيكُمْ فَقَالُوا بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَمْرَسَلَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ أَطْعَمَهُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ

مجھے ہے، روایت ہے حضرت عثمان کے غلام سے فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کو گوشت کا پارچہ ہدیہ بھیجا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا تو انہوں نے خادم سے فرمایا اے کہ اے گھر میں رکھ چھوڑ دنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھائیں خادم نے وہ طاق میں رکھ دیا ایک سائل آیا دروازہ پر کھڑا ہوا بلا لاشہ تمہیں برکت دے لے کچھ خیرات کرو گھر والوں نے کہا اللہ تجھے برکت دے سائل چلا گیا لے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اے ام سلمہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے جو ہم کھائیں لے عرض کیا ہاں خادمہ بولیں

ہو تو ہی روں بلکہ ادا نہ چیز بھی دے ڈالو خیال ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مساکین کو کچھ نہیں دیا، وہ تعلیم مسد کے لئے تھا کہ بلاغرت سوال جائز نہیں، یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کا رد اس تعلیم کا نتیجہ ہو گیا تھا کہ مدینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلا سخت مجبوری مانگتا ہی نہ تھا، حضرت ام بیحد کو یہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ اب مجبور و معذور لوگ ہی مانگتے ہیں لہذا انہیں محروم نہ پھر اگر دلنذا یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں، اب پیشہ ورسائلوں کو منع کر دینا بھی جائز بلکہ ضروری ہے لہذا یہاں خادم سے حضرت ام سلمہ کی لونڈی ہیں، خادم کا لفظ مرد و عورت دونوں پر لیا دیا جاتا ہے، پتہ نہیں لگا کہ یہ مولیٰ عثمان کون ہیں اور یہ خادمہ کون تھیں، مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، کوئی ان میں ناسق نہیں، اسلئے انکے نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لئے مضر نہیں اور نہ اس سے حدیث مجہول ہوئے اس معلوم ہوا کہ سائل کا سوال کرتے وقت اہل خانہ کو دعائیں دینا بہتر ہے بعض بھکاری صرف دعائیں دیتے ہیں بعض صرف اپنی محتاجی کا رونا روتے ہیں بعض کو دیکھا گیا کہ صرف غزلیں اور قصیدے ہی پڑھتے ہیں، ہاں بھیک کی نیت سے آیات قرآنیہ پڑھنا سخت ممنوع ہے، دیکھو شامی وغیرہ ۳ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب سائل کو منع کرتا ہوتا ہے تو کبھی کہہ دیتے ہیں بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ اور کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ یَغْنِيكَ عَنْ سِوَاهُ جیسے ہمارے ہاں کہہ دیتے ہیں معافی دے یا برکت ہے وغیرہ عزہ سائل کو چھڑکنا نہیں چاہئے بلکہ نرم الفاظ سے اشارۃً کنایۃً منع کرنا چاہئے، جب وہ باز نہ آئے تو صاف صاف منع کرے کہ اب وہ سائل نہیں بلکہ اڑیل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَوْهُ عَنْ سُؤْلِهِ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا رَاضِينَ عَنْهُ فَخُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَمَا تَدْخُلُونَ فِي بُيُوتِكُمْ مِنْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا رَاضِينَ عَنْهُ فَخُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ اور گھروں میں بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں، یہاں گھر میں جمع ارشاد ہوئی احترام کے لئے یا سب گھر والوں سے خطاب ہے۔

لِلخَادِمِ اِذْ هَبَى فَاَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ لَمْ یَذٰلِکَ اَللّٰھُ فَاَذْهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ
فِی الْکُوْۃِ اِلَّا قِطْعَةً مَّرْوۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فَاِنَّ ذٰلِکَ اَللّٰھُ عَادَ
مَّرْوۃً لِمَا لَمْ تُعْطُوْہُ السَّائِلُ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی دَلٰیِلِ النُّبُوۃِ، وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِلَّا اُخْبِرْکُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مِمَّنْ لَا قِیْلَ نَعَمْ قَالَ الَّذِیْ
یَسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا یُعْطٰی بِہٖ رَوَاہُ اَحْمَدُ، وَعَنْ اَبِی ذَرٍّ اَنَّهُ اسْتَاذَنَ عَلٰی عُثْمَانَ فَاِذْنًا لَّہٗ

جاؤ وہ گوشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاؤ وہ گئیں تو طاق میں پتھر کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہ پایا اسے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تم نے سائل کو گوشت نہ دیا اسلئے وہ گوشت کا پتھر بن گیا اسلئے (بیہقی دلائل النبوة) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی میں تمہیں بدتر درجہ والے آدمی کی خبر نہ دوں عرض کیا گیا ہاں فرمایا وہ جس سے اللہ کے نام پر مانگا اور نہ دے ۳۷ (احمد) روایت ہے حضرت ابوذر سے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی

۱۔ مردہ عربی میں پھوٹے یا سفید پتھر کو کہتے ہیں، اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے یعنی حقائق خلاصہ یہ ہے کہ خادمہ نے طاق میں بجائے گوشت کے وہ پتھر دیکھا جس کی گرہ سے آگ پیدا ہوتی ہے: ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دوسرے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام باتوں کی خبر دہتی تھی جو آپ کے پیچھے گھروں میں ہوتے تھے، گھر والوں نے بھکاری کے آنے جانے کا واقعہ عرض نہ کیا تھا مگر مکرار صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے من وعن بیان فرمادیا، دوسرے یہ کہ بڑوں کے احکام اور یہیں چھوٹوں کے کچھ دیکھو صدقہ نقلی نہ دینا گناہ نہیں، بلکہ جب چیز تھوڑی ہو، گھر والوں کو بھی اُسکی ضرورت ہو تو صدقہ نہ کرنا بہتر، مگر شان نبوت یہ تھی کہ ان کے دروازے سے کوئی محروم نہ جائے، اس لئے رب تعالیٰ نے ان بزرگوں کو اس طرح متنبہ فرمایا شہد

موسیٰ آداب و انا دیگر اند موخہ جان درداناں دیگر اند

حدیث شریف بالکل ظاہر یہ ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، گوشت مٹی میں نہ کہ مٹی بن جاتا ہے، تو رب تعالیٰ کی قدرت سے پتھر بھی بن سکتا ہے، پھلی اُمتوں میں مسخ ہوا، کوئی بندر یا سورہی، بعض لوگ پتھر بن گئے، اگر رب تعالیٰ نے اس گوشت کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا تو کیا مشکل ہے عرض کہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں: ۳۔ اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ سائل منگتا بدترین سائل ہیں۔ جو لوگوں سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر مانگیں اور انہیں ملے کچھ بھی نہیں یعنی یَسْأَلُ بِصِیغہ معروف ہو، مطلب یہ ہوگا کہ ایسا سائل چونکہ رب تعالیٰ کے نام پاک کی توہین کرتا ہے کہ ہر کس و نا کس سے اللہ کے نام پر مانگتا پھر تا ہے، کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا، معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کو بھیک کا ذریعہ نہ بناؤ: دوسرا یہ کہ وہ شخص بدترین آدمی ہے جس سے سائل اللہ کے نام پر مانگے اور اس کا دل رب کے نام پر بھی نہ لگے اور اُسے کچھ نہ دے، تب اس سے وہ صورت مراد ہوگی کہ سائل اضطرار و سخت مجبوری کی حالت میں ہو خدا کے نام کا واسطہ دے کر

وَبَيَّيْنَاهُ عَصَاهُ فَقَالَ عُثْمَانُ يَا كَعْبُ إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ تُوْفِي وَتَرَكَ مَا لَا فَمَاتَرِي فِيهِ
فَقَالَ إِنْ كَانَ يَصِلُ فِيهِ حَقُّ اللَّهِ فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ أَبُو ذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ كَعْبًا
وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَحَبُّ لَوْ أَنَّ لِهَذَا الْجَبَلِ
ذَهَبًا أُنْفِقُهُ وَيَتَقَبَّلُ مِنِّي أَدْرُخِلَنِي مِنْهُ سِتًّا أَوْ ثَلَاثِينَ الشُّدُكُ بِاللَّهِ يَا عُثْمَانُ أَسَمِعْتَهُ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَيْتُ النَّبِيَّ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اُن کی لاکھی تھی اے حضرت عثمان نے کہا اے کعب عبد الرحمن کی وفات ہوئی انہوں نے بہت مال چھوڑا اس بارے
میں تمہاری رائے کیا ہے فرمایا کہ اگر اس میں شر کا حق ادا کرتے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے تب ابو ذر نے لاکھی اٹھا کر کعب کو ماری لے
اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ برابر سونا ہو جسے میں خیرات کروں اور وہ قبول
ہو جائے کہ اس سے چھوڑ دینا اپنے پیچھے چھوڑ دوں اے عثمان تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نے حضور کو یہ کہتے سنا دین یا آپ نے کہا ہاں اے
راحمہ اروایت ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم

اپنی جان بچانے کے لئے مانگ رہا ہوں اور یہ جان بوجھ کر کچھ نہ دے چونکہ یہ نہایت سخت دل ہے اس لئے بدتر ہے بغیر فکر و پیشہ و بھکاریوں کے متعلق نہیں ارشاد ہوا ہے
اے کنوئیں تک وراز لاکھی تھی جو اُن کے ساتھ تھی تھی۔ لاکھی ساتھ رکھنا سنت ہے اور اس کے بہت فوائد ہیں اے عیسیٰ عثمان غنی نے ابو ذر غفاری کی موجودگی میں
کعب احبار سے مسئلہ پوچھا کہ عبد الرحمن ابن عوف بہت مال چھوڑ کر فوت پا گئے ہیں تمہارا کیا خیال ہے آیا مال جمع کرنا اور بال بچوں کے لئے چھوڑ جانا جائز ہے یا
نہیں مترقاج میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن ابن عوف نے دو لاکھ دینار چھوڑے تھے بحیال یہ کہ حضرت ابو ذر غفاری زاہد ترین صحابہ تھے ان کا خیال تھا کہ شعر
سج ڈال مال و دھن کو پہ کوڑی نہ رکھ کفن کو جس نے دیا ہے تن کو پہ دے گا وہی کفن کو

زہد و ترک دنیا کی احادیث پر سختی سے عامل تھے اس لئے ان کی موجودگی میں یہ سوال جواب ہوئے تاکہ وہ حکم شرعی اور زہد میں غیر تقویٰ و فتویٰ میں فرق
کر لیں پہلے لینے مال جمع رکھنا، بعد وفات چھوڑ جانا حلال ہے جبکہ اس زکوٰۃ و فطرہ و قربانی حقوق العباد ادا کئے جاتے ہیں، یہ کنسریں داخل نہیں جبکی
قرآن کریم میں برائی آئی ہے لے یہ مارنا بجا لیتا تھا، آپ اپنے نفس پر قابو نہ پاسکے، چونکہ ابو ذر بزرگ ترین صحابی تھے، تمام صحابہ آپ کا بہت احترام کرتے
ان کی ناراضی یا پار پر ناراض نہ ہوتے تھے، جیسے آج بھی سعادت مند جو ان محلہ کے بزرگوں کی سختی پر ناراض نہیں ہوتے اسلئے خلیفۃ المومنین ان قصاص کے لئے نہ کہا
نہ حضرت کعب کے کچھ بڑا مانایا ہو سکتا ہے کہ آپ کی یہ بات مایوس و مرنش کے لئے ہو کہ تم تو کہہ رہے ہو کہ مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ امیر مبنی بھی مسکینوں
پانچ سو برس بعد جنت میں جائیں گے حساب میں دیر لگے گی، یہاں مرقاۃ میں ہے کہ بعد میں حضرت عثمان نے ابو ذر غفاری کو مدینہ منورہ سے مقام ربزہ
میں بھیجا تھا آپ تا وفات وہاں ہی رہے، کیونکہ آپ کی طبیعت بہت جلالی تھی ۵۰ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے کعب تم تو کہتے ہو مال جمع کرنے
میں حرج نہیں جبکہ اُس سے فرائض ادا کر دیئے جائیں، مگر میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا مال مایوس کا سارا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدَائِنَةِ الْعَصْرِ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُصَرَّعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى
بَعْضِ مُجَرِّسَاتِهِ فَفَرَّغَ النَّاسَ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَدَايَ أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ
قَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تَبَرُّعِنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْجِسَنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ كُنْتُ خَلَفْتُ فِي الْبَيْتِ تَبَرُّعًا مِنَ الصَّدَاقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَ وَعَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز عصر پڑھی آپ نے سلام پھیرا پھر تیزی سے کھڑے ہوئے لوگوں کی گرد میں پھلانگتے ہوئے بعض
یہودیوں کے حجرے میں تشریف لے گئے سٹہ لوگ حضور کا جلدی سے گھبرا گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ آپ کی جلدی سے تعجب کر
رہے ہیں سٹہ فرمایا مجھے اپنے پاس سونے کا پترا یاد آ گیا تو مجھے یہ ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے میں نے اس کے تقسیم کر دینے کا حکم دیدیا
نعم بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں نے گھر میں ہرقہ کا پترا چھوڑا تھا تو رات کو اپنے گھر میں رکھنا ناپسند کیا ہے۔ روایت ہے

خیرات کر دینا کچھ باقی نہ رکھنا سنت ہے اور جمع کرنا خلاف سنت کیا نہ سنت میں حرج نہیں ہونا مگر یہ جوہ سنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے
ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب گھروا لے سید المتوکلین تھے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث سننے کا اقرار کر لیا مگر حدیث کا
مطلب سمجھایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنے لئے فرمایا ہے، عام مسلمانوں کو اس کا حکم نہ دیا، محض احترام و آداب کے لئے، کہ اگر میں نے یہ کیا تو جناب
الہ و زجواب دینے کی کوشش کریں گے مجلس مناظرہ ہم جائے گی اور آپ مناظرہ کرنا ہی نہیں۔ اے یحییٰ سلام پھرتے ہی بغیر دعا مانگے بہت تیزی سے
دولت خانہ میں تشریف لے گئے، کیونکہ ابھی آپ کو واپس آ کر دعا مانگنا تھا اور نہ بلا وجہ دعا کے بغیر صلی سے چلا جانا نہیں چاہیے ۲ معلوم ہوا کہ ضرورت
لوگوں کی گرد میں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جانا جائز ہے، جیسے اگر امام کا دورانِ نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر کے گرد میں
پھلانگتا ہوا ہی وضو گاہ تک پہنچے گا، جن لمعادیت میں گرد میں پھلانگنے کی ممانعت آئی ہے، وہاں بلا ضرورت پھلانگنا مراد ہے جیسے کوئی نماز کے لئے مسجد
میں پیچھے پہنچے پھر لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں چلنے کی کوشش کرے، یہ منوع ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۳ صحابہ کرام حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم کے ہر حال تشریف کا بہت غور سے معاملہ کرتے تھے، اور اسی معمولی جنبش پر دیوانہ وار گھبرا جاتے تھے، شروع مشکوٰۃ تشریف میں آچکا کہ اگر
سرکارِ خلافت معمولی کبھی غائب ہوتے تو مدینہ منورہ کی اگلیوں و درآس پاس کے جنگلوں میں ڈھونڈنے نکل پڑتے تھے، آج خلاف معمول جو حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر دعا مانگے جاتے دیکھا گھبرا گئے ۴ ظاہر یہ ہے کہ یہ سونے کا پترا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ملکیت تھا اور فوری
ضرورت سے زیادہ تھا اس کا گھر میں رکھنا بھی ناپسند آیا، فوراً خیرات کر دیا، مشغول رکھنے میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کی وجہ سے نماز میں
دھیان ٹپے کہ اسے کہاں سنبھالیں کہاں رکھیں اور دوسرے یہ کہ قربِ تعالیٰ سے قربِ خاص میں یہ قاضی ہیں یہاں حضرت شیخ نے فرمایا، کہ
اسو کا اللہ کی طرف التفات مقرب بندوں کو کبھی مشغول کر لیتا ہے یہ نہاد اور ترک دنیا کی انتہا ہے کہ جو چیز یا رے سے آ رہے اسے پھاڑ دو حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے تو فرزند کے گلے پر چھری چلا دی، حضرت ادھم نے اپنے بیٹے ابراہیم کے لئے دعا کی خدا یا اسے موت دیدے کہ اسے چرنے
کہ میں ایک آن تجھ سے غافل ہو گیا ہے اگر یہ وہی واقعہ ہے تب تو یہ روایت اس کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سونے

عَائِشَةُ أَرْبَا قَالَتْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِي فِي مَرَضِهِ سِتَّةٌ دَنَانِيرٌ
أَوْ سَبْعَةٌ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَفْرِقَهَا فَشَغَلَنِي وَجَعُ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَأَلَنِي عَنْهَا مَا فَعَلْتُ لِمُسْتَتَا أَوِ السَّبْعَةَ قُلْتُ لَا وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ شَغَلَنِي
وَجَعَكَ فَدَعَا بِهَا ثُمَّ وَضَعَهَا فِي كَفِّهِ فَقَالَ مَا ظَنُّ نَبِيِّ اللَّهِ لَوْ لَقِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَ
هَذَا عِنْدَكَ زَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى
بِلَالٍ وَعِنْدَهُ صَبْرَةٌ مِنْ تَمْرِ فَقَالَ مَا هَذَا يَا بِلَالُ قَالَ شَيْءٌ إِدْخَرْتُهُ لِغَدٍ فَقَالَ أَمَا
تَخْشَى أَنْ تَرَى لَهْ غَدًا يُخَادَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَنْفَقَ بِلَالٌ وَلَا تَخْشَى مِنْ ذِي

حضرت عائشہ سے آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مرض میں آپ کے میرے پاس چھ بیاسات دینار تھے لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے ہاتھ بیٹے کا حکم دیا لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے مجھے اسکی فرصت نہ دی پھر حضور نے اُسکے ہاتھ میں مجھ سے پوچھا کہ اُن چھ بیاسات دینار کا تم کیا کیا میں عرض کیا اللہ کی قسم آپ کی بیماری نے مشغول رکھا آپ نے اپنے ہاتھ پر رکھا فرمایا کہ اللہ کے نبی کا کیا خیال ہے اللہ کے حال میں اسے کہ یہ اس کے پاس ہو لے (احمد روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ کے پاس تشریف لائے اُنکے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا فرمایا بلال یہ کیا عرض کیا کہ اسے میں نے کل کے لئے جمع کیا ہے فرمایا کیا تمہیں اس سے خوف نہیں کہ تم کل کے سبب دوزخ کی آگ میں بن جاؤ قیامت کے دن دیکھو لے بلال خرچ کرو اور عرضش والے سے

آپ اپنے خرچ کا نہ تھا نہ کوڑا تھا نہ دوا گر دوسرا واقعہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا مصرف پر جلد پہنچانا ضروری ہے آپ کی اپنی ملکیت کے جیسا کہ امام مہکرمودہا ہے کہ صدقہ کو نہ کرنے کی نیت سے رکھے ہوں یا خرچ کے ارادہ سے لے لے یہی حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے یہ لائق نہیں کہ گھر میں کچھ ملوک چھوڑ کر وفات پائیں، دل میں اللہ کا نور اور گھر میں اللہ کا نام کافی ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ صدیق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کی ظلم کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال چھوڑا ہی کیا تھا جو رہنے کا مکان تھا وہ بھی وقف ہو گیا اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر خریف بنا دی گئی بخیال رہے کہ یہ واقعہ حدیث ہے سنت نہیں، سنت وہ واقعات ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچ دے دیا کرتے تھے یا بعض صحابہ کو سب کچھ بلکہ آدھے مال کی خیرات سے منع فرمایا تھا خیرات کی اجازت دی اور فرمایا اس سے کم خیرات کرنا بہتر ہے اپنے وارثوں کو غنی کر کے جاؤ

موسیٰ آداب و نادیدہ گراں داند
سوختہ جان و رواناں دیگر اند

شعر

معلوم ہوا کہ حدیث و سنت میں بڑا فرق ہے ۳۳ اس میں حضرت بلال کو انتہائی تقویٰ اور ترک دنیا کی تعلیم ہے اور توکل سے اعلیٰ توکل کی طرف ترقی دینا ہے یعنی اے بلال میں جس درجہ پر تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں وہ جب ہی حاصل ہوگا جب کہ تم اپنے پاس آنا بھی نہ رکھو تاکہ تمہیں قیامت کے دن

عَرْشِ اِقْلَالٍ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ
فَمَنْ كَانَ سَخِيًّا أَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَالشُّمُّ شَجَرَةٌ
فِي النَّارِ فَمَنْ كَانَ شَحِيحًا أَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتَّى يَدْخُلَ النَّارَ وَاهَا
الْبِيَهْقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوا
بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا رَزِينٌ، بَابُ فَصْلِ الصَّدَقَةِ، الْفَصْلُ

مکی کا خطبہ نہ کرو: یہ روایت ہے اس میں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوا اس میں اس
درخت کی شاخ پکڑ لی وہ شاخ اُسے نہ چھوڑے گی حتیٰ کہ اُسے جنت میں داخل کر دے گی لے اور سخی آگ میں درخت جو سخی ہوا اس میں اس کی
شاخ پکڑ لی وہ اُسے نہ چھوڑے گی حتیٰ کہ آگ میں داخل کر دے گی لے یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں، روایت حضرت
علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ میں جلدی کر دے کہ بلا اس آگے نہیں بڑھتی ہے (رزین) باب صدقہ کی فضیلت لے فصل

اسکا حساب دینے میں کچھ بھی نہ ٹھہرنا ہے یہی مطلب ہے ورنہ خ کے بخار دیکھنے کا حضرت بلال اس وقت تن تھاتھے، اہل و عیال نہ رکھتے تھے، آپ کے ذہنی
کے حقوق نہ تھے، فرمایا اکیلے دم کے لئے جمع کرنے کی فکر کیوں لگاتے ہیں رب ہمارے آستانے سے تمہیں دیئے جائے تم کھائے، صوفیائے کرام اپنے
بعض مریدین کو کبھی چلوں سے مجاہدہ کراتے ہیں، اس زمانہ میں ترک دنیا ترک حیوانات کامل کراتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے، یہ حدیث جمع دنیا کے خلاف
ہیں اگر مال جمع کرنا حرام ہوتا تو اسلام کا ایک رکن یعنی زکوٰۃ ہی فوت ہو جاتی کہ زکوٰۃ واجب ہی جب ہوتی ہے جب مسلمان کے پاس ایک سال تک بقدر نصیب مال جمع ہے
لے یعنی سخاوت کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں، چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اسلئے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھیل جاتی
ہیں، جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے اس آیت میں بھی تمثیل ہے، اس
حدیث میں بھی: لے شریعت میں سخاوت کا اونے اور جہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقہ ادا کرے، اور طریقت میں اونے درجہ یہ کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے
نوافل صدقہ بھی دے حقیقت و معرفت والوں کے ہاں اس کا اونے درجہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دے ان میں سے ہر درجہ کے صدقہ
کے نتیجے مختلف ہیں لے جو معانی سخاوت کے عرض کئے جا چکے ہیں کے متقابل سخی کے بھی معانی ہیں لے اس جملہ کے دو حصے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب کسی قسم کی جانی
یا مالی بلا آئے تو بہت جلد صدقہ دنیا شروع کر دو باقی تمام تدبیریں علاج وغیرہ بعد میں کر دنا کہ ان صدقات کی برکت سے اگلی تدبیریں بھی کامیاب ہوں
بعض لوگ آفت آتے ہی میلا و شریف، گیا رہویں شریف، ختم خواجگان، ختم غوثیہ، ختم بخاری، ختم آیت کریمہ کراتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث
ہے کہ ان کاموں میں سزا کا ذکر اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف وغیرہ بھی ہے اور سند نہ بھی ذکر اللہ بھی دافع بلا ہے اور صدقہ بھی
بعض لوگ بیمار یوں میں، اُردو تیل یا بیمار کا جانور پر ہاتھ لگا کر اُسے ذبح کر کے خیرات کر دیتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے کہ یہاں
صدقہ مطلق ہے، اور دوسرے کہ ہر حال میں ہمیشہ صدقہ کرتے رہو کیونکہ ہر وقت ہی آفت آنے کا خطرہ ہے تم آفت پہنچے صدقہ دے دو، بعض لوگ

الْأَوَّلُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدَلٍ ثَمَرَةٌ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لَا يَقْبِلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا بِأَيْمِينِهِ ثُمَّ يَرِيهَا بِالْصَّحِيحِهَا كَمَا يَرِي أَحَدُكُمْ فَلَوْهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ قَالٍ وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَع

پہلی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حلال کمائی سے چھوڑے کی برابر صدقہ کرے لے اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے گا ہے لے تو اللہ اس سے راہنے ہاتھ میں قبول کرتا ہے پھر صدقہ والے کے لئے اسکی ایسی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچہ کی جتنے کہ پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے لے مسلم بخاری روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خیرات مال کم نہیں کرتی لے اور اللہ معافی کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے لے اور کوئی شخص اللہ

ہمیشہ میلاد شریف، گیارہویں شریف، ہر ماہ ختم خواجگان وغیرہ کرتے رہتے ہیں تاکہ آفات دور رہیں، اُن کا ماخذ بھی یہ حدیث ہے شجر

دکھ میں ہر کوئی بھی سکھ میں بھی نہ کوئے جو کوئی سکھ میں ہر بھی تو دکھ کا ہے کوہوئے

لے اسی طرح کہ آنے والی آفت آتی نہیں اور جو آجکی ہے وہ پھر قی نہیں بلکہ لوٹ جاتی ہے، صدقہ انسان اور انسان کے درمیان مضبوط حجاب ہے (مرقات) یہ عمل بہت مجرب ہے اگر کبھی صدقہ سے آفت نہ جائے تو یہ رب تعالیٰ کی آزمائش ہے اس پر صبر کرے لے صدقہ صدق سے بنا جیسے سچائی، چونکہ خیرات سخی کے سچے مومن ہونے کی علامت ہے اس لئے اُسے صدقہ کہتے ہیں۔ مطلقاً صدقہ سے مالی خیرات مراد ہوتی ہے نقل ہو یا فرض یہاں وہ مراد ہے اگرچہ بعض بدنی اعمال کو بھی صدقہ کہا گیا ہے جیسے حکمی صدقہ لے جیسے معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کچھ معمولی چیز ہے، پھر اس کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوتی، لے یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی جتنے کہ کچھ بھی طیب و پاک کمائی سے کرے یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مالی مخلوط سے اجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو سورۃ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں در حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے، تو رب تعالیٰ اپنے ان محبوبوں کو دہاں پرورش نہ کرتا، دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اجرت، سود کا پیسہ، دربیع باطل کے معاوضے، سور شراب وغیرہ کی قیمتیں۔ دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کا رد بار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت، اور ناجائز پیشوں لگانے بجانے، اور اچھی موٹے وغیرہ کی اجرت، پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہیگا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچ کر اس کے لئے حلال ہوگا، وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کر دے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَمْ يَأْصِدْقَةً وَلَكِنَّا هَدَّيْنَاهُ لے دینے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد راضی ہو کر قبول فرماتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہیگا جتنے کہ میزان میں

أَحَدُ اللَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دُعَى مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَلِلْجَنَّةِ أَبْوَابُ
فَنَنْكَاحُ مَنْ أَهْلَ الصَّلَاةِ دُعَى مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعَى مِنْ بَابِ
الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعَى مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ
دُعَى مِنْ بَابِ الصِّيَامِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا عَلَى مَنْ دُعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ خُرُودَةٍ فَهَلْ

نے انکار نہیں کرتا مگر انشاء سے بندہ دیتا ہے اسے (م) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو انہی میں
کسی چیز کا جوڑا خیرات کرے اسے توجہ کے دروازوں سے بلایا جائے گا جسے جنت کے بہت دروازے ہیں تو جو نماز والوں کو ہر گاہ نماز
کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں کو ہر گاہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ والوں کو ہر گاہ وہ صدقہ
کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ والوں سے ہر گاہ روزہ ریان سے بلایا جائے گا لے تب حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ
اس کی ضرورت تو نہیں کہ کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے ہے مگر کیا

سائے گناہوں پر غالب آجائے گی جیسے اچھی زمین میں بوٹی بوٹی ہوتی ادک آد وغیرہ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے يَحْقُقُوا اللَّهَ الْبَرَّاءُ وَيُقِي الصَّدَقَاتِ
۱۰۰ لے بلکہ مال بڑھاتی ہے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے تجربہ ہے جو کس کیفیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریوں خالی
کریتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھر لیتا ہے، گھر کی رکھی بوریوں چر ہے، سسری وغیرہ آفات ہلاک ہر جاتی میں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں صدقہ
نکلتا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو انشاء اللہ بڑھتی رہے گی، کنوئیں کا پانی بھر جاؤ، تو بڑے ہی جائیگا ۱۰۰ یعنی جو بدلہ پرتا رہو، پھر مجرم کو معافی دیدے
تو اس مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر بدلہ لیا جائے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے فتح مکہ کے دن کی عام
معافی سے سائے کفار مسلمان ہو کر حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہو گئے، معافی سے دلوں پر قبضے ہو جاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہے
۱۰۰ نہ کہ شرعی حقوق میں تو ملی دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو، اپنے مجرم کو معاف کر دو ۱۰۰ لے انکساری جو خود داری کے ساتھ ہودہ بڑی بہتر ہے اسکا انجام
جندی دیجات ہے مگر بے غرتی کی انکساری، انکساری نہیں بلکہ احساس پستی ہے، جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت مسلمان بھائی کے سامنے جھکتا آداب
أَشَدُّ أَوْ عَلَى الْكَفَّارِ وَحَمَّاءُ بَيْنَهُمْ ۱۰۰ لے یعنی ایک جنس کی دو چیزیں، جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو دوٹیاں وغیرہ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی
کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی، جیسے خاندن میری کو زو جن کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے من کل زوجین اثنین اور ممکن ہے کہ زوجین مراد باہار
صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا علانیہ اور خفیہ صدقہ مراد ہو، مرقبات نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو دروازے دو رکعت
نماز وغیرہ کیونکہ فقر کے لئے نقلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لئے خیرات ۱۰۰ لے یعنی باب الصدقہ سے یہاں حد پر شیعہ ہے لہذا حدیث پر یہ
اعتراف نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا (مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات

صورت تہذیب
اس حدیث میں
دروازوں
سے بھریا
جانا

يَدَاخِي أَحَدُ مَنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَارْجُوا أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ صَائِلًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ
فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ مُسْكِينًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ

کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا حضور نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے (مسلم بخاری) ہدایت ہے انہی سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہو کر صبح کی تسبیح کی ہے حضرت ابو بکر نے کہا میں نے فرمایا
آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا حضرت ابو بکر نے عرض کیا میں فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی مسکین کو کھلایا حضرت ابو بکر نے کہا

کرنے والے کو ہر دروازہ سے جہنم کا حق ہوا ظہار عزت کے لئے یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائیگا عبادت کے
غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اسکی کی تیاری میں مشغول
رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستہ سے جنت میں جائے گا وغیرہ۔ بیان کرتی ہے بنا جسکے معنی ہیں سرسبزی، سیرانی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بجا
روزہ خشک لب، تشہد میں رمل، اسلئے اسکے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشہد ہی کا عوض ہو جائے ہے یعنی جنت میں داخلے کے لئے ایک دروازہ
سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکار پٹنے کی ضرورت نہیں، مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی
ہماری دروازہ سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو اس جہاں میں عارفانہ فیض اور عن صراطِ حق کی من زائدہ اور ضرورتاً افاکام اعلیٰ من دعی الامر کی خبر
لے لے یعنی جو شخص ساری عبادات میں دل نہر ہوگا، وہ ان سات دروازوں سے بلایا جائیگا کہ ہر طرف اسکے نام کی دھوم مچ جائے گی، اور چونکہ اسے صدیق نام ساری
ہی نیکیوں میں طاق ہو، لہذا تم بھی ان ہی میں سے ہو گے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل
میں بعد انبیاء و ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اٹھنے فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار و سید جنتیہ الاقرب الذی اور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم ہی کو بنایا جاتا ہے خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام
نیکیوں میں سب بڑھ کر ہیں، اور رب تعالیٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں، جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا اپنے زانو پر سنانا اپنے کوساں سے کٹوانا وغیرہ جب قرآن کریم کی رحل باقی لکھ دیوں سے افضل ہے تو جس
کا قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر نیوی آخر دی حال سے
واقف ہیں۔ جسے کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا، اور کس دروازے سے جائیگا، صحابہ کا یہی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریوں کا امیر دلانا یقین کے لئے ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ الْغَافِلِينَ
حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہونگے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازوں
پر پڑے گی اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہونگے رضی اللہ عنہ لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جماعت صحابہ سے یہ سوال فرماتا، ان پر صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر کرنے اور انہیں آپ کے روزانہ کے اعمال دکھانے کے لئے ہے، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک کے

أَنَا قَالَ فَبَيْنَ عَادِمِنُكَ الْيَوْمَ فَرِيضًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعَنَ فِي أَمْرٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةً لِحَارَتِهَا وَلَوْ فَرَسَنَ شَاةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ وَحْدَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنْ

میں فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی بیمار کی عبادت کی حضرت ابو بکر نے عرض کیا میں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس شخص میں یہ خصلتیں نہیں جمع ہوئیں مگر وہ جنت میں جاتا ہے ۱۔ مسلم روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے مومن پیسہ کوئی پڑوس کا ہدیہ حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کی کھڑی ہی ہو ۲۔ مسلم بخاری روایت ہے حضرت جابر و حدیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے ۳۔ مسلم بخاری ۴۔ روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھلائی کو حقیر نہ جانو

ساتھ ظاہر و خفیہ اعمال سے خبردار ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكَ رَسُولًا شَهِدًا عَلَيْكُمْ ۱۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیخ کا اپنے مریدوں کے حالات کی تعقیب کرنا، دوسری اسناد کا شاگردوں کے خفیہ حالات معلوم کرنا سنت سے ثابت ہے، دوسرے یہ کہ امتی کا نبی سے ہر بیک کا شیخ سے، شاگرد کا استاد سے اپنی خفیہ نیکیاں بیان کرنا یا نہیں، بلکہ انکی دعا سے کہ زیادہ قابل قبول بنانا ہے، تیسرے یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عابد ترین صحابہ ہیں کہ آپ کے روزانہ کے یہ اعمال ہیں خیال ہے کہ انایع میں کتنا فخر وغیرہ کے لئے ہو تو متع ہے، معجز و نیاز کے طور پر جائز ہے، چوتھے یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت حدیث و قرآن کریم جنتی ہیں ۲۔ یعنی اگر تم امیر ہو اور تمہاری پڑوس عزیز، اور وہ عزیز اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے، تو نہ اسے واپس کر دو اور نہ اسے نگاہ حقارت سے دیکھو، بلکہ خوشی سے قبول کر دو، اس کا دل خوش ہو جائے اللہ تعالیٰ ان کا ایک پیسہ بھی قبول فرماتا ہے اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے یعنی کوئی عورت اپنی پڑوس کو معمولی ہدیہ دینے میں نہ چکچکچائے، جو کچھ تجربے بنے دیتی ہے، کہ ہدیوں میں بہتیں بڑھتی ہیں، چونکہ چیزوں میں عیب نکلنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اس لئے انہی سے خطاب کیا گیا، یہ حدیث ہم غریبوں کے لئے بڑی ہمت افزا ہے کیونکہ اس معلوم ہو رہا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی رو نہیں فرماتے ۳۔ سبحان اللہ کیا ہمت افزا حدیث ہے، یعنی صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا، بلکہ ہر معمولی نیکی، اگر انفرادی سے کی جائے تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ مسلمان بھائی سے بیٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے، اب کوئی فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں ہوں ۴۔ اس طرح کہ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے، اور مسلم نے حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ سے، انذار وای کے نام میں ہر کتاب مفرد ہے اور حدیث میں دونوں متفق ۵۔

المَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنَّ تَلَقَّى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَائِقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ
قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِبَيْدَايِهِ فَيَنْفَعَهُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ
فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ قَالُوا فَإِنْ
لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

اگرچہ یہ ہو کہ اپنے بھائی سے کتارہ پیشانی سے ملے لے (مسلم) روایت حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے لے صحابہ نے عرض کیا کہ اگر نہ پائے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے خود نفع اٹھائے اور خیرات کرے ۳ لے عرض کیا اگر یہ بھی
نہ کر سکے یا نہ کرے فرمایا تو کسی مظلوم یا محتاج کی مدد کرے لے بولے اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو اچھی بات کا حکم کرے ۵ لے بولے اگر یہ بھی
نہ کرے تو فرمایا کہ بُرائی سے بچے کہ اسکے لئے یہ ہی صدقہ ہے لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے

۱ لے سو فیائے کرام فرماتے ہیں، کہ کوئی نیکی حقیقہ جان کر چھوڑ نہ دو، کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیقہ سمجھ کر نہ دو، کہ کبھی پھوٹی
چنگاری گھر بھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مومن کو خوش کرنا بھی عبادت
ہے ۲ لے یہاں اعلیٰ و جبرکے لئے نہیں، بلکہ ترغیب کے لئے ہے یعنی مسلمان کو چاہئے کہ فکر الہی کے لئے ان نفلی نیکیوں کو بھی اپنے پر لازم سمجھے اور فوراً نہ ان
پر عمل کی کوشش کرے ۳ لے صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے، اسلئے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفلوک الحال ہوتے ہیں
جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں کریں، سرکار کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کمانا بھی عبادت ہے، کہ اسکی برکت انسان ہزار ہا
گنا ہونے پر جاتا ہے جیسے بھیک چوری وغیرہ نیز نکما آدمی اپنا دقت گناہوں میں خوش کرنے لگتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہتا کہ تمہیں حرام میں
پھنسا دے ۴ لے ہاتھ پاؤں کی مدد جیسے بھولے کو راستہ بتا دینا، پردہ نشین بیوگان کا باہر والا کام کر دینا، اس میں بھی ثواب ہے، ۵ لے کہ اس میں نہ کچھ
خروج ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں، اور مفت میں ثواب مل جاتا ہے، کیونکہ تبلیغ عبادت ہے، جس کا بڑا ثواب ہے، اس جملہ سے معلوم ہوا، کہ
ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھنا چاہئیں، کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا، یہ بھی معلوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں، جسے جو
مسئلہ یا دوسرے کو بتا دے ۶ لے بُرائی سے بچنے کی دوسورتیں ہیں: ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر میں گوشہ نشین بن جائے، کہ نماز کے
اوقات مسجد میں، باقی گھر یا جنگل میں گزارے: دوسری یہ کہ بُری مجلسوں میں جائے مگر بُرائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو بُرائی سے
روکنے کے لئے، کہ یہ بڑا جہاد ہے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے، ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب، نہ کرنے سے مراد بچنا ہے
یعنی سلبِ حدودی نہ کہ سلبِ محض: لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ ہم ہر وقت خصوصاً سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچے
ہیں، تو چاہئے کہ ہمیں ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَبَىٰ النَّفْسَ الْاَرْسٰوٰی

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سَلَامِي مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْإِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّةٍ فَيَحِبِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعًا صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَمِيطَ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ مَفْصِلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللَّهَ وَحَمَدَ اللَّهَ وَحَلَّلَ اللَّهَ وَسَبَّحَ اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ وَعَزَلَ حَجَرًا

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑے کے عوض ہر دن میں سو سو چھپکے اُس پر صدقہ ہے اسے دو کے درمیان انسان کرے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی اس کے گھوڑے پر سوار کرے کہ اُس پر اسے سوار کرے یا اُس پر اس کا سامان چڑھائے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے اسے اور ہر وہ قدم جس نے نماز کی طرف جائے صدقہ ہے اسے اور راستہ تکلیف دہ چیز ہٹائے صدقہ ہے لکھ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اولاد آدم میں ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے تو جو اللہ کی تکبیر کہے اُس کی حمد کرے تہلیل کرے تسبیح پڑھے اللہ سے معافی چاہے لوگوں کے راستے سے پتھر

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے نہ اسے سلا کے عمل کے پیش سے ہے جس کے لغوی معنی ہیں عفو، ہڈی اور جوڑ، یہاں تیسرے معنی مراد ہیں انسان کے بدن میں ۲۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے، اگرچہ ہر ہر دو انگشت اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑا اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اسلئے خصوصیت سے اس کا شکر یہ ضروری ہوا، صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یہاں بھی غلے لغوی لزوم کے لئے ہے نہ کہ لغوی وجوب کے لئے، مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقاً قادیانہ لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑے کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے، اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکر یاد آوے، سو سو چھپکے کا ذکر اسلئے فرمایا کہ سو سو چھپکے تو ہر شخص پر چھپکتا ہے تو فکر یہ بھی ہر شخص پر ہے لکھ یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں کے اچھے برے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الہی کے لئے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائیگا تو وہ بڑا اجر جائیگا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں لکھ مرتبات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثلاً ہے، ورنہ طواف، بیماری پر سی، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرض کہ ہر نیکی کے لئے قدم ڈالنا صدقہ ہے لکھ یعنی راستے سے کانٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچے کا اندیشہ ہو اُس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے، جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکر ہے لکھ انسان کی اسلئے قید نگائی تاکہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ ان کے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام، ہمارے یہ جوڑا نیکی کے پورے لئے کرباؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑا خراب ہو جائے، تو زندگی دشوار ہو جائے قدرت بڑی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کوڑا کی چول کی طرح ہڈی گھومتی ہلتی ہے اسلئے باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے

عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عِظًا أَوْ أَمْرًا مَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيٍ عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدِ تِلْكَ السِّتَيْنِ
وَالثَّلَاثِ مِائَةٍ فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسُهُ عَنِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي
ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ
وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٍ عَنِ الْمُنْكَرِ
صَدَقَةٌ وَفِي بَعْضِ أَحَادِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَا فِي أَحَدِنَا شَهْرَتُهُ وَيَكُونُ لَهُ

یا کاشایا ہڈی ہٹا دے یا اچھی بات کا حکم دے یا بُرائی سے منع کرے ان تین موصاف کا گنتی کے برابر تو وہ اس دن کی طرح چلے گا
کہ اپنی جان کو آگ سے دور کرے گا لے مسلم نے روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر تسبیح
میں صدقہ ہے اور ہر تکبیر میں صدقہ ہے اور ہر تحمید میں صدقہ ہے اور ہر تہلیل میں صدقہ ہے لے اور بھلائی کا حکم دینے میں صدقہ ہے اور
بُرائی سے روکنے میں صدقہ ہے لے اور ہر ایک کی حلال صحبت میں صدقہ ہے لے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہرت پوری کرے

لے سبحان اللہ کیسی جامع حدیث ہے جس میں عبادات معاملات، اور اور وظیفہ سب ہی آگئے، مرقعات نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے
ممانعت زبانی بھی ہوتی ہے دلی بھی اور عملی بھی، عالم کا دینی و غلط زبانی تبلیغ ہے، دینی کتاب لکھ جانا قلمی تبلیغ، کہ جب تک اس کتاب کا فیض جاری
ہے اس کا ثواب باقی، اور لوگوں کے سامنے اچھے اعمال کرنا، بُرے اعمال سے بچنا عملی تبلیغ ہے، کہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر نیک بنیں گے، اُن سب کا ثواب سے ملے گا
بلکہ روزانہ ملتا ہے گا، اور اس کے جوڑوں کا شکر یہ ادا ہوتا ہے گا، اس حدیث کے آخری جملہ سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفعی عبادت کے ترک پر
بھی پکڑ ہو جاتی ہے، کیونکہ سرکار نے فرمایا جس دن اتنے کام کر لئے، اس روز اپنے کو آگ سے دور کر لیا، جو شخص دو رکعتیں اشراق کی پڑھ لے، اسکے
تمام جوڑوں کا شکر یہ ادا ہو گیا، جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے لے اس فرمان مالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللَّهِ يَا اللَّهُ اَلْكَبْرُ بِالْحَمْدِ
لِلَّهِ يَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کسی طرح بھی کہ صدقہ نفعی کا ثواب پائیگا، خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہ یا کسی حاجت کے لئے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن
کر سبحان اللہ وغیرہ کے یا خوشخبری پا کر الحمد للہ پڑھے، بہر حال ثواب ملیگا، کیونکہ اللہ کا نام لینا بہر حال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے
لئے اعضائے وضوء دھوئے، تب بھی وضوء ہو جائیگا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام زبان کا وضوء ہے شعر

چوں بیابین نام پاکش در دہاں نے پیدری ماندونے آں دہاں

لے ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے، بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی قلمی تبلیغ صدقہ
جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے، تب تک اسے ثواب ملتا ہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے لے بضع کے
کے لغوی معنی ہیں ٹکڑا، اگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں، یہاں مراد صحبت حلال ہے، یہاں فی ارشاد فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ صحبت
بذات خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت حق زوجیت کی ادائیگی اولاد کی طلب ہے، اور یہ ساری چیزیں عبادت

فِيهَا اجْرٌ قَالِ ارْبَعِيْنَ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ اَوْ زُرْفَكَذَا لَكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ اَجْرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعَمَ الصَّدَقَةُ اللَّحِيقَةُ الصَّغِيرُ مِنْهُ وَالشَّاتَةُ الصَّغِيرُ مِنْهُ تَغْدُو بَانَاءً وَتَرْوَحُ بِآخِرِ مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ كَلْبٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سَرِقَ مِنْهُ لَصَدَقَتُهُ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

میں سے ثواب ملتا ہے فرمایا بتاؤ تو اگر یہ شہوت حرام میں خرچ کرتا تو اس پر گناہ ہوتا تو یوں ہی جب اسے حلال میں خرچ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین صدقہ بہت دودھ والی اونٹنی اور بہت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو صبح کو برتن بھر کر دودھ دے اور شام کو دودھ بھر کر لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی باغ لگائے یا کھیت بوسے پھر اس کے آدمی یا چڑیاں یا جانور کچھ کھالیں مگر اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت جابرؓ یوں ہے کہ جو اس چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے لہذا روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ

میں اسے صحبت عبادات پر شامل ہے اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں بارشاد ہوا تھا اور یہاں فی سہ ماہ کہ پتہ لگے کہ وہ چیزیں بذات خود عبادات تھیں اور یہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے لمعات امورات یہاں فرمایا، ظاہر حدیث معلوم ہوتا ہے کہ حلال صحبت مطلقاً ہے خواہ ان چیزوں کی نیت سے ہو یا نہ ہو لہذا لینے بذات خود صحبت ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے، جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحریوں میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہوا صدقے سے مل جائے تو زہد بن جاتی ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيُهُ هُدًى مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ هُوَ اَصْدَقُ سے مل کہا جیسی ہوتی ہے جیسے کمسن شہد سے مل کر راز مرقعات لکھنا حدیث پر یہ اعتراف نہیں کہ بغیر نیت ثواب کیسا کہ نیت کی شرط عبادت محض میں ہے لہذا عرب میں دستور تھا کہ جانوروں والے اپنا دودھ کا جانور عاریتہ چند روز کے لئے کسی عزیز مسکین کو دے دیتے تھے، اس زمانہ میں جانور کا خرچہ اس فقیر کے ذمہ ہوتا اور دودھ بھی وہی پیتا تھا، مدت گزرنے پر جانور واپس کر دیا جاتا، اسے منجھکتے تھے، یہاں اسی کا ذکر ہو رہا ہے، فرمایا جابہا ہے کہ اس جانور کا ہر وقت کا دودھ صدقہ ہو گا۔ لہذا عرب میں دستور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بھی چنے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے، مسافر بھی اس دستور سے واقف تھے، وہ بھی چوری کی نیت سے نہیں بلکہ عرفی اجازت کی بنا پر دو چار دانہ منہ میں ڈال لیتے تھے، نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے سبزے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں مگر انے ان سب کو مالک کے لئے صدقہ قرار دیا، اس کی وجہ یہ ہے عرف کی جا چکی، کہ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے لہذا صبر کرنے اور اس نقصان کو برداشت کرنے پر ضرور ثواب

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِمَرْأَةٍ مَوَسَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ
يَلِثُ كَأَدِيقَتِ الْعُطَشِ فَذَرَعَتْ خُفَّيْهَا فَأَوْثَقَتْ بِخَبَرِهَا فَذَرَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا
بِذَلِكَ قِيلَ إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا قَالَ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَذِّبْتُ امْرَأَةً فِي هَرَّةٍ
أَمْسَكَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ مِنَ الْجُوعِ فَلَمْ تُكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا فَتَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنٍ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اُس زانیہ عورت کی مغفرت ہوگئی کہ جو ایک کتے پر گزری کہ ایک کنوئیں کے کنارے اپنی ہاتھ
قریب تھا کہ پیاس اُسے قتل کر دیتی اُس نے اپنا مونہ اُٹھا اُسے اپنے دوپٹے سے بانٹھا اس طرح پانی نکالا اُسے اس سے بخش دی گئی عرض کیا گیا
کہ کیا ہم کو جانوروں میں بھی ثواب ہے فرمایا ہر ترکلیبے والے میں ثواب ہے سلم بن جارہی روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی کہ جسے منہ باندھے رکھا تھے کہ بھوک مر گئی اُسے نہ تو کھانا دیتی تھی نہ
بھوڑتی تاکہ مین کے کپڑے کوٹے کھا لیتی سلم بن جارہی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص درخت کی

میں جیسے کاٹ لگ جانے پر ثواب ملتا ہے اُسے مؤثر و مؤسس سے بنا جسے رگڑا، اس کا مصدر یا اس سے بچنے کا کرنا، ظاہر یہ ہے کہ اس کے مائے گناہ بخش دیئے گئے تھے
جیسے کہ غفر کے اطلاق سے معلوم ہوا اُسے اپنے پاس ڈول رستی تھے نہیں، تو اُس نے اپنے دوپٹے کو رستی بنایا اور مونہ کو ڈول، کہ مونہ میں پانی بھر کر کتے کے
منہ میں ڈال دیا جس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ چلا گیا سلم بن جارہی روایت ہے، مگر اس سے مراد ہر جاندار ہے، لہذا سانپ، بکھو، شیر وغیرہ
کو مار دینا ثواب اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ معاف ہو سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ کبھی معمولی نیکی بڑے سے بڑے گناہوں کے بخشنے
جانے کا سبب بن جاتی ہے، تیسرے یہ کہ بعض صوفیا اپنے ہاں انسانوں کے فکر کے ساتھ جانوروں کے دلے پانی کا بھی انتظام کرتے ہیں، اُن کا ماخذ یہ حدیث
ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں، اس سے دعوت کا کھانا مراد ہے نہ کہ حاجت کا کھانا لہذا احادیث متعارض
نہیں بلکہ اس کے لئے عذاب جہنم کا حکم ہو گیا یا اُس پر کوئی دینی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی، اور نہ دوزخ کا عذاب تو
بعد قیامت ہوگا، اسی عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں چلتے دیکھا، مگر وہ اس لئے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ
چکی تھی، بلکہ اس لئے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے سلم بن جارہی روایت ہے کہ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک
یہ کہ پائے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اُسے کھانا پانی دیا جائے، دوسرے یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم
انسان کے ظلم سے بدتر ہے، کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے ذمہ دوسروں سے کہہ سکتا ہے، بے زبان جانور خدا کے سوا کس سے کہے، تیسرے یہ کہ
کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہو جاتا ہے، کبائر سے بچے یا نہ بچے، رب تعالیٰ کا یہ فرمان اِنَّ تَجْتَنِبُوا الْكَبَاۡرَ مَاتَ تَنۡهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرُوۡنَ كَمَآ

شجرۃ علیٰ ظہر طریق فقال لا یحینَ ہذا عن طریق المسلمین لا یؤذیرہم فادخل
الجنة متفق علیہ وعنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد رايت رجلاً
یتقلب فی الجنة فی شجرۃ قطعہا من ظہر الطريق کانت تؤذی للناس رواہ مسلم
وعن ابی ہریرۃ قال قلت یانبی اللہ علیہ السلام شئاً انتفع بہ قال اعزل لاذی عن
طریق المسلمین رواہ مسلم وستذکر حدیث عدی بن حاتم اتقوا النار فی باب

شاخ پر گزرا جو برابر راہ پڑی تھی وہ بولا کہ اے مسلمانوں کے راہ سے ہٹا دوں کہیں انہیں تکلیف نہ دے لے وہ جنت میں داخل کیا
گیا ۲۔ (مسلم بخاری) روایت ہے عائشہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزے سے پھرتے
دیکھا اس درخت کی وجہ سے جسے اس راستہ کے کنارے سے کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو باعث تکلیف تھا ۳۔ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ
سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے وہ بات سکھائیے جس سے نفع اٹھاؤں فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے موذی چیز
ہٹا دو لے (مسلم) اور ہم حضرت عدی بن حاتم کی یہ حدیث اتقوا النار انشاء اللہ باب

سینا ۱۔ اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے، بلکہ امید دلائی گئی ہے، اور یہ بخشش جب تقاضے کی مشیت پر موقوف ہے، کیونکہ دوسری آیت میں ب
تقاضے فرماتا ہے ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء لہذا نہ تو آیات میں تعارض ہے، اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف، بعض علما نے اس حدیث پر مسئلہ
مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کیوں جاتا ہے، کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا، مگر سزا سزا تک نہ دینے سے کیوں بن
گیا، مگر اس حدیث پر استدلال ضعیف اس لئے تو قرآنی آیت موجود ہے ولم یضئوا علی ما فعلوا ۱۔ لے وہ شاخ یا تو غار دار تھی جسکے کانٹے لوگوں کو چبھ جانے کا اندیشہ
تھا، اور اگر بے غار تھی تو اتنی موٹی تھی جس راہ گیر ٹھوکر کھاتے: اس حدیث سے اشارۃ معلوم ہو رہا ہے کہ موذی چیز کو راستہ سے ہٹانے میں مسلمانوں کی خدمت کی نیت کسے
نیک کفار کی ۲۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس شخص نے ہٹانے کی نیت ہی کی تھی، اس نیت پر بخشا گیا، نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے، اور ممکن ہے کہ اس نے ہٹا بھی دی ہو
جسکا یہاں ذکر نہیں آیا ۳۔ یعنی وہ درخت غار دار تھا یا بے غار، اس کی جڑ راستہ کے کنارہ پر تھی، مگر شاخیں راستہ پر پھیلی ہوئی تھیں، اس تکلیف دور کرنے کے
لئے اسے جڑ سے ہی اکھڑ دیا تاکہ آئندہ بھی شاخیں نہ پھیل سکیں، اگر یہ درخت اسکی اپنی ملکیت تھا یا خود رو تھا تب تو اس کے کانٹے دینے اور اس کی مکرلی گھڑے جانے
پر کچھ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور اگر کسی غیر کی ملکیت تھا تو اس شخص فقط دفع ایذا کے لئے کانٹا دیا ہوگا اسکی مکرلی پر قبضہ نہ کیا ہوگا، اس صورت میں اس حدیث پر
مسئلہ مستنبط ہوگا کہ موذی چیز کو ختم کر دینا جائز ہے اگرچہ دوسری ملکیت ہو دیوانہ گناہ کسی کا پائو تھا، مگر کس دلوں کا بھاگا ہوا شیر، سپیوں کا چھوٹا موٹا سانپ مار دیئے
جائیں، راستہ میں کھودا ہوا کنواں پاٹ دیا جائے، میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت میں یا شب محل میں دیکھا یا نماز
کوف میں جبہ پر جنت پیش کی گئی یا عام حالات میں ۱۔ لے سائل نے تو کوئی پڑھنے کے لئے وظیفہ پوچھا ہوگا، مگر مکرانے یہ فرمایا کہ آخرت کی نجات صرف وہ
ظیفوں پر موقوف نہیں بلکہ مسلمانوں کی خدمت سے بھی میسر ہو جاتی ہے ۲۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ سائل کوئی جلیل القدر صحابی تھے جو سارے نیک اعمال

عَلَامَاتِ النَّبُوَّةِ اِنْشَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰی : الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ
 قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ جَنَّتْ فَلَمَّا تَبَيَّنَتْ وَجْهَهُ عَرَفَتْ اَنْ
 وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلَ مَا قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاطْعِمُوا
 الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
 وَابْنُ مَاحَةَ وَالذَّارِقِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامات نبوت میں بیان کریں گے اسے دوسری فعل روایت ہے حضرت عبداللہ بن سلام سے اسے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں حاضر ہوا اسے جب میں نے چہرہ انور غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ پاک کسی بھوٹے کا چہرہ نہیں اسے پہلی بات جو حضور نے فرمائی یہ تھی کہ اے لوگو سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھاؤ اسے رشتے جوڑو سب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھو سلامتی سے جنت میں چلے جاؤ اسے (ترمذی ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پہلے ہی کرتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ عمل بتا کر اشارۃً سمجھا دیا کہ خدمت خلق بھی ایک لے اٹھانے کی ہے اسے یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں بھی لیکن ہم نے مشکوٰۃ میں باب علامات نبوت میں بیان کی، کیونکہ اس کے زیادہ مناسب تھی اسے آپ مشہور صحابی ہیں آپ کی کثرت البیوسف ہے، بیوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، علمائے یہود میں سے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، مدینہ منورہ میں اس کے بعد میں وفات ہوئی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے، تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑے ہوئے آئے، کھجوریں گودھی میں بھرتیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتے ہی دل میں یہاں آگیا اسے باغ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لئے آیا، تو دیکھا کہ اس شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو پر والوں نے گھیرا ہوا ہے لوگ فدا ہو رہے ہیں اسے غور سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو توریت شریف میں مذکور ہیں آپ کے چہرہ انور سے ملائیں تو بالکل موافق پائیں، بال برابر فرق نہ تھا، تب میں نے یقین کر لیا، کہ آپ دعویٰ نبوت برحق ہے غلط نہیں خیال ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا، مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو تھمٹایا تھا، اس لئے آپ یہ فرماتے ہیں، بعض علمائے اس کے یہ معنی بیان کئے کہ میں نے فرات معلوم کیا کہ بھوٹ بونے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا، دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے اسے یعنی میں نے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی چونکہ وہاں ہجوم عاشقاں تھا اس لئے اناس سے خطاب فرمایا، سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو رد و لوج دو، اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا رد و لوج نہ تھا سُبْحَانَ اللّٰهِ بِالْخَيْرِ دُخِرَہ کتے تھے، جیسے ہندوستان میں آداب عرض، گڈ مارنگ، بندگی، اکورنش وغیرہ کے جاتے تھے اسلام نے اسلام علیکم کتنا سکھایا، کھانا کھانے سے مراد ہے، مہمانوں، فیقروں، یتیموں کو کھانا دو، بعض لوگوں نے کہا کہ سلام ادنیٰ آوار سے کہو جو سامنے والا سُن لے اور اپنے بچوں کو کھانا دو، مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں اسے یعنی قرابت داروں کے حق ادا کرو، ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ

أَعْبَدُ الدَّخْمَنَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ: وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئَ
غَضَبَ الرَّبِّ وَتُدْفَعُ مِثَّتَهُ الشُّعُورُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ وَإِنْ مِنَ الْمَعْدُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَلِقٍ
وَأَنْ تَفْرِغَ مِنْ دُبُوكَ فِي إِنَاءِ أَخِيكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

رحمن کو پوچھنا کھانا کھلاؤ سلام پھیلاؤ جنت میں سلامتی سے پہلے جاؤ لے (ترمذی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے لے اور بری موت کو دفع کرتا ہے لے ر
ترمذی روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی کا صدقہ ہے اور بھلائی سے یہ بھی
ہے کہ تو اپنے بھائی سے کٹا دے روٹی سے بٹے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈلے لے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا

میں مذکور ہے اور نماز، حج، زکوٰۃ پر ہی قناعت نہ کرو بلکہ آخری بات میں جب عموماً لوگ سوتے ہوتے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو، اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کر
لیا تو مذاب و حجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے ہماری
اس شریعت سے معلوم ہوا کہ اسلام کے دو حصے ہیں، چوتھ لکھی تک زکوٰۃ، روزہ، حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لئے اُن کا ذکر نہ فرمایا لہذا حدیث پر کوئی
اعتراف نہیں لے یہ حدیث کچھ فرق سے ابھی گزر گئی، رحمان کو پوچھنا بہت جامع فرمان ہے جس میں ہر قسم کی عبادتیں داخل ہیں اگر یہ حدیث زکوٰۃ و روزہ کی فضیلت
کے بعد کی ہو جب بھی درست ہے کہ عبادت رحمان میں وہ چیزیں بھی آگئیں لے بیٹے خیرات کرنے والے سخی کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ آدلا تو اس پر ذیوی مضمتیں
آتی نہیں، اور اگر امتحان آ بھی جائیں، تو رب تعالیٰ کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ صبر کر کے ثواب کمایا ہے غرض کہ اس کے لئے معصیت
معصیت لے کر نہیں آتی مغفرت لے کر آتی ہے، معصیت والی معصیت خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مغفرت والی معصیت اللہ کی رحمت لہذا حدیث پر یہ
اعتراف نہیں کہ شیعوں پر معصیتیں آجاتی ہیں، عثمان غنی جیسے سخی بڑی بے دری سے شہید کیے گئے لے مِثَّةُ مَوْتٍ سے بتایا ان نوعیت کے لئے اسے
بروزن نعلت لائے تو میم کے کسر کو دھب سے داؤ سے بدل گیا، بری موت سے مراد خرابی خاتمہ ہے یا عقلیت کی اچانک موت یا موت کے وقت ایسی علامت
کا ظہور ہے جو بعد موت بذمائی کا باعث ہو، اور ایسی سخت بیماری ہے جو میت کے دل میں گھبراہٹ پیدا کر کے ذکر اللہ سے غافل کر دے، غرض کہ سخی بندہ ان
تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاک نبی سے، اُن کا رب سچا، اللہ تعالیٰ اُن کے طفیل ہم سب کو سعادت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے لے شروع باب
میں صدقہ کے معنی عرض کئے جا چکے ہیں، صدقہ حقیقی مال سے ہوتا ہے اور صدقہ حکمی اعمال سے بھی ہوتا ہے اسی لئے خوشنودی دل کا ذریعہ ہے اور سمان
کو خوش کرنا ثواب، لہذا یہ عمل صدقہ، نیز کنوئیں پر جو لوگ پانی لینے کے لئے جمع ہوں اُن کے برتنوں میں پانی ڈال دینا بھی اُن کی راحت اور خوشی کا ذریعہ
ہے لہذا یہ بھی صدقہ، پانی ڈالنا بطور شال بیان ہوا، مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے ساتھ معمولی گھبلائی کرنا بھی ثواب ہے :

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ صَدَقَةٌ وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَإِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ وَنَصْرُكَ الرَّجُلَ الَّذِي أَلْبَصَرَ لَكَ صَدَقَةٌ وَإِمَاظُكَ الْحُجْرَةَ وَالشُّوكَ وَالْعِظَمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ وَإِقْدَاغُكَ مِنْ دُلُوكَ فِي دُلُوِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَلْمَاءُ فَخَفَرْتُهَا وَقَالَ هَذَا الْإِمْرُ سَعْدٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا صدقہ ہے۔ ملے اور بھائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روک دینا صدقہ ہے اور تیرا کسی کو بہک جانے والی زمین میں راہ دکھا دینا تیرے لئے صدقہ ہے سگھ اور تیرا کسی کمزور نگاہ والے شخص کی مدد کر دینا تیرے لئے صدقہ ہے سگھ اور تیرا راستہ سے پتھر کاٹنا بڑی شہادینا تیرے لئے سگھ صدقہ ہے اور تیرا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے سگھ و ترمذی اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے مروایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول ام سعد وفات پاگئیں تو اب کونسا صدقہ بہتر ہے لکھ فرمایا پانی سگھ لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے سگھ ابو داؤد و ترمذی :

سگھ خوشی کا مسکراتا جس سے سگھ دلا صبحی کہ میرے آنے سے انہیں خوشی ہوئی اس سے وہ بھی خوش ہو جائے، مسخر کا مسکراتا مراد نہیں جس سے کنوے کو تکلیف ہو کہ یہ تو گناہ ہے سگھ سبحان اللہ کیا رب تعالیٰ کی ہر باتوں میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت کو ملیں وہ معمولی کام ہیں نہ خرچ ہو نہ تکلیف تو اب کا باعث بن گئے کسی کو راستہ بتا دینا یا مسئلہ سمجھا دینا بھی ثواب کا باعث ہو گیا سگھ یا اس طرح کہ اسکی انگلی پکڑ کر جہاں جانا چاہتا ہے وہاں پہنچا دے یا اس طرح کہ اسکا کام کاج کر دے، سب میں ثواب ہے کہ اندھوں اور کمزور نظر والوں کی خدمت نعمت آنکھ کا شکر یہ ہے، ہر نعمت کا شکر ہی اللہ کا ہے اور شکر پر زیادتی نعمت کا وعدہ ہے لَنْ شُكْرُكُمْ لَا يَزِيدُنِي ذِكْرًا سگھ کہ اس سے لوگ تکلیف سے بچیں گے اور تمہیں ثواب ملیگا معلوم ہوا کہ جیسے مسلمان کو نفع پہنچاؤ ثواب ہے ایسے ہی انہیں تکلیف سے بچانا بھی ثواب ہے کسی بچے آدمی کو بد معاش کی شر سے بچالینا ثواب ہے اگر کوئی شریف النفس آدمی بے خبری میں غیث النفس سے رشتہ کرنا چاہتا ہو اس سے بچالینا بھی ثواب ہے سگھ جب اپنے ڈول سے دوسرے کے ڈول میں پانی ڈال دینا ثواب ہو تو جسکے پاس ڈول یا رشتہ ہی نہ ہو اسے پانی دینا تو بہت ہی ثواب ہو گا لکھ یعنی میں کونسا صدقہ دے کر ان کی روح کو اس کا ثواب بخشوں اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشنا سنت ہے، قرآن کریم میں جو فرمایا گیا اَلْمَالُ كَسْبَتْ وَعَلَيْهَا مَا كَسَبَتْ یا فرمایا گیا لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعَىٰ جِسْمِهِ معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں فائدہ مند ہیں وہاں بدنی فراغ مراد ہیں اسی لئے وہاں کَسْبَتْ یا سَعَىٰ ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کر سکتا، ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکیوں کی برکت سے مردوں کی آفتیں مل جاتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا سگھ یعنی ان کی طرف سے پانی کی خیرات

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ مَسْلُومٍ كَسَا مَسْلُومًا ثَوْبًا
عَلَى عُدِي كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَأَيُّ مَسْلُومٍ أَطْعَمَ مَسْلُومًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللَّهُ مِنْ ثَمَرِ

روایت ہے ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو پہنائے اللہ اسے جنت کے مہر
جوڑے پہنائے گا لہٰذا اگر جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھلائے تو اللہ اس کو جنت کے پھل

کے دیکھنے پانی سے دینی و دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں خصوصاً ان گرم و خشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو بعض لوگ سبیل میں لگاتے ہیں عام مسلمان
ختم فاقہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہت ہے لہٰذا
یعنی ام سعد کی روح کے ثواب کے لئے ہے یہ لام نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ثواب بخشنے وقت
ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت صحابہ ہے کہ خدا یا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے دوسرے یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام
جانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی دیکھو حضرت سعد نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا وہ کنواں اب تک آباد ہے اور اس
کا نام پیر ام سعد ہی ہے فقیر نے اس کا پانی پی لیا یہ مَا أُحِلَّ بِهِ لِخَيْرِ النَّاسِ کے خلاف نہیں کہ وہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے
جائیں یہ خیال رہے کہ یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد کی ایک اسناد میں یوں ہے عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ التَّمِيمِيِّ عَنْ رَجُلٍ
عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
سَعْدُ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
الْمُسَيْبِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ يَدُونَ اسنادیں منقطع ہیں کیونکہ سعید ابن مسیب اور حسن بصری کی ملاقات حضرت
سعد ابن عبادہ سے نہ ہوئی اور مرقات، مگر یہ انقطاع و جہالت کوئی مضرب نہیں چند وجہوں سے ایک یہ کہ یہ حدیث اس بنا پر زیادہ سے زیادہ
ضعیف ہو سکتی ہے اور حدیث ضعیف فضائل اعمال اور ثبوت استحباب میں کافی ہوتی ہے دیکھو کتب فقہ اور شامی وغیرہ ایصال ثواب میں
یاد واجب نہیں صرف سنت مستحبہ ہے دوسرے یہ کہ یہ کسی حدیث صحیح کے متعارض نہیں کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ ایصال ثواب حرام ہے تاکہ یہ
حدیث چھوڑ دی جائے تیسرے یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
ایک قرملی اپنی امت کی طرف سے کرتے تھے اور فرماتے تھے اے نبی اسے قبول کرے امت مصطفیٰ کی طرف سے مسلم بخاری، اور سیدنا علی مرتضیٰ ہمیشہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے رہے فرماتے تھے نبی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے ابوداؤد و ترمذی ہر دفعہ یہ کہ اس
حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلزَّكَاةِ وَالْحَقُّ دَائِمٌ وَفِي مَا يَنْفِقُونَ قُرْبَاتٍ
جَنَّاتُ النَّارِ وَصَلَاتِ الدُّسُولِ اس کی پوری بحث ہماری کتاب جہاد الحق جلد اول اور فرست القرآن میں ملاحظہ کیجئے یہ پانچویں یہ کہ ہمیشہ سے
سارے مسلمان ایصال ثواب پر عمل کرتے رہے اور عمل امت کی وجہ سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے دیکھو ہماری کتاب جہاد الحق جلد دوم
اور شامی وغیرہ چھٹے یہ کہ جب امام بخاری کی تعلیق قبول جس میں وہ اسناد بیان ہی نہیں کرتے سیدھے کہہ دیتے ہیں قال ابن عباس کیونکہ
امام بخاری ثقہ ہیں تو حضرت سعید ابن مسیب اور خواجہ حسن بصری کا انقطاع بھی قبول کیونکہ یہ دونوں حضرات امام بخاری کے ثقہ نہیں مگر

یعنی کمال کی بنا پر براہ راست حضرت سعد کا واقعہ بیان کر دیا۔ یعنی پیمانے والا بھی مسلمان ہوا اور پیٹنے والا بھی خصوصاً نمازی ہو خواہ اسے ایک کپڑا پہنا ہو۔
 غرض کہ مسلمان کی حاجت روائی رب تعالیٰ کو بڑی پساری ہے کھانا پینا اور لباس کی حاجت عامہ میں ایسی غیرات بڑی مقبول ہے حجت میں پانی دودھ شہد وغیرہ کی ہنریں بھی ہونگی رب تعالیٰ فرماتا ہے **فَمَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ** اور بعض شہزادوں کی سرسبز بونابیں بھی فرماتا ہے **يُسْقَوْنَ مِنْ رَحْمَتِي مَخْتَلِمًا** **الَا يَهْدِيهِ آيَاتُ مَتَّعْتُ فِيهَا أَعْيُنَ النَّاسِ** اور نہ یہ حدیث آیتوں کے خلاف ہے جن میں سے بعض فرض میں جیسے نذر پوری کرنا یا حج اور بعض نفل جیسے بھکاریوں کو بھیک دینا یا ضرورت مندوں کو قرض دینا یا ضرورت پر ڈرل ہانڈی بیابان وغیرہ عاریتہ دینا یا پڑوسیوں کو آگ نمک وغیرہ دینا یہ حدیث ان سب کو جامع ہے لہٰذا اس آیت میں آگ ہے وانی **الْمَالِ عَلَى حِجَّةٍ دَرِي الْأَنْفُسِ وَلَيْتَ أَعْلَمَ الْمَسْكِينُ** **الَا يَهْدِيهِ آيَاتُ مَتَّعْتُ فِيهَا أَعْيُنَ النَّاسِ** حدیث کی مؤید ہے لہٰذا صحیح یہ ہے کہ حضرت بہیسیہ خود بھی صحابیہ ہیں مگر آپ کی احادیث بہت کم ہیں لہٰذا جواز سے مراد شرعی جواز نہیں بلکہ عرفی جواز ہے یعنی مروت وغیرہ کہ ان چیزوں کا منع کہنا خلاف مروت ہے اور یہ بھی دیا ہے جہاں پانی اور نمک کی خود مالک کو ضرورت نہ ہو ورنہ بعض ذہ علاقے جہاں پانی کی کمیاب بلکہ نایاب ہے وہاں ضرورت کے وقت پانی نہ دینا نہ خلاف مروت ہے نہ گناہ یہی حال نمک کا ہے لہٰذا یہ عام حکم ہے یعنی اس کی تفصیل کہاں تک بیان کی جائے جو نیکی میں پڑے کر گزر و وقت کی قدر کر دے گویا وقت بھر ہاتھ آتا نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ** **شَدِيدُ**
 انور نے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہر کے کرے : اندھیرا پا کھا آتے یہ دودن کی اجالی ہے۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْيَى أَرْضًا مَيِّتَةً فَلَهُ فِيهَا أَجْرٌ وَمَا أَكَلَتْ الْعَافِيَةُ مِنْهُ فَبُولُ صَدَقَةٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَعَنْ الدَّبَّارِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَعَ مَنَعَةَ لَبْنٍ أَوْ زَيْتٍ أَوْ هَدَى نَقَاقًا كَانَ لَهُ مِثْلُ عِثْقِ رَقَبَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي جُرَيْجٍ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ أَتَيْتُ لَمْدِيْنَةَ فَرَأَيْتُ رَجُلًا يَصُدُّ النَّاسَ عَنْ رَأْيِهِ لَأَقُولُ شَيْئًا إِلَّا صَدَّارُوا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ لَوْ

ابو داؤد اور ابی جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فائدہ زمین کو آباد کرے اسے تو اس میں اسے ثواب ہے اور جو جانور اس سے کھا جائے تو یہ اس کیلئے صدقہ ہے سہ داعی اور ابی جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دودھ جانور غریب دے یا چاندی قرض دے یا کسی کو راستہ بنائے تو اسے غلام آزاد کرنا ثواب ہے سہ ترمذی روایت ہے حضرت ابو جریح جابر بن سلیم سے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا کہ تو میں نے رکھ صاحب کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے سے کام لیتے ہیں وہ کوئی بات نہیں کہتے مگر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں وہ میں نے پوچھا یہ

میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

صدانہ بلیل باعین بولے صدانہ باغ بہاراں : صدانہ حسن جوانی ماپے صدانہ صحبت یاراں

سہ یعنی اپنی محنت سے بجز زمین کو قلیل کاشت بنادے وہ بہت ثواب کا مستحق ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے رزق کا انتظام ہے حکومتیں اپنے غیر آباد علاقے لوگوں کو مفت دیتی ہیں ان کا ٹیکس معاف کر دیتی ہیں بلکہ ہزار ہا روپے سے آباد کر دیتا ہواں کی امداد کرتی ہیں اس کا اخذ یہی حدیث ہے اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف آئندہ بیان ہو گا سہ اسکی بحث پہلے ہو چکی کہ کبھی بغیر ارادہ نیکی ہو جائے پر بھی ثواب مل جاتا ہے عافیہ عقی سے بنا مجھے طلب رزق عافی رزق کا سلامتی اب جانوروں اور پرندوں کو کہتے ہیں، اموات نے فرمایا کہ یہ ثواب تب ملے گا جبکہ اس پر صبر و شکر کیا جائے سہ یعنی کسی کو دودھ کا جانور کچھ روز کے لئے عاریتہ دینا کہ وہ اس کا دودھ پی لے یا کسی صاحب مندر کو کچھ روپیہ قرض دینا یا تابیٹا یا ناواقف کو راستہ بتا دینے کا ثواب غلام آزاد کرنا کہ برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب ہوا تو خیرات دیدینے کا کتنا ہو گا خود سوچ لو اسلئے یہ حدیث صدقات کے باب میں لائے گئے کرام فرماتے ہیں کہ کسی قرض دینا صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو غیر حاجت مند بھی لے لیتا ہے مگر قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے سے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے، پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچا لینے کا ثواب سینکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے، اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدر عقل ملے گا، لکھ صحیح یہ ہی ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے، بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے، مگر یہ غلط ہے، صحابی ہیں مگر بہت سی کم احادیث آپ سے مروی ہیں دیہات کے رہنے والے تھے کام کے لئے کبھی مدینہ پاک آتے تھے اس بار جو آئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات نصیب ہوا جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے لکھ لکھ آپ کی ہر بات مانتے ہیں، وجہ نہیں پوچھتے صدقہ دینا صدقہ دینے سے بنا جس کے معنی ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا :

هَذَا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ
السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ قُلْتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ أَنَا
رَسُولُ اللَّهِ الَّذِي إِنْ أَصَابَكَ خَيْرٌ فَدَعْوَتُهُ كَشَفَتْ عَنْكَ وَإِنْ أَصَابَكَ عَاصِرُ سَنَةٍ
فَدَعْوَتُهُ أَنْتَرَهَا لَكَ وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ فَقِيرًا وَفَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَأْسُكَ فَدَعْوَتُهُ رَدَّهَا
عَلَيْكَ قُلْتُ لَعَهْدِي إِلَى قَالَ لَا تَسُبَّنْ أَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُدًّا وَلَا عَبْدًا وَ

کون صاحب ہیں لوگ بولے یہ رسول اللہ میں نے فرماتے ہیں میں نے دو بار عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ تو فرمایا علیک السلام نہ کہا کرو
کیونکہ علیک السلام مردوں کا آپس کا سلام ہے بلکہ کہو السلام علیک تمہ میں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں اللہ کا الیا رسول ہیں
کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچاؤ میں اس سے دعا کروں تو وہ تمہاری تکلیف دور کر دے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے میں اس سے دعا کروں تو تم
پر کاوے سے اور حبی تم چیل زمین باجگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے میں اس سے دعا کروں تو اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے گا میں نے
عرض کیا تجھے نصیحت کیجے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی اولاد یا غلام اور

لے یعنی میں نے غلام اور بادشاہوں کے غلام بھی دیکھے مگر کسی کے غلام ایسے بندہ بے دام نہ پائے تھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے
اٹتے ہیں اسلئے تعجب سے پوچھا کہ مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے
ہم ایسے ہاں بعض جہلاء بھی سلام "باسلام" کہتے ہیں یا آداب عرض تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیے اسلئے اس جملہ
کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو علیک السلام کہو، مگر یہ غلط ہے کیونکہ ہاں بھی اسلام علیکم کہنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار عرب
قبرستان جا کر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے تیسرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیک السلام کہتے ہیں چوتھے یہ کہ علیک السلام کہنا مردوں کے
لئے مناسب ہے، زندے سلام تو اسلام علیکم سے کریں اور جواب میں د علیکم السلام بولیں واللہ اعلم فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے اسلئے یعنی جب
ایک دوسرے سے ملو تو اسلام علیکم کہو یا ہم سے ملاقات کے وقت تحیت کیلئے یہ کہو درود شریف کے موقع پر صلوٰۃ و سلام جمع کر کے کہو رب تعالیٰ فرماتا ہے حَتَّوْا
عَبْدِي وَتَوَّأْ لِهَذِهِ هَدِيَّتِ اس آیت کے خلاف نہیں ہے مرقات نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے مستحکم کے ہیں اور اللہ ہی رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا
سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو معیشتیں مالتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تینوں صیغے قاطب کے
ہوں اور اللہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو یعنی میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو معیبتوں میں میرے وسیلے سے اس سے دعائیں کرے تو
پروردگار تیری آفتیں مٹا دے مرقات اولیہ کی اس لئے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی پہچان کر رہے ہیں، وہ خدا
کو تو پہچنے ہی پہچانتا تھا، فقیر کے نزدیک پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل
مقصود ہے اسلئے دوسرے معنی کی بنا پر اس حدیث سے ثابت یہ ہو گا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد سے

لَا يَعْزِبُكَ إِلَّا شَاءَ قَالَ وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوفِ وَإِنْ تَكَلَّحَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُبْسِطٌ إِلَيْهِ
وَجْهَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنَ الْمَعْرُوفِ وَارْفَعْ لِرَأْدِكَ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَالِى الْكَعْبَيْنِ
وَإِيَّاكَ وَلَا سُبَالَ إِلَّا زَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْخَيْلَةِ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَيْلَةَ وَإِنْ أَمْرٌ شَتَمَكَ وَعَيْدَكَ
بِمَا يَعْلَمُ فَبِكَ فَلَا تُعَادِرُهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيهِ فَإِنَّمَا وَبَالَ ذَلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ
مِنْ حَدِيثِ السَّلَامِ وَفِي رِوَايَتِهِ كُنْ لَكَ أَحَدُ ذَلِكَ وَقَالَ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ
ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا

اونٹ اور بکری کو گالی زد کر دیا اور کسی اچھے بات کو حقیر نہ مانتا اور اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے کلام کیا کرتا یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہبہ
آدھی پنڈلی تک اور بچا رکھنا اگر نہ مانو تو ٹخنوں تک سٹکے اور تہبہ زیادہ بچا رکھنے سے ہمیشہ کھانا کہ یہ بکری ہے اور اللہ تعالیٰ بکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی
شخص ہمیں گالی دے تو ہمیں کسی ایسے عیب سے عار نہ ہونے دوں کہ ہم اس سے ایسے عیب سے عار نہ ہوں تو ہم اس سے ایسے عیب سے عار نہ ہوں تو ہم اس سے ایسے عیب سے عار نہ ہوں
ابو داؤد اور ترمذی اور ترمذی نے ان سے سلام کی حدیث نقل کی اور ایک روایت میں ہے کہ تم کو اس کا ثواب ملے گا اور اس پر اس کا وبال ہو گا اچھے روایت ہے
حضرت عائشہ سے کہ امی بیت نے بکری ذبح کی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں سے کیا بچاؤ لوں کہ کندھے کے سوا کچھ نہ بچاؤ

خبردار میں اور انہیں دماغیں دیتے رہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے عَزَّ وَجَلَّ مَا عَنِتُّمْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْفُجَّارِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْفُجَّارِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْفُجَّارِ
اور اگر بڑا کھانا مراد ہے، تو اگرچہ بعض وقت کسی کو بڑا کھانا جائز تو ہوتا ہے مگر اس سے بچنا بہتر ہے صحابی نے اس بہتر چل کیا لکھا یعنی اگر خدا تعالیٰ تنویری نیکی کی بھی توفیق دے تو
اسے کر کر اور خدا کا بہت شکر کر موقع کو قیمت جان کہ کبھی تنویری نیکی سے ہی نجات ہو جائیگی اور توفیق کے شکر سے آئندہ بڑی نیکیاں بھی نصیب ہو جائیں گی سٹکے یہ حکم مرد کیلئے ہے
کہ اسے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ تہبہ رکھنا اگرچہ حرام ہے اور بے پردہی سے خلاف ادنیٰ مگر اصل کو ادھی پنڈلی تک کے پاجامے دو بایوں کی علامت ہیں، جیسے ہمیشہ سر
مندانہ لہذا ٹخنوں کے اوپر رکھے، عورتوں کا تہبہ یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے چاہیے لکھا یہ انتہائی حسن اخلاق کی تعلیم ہے، کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے
تو تم اس کے عیب نہ کھولو کسی نے کیا مزے کا شعر لکھا

بدی را بدی سهل باشد جزا
اگر مردے آئینِ اِلٰی من آسام

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے، اور وہ کبھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بد نصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چہرے عیب کھول
دینا سفت الہیہ ہے، دیکھو ولید ابن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجنوں کہا، تو کعبہ تعالیٰ نے جو شاعر عیوب ہے سورہ نون میں اس کے دس
عیب کھولے تھے کہ اخیر میں فرمایا اِنَّكَ لَمِنَ الْفٰسِقِمْ کہ وہ حرام کا تخم ہے، لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں، اپنے دشمن کو معافی دینا
کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال ہے خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال
بہت ہے، مگر وہی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کر جاتے ہیں فیست

قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كُتِفَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ: وَكَنُ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا إِلَّا كَانَ فِي حِفْظٍ مِنَ اللَّهِ
مَا دَامَ عَلَيْهِ مِنْ خُرْقَةٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ: وَكَنُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يَرَفَعُ قَالَ
قُلْتُ: يَسْمَعُهُمُ اللَّهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ بِمِثْلِهِ
يُخْبِرُهَا أَرَاهُ قَالَ مِنْ شَمَالِهِ وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَنْهَضَهُمْ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ

فرمایا کندھ کے سوا اسپیچ گیارہ ترمذی نے اسے صحیح فرمایا روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا نہیں پہناتا مگر جب تک اس کے بدن پر اسکا ایک پتھر بھی رہے یہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے لہذا ترمذی
روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ سے مرفوع کرتے ہیں فرمایا تین شخصوں سے اللہ محبت کرتا ہے سب سے پہلے ایک وہ جو رات کو اللہ کو قرآن پڑھے لے
دوسرا وہ جو اپنے واسطے ہاتھ سے خیرات کرے اور اسے چھپائے بھی خیال ہے کہ فرمایا اپنے بائیں ہاتھ سے سہ تیسرا وہ جو کسی لشکر میں تھا کہ اس کے ساتھی لہجہ لگ کر تو دشمن کے مقابل رہا

یا عیب لگانے کے لئے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کیلئے اس کے راویوں میں چونکہ فلاں عیب ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، فضائل اعمال میں کام آئے
گی، احکام میں کام نہ دے گی لے لکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک، دوسرے احتمال کو مخدثین نے ترجیح دی ہے، چونکہ ازواج پاک کو
اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکور ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا، فرشتوں نے بی بی سارا زہرا زہرا علیہا السلام سے عرض کیا تھا اَنْتِ حَبِيبَةُ
مِنْ اَمْرِ اللَّهِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ اَهْلُ الْبَيْتِ کہ یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا گیا ہون شانہ بچا ہے غالباً گھر کے خرچ کیلئے رکھا گیا ہو گا اور یہ بکری صدقہ کیلئے ذبح کی گئی
ہو گی، کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کیلئے نہیں رکھا جاتا لے یعنی جو راہ خدا میں صدقہ دیدیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا، اور جو اپنے کھانے کیلئے رکھا گیا وہ معصوم ہو کر فنا ہو گیا
رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَذْكُرُ يَذْكُرُ مَا جَاءَ اللَّهُ بِآيٍ لَكَ لَعَلَّكَ تَتَّقِي لے یعنی جب تک فقیر کے جسم پر اس کپڑے کی ایک چیز باقی ہے تب تک اللہ تعالیٰ پہنانے والے
کو آفات دنیادی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ صدقہ آفتوں سے بچانے میں بے مثال ہے یا مطلب یہ ہے کہ تب تک اللہ اس کی عیب پوشی فرماتا رہتا ہے
حدیث شریف میں ہے، کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے تو اللہ اس کی عیب پوشی کرتا ہے، وہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے، یہ تو کپڑا
پہنانے کا دنیادی فائدہ ہوا، آخر دی فائدہ تو ہمارے خیال سے دراز ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر صدقہ کی بقا اسی قدر اس کے فائدہ کی بقا
لہذا صدقہ جاریہ بہت ہی اعلیٰ ہے سب خاص نوعیت کی محبت، اور عمومی محبت تو اللہ تعالیٰ ہر مومن سے کرتا ہے، بغض کا مقابل صحابہ کرام سے
اور قسم کی محبت فرماتا ہے، اور مختلف قسم کے شقیوں سے اور اقسام کی محبت، یہی حال رشتائے الہی کا ہے، رب تعالیٰ کی محبت خاص کی علامت
ہے، کہ اسے نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے، اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے لے یا نماز تہجد میں یا ویسے ہی علاوہ
نماز کے معلوم ہوا کہ آخر رات کی تلاوت و نماز بہت اعلیٰ ہے، کہ اس میں رب کا شائبہ نہیں اس میں وہ حفظ قرآن والے طلباء بھی شامل ہیں جو
آخر شب میں قرآن پاک یاد کریں، یہ چھپانے کے مبالغہ کے لئے ہے یعنی وہ اپنے زن و فرزند اور خاص دوستوں سے بھی اس صدقہ کا ذکر

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مُحْفُوظٍ أَحَدُ رَوَاتِهِ أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيرُ الْخَلَطِ
وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللَّهُ وَثَلَاثٌ يُبْغِضُهُمُ
اللَّهُ قَامًا الَّذِينَ يُحِبُّهُمْ اللَّهُ فَدَجَلُ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمُ بِاللَّهِ وَلَوْ سَأَلَ لَهْمُ لِقَدَابَةِ
بَيْتِهِ وَبَيْنَهُمْ فَمَنْعُوهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللَّهُ
وَالَّذِي أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوا الْبَيْتَ فَحَرَّحَتْهُ إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهِ

ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث محفوظ ہے اس کے ایک راوی ابو بکر ابن عیاش ہیں جو بہت غلطیاں کرتے ہیں اس روایت ہے حضرت
ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے محبت کرتا ہے، اور تین سے سخت ناراض ہے۔ وہ جن سے
محبت کرتا ہے، ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا ہے ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قربت کی وجہ سے نہ مانگا لکھ لوگوں نے
اسے منع کر دیا تو ان ہی میں سے ایک شخص مجھے پٹا سے چھپکر کچھ دے دیا جس کا عطیہ اللہ کے سوا، اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں
مانگا ہے اور ایک وہ قوم جو رات بھر علی رستی تھے کہ جب انہیں نیند ہر ماسوئے سے پیاری ہو گئی تو

نہیں کرتا تاکہ ریاکارانہ شبہ بھی نہ پیدا ہو جائے، خیال رہے کہ صدقہ فرض اکثر ظاہر کر کے دینا افضل ہے تاکہ فسق کی تہمت سے بچے اور صدقہ نقل اکثر چھپا کر دینا
بہتر ہے چندہ وغیرہ پر صدقہ کا اعلان تاکہ دوسروں کو بھی دینے کی رغبت ہو بہتر ہے مختلف حالات کے مختلف احکام ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ تَبَدُّدَ
الصَّدَقَاتِ فَنِقَامٌ وَإِنْ تَغْفِرْهَا وَتَوَتُّوْهَا الْفَقْرَاءُ فَيُخَذْ مِنْكُمْ كَرْهُ لِهَذَا يَحْدِثُ اس آیت کے خلاف نہیں ہے اپنی فوج کے کھاگ جانے پر اور خود اکیلے رہ
جانے پر دشمن کے مقابل ٹٹ جانا گویا اپنی موت کو دعوت دینا ہے مگر چونکہ اللہ بلند کرنے کے لئے مر جانا بھی عبادت ہے اس لئے یہ فازی اللہ کا بڑا محبوب بنا
اور اس پر خود کشی کا الزام نہ آیا اگر بحالت جنگ یہ حدیث ہر فازی کے سامنے رہے تو انشاء اللہ اسلامی فوج کے قدم اکھڑ سکتے ہی نہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ
تینوں بندے مجاہد ہی ہیں اس لئے ان تینوں کے ایک ساتھ فضائل بیان کئے گئے تہجد گزار اس وقت سونے والوں کی مخالفت کرتا ہے اور نفس امارہ کا مقابلہ کہ اس
وقت نفس کو پیاری ہوتی ہے اور اسے اللہ کا ذکر پیارا اور سنی اپنے مال میں چھپا کر نہا جائے اور اپنے نفس سے مقابلہ کہ نفس مال سے محبت کرتا ہے اور یہ خالق مال سے اور وہ
ڈٹنے والا غازی تو کلا ہر ظہور مجاہد ہے کہ اگر وہ قیمت یا ناموری کیلئے گیا ہوتا تو ایسے نازک موقع پر میدان میں کبھی نہ ٹھہرتا، یہ حضرت اپنے وقت کے اماں تھے، مگر
حافظ کزدر تھا اسے ضعیف ہیں، مگر اسی مضمون کی احادیث اسنادوں سے بھی مروی ہیں جو اکثر صحیح ہیں جن میں کچھ فرق کے ساتھ ایک آگے بھی آ رہی ہے، لہذا تین
حدیث ضعیف نہیں، اشعۃ و مرقاۃ اس لئے ان سے محبت کرنے کے لئے پہلے مذکور ہو گئے کہ خصوصی محبت مراد ہے، ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے درنہ رب تعالیٰ تمام
کند اور فساق سے ناراض ہے لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض جس لئے یہ پہنچنے والا اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں تو وہ دینے والا ہے جس کا ذکر آگے کر رہا ہے
کہ صدقہ کی اہمیت دکھانے کیلئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا، از لمعات، لکھ اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سنی کا اس اجنبی فقیر کو
خیرات دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سوا رمضان المبارک کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ

فَوَضَعُوا رُءُوسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِي وَيَتْلُوا آيَاتِي وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْهَدَّادَ
فَهَزَمُوا فَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى يَقْتُلَ أَوْ يُغْتَمَ لَهُ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ الشَّيْخُ
الذَّانِي وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظُّلُمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْأَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيدًا فَخَلَقَ الْجِبَالَ

سرکہ کر سونگے تو یہ کھڑے ہو کر میری خوشامد کو نہ لگا اور میری آیات تلاوت کیں سہ اور وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ
بھاگ پڑے تو یہ اپنا سیدہ نام کر کھڑا ہو گیا تھے کہ قتل کر دیا گیا یا اسکی وجہ سے فتح ہو گئی سہ اور وہ تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے ایک بوڑھا زانی
سہ اور مشرک فقر سہ اور ظالم غنی سہ اور زنی انسانی اس بات سے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے زمین کی تخلیق فرمائی تو

قرابت داروں کو خیرات دینا افضل ہے سہ اعطاکم میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو، دوسرے یہ کہ اس سے دینے
والا سخی مراد ہو، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں، مطلب یہ ہے، کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا
کہ کون دے گیا، چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا، اس قوم کی مخالفت بھی کی، اور فقیر کی ٹوٹی اس بھی پوری کی اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہو،
سہ عرب میں عموماً رات میں سفر ہوتا ہے، اور تھکن اتارنے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں، چونکہ اس تہجد خواں نے تین بیداریاں
کیں اس لئے یہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوا، ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا، سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا عابدوں میں
عبادت آسان ہے، قافلوں میں مشکل اور تہجد کی نماز تعلق ملے سے بنا بیٹھے دوستی و نرمی، ناجائز نرمی کا نام چالوسی ہے، اور جائز نرمی کا نام
خوشامد نیاز مندی وغیرہ ایساں دوسرے معنی میں ہے، موصوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اصل عرفان اور بندہ سے مذہب تعالیٰ کے درمیان خاص تعلق
کا باعث یہ حال قال سے دراز ہے سہ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرات، محنت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی پلٹ پڑے اور حم کر پڑے جیسا
کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، سیدالاشجعین صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں جھے رہے، پھر وہی صحابہ
پلٹ پڑے، جم کر پڑے، اور میدان جیت لیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم سہ ظاہر یہ ہے، کہ شیخ بیٹھے بوڑھا ہے نہ کہ شادی شدہ جوان، چونکہ بوڑھے
میں موت قریب نظر آتی ہے، شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، بوڑھا بہت تکلف ہی سے صحبت کر سکتا ہے، اس لئے اس کا زنا اتہائی خیانت
کی دلیل ہے، کہ اسے نہ موت کا خوف، نہ اللہ رسول کی شرم سہ اگرچہ ہر تکبر ٹرپے، مگر فقیر کا تکبر زیادہ بُرا، کہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں
ہیں جس شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے، خیال رہے کہ تکبر استغناء اور تعفف میں بڑا فرق ہے، اور ستانوں کو اپنے سے حقیر جانتا، تکبر
ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھتا صرف اللہ رسول ہی کا محتاج جانتا بہت اعلیٰ وصف ہے اسی کو استغفار وغیرہ کہتے ہیں، اس کو اعلیٰ
حضرت قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا سہ شعر :-

تیرے قدموں میں جو میں غیر کام نہ کیا دیکھیں کون نگرہوں میں جھے دیکھ کے تلو اتیرا

ع کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو، مرقاۃ نے فرمایا کہ کفار اور مشکروں کے مقابلے میں تکبر کرنا عبادت ہے، اشعۃ اللمعات نے

فَقَالَ رَبِّهَا عَلَيْهِمَا فَاسْتَقَرَّتْ فَجَبَّتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمْ الْحَدِيدُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيدِ قَالَ نَعَمْ النَّارُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ الْمَاءُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمْ الدِّيمُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الدِّيمِ قَالَ نَعَمْ ابْنُ آدَمَ تَصَدَّقْ صَدَقَ تَعْيِينُهُ

انہیں زمین میں کارڈیا تو زمین میں ٹھہر گئی تھ تو فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب کیا بولے الہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے
تو فرمایا ہاں تو بولے کسے عرض کیا الہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز بولے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں آگ ہے کسے عرض کیا مہلے کیا تیری
مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں پانی ہے کسے بولے یا اللہ العالمین کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے
بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں بولے کسے پروردگار کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز بولے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں انسان ہے کسے عرض کیا تیری

فرمایا کہ حضرت بشیر ابن حارث نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا کہ امیروں کا فقر و غنا
مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقر و غنا پر توکل کر کے امیروں سے بکر کرنا اس سے بھی اچھا اس فقیر متکبر میں وہ جاہل بھی داخل ہیں جو علم کو حقیر سمجھیں
کہ وہ علم کے فقیر ہیں کسے اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے، پھر ان لوگوں کے جرم سخت ہیں
لہذا اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے کسے ملکی کشتی و جہاز پانی پر تھتا ہے اسی طرح زمین ہمتی کشتی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے
لہذا مرقات نے فرمایا کہ پہلے بوقیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لا دینے سے دریا
پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرنا، انا قال قول سے بنا مجھے کارٹھ دینا، پہاڑ زمین میں ایسے گرے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت، کہ پہاڑوں
کی جڑیں دوڑ تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالْقَىٰ فِي الْآدَمِ نَفْسًا مِّنْ نَّاسِ ان تمید بکم بعض مشراح نے فرمایا کہ یہاں قال کہنے ہی
کے معنی میں ہے، یعنی پہاڑ پیدا ہوا کر زمین سے فرمایا ٹھہر گئی، یعنی زمین کا ٹھہرنا کسے فرمانے سے ہے پہاڑ تھن سبب ہیں، مگر پہلے معنی
زیادہ قوی ہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اسے فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دبوچ لیا
کہ اسے ہٹے نہیں دیتے، تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی، خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں، مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن
سے کمیں ہلکا ہوتا ہے مگر جہاز کو ہٹے نہیں دیتا، اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے کسے کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے، پہاڑ بولے کو نہیں توڑتا، کسے کہ
آگ بولے کو ٹپکا دیتی ہے، بلکہ زیادہ تیز ہو تو بولے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے کسے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے
اور جل بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جبکہ پانی اس میں بند ہو، اگر آگ بھادی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض
نہیں پانی قید میں رہ کر جلتا ہے کسے کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہے اور سمندر میں طالم پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں طوفان

يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَذَكَرَ حَدِيثُ مَعَاذِ
الْعَدَدَةِ تَطْفِئُ الْخَطِيئَةَ فِي كِتَابِ الْإِيمَانِ : الْفَصْلُ الثَّالِثُ : عَنْ أَبِي ذَرٍّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ قَالٍ لَزَوْجَيْنِ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ جَنَّةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوهُ إِلَى مَا عِنْدَهُ قُلْتُ وَكَيْفَ ذَلِكَ
قَالَ إِنْ كَانَتْ إِبِلًا فَبِعِيدَرَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ بَقَرَةً فَبِقَدْرَتَيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَزَمَرُثَدَا
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَعْضُ صَحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ

جسے بائیں ہاتھ سے چھپے لے کر ترمذی ۱۱۴ فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حضرت معاذ کی یہ حدیث کہ صدقہ خطائیں مٹا دیتا ہے کتاب الایمان
میں ذکر ہو چکی تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مسلمان اپنے ہر مال سے جوڑا اللہ
کی راہ میں خیرات نہیں کرتا اے مگر جنت کے دربان اسکا استقبال کرینگے ان میں سے ہر ایک اس کی طرف بلائیگا جو اسکے پاس ہے لکھ میں عرض
کیا یہ کیسے کرے فرمایا اگر اونٹ ہوں تو دو اونٹ دے اور اگر گائیں ہوں تو دو گائے دے لکھ (نسائی) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبد اللہ
سے لکھ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ

سورہا ہو جاتا ہے لکھ کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تاجدار کر لیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت سمندر دہو سے زیادہ طوفانی ہے نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے
جب سخاوت کی جائے تو دکھاوے کو پسند کرتا ہے، یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہذا طبر
بہادور ہے، نیز خفیہ صدقہ سے غضب الہی کی آگ بجھتی ہے، رمضان الہی حاصل ہوتی ہے، یہ نعمتیں پہاڑ، لکھ ہے، آگ، پانی، ہول سے حاصل نہیں ہو سکتیں، لہذا یہ صدقہ ان
سب سے بہتر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے، اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر، کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی
زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں، مگر مال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہان درست ہو جاتے ہیں، حضور
النور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے دانا ہیں، جیسے زمین پہاڑوں سے
ٹھہری، ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہ کرم سے ٹھہر سکے ہیں درندہ دل کا کوئی ٹھکانہ نہیں لکھ بعض لوگ فقیر کو کپڑوں کا جوڑا اور جو تا بھی دیتے ہیں نیز
روپیہ پیسہ خیرات کرتے ہیں، تو کم از کم دو ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، حدیث بالکل ظاہر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں لکھ یعنی جنت کے ہر دروازہ
پراس کی پکار پڑ گئی کہ ادھر سے آؤ، یہاں ظہار عزت کیلئے ہو گا یہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق کی فرج ہونکے وہ اس جماعت سے سردار صلی اللہ علیہ وسلم مذموم احوال
آٹا پس یا مامون، لکھ اس شرح نے تبادیہ حدیث میں ایک جنس کی دو نوعیتیں مراد ہیں یعنی روٹی و پانی، جو تا و ٹوپی بلکہ ایک نوع کی دو فردیں مراد ہیں یعنی
پیسہ خیرات کہ تو دو روپے ہوں، کپڑے ہوں تو دو لکھ آپ کی کفایت ابوالخیر ہے، قبیلہ مزہب سے ہیں، مصر کے رہنے والے تابعین میں سے ہیں، اپنے
زمانہ کے مفتی اعظم تھے جسے کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز آپ سے فتوے لیتے تھے، حضرت ابن عمر ابوالیوب عقبہ ابن عامر صحابہ سے ملاقات ہے،

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یَقُولُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ صَدَقَتْ رَوَاہُ أَحْمَدُ وَ
عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِبَالِہِ فِی النَّفَقَةِ
یَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سَنَتِہِ قَالَ سُفْیَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاہُ فَوَجَدْنَاہُ کَذَّالِکَ
رَوَاہُ زَبِیْنٌ وَرَوٰی الْبَیْہَقِیُّ فِی شُعْبِ الْاِیْمَانِ عَنْہُ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ وَابِیْ سَعِیدٍ وَجَابِرٍ
وَضَعَّفَہُ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃٍ قَالَ قَالَ اَبُو ذَرٍّ یَا نَبِیَّ اللہِ اَرَأَیْتَ الصَّدَقَۃَ مَا ذَاہِیْ

صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا قیامت کے دن مسلمان کا سایہ اسکا صدقہ ہو گا، روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دسویں محرم اپنے بچنے خرچ میں فراخی کر لگا، تو اللہ تعالیٰ سارا سال اسکو فراخی دے گا۔ سفیان فرماتے ہیں
کہ ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا۔ زریر اور بیہقی نے شعب الایمان میں انہی ابن مسعود اور ابو ہریرہ اور ابو سعید و
جابر سے روایت کیا اور اسے ضعیف فرمایا۔ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں عرض کیا ابو ذر نے یا نبی اللہ فرمائیے تو صدقہ کا درجہ کیا ہے

یعنی مومن کے صدقہ و خیرات خصوصاً فی سبیل اللہ مسافر خزانے، مسجدیں بنانا اور باغات لگانا وغیرہ کل قیامت میں درخت سایہ دار کی شکل میں نمودار
ہونگے جن کے سایہ میں سخی ہو گا۔ اور قیامت کی گرنی سے محفوظ رہے گا کیونکہ دنیا میں غریب، فقرا کو اس نے اپنے سایہ کرم میں رکھا تھا، حدیث بالکل
کاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہاں مال بلکہ اعمال کی مختلف شکلیں ہوں گی، بخیل کا مال گنچے سانپ کی شکل میں، سخی کا مال درخت سایہ
دار کی صورت میں نمودار ہو گا، آج دنیا میں ہم خواب میں ان چیزوں کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے قحط کے سال خشک بال اور
دبلی گالیوں کی شکل میں دیکھے تھے خزان کریم، اسے یعنی قحط کی دسویں تاریخ کو اپنے بال بچوں، نوکر خادموں، فقرا، مساکین کیلئے مختلف قسم کے کھانے تیار
کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ سال بھر تک ان کھانوں میں برکت ہوگی، مسلمان عاشورہ کے دن حلیم پکاتے ہیں، اسکا ماخذ یہ حدیث ہے، کیونکہ حلیم میں ہر
کھانا ہوتا ہے، گندم، گوشت اور دالیں، پھول وغیرہ، تو انشاء اللہ حلیم پکانے والے کے گھران تمام کھانوں میں برکت ہوگی، اسے یعنی سفیان فرماتے
ہیں کہ یہ حدیث ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے تجربہ میں آئی ہے، واقعی اس عمل سے برکت ہوتی ہے، لہذا یہ حدیث قوی ہے، خیال رہے کہ تجربہ سے بھی
حدیث کو تقویت پہنچتی ہے، اس لئے محمد بن یحییٰ کی توثیق کے لئے کبھی اپنے تجربہ کا ذکر کرتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہے، اس کی بحث ہماری کتاب
عباد الحق حصہ دوم میں دیکھیے، خیال رہے کہ عاشورہ کے دن خود روزہ رکھو اور بچوں کو، فقرا کو خوب کھلاؤ پلاؤ، لہذا یہ حدیث عاشورہ
کے روزہ کے خلاف نہیں بلکہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جو سب ضعیف ہیں، مگر چند
ضعیف اسنادیں مل کر حدیث کو قوی کر دیتی ہیں، لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، داعی نے امام عراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی بعض اسنادیں
صحیح بھی ہیں، امام مسلم کی شرط پر ہیں، لہذا متقن حدیث صحیح ہے (مرقاۃ) اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں قبول ہے، عاشورہ
کے دن اور بہت سے اعمال کرنا چاہیے، جیسے غسل کرنا، امر مرہ لگانا، روزہ رکھنا وغیرہ، ان کی تفصیل ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ

قَالَ أَضْعَافُ مُضَاعَفَةٍ وَعِنْدَ اللَّهِ الْمَزِيدُ رَوَاهُ أَحْمَدُ: بِأَبِ أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ
 الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
 وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ حَكِيمٍ وَحَدَّاهُ: وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ يَخْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً تَتَّقُ عَلَيْهِ

فرمایا وہ چند در چند دو تا دوں ہے اور اللہ کے ہاں زیادتی علاوہ ہے سہ احمد باب بہترین صدقہ علی پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ
 اور حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو قوت غنا سے ہو سہ اور ان سے ابتدا کرو جن
 کی تم پرورش کرتے ہو سہ بخاری اور مسلم نے صرف حکیم سے روایت کی روایت ہے حضرت ابو مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان اپنے گھروالوں پر ثواب کی طلب میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے سہ مسلم بخاری،

کر دہ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ صدقہ کی برکتیں دنیا میں تو چند در چند ہیں، اور کل قیامت میں جو زیادتیاں ہوں گی وہ ہمارے حساب
 دراء ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے يَحَقُّ اللَّهُ الَّذِي يُؤْتِي الْقُدْرَةَ تَجَرِبَةٌ يَحْيٰى كَمَا صَدَقَ مِنْ صَدَقَةِ كَثَابِ
 دس سے سات سو گنا ملک ہے اور جو زیادتیاں رب عطا فرمائے گا وہ حساب سے زیادہ ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ سہ یوں تو ہر
 صدقہ ہر حال اچھا ہے، مگر کبھی بعض ماحضی حالات میں بیت اچھا ہو جاتا ہے خواہ خیرات دینے والے کی ہو یا لینے والے کی یا مال کی جیسے تندرستی کی خیرات
 مرنے وقت کی خیرات سے بہتر ہے یوں ہی متقی پرہیزگار عیالدار کو خیرات دینا فاسق کو دینے سے بہتر اسی طرح جس چیز کی اس وقت تکی ہو اس کا صدقہ افضل
 ہے جہاں پانی کی تنگی ہو وہاں کنواں کھدوانا بہت باعث ثواب ہے اس باب میں ان تمام حالات کا ذکر ہو گا جن سے صدقہ بہت بہتر ہو جاتا ہے سہ بعض شمار میں
 فرمایا کہ یہاں لفظ ظہر زائد ہے جس کے کوئی معنی نہیں، مگر حق یہ ہے کہ زائد نہیں بلکہ معنی قوت و غلبہ ہے یعنی صدقہ بہتر وہ ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ دیکر خود
 بھی خوب غنی رہے یا تو مال کا غنی رہے یعنی سب خیرات نہ کر دے کہ کل کو خود ادرا کے بال بچے بھیک مانگتے بھجیں، غرض کہ صدقہ دیکر خود فقیر بھکاری نہ
 بن جاؤ یا دل کا غنی کہ سب کچھ دے کر بھی لوگوں سے بے نیاز رہے، جیسے حضرت ابو بکر صدیق نے سب کچھ راہ خدا میں دیدیا کہ گھر میں کچھ نہ رکھا
 لہذا یہ حدیث صدیق اکبر کے اس عمل کے خلاف نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین مصلی ضرورت سے زیادہ مال خیرات کریں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَيَسْئَلُونَكَ
 مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْخَفِيفُ غَفُورٌ ہے مراد ضرورت سے بچا مال اور خاص متوکلین کل مال بھی لٹا سکتے ہیں، یہ حدیث دونوں کو شامل ہے: سہ یعنی
 اپنا مال پہلے اپنے پر پھر اپنے مال بچوں پر پھر غریب قرابت والوں پر پھر دوسروں پر خرچ کر دو چونکہ مومن کو ان سب خرچوں میں صدقہ کا
 ثواب ملتا ہے، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرچوں کو صدقہ میں شامل فرمایا، بھان اللہ کسی پیامدی ترتیب ہے اور کسی نفس تعلیم، اہل
 قرابت کو صدقہ دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہے اور قرابت اور کرنے کا بھی، جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے: سہ گھروالوں سے مراد بیوی بچے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رِقْبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مُسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُ مَا أَحَدٌ الَّذِي أَنْفَقْتَ عَلَى أَهْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفَقُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفَقُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفَقُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفَقُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشرفی تو انشرفی راہ میں خرچ کرے اسے اور جو اشرفی تو گمردن آزاد کرنے میں خرچ کرے اسے اور جو اشرفی تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو اشرفی تو اپنے گھروالوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھروالوں پر خرچ کرے اسے مسلم روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین اشرفی جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ وہ اشرفی ہے جسے اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور وہ اشرفی جسے اپنے اللہ واسطے لے کے گھوڑے پر خرچ کرے اسے اور وہ اشرفی ہے جسے اللہ کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے اسے (مسلم) روایت ہے

اور اس سے عزیز ہیں ان کی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر فرمائیے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت تو خود اپنا کھانا، سونا، چمنسار و تابک جیسا نماز عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نیت خیر نصیب کرے، دینا کو دیکھانے اور اپنی ناموری کے لئے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چاہئے کہ یہ خرچ، لہذا یہاں شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا کمینوں کو نیگ ستور یا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اللہ کے لئے نہیں اپنے نام کے لئے ہیں، اس سید الغصاء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی، اللہ تعالیٰ نیت خیر و اخلاص نصیب کرے آمین اسے یہاں اللہ کی راہ سے مراد حج و عباد وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی بندے کی رفا قطعاً مقصود نہ ہو اسے اس میں مکاتیب کی امداد غلام کی آزادی، مقروض کو قرض سے آزاد کرنا کسی مصیبت میں پھنسنے ہوئے کو اس مصیبت کا ناسب ہی داخل ہیں، نہایت جامع کلمہ ہے: لے گھروالوں پر خرچ ان سب خیراتوں سے یا تو اس لئے بہتر ہے کہ وہ خیراتیں نقل تھیں اور یہ خرچ فرض ہے، اکثر فرض نقل سے بہتر ہوتا ہے یا اس لئے کہ اس خرچ دینے میں حدت بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اہل قرابت کے حق کی ادائیگی اور دینیکیاں یک نیگی سے افضل ہے اسی لئے بعض لوگ گیارہویں شریف وغیرہ کی شیرینی اگر سیدوں کو دیتے ہیں کہ یہ حضرات اولاد رسول ہیں، اس میں خیرات بھی اور اولاد رسول کے حق کی ادائیگی بھی، ان کا اخذ یہ حدیث ہے: لے یہ ترجمہ بہت مناسب ہے، فی سبیل اللہ گھوڑے کی صفت ہے، خرچ کے متعلق نہیں لینے جو گھوڑا جماد کے لئے پالا ہو اس پر خرچ کرنا بہتر ہے اور جو گھوڑا اپنی سواری وغیرہ کے لئے ہو وہ خیال میں داخل ہے لینے بال بچے وغیرہ جن کی پرورش ہم پر لازم ہے نہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفر حج کے ساتھی ہیں ان پر خرچ کرنا دوسرا ثواب ہے ساتھی سے سلوک اور عاجی یا غازی کی امداد، خیال رہے کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں، مگر ان تین میں سے کون دوسرے سے افضل ہے، یہ پتہ نہ لگا کیونکہ داد جملے کے لئے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، لہذا ان میں سے ایک دوسرے

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى أَجْدَانِ أَنْفَقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمُ
بَنِي فَقَالَ أَنْفَقَ عَلَيْهِمْ فَلَكَ أَجْرًا أَنْفَقْتَ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ زَيْنَبِ امْرَأَةِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقَنَّ يَا مَعْشَرَ
النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ فَدَجَعْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ
ذَاتِ الْيَدِ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأَتَيْتُ فَاسْتَلْتُ فَإِنْ
كَانَ ذَلِكَ يُجْزِي وَالْأَصْرَفُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بَلْ أُثْبِتُ أَنْتِ

حضرت ام سلمہ سے اے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں ابو سلمہ کے بچوں پر جو گویا میرے ہی بچے ہیں خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا
فرمایا ان پر خرچ کرو تمہیں ان پر خرچ کا ثواب ہے ۲۔ سلمہ بخاری روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبد اللہ بن مسعود سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اگر چہ اپنے زبور سے ہی ہو ۳۔ فرماتی ہیں میں عبد اللہ کی طرف بلوٹی بولی کہ تم کچھ مسکین و تنگ دست ہو
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ اگر تم کو میرا صدقہ کرنا درست ہو تو خیر لے ورنہ میں آپ
لوگوں کے سوا کسی اور جگہ خرچ کروں ۵۔ فرماتی ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بولے کہ تم ہی وہاں جاؤ ۔

کی افضلیت موقع محل کے لحاظ سے ہوگی، اگر جہاد کی سخت ضرورت آ پڑی ہے تو غازیوں پر خرچ افضل اور گھروالے بہت ہی ضرور تہذیبوں تو ان پر خرچ
بہتر ۱۔ سلمہ کے پٹے خاندان کا نام عبد اللہ بن عبد اللہ تھا کنیت ابو سلمہ، ان کی وفات کے بعد آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے شرف
ہوئیں، ابو سلمہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو ام سلمہ کی سوتیلی اولاد تھی، عمر، زینب اور کچھ اولاد خود ام سلمہ کے بطن سے تھی یعنی سلمہ کی حقیقی اولاد
محمد، وہ، یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ نبی ابی سلمہ نہ فرماتیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۲۔ کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں
اور تمہارے عزیز ترین بھی، ان پر خرچ کرنا یتیم کو پانا بھی ہے، اور عزیز کا حق ادا کرنا بھی، اپنے فوت شدہ خاندان کی روح کو خوش کرنا بھی ۳۔ غالباً حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا یا رسول اللہ عید کے دن تھا چونکہ اس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عید گاہ جاتی تھیں اور ان کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا،
اس وعظ میں آپ نے یہ سنا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور یہ زکوٰۃ خود عورت پر فرض ہے نہ کہ اس کے خاندان پر
خواہ یکے سے زیور لاپہا سسرال دونوں نے دیا ہو بشرطیکہ مالک کر دیا ہو، لہذا یہ حدیث ام اعظم کی دلیل ہے ام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوٰۃ نہیں، انشاء اللہ اس
کی تحقیق معاصف زکوٰۃ میں ہوگی، اس صورت میں زیور سے مراد چاندی سونے کا زیور ہے، کیونکہ پہننے کے موتی، مرجان، لعل، ہیرے پر زکوٰۃ نہیں ۴۔ یعنی اگر تم کو
میرا صدقہ دینا درست ہو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں، اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاندان اور غنی خاندان کی بیوی ایک
دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی، دیکھو حضرت ابن مسعود کی بیوی غنیہ تھیں
مگر خود ابن مسعود مسکین تھے ۵۔ حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی جو دوسری بیوی سے تھی، اور اب حضرت زینب ان کی پرورش فرماتی

قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا الْمُدَاةُ مِنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتُهُ
حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَقَالَتْ
فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا نَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ الْمُدَاتَيْنِ
بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ أَنْ تَجْزِيَ الْقِدَاقَ عَنْهُمَا عَلَى أَنْ وَاجِهَهُمَا وَعَلَى ابْتِئَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ
مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ

۱۔ میں چلی تو حضور کے دروازہ پاک پر ایک اور انصاری بی بی بھی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا ملتا تھا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی ۲۔ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت بلال آئے ہم نے ان سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ مگر ان کے دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں کہ کیا ان کا اپنے خاوندوں اور ان یتیموں پر خرچ کر دینا جو ان کی پرورش میں ہوں صدقہ بن جائیگا ۳۔ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں ۴۔ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا ان سے

تھیں، غیور کہ میں ان سے خطاب ہے، یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں ۵۔ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی ہے کہ اس سے بعض لوگ مجھے طعنی سمجھیں گے اس معلوم ہوا کہ خاوند اپنی موی سے باہر کام بھی کرا سکتا ہے جبکہ حجاب و پردہ سے ہو، یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خود نہ پوچھنا کسی دوسرے سے پوچھنا لینا بھی درست ہے جب اس سے کچھ مانع ہو حضرت علیؑ نے مذکور مسئلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد سے پوچھا یا ۶۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر ایک بی بی اور بھی یہی پوچھنے کھڑی تھیں، مجھے اس خوشی ہوئی کہ ہم دوست ہو گئے ۷۔ یعنی رب العالمین نے دونوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جسکی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے لکے سروں پر پرندے ہیں، امالانہ سرکار انتہائی خلیق اور ہیبت و کرم سے شہر

ہیبت حق است این از خلق نیست ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے یہ دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں، ۸۔ یعنی خود تو شرم و ہیبت کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتیں، میری معرفت یہ مسئلہ پوچھا رہی ہیں، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ مسئلہ براہ راست پوچھنا بھی جائز اور کسی کی معرفت پوچھنا بھی دوسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہیں، دیکھو حضرت بلال ان بیبیوں کو جو بھی مسئلہ کرتے یہ قبول کر لیتیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ جب مطلع گرد آلود ہو تو رمضان کے چاند میں ایک کی خبر قبول ہے اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیثوں میں خبر واحد معتبر ہے، ان کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے ۹۔ شاید یتیموں سے ان کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد نہیں یتیم کہنا مجازاً ہے، ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مر جائے، ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سیتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اگر انہیں صدقہ دیا گیا، تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آجائیگا

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذِّيَابِ قَالَ امْرَأَةٌ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقِدَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا اعْتَقَتْ وَلَيْدَةً فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا كَرَّتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ أُعْطِيَتْهَا أَخْوَالُكَ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہیں عرض کیا کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں اے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسی زینب عرض کیا عبد اللہ کی زوجہ اے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں دو ہر ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ اے مسلم بخاری اور لفظ مسلم کے ہیں یہ روایت ہے حضرت ميمونہ بنت حارث سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لونڈی آزاد کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر تم لونڈی اپنے ماموروں کو دے دیتیں تو تمہیں بڑا ثواب ملے گا مسلم بخاری روایت حضرت عائشہ سے

لہذا ناچار ہونا چاہیے۔ لے تاکہ حاضرین میں ہمارا نام نہ دیا جائے اور ہمارا سوال ریا نہ بن جائے یا ہم بلانہ لی جائیں۔ لے حضرت بلال کا جواب نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم امتی میں تعارض ہوا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور امتی کا حکم قابل عمل نہ رہا ہر حالت میں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتا دینا فرض شرعی ہو گیا، کیونکہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتے۔ لے یعنی نہ منورہ میں بہت عورتوں کا نام زینب، صاف بتاؤ کونسی زینب ہیں، تب حضرت بلال نے عرض کیا کہ عبد اللہ کی بیوی، اگرچہ عبد اللہ نام کے بہت صحابہ تھے، عبد اللہ ابن عمر، عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ ابن زبیر، عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص وغیرہم، مگر ان سب میں عبد اللہ ابن مسعود بہت مشہور و فقیہ ترین تھے علم فقہ کی باعث فقط عبد اللہ کہنے پر لوگوں کے ذہن انہیں کی طرف جاتے تھے، اسی لئے حضرت بلال نے ابن مسعود نے نہ فرمایا بلکہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر نہ پوچھنا کون عبد اللہ اسی جلالت شان کی طرف اشارہ کر رہا ہے، ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ اکثر فقیہات میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود ہی کے پیروکار ہیں۔ لے سارے ائمہ اس پر متفق ہیں، کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، ہمانعت کی ہر یک حدیث آگے آرہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوٰۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفل پر عام شائع ہے چنانچہ کتاب الزکوٰۃ کی آخری حدیث میں آئیگا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفل۔ لے اس لئے کہ آزاد کرنے میں صرف صدقہ کا ثواب ہے اور انہیں دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہوتا اور

قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَأَيُّهُمَا أَهْدِي قَالَ أَقْدِمِيهِمَا مِنْكَ بَابًا رَوَاهُ
 الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَبَخْتَ مَرْقَةً
 فَأَكَلْتُمَا هَا وَتَعَاهَدَا جِئْتَانِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۚ الْفَصْلُ الثَّانِي ۚ عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ جُهِدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأِ بِمَنْ تَخُولُ
 رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۚ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کسے ہدیہ دیا کروں فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو (بخاری) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شوربہ پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کر دو اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا صدقہ بہتر ہے فرمایا غریب آدمی کی مشقت سے اس کا دل بے شرم کرو (حسن کی پرورش کرتے ہوئے) (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلیمان بن عامر سے فرماتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صلہ رحمی کا بھی، معلوم ہوا کہ صلہ رحمی غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے، خیال رہے کہ ولیدہ وہ لونڈی کہلاتی ہے جو اپنے مملوک غلام اور لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہو یعنی غلام زادہ، اور یہ میمونہ ام المؤمنین ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حاملہ اشعہ و مرقاۃ) اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، دوسرے یہ کہ اس کی علت پڑوسییت ہے جس قدر پڑوسییت قوی ہوگی، اسی قدر ہدیہ کا استحقاق زیادہ ہوگا، تیسرے یہ کہ پڑوس کا قرب دروازہ سے ہوتا ہے نہ چھت نہ دیوار سے نہ اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملے ہو مگر دروازہ دور ہو اور دوسرے کی نہ چھت ملے ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائیگا اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے، کیونکہ دروازہ کی وجہ ملاقات ہوتی ہے، اور اسی کے ذریعہ زیادہ غلط ملط رہتا ہے اور ایک کو دوسرے کے درد و غم میں شرکت کا زیادہ موقع ملتا ہے، یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے وَالْجَارُ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارُ الْجُنُبِ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور والے پڑوسی کو بالکل نہ دو، مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو ۲۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معمولی سالن بھی پڑوسیوں کو بھیجتے رہنا چاہیے، کیونکہ سرکار نے یہاں شوربہ فرمایا گوشت کا ہویا کسی اور چیز کا، دوسرے یہ کہ ہر پڑوسی کو ہدیہ دینا چاہیے قریب ہو یا دور اگرچہ قریب کا حق زیادہ ہے، تیسرے یہ کہ ہمیشہ لذت پر الفت اور محبت کو ترجیح دینا چاہیے، کیونکہ جب شوربے میں فقط پانی پڑیگا تو مزہ کم ہو جائیگا لیکن اس کے ذریعہ پڑوسیوں سے تعلقات ٹھہر جائیں گے اسی لئے ملاحا فرمایا یعنی صرف پانی ہی بڑھا دو اگرچہ گھی اور مصالحہ نہ بڑھا سکو، ۳۔ یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے، اس کا بڑا درجہ ہے خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ بحث کے خلاف نہیں کہ صدقہ غنی بہتر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات افضل ہے لہذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا اثر کرتی ہے

الصَّدَقَةُ عَلَى الْمَسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى إِذَى لِرَحْمَتَيْنِ صَدَقَةٌ وَصِدَّةٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ
وَالْتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِي دِينَارٌ قَالَ أَنْفِقْ عَلَى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِي أَخَذَ قَالَ أَنْفِقْ
عَلَى وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِي أَخَذَ قَالَ أَنْفِقْ عَلَى أَهْلِكَ قَالَ عِنْدِي أَخَذَ قَالَ أَنْفِقْهُ عَلَى
خَادِكَ قَالَ عِنْدِي أَخَذَ قَالَ أَنْتَ أَعْلَمُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ : وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

کہم مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہ ہی صدقہ اپنے قرابت دار پر دو صدقے ہیں ایک صدقہ دوسرا صدقہ اے (احمد، ترمذی، نسائی
ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میرے پاس ایک
اشرفی ہے اے فرمایا اے اپنے پر خرچ کر لے عرض کیا میرے پاس دوسری بھی ہے فرمایا اے اپنے بچوں پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک درہم بھی ہے فرمایا
اے اپنے گھروں کے پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اے اپنے خادم پر خرچ کر لے عرض کیا میرے پاس ایک اور
بھی ہے فرمایا تم جانو لے (ابو داؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے

سکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں ہے لے یعنی کوئی شخص اپنے بال بچوں کو جو کچھ کما کر خیرات نہ کرے، پہلے اُن کا پیٹ بھرو، تن ڈھکو، پھر خیرات کر دو
یہ مطلب نہیں کہ اپنی زکوٰۃ پہلے اپنے بال بچوں کو دو پھر دوسروں کو، کیونکہ اپنی زکوٰۃ اپنی اولاد اور بیوی کو نہیں لگتی ہے لے پہلے مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہے
یعنی اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں مرن خیرات کا ثواب ہے اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صدقہ بھی اسی صدقہ ہی ہے اہل قرابت کا حق
ادا کرنا بھی عبادت ہے بہترین عبادت، پھر جس قدر رشتہ قوی اُسی قدر اُس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے، اس لیے رب تعالیٰ نے اہل قرابت کا ذکر
پہلے فرمایا کہ اِنَّمَا ذَرَأْتُمُ الْبَنِيَّاتِ فِي الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَالْإِنْسَانِ السَّيِّئِ لَئِنْ سَأَلْتُمْ لَتَنَالُوهُ بَلْ حَرِّمْنَا عَلَيْهِ الْفُلُوحَ لِيُفْقَرَهُمْ إِلَيْهِ فَهُمْ لَكَاظِمِينَ
ہو جو ایک ہی شخص کو کانی ہو تو میں کس پر خرچ کروں، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں، کہ سائل نے جو بٹ بٹا کر اپنے پاس تھیں تو زیادہ اشرفیاں اور کما ایک اشرفی ہے
لے کیونکہ سب پہلے ہم پر اپنے نفس کا حق ہے کہ اگر ہم جیتے رہیں گے تو سائے حق ادا کریں گے، اور اگر ہم ہی مر گئے تو عبادات معاملات سب کچھ ختم ہو گئے، ذات صفات
پر مقدم ہے لے اہل بیٹے گھروں سے مراد بیوی ہے، قرآن کریم نے اہل بیت بیوی کو فرمایا ہے، اولاد کا حق بیوی پر چھوڑ دیا ہے مقدم ہے، ایک یہ کہ بیوی عاقل بالغہ
ہے بوقت ضرورت کما سکتی ہے، مگر چھوٹے بچے بالکل باپ کے محتاج ہیں کہ کمانے پر قادر نہیں، دوسرے یہ کہ بیوی کا خرچ اس پر لازم نہیں، اگر اطلاق دیدے
تو ختم ہو گیا، مگر اولاد کا خرچ لازم ہے کہ وہ اُس کی ولدیت سے نہیں نکل سکتے، تیسرے یہ کہ بیوی بعد طلاق دوسرے کے نکاح میں جا کر اُس سے
خرچ لے سکتی ہے، چھوٹی اولاد دوسرے کو نہ باپ بنا سکے نہ اُس خرچ لے سکے، یہاں اولاد سے فقیر اولاد مراد ہے، اگر بیٹا غنی اور بالغ ہو، تو بیوی اُس پر مقدم ہوگی،
جو کما سکی کہ ماں باپ نہ ہوتے، اس لیے والدین کے خرچ کا ذکر نہ فرمایا ہے تمام سے مراد غریب و مسکین ہے انسان ہو یا گھوڑا وغیرہ جانور کہ ان سب کا خرچ مالک کے ذمہ ہے، لے
یعنی ہمیں اختیار ہے کہ دینا نہ دینا کہ جو دیا اپنے پر دوسری یاد دوسری بڑوں پر خرچ کر دیا کسی اچھی جگہ لگا دو، سبحان اللہ کیا نفیس ترتیب ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَخْبِرْكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ رَجُلٍ مُمِسِكٌ بِعَيْنَانِ قَدَسَا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْأَخْبِرْكُمْ بِالَّذِي يَتْلُوهُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي غَنِيمَةٍ لَهُ يُؤَدِّي حَقَّ اللَّهِ
فِيهَا إِلَّا أَخْبِرْكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ يُسْأَلُ بِاللَّهِ وَلَا يُعْطَى بِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
وَالذَّارِمِيُّ وَعَنْ أُمِّ حَبِيدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدُّو السَّائِلَ
وَلَوْ بِخِلْفٍ مُحَرَّقٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَمَعْنَاهُ وَ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہیں بہترین آدمی نہ بتاؤں ۱۔ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھونٹے کی نگام تھامے رہے
۲۔ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے بعد کون ہے وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں سے ہے اُن میں سے اللہ کا حق ادا کرتا ہے ۳۔ کیا میں تمہیں بدترین آدمی نہ بتاؤں
وہ شخص ہے جو اللہ کے نام پر مانگا جائے اور اُس پر بھی نہ دے ۴۔ (ترمذی، نسائی، دارمی) روایت ہے ام حبیدہ سے ۵۔ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سائل کو دے کر ٹھانڈا اگرچہ جلّی کھڑی ہی ہو ۶۔ مالک، نسائی اور ترمذی و ابو داؤد نے اس کے معنی روایت کئے ہیں روایت ہے

۱۔ سرکار کا یہ پوچھنا سامعین کو شوق دلانے کے لئے ہوتا تھا کہ اس سے اُن کو انتظار ہو جائے اور جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہوتی ہے وہ یاد دہتی ہے اور یہاں
خیر و شر سے لغاتی خیر و شر مراد ہے لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ بہترین بندہ مومن ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ لَهُمْ خَيْرٌ لِّعِبَادِي اور بدترین انسان کافر ہے
رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ لَهُمْ نَارُ الْكَبَرِيَّةِ ۲۔ یعنی ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہے، اعلان جنگ کا منتظر رہے چونکہ اُس زمانہ میں گھوڑا جہاد کا بڑا ہتھیار
تھا اسلئے اُس کا خصوصیت ہے ذکر فرمایا، آج توپ و بندوق کی مشق کرنے، ہوائی سرورس کا آدمی جب تیاری جہاد کے لئے یہ سب کچھ کرے وہ اس میں داخل ہوگا
شیخ نے فرمایا کہ یہ کلام مصر کے لئے نہیں بلکہ شمول کے لئے ہے یعنی یہ مجاہد بھی بہترین لوگوں میں سے ہے ۳۔ عرب میں جانوروں والے لوگ جنگل میں اپنے
گھر بنالیتے تھے وہاں ہی جانوروں میں بے تھے ان کی حفاظت بھی کرتے تھے اور اپنا گزارہ بھی انہیں اس لئے افضل فرمایا گیا کہ یہ بستی کے اکثر
فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں لوگوں سے امتلاط بہت سے گناہوں کا سبب ہے ۴۔ اس جملہ کے درمطلب ہو سکتے ہیں ایک کہ وہ شخص بدترین ہے
جس سے فقیر اللہ کے نام پر کچھ مانگے اور وہ نہ دے اُس صورت میں نے سے مراد مطلقاً دینا ہوگا اگرچہ ایک پیسہ ہی ہو یا بحالت مجبوری فقیر کو دے مایہ دینا ہی ہو
ایک یہ کہ وہ سائل بھکاری بدترین شخص ہے جو لوگوں سے اللہ کے نام پر مانگے اور لوگ سے کچھ دیں نہیں کیونکہ یہ سائل اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرتا ہے کیسہ پیسہ کیلئے اللہ کا
نام ہر کس فاکس کے سامنے لیتا ہے (اشد الامعات) ۵۔ آپ کا نام طابت زید بن سکن ہے مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں الفصاریہ میں صحابہ ہیں، آپ کے
حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں ۶۔ یہاں سائل سے مراد حاجت مند سائل ہے اور جلّی کھڑی سے مراد نہایت معمولی چیز ہے جس کی کوئی قیمت ہو
یعنی اگر کوئی حاجت مند سائل آئے تو اسے خواہ معمولی چیز ہی بن پڑے دے دو خیال رہے کہ یہ حکم استنباطی ہے، آج کل کے پیشہ در سائل اور
جن سائلوں کو دینا منع ہے وہ اس میں داخل نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سائلوں
کو نہیں بھی دیا ہے کیوں کہ وہاں سائل غیر محتند تھے یا ایسی چیز مانگتے تھے جس کے وہ مستحق نہ تھے یا پیشہ بیک سے انہیں روکنا مقصود تھا

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَعَاذَ مِنْكَ بِاللَّهِ فَأَعْيَدَاؤُهُ وَمَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْدُوفًا فَكَافُوهُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا أَمَانَتَكُمْ فِئُوهُ فَأَدْعُوا لَهُ حَتَّى تُدْرَأَ قَدْ كَانَتْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائِيُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْأَلُ بِوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا الْمُجْتَنِدُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: **الفصل الثالث** عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ

حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم سے اللہ کی پناہ لے اُسے پناہ دے دو اُسے اور جو اللہ کے نام پر مانگے اُسے کچھ دو اور جو تمہیں دعوت دے اُسکی دعوت قبول کر دو اُسے اور جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے اُس کا بدلہ کر دو اُسے اگر بدلہ کی چیز نہ پاؤ تو اُس کو دعائیں دو اُسے کہ سمجھ لو کہ تم نے اُس کا بدلہ کر دیا ۵۵ (احمد، ابوداؤد نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے نام پر مرنے جنت ہی مانگی جائے ۵۶ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ

۱۔ اپنے جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اُسے دید و کار اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اُس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کر سکتے ہو تو کر دو یا حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے تو مبادین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے، لہذا یہ حدیث اُس کے خلاف نہیں، کہ اپنے ناطق فخر و میر کو جس نے چوری کر لی تھی معافی نہ دی: ۵۷ بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہذا اس دوسرے میں نافع گانا خاص کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے، ایسے ہی میت کے کھانے پر بھی دعوت قبول نہ کرے، لہذا یہ فرمان فتوے فقہاء کے خلاف نہیں: ۵۸ اس طرح کہ وہ جس قسم کا سلوک تم سے کرے تو ای عملی، مالی تم بھی اُس سے ویسا سلوک کرو اور بتائے فرماتا ہے **هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ** اور فرماتا ہے **وَأَحْسِنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ** یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لئے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں۔ **شعر**

سپا عظم کا مغرورے انتقام علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

۵۹ اس طرح کہ کہو جزاک اللہ یا اس کا کھانا کھا کر کہو اللہم اطعم من اطعمنا واسق من سقانا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا، تو آپ پہلے اُسے دعائیں دیتیں، پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعا کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے رمی اللہ تعالیٰ عنہا (مرقات) ۵۹ اس بنا پر حضرت صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کر سکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن پیشمار پہنچ رہے ہیں ہر کلمہ ہر تلاوت ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں

لہذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنی درود پاک پڑھو۔ **شعر**

حی و باقی جس کی کتاب ہے ثنا مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے

أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ فَأَلَامِنُ نَخْلٍ وَكَانَ أَحَبَّ مَوَالِيهِ إِلَيَّ بَيْرُ حَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُفُهَا وَيَشْرِبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ
أَنْسُ فَلَمَّا نَذَلْتُ هَذِهِ الْآيَةَ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا
مِمَّا تَحِبُّونَ وَإِنْ أَحَبَّ مَالِي إِلَى بَيْرُ حَاءَ وَأَنَا صَدَقْتُ لِلَّهِ تَعَالَى أَرْجُوا بِرَّهَا وَزُخْرَهَا

مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ باغوں والے تھے اور انھیں زیادہ پیارا مال باغ بیرحاء تھا جسے جو مسجد شریف کے سامنے
تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کا بہترین پانی پیتے تھے اسے حضرت انس فرماتے
ہیں کہ جب یہ آیت من تالوا البر الخ نازل ہوئی تھی تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر
بولے یا رسول اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھلائی اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنا پسندیدہ مال خرچ
نہ کرو اور مجھے بہت پسندیدہ مال باغ بیرحاء ہے اب وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اللہ کے پاس اس کا ثواب دے دوں گا وغیرہ

حس کا حسن اللہ کو بھی بھالیا اس کے پیارے سے محبت کیجئے

لے شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے، ایک یہ کسی شخص سے اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے اور یہ شخص جنت
دے نہیں سکتا، دوسرے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو، بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یہ عرض کرو اللہم اِنَّا نَسْأَلُكَ بِوَجْهِكَ الْكَوْمُ
اَنْ تَدْخِلَنَا الْجَنَّةَ، فقیر احمد یار کتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر جنت مانگو، جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی اَسْأَلُكَ مَا فَتَدُنِي الْجَنَّةَ بعض عشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور
جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ کو مانگو محمد اذ قوس غراہم قدرا خدا یا از تو عشق مصطفیٰ را

حضرت ربیعہ نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا، مگر چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لئے جنت بھی مانگ لی عرض
کیا آپ آپ کی ہمارا ہی مانگتا ہوں، جو جنت میں ہوگی؟ اے حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے، اس نام کے محدثین نے آٹھ معنی کئے ہیں، جن میں سے
ایک یہ کہ حار ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدایا تھا چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا، لہذا باغ کا نام بھی یہ ہی ہوا، وہ کنواں اب تک موجود ہے فقیر نے
اس کا پانی پیایا ہے، دوسرے یہ کہ بیرحاء وزن فعل ہے ایک ہی لفظ ہے برارح سے مشتق بچنے کھلی زمین، پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے حار کا کنواں
دوسری صورت میں معنی ہونگے کھلا باغ (از مرقات وغیرہ) اے اپنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا اسی لئے حجاج باہر
منور اس کا پانی برکت کے لئے پیتے ہیں، جس میں ارشاد ہوا کہ تم بھلائی یعنی رمانے الی یا جنت اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی
پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر نور العزبان میں ملاحظہ فرمائیے۔

عِنْدَ اللَّهِ فَضَعَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخْرٌ ذَلِكَ مَالٌ رَاجِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَسَمَ بِهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِ وَبَنِي عَبْدِ مَنَّانٍ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ تُشْبِعَ كَبَدًا جَارِحًا

چاہتا ہوں کہ یا رسول اللہ آپ اسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالیٰ آپ کی رائے قائم فرمائے ۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب خوب یہ تو بڑا نفع کا مال ہے ۳ جو تم نے کہا میں نے سن لیا میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے اہل قرابت میں دقت کرو ۴ ابو طلحہ بولے یا رسول اللہ میں یہ ہی کرتا ہوں پھر سے ابو طلحہ نے اپنے عزیزوں اور چچا زادوں میں تقسیم کر دیا ۵ (اسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کیلجے کو سپرد کرو گے

۱۔ حضرت ابو طلحہ کے اس عرض و معروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس عمل خیر پر گواہ ہو جائیں اور مسلمانوں میں اس دقت کا اعلان ہو جائے۔ خیال رہے کہ دوسرے نقلی صدقات اکثر خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح اعلان کر دینا سخت ضروری ہے تاکہ آمدہ اس موقوف چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کر سکے حتیٰ کہ مسجد کی عمارت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کر دیے جائیں جس سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو اس میں رہائشیں بلکہ دقت کا باقی رکھنا ہے نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا یاد کیلئے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کیلئے تھا لہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں ۲۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگا دیں کہ وہاں خرچ ہوتی ہے جو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اپنی نفس کی طرف نہیں ہوتا بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اسی لئے اس طرح عرض کیا حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ مصلیٰ کرم اپنے صدقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرچ کئے تھے تاکہ اس ہاتھ کی برکت قبول ہو جائیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا یعنی آپ ان کے مالوں کے صدقہ وصول فرمائیں اور ان کے ذریعہ انھیں پاک و صاف فرمادیں آج مسلمان ختم و فائقہ میں عرض کرتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے ۳۔ عربی میں نہایت خوشی کے اظہار کے دقت کہا جاتا ہے بخ بخ یعنی خوب خوب، راجح راجح سے بنا بخ یعنی نفع، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَأَرْجِعْ تِجَارَتَهُمْ یعنی یہ مال بہت نفع دالا ہے جیسے لابن دودھ دالا اور تامر پھوڑوں والا یعنی اے ابو طلحہ تمہیں اس باغ کے دقت بہت نفع ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کونسا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا باغ بھی اچھا تھا و دقت کر نیوالے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کی تھیں کہ دقت کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۔ یعنی اپنے عزیز و اقارب فقر کو اس کا مصروف بنا دو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تاکہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے خیال رہے کہ بعض اوقات وہ ہوتے ہیں جن سے امیر و غریب حتیٰ کہ دقت کر نیوالا بھی نفع حاصل کر سکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافر خانہ، ۵۔ اس کے معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ باغ تو دقت باغ اس کی تولیت تقسیم کر دی گئی کہ اتنے حصہ کے فلاں متولی کہ خود کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں اور

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ: بَابُ صَدَقَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ: الْفَصْلُ
الْأَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ
طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْمَخَارِنِ
مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسَبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ

بہقی فی شعب الایمان باب خاندان کے مال سے بیوی کی خیرات لے فصل پہلی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات
کر نیک ثواب ہوگا ۱۵ اور اس کے خاندان کو کمانے کا ثواب درخشاں بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے ثواب کچھ کم نہ کرے گا ۱۶
(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عورت اپنے خاندان کی کمائی سے
۱۷ اس کے سر کی حکم کے بغیر خیرات کرے ۔

اتنے حصہ کے نلال، دوسرے کہ خود باغ ہی کو تقسیم کر دیا کہ ان لوگوں کو ان حصوں کا مالک بنادیا مگر اشد اللہ اللہات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ امارت میں ان کے اہل قرابت سے وہ باغ خرید لیا اور وہاں اپنی عمارتوں بنائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم بطریق تملیک تھی بطریق
تقسیم تو بیت تھی حضرت حسان بن ثابت دابی ابن کعب بھی اس حصہ ملا تھا ۱۸ بھوکے پیچھے سے مراد ہر بھوکا جاندار ہے انسان ہو یا دیگر جانور پھر
انسانوں میں مومن ہو یا کافر درمقات و دشمن مگر اس سے موذی جانور علیحدہ ہیں جیسے شیر بھڑیا سانپ وغیرہ بعض مشائخ کے ہاں شکر عام جاری ہوتا ہے
جہاں ہر آنی والا کھاتا ہے، بعض بزرگوں کے ہاں جانوروں کبوتروں کو دل و غیرہ کو دانہ ڈالا جاتا ہے بعض لوگ مدینہ منورہ کے کبوتروں کیلئے حجاج کے
ہاتھ دینے بھیجتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے ۱۹ اگرچہ باب میں صرف بیوی کا ذکر ہے مگر اس میں خازن نوکر چاکر سب شامل ہیں اسی لئے اس باب میں خازن و خیر
کرے گا بھی ہوگا چونکہ عموماً بیویاں ہی خاندان کے مال سے خیرات کیا کرتی ہیں خازن نوکر کسی کسی کے پاس ہوتے ہیں اس لئے بیویوں کا ذکر ہوا ۲۰ اگرچہ حدیث پاک میں کھانے
کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنا کیلئے خاندان کی طرف سے اجازت ہوتی ہے جیسے پھل پائیا پیرا اٹا جو تاد وغیرہ اور کھانے
میں بھی ماکھانہ روٹی سائیں داخل ہے جس کی خیرات کرنا کیلئے خاندان کی طرف سے اجازت نہیں ہوتا اگر خاندان نے کوئی خاص صلہ یا سچون اپنے گھر کے خرچ کیلئے بہت
رد پر خرچ کر کے تیار کی ہے تو اس میں خیرات کی عورت کو اجازت نہیں مرناتے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ بہانوں کی خاطر تواضع پر خرچ بھکاری
فقیہ پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہے کہ مال برباد کرنا کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کرینے کی عادت ہوتی
ہے ۲۱ یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے کمائی کے کا ثواب سب میں زیادہ ہوگا نیز حدیث اعلیٰ حدیث کے خلا میں جس میں
عورت کیلئے آٹھ ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابر ہی مقصود ہے اور وہاں مقدار ثواب میں فرق ہے ۲۲ خاندان کی کمائی کا اس لئے قید لگائی

کہ اگر عورت اپنی ملک خیرات کرے تو اس کا یہ حکم ہے نہیں اسے یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند نے صراحۃً تو خیرات کی اجازت نہ دی ہو، مگر عرفاً اجازت ہو عورت کو معلوم ہو کہ خاوند اس خرچ سے ناراض نہ ہوگا عورت کو آدھا ثواب اسی لئے فرمایا کہ مرد کو کیا ثواب ملنے میں محنت زیادہ ہوتی ہے اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے۔ ۲۔ بادشاہ کے امیروں کا خزانچی بھی ملازم ہوتے ہیں جن کے پاس مالک کا ہر پینے جمع رہتا ہے جس کا وہ لین دین کرتے ہیں اور حسب کھتے ہیں خزانچی مسلمان بھی ہو سکتی ہیں اور کافر بھی اگر ابراہیم مسلمان خزانچی کے لئے ہے کیونکہ کافر کسی نیکی کے ثواب کا مستحق نہیں ثواب قبولیت پر ملتا ہے اور قبولیت کی شرط اسلام ہے اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ حتی الامکان خزانچی مسلمان رکھے اور کلیدی آسامیوں پر مسلمان کو لگائے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ کفار کو اپنا مخیر بناؤ نیز زمین اور حساب دان مسلمان کو خزانچی بناؤ کہ یعنی اگر مسلمان زمین خزانچی میں صدقہ دیتے وقت چار مشیق جمع ہو جائیں تو مالک کی طرح اسے بھی صدقہ کا ثواب ملیگا مالک کے حکم سے صدقہ دے پورا پورا صدقہ دے حکم سے کم زدے خوشدلی سے دے جل کر دے مہیا کہ بعض خاندانوں کی عادت ہے کہ مالک خیرات کرے ان کی جان بچے جہاں صدقہ دینے کو کہا گیا ہے وہاں ہی دے معروف نہ بدلے مسجد میں دینے کو کہا ہے تو مسجد میں دے خاندان پر خرچ کرے کو کہا ہے تو وہاں ہی خرچ کرے وحی کے متعلق قرآن کریم فرمانا ہے فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَأَمَّا عَلَى الذَّانِبِينَ لَا يَمْنِيهِمْ حَدِيثٌ كَوْنِ اس آیت تشریف کی تفسیر ہے لکہ رسولی حضرت عبادہ ابن عبادہ تھے ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں ۵۷ ہجری میں باٹ فیل (HURT FAIL) یعنی حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئیں ناگہانی موت غافل کیلئے ہے مذاب ہے کہ اسے توبہ اور نیک اعمال کا موقع نہیں ملتا مگر ذکر خدا میں رہنے والے مومن کے لئے رحمت کہ اللہ تعالیٰ اسے بیماری کی شدتوں سے بچالینیتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں آپ کی والدہ صحابیہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں، بڑی عابدہ زادہ تھیں ۵۸ یعنی ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انھیں ضرور ثواب ملیگا لمحات میں حضرت

ابنِ امامہ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع لا تنفق امرأة شيئاً من بيت زوجها الا باذن زوجها قيل يا رسول الله ولا الطعام قال ذلك افضل اموالنا رواه الترمذي وعنه سعد قال لما بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم النساء قامت امرأة جميلة كأنها من نساء مضر فقالت يا نبي الله انا كل على ابائنا وابنائنا وارواحنا فما يحل لنا من اموالهم قال الرطب

حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر خاوند کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے۔ اے عرض کیا یا رسول اللہ کھانا بھی نہیں فرمایا یہ تو بہترین مال ہے اے (ترمذی) روایت ہے حضرت سعد فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک شاندار عورت شاید وہ مضر کی عورتوں میں تھی اٹھی اور بولی یا نبی اللہ تم تو اپنے باپ دادا اور خاوندوں پر بوجھ ہیں اے ہمیں ان کے مالوں سے کس قدر درست ہے فرمایا۔

شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے ہر لحاظ معلوم ہوا کہ میت کی طرف صدقہ اور اس کے لئے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے صدقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہل حق کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادات کے متعلق ملنا میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے ہم ہر ام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ اس قسم کی ایصالِ ثواب کی احادیث و اقوال آیتِ غلات میں کہ کَبَسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى اور نہ اس کے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادتیں دہنیں کر سکا تو اس کی طرف نمازیں فرض ادا کر دیا کرے یا روزے رکھ دیا کرے اور خیرات دے تو ثواب کچھ اور اسی لئے آیات میں کہ سب درسی کا ذکر ہوا کہ ثواب کا ایصالِ ثواب تو قرآن کریم کی آیت ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب فہرست القرآن اشعۃ اللمعات میں اسی جگہ ہے کہ شیخ عزیز الدین عبد اللہ کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تو تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر اس جہاں میں آکر پتہ لگا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

اے یعنی بیوی خاوند کے مال سے بغیر اجازت خیرات نہ کرے اجازت خواہ سرکاری ہو یا عرفی جیسے عام طور پر بیویوں کو خاوندوں کی طرف سے روٹی کا ٹکڑا معمولی چیز خیرات کر دینے، جہانوں کی خاطر تواضع کر دینے کی اجازت ہوتی ہے بلکہ خاوند اس پر مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں کہ ہماری بیوی سلیقہ مند ہے، بھیمان لازم ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں بلکہ یعنی کھانا تو بہترین مال ہے جس پر زندگی کا دار و مدار ہے جب اپنے خاوند کی اجازت بغیر معمولی چیز بھی خرچ نہیں کر سکتی تو کھانے جیسی بہترین چیز کیسے خیرات کر سکتی ہے اس کا مطلب بھی عرض کیا گیا ہے یعنی حسین صورت و زقاقت عزت و شرف دانی کہ قبیلہ مضر کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے آج مصری لوگ یعنی غالباً وہ اپنی قبیلہ مضر ابن زمار سے تھیں مگر یہ لوگ ہم کو ہمارے حق پورے نہیں دیتے ہم پر خرچ کرتے گھبراتے ہیں۔ خیال رہے کہ رڑکی کا خرچ شادی سے پہلے باپ کے ذمہ ہے شادی کے بعد خاوند کے ذمہ صاحبِ دلا دہونے کے بعد بیٹے پر ماں باپ کی ہر طرح کی خدمت لازم ہے مگر بھر بھی

خاندن پر اس کا خرچہ رہیگا اسے یعنی کپے ہوئے کھانے میوہ جو زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے انہیں خود بھی کھاؤ اور ہدیہ بھی مدد ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان چیزوں کے ہدیہ کی عرفاً اجازت ہوتی ہے حتیٰ کہ یہ حدیث باپ اولاد، خاوند سب کے مال کے متعلق ہے بڑی باپ کے مال سے مال اولاد کے مال میوی خاوند کے مال سے بغیر بھی اجازت اس قسم کی چیزوں میں صدقہ ہدیہ سب کچھ کر سکتے ہیں حتیٰ کہ یہ ہے ۲ عمر صحابی میں غزوہ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے ان کے مولیٰ بھی صحابی ہیں ان کے مولیٰ کا نام عبداللہ ہے نقب ابی اللہ یعنی گوشت انکاری چونکہ یہ گوشت کی تجارت کرتے تھے مگر خود بائبل نہ کھاتے اس لئے ان کا یہ لقب ہوا، بعض فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام کا زنج کیا ہوا گوشت کھاتے تھے مشہور اور پرانے صحابہ میں میں جنگ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ حنین میں شہید ۳ اُقتدُ قُذ سے بنا یعنی گوشت کپے پانچ پانچ پانچ کپے کھاتے تھے جاتے ہیں اس لئے اب سکھانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اہل عرب گوشت سکھا کر سینوں استعمال کرتے ہیں اب بھی سوکھا گوشت دلائیے بند ڈبول میں آتا ہے کہ چوری یا مولیٰ کے نقصان کی نیت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی غرض سے، کیونکہ غلاموں کو اس قسم کے صدقات کی عادت اجازت ہوتی ہے ۵ اس جملہ سے فقیر کی شرح کو قوت پہنچتی ہے اگر ان کی نیت فاسد ہوتی تو اس واقعہ کو دبا لیتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت نہ لاتے شکایت کا منشا یہ ہی تھا کہ میں تو مولے کے مال سے صدقہ کر کے ان کا فائدہ کرتا ہوں وہ مجھے مارتے ہیں ۶ یعنی اگر تم اس کے دیئے ہوئے سے راضی ہو جاؤ تو تم بھی ثواب پاؤ۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ غلام کو مولیٰ کی بغیر اجازت اس کے مال میں تصرف کرنے کی مطلقاً اجازت دے دی جائے بلکہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی نیک نیتی پر مطلع تھے اس لئے ان کے مولیٰ کو ایک بہتر بات کی ہدایت دی اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولیٰ بلا قصور بھی غلام کو مارے تو مولیٰ پر اس کا قصاص نہیں یونہی اگر باپ بیٹے کو استاد شاگرد کو غلط فہمی کی بنا پر بلا وجہ بھی مارے تو قصاص نہیں دیکھو مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الْأَجْرُ بَيْنَكُمْ أَنْصَفَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ بَابُ مَنْ لَا يَعُودُ فِي الصَّدَقَةِ ۝ الْفَصْلُ
الْأَوَّلُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَضَاعَهُ الذَّيْ كَانِ
عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدُّ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَ بِدُرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ
كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْمِهِ وَفِي رِوَايَةٍ لَا تَعُدُّ فِي صَدَقَتِكَ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ

تو اب تم دونوں کو آدھا آدھا ہو گا۔ سلم باب کون شخص صدقہ واپس نہ لے۔ فصل پہلی روایت ہے حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں کہ میں نے
کسی کو لٹری کی رہ میں گھوڑا دیا ہے جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اسے برباد کر دیا ہے میں نے چاہا کہ گھوڑا خریدوں میرا خیال تھا کہ ستا بیچ دے گا
۵ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ فرمایا اسے نہ خریدو اور اپنا صدقہ واپس لو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں دے دے کیونکہ اپنے صدقہ میں
رجوع کرنا اس کے لئے کی طرح ہے جو تھے کر کے چاٹے ایک درہم میں صدقہ واپس لو کہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا

بالتصور بارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈالھی اور سر کے بال پگڑے مگر اصل واقعہ در حضرت بارون علیہ السلام کی بیفقدوری معلوم ہونے پر ان کیلئے دعا کی
لیکن تعارض دیا لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو حضرت عکاشہ کے سامنے پیش فرما دینا تعلیم عدل کیلئے ہے نہ کہ بیان قانون کے لئے اس کا مطلب یہی ہے
جو پہلے عرض کیا جا چکا کہ اس سے وہ صورتیں مراد ہوتی ہیں جن میں مولیٰ کی طرف غلام کو عرفاً خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے ورنہ کسی مال اس کی بغیر اجازت
خیرات نہیں کر سکتے ۳ صدقہ واپس لینے کی چند صورتیں ہیں دیکھو واپس لے لینا دیکر خرید لینا دینے کے بعد بطور میراث پھر صدقہ کا لوٹ آنا پہلی صورت بالکل
ناجائز ہے اور دوسری صورت بالکل جائز، دوسری صورت میں کچھ تفصیل ہے خیال ہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا جائز ہے اگرچہ بہت بڑا اسکی بحث پہلے ہو چکی، مگر
صدقہ دے کر واپس لینا جائز ہی نہیں ۳ بطور خیرات تاکہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے، عاریتہ دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے لہذا اس طرح کہ اسکی خدمت
کم کی جس سے وہ کمزور و بلاموکر گویا برباد ہی ہو گیا ۵ یا اس نے کہ گھوڑا کمزور ہو چکا ہے، جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی، یا اسے کہ میں اس کا محسن ہوں، مجھے
رعایت سے دے گا، کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے، دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے لہذا اس جملہ کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ
کا خریدنا حرام ہے، مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقع پر فقیر صدقہ دینے والے کی گزشتہ مہربانی
کا خیال کرتے ہوئے اسے ستاف دیگا، اور قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے، مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا، تو
گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کر کے واپس لے لئے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام
بدل جاتے ہیں اس کی مثال بالکل یوں سمجھو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا، اس نے اس مال کا کھانا پکا
کر تمہاری دعوت کی، یہ اگر اس مہربانی کے شکر یہ میں ہو، تو وہ دعوت ناجائز ہے، اور اگر عام دعوت تھی، جس میں اتفاقاً
تمہیں بھی بلا یا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ۵

كَالْعَائِدِ فِي قَيْدِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ بَدِيدَةَ قَالَتْ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُقْمِي بِجَارِيَتِي وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجِبَ اجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكَ الْمِيرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَأَنْتَ كُنْتَ عَلَيْهَا صَوْمٌ نَهَيْدُ أَفْخُصُّومُ عَنْهَا قَالَ صُومِي عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهُمَا لَمْ يَحْجُ قَطُّ أَفَاجِحُ قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۚ كِتَابُ الصَّوْمِ ۚ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۚ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

الیسے جیسے اپنی قے دوبارہ کھا لینے والا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت بربہ سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی بولی یا رسول اللہ میں نے اپنی مال کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی اور مال فوت ہو گئی ہے فرمایا تمہارا ثواب پورا ہو گیا اور میراث نے تمہیں لونڈی واپس دے دی ہے عرض کیا یا رسول اللہ میری مال پر ایک مہینہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ دوں فرمایا رکھ دو لے بولی اس سے تمہیں کیا تھا کیا میں کروں فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کر دو (مسلم) روزے کا بیان ہے پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول۔

لے اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ مخالفت نیز یہی ہے کہ نہ کہ کتے کے اپنی تے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائیگا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائیگی اگرچہ کام بہت بُرا ہے یہی تشبیہ ہر واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہر کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے لہٰذا لونڈی بطور میراث مجھے مل رہی ہے آیا اسے نو یا نہ نو کسی اور کو خیرات دے دوں اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غریب مال باپ صدقہ نقلیٰ دے سکتے ہیں صدقہ فرض نہیں دے سکتے اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی اور ہو سکتا ہے کہ ان بی بی نے اپنی مال کو لونڈی بدیتہ دی ہو اور صدقہ سے بدیتہ مراد لیا ہو لہٰذا اس حدیث تفسیر کر دی کہ بطور میراث اگر اپنا صدقہ لوٹ آئے تو اسکا لینا جائز ہے بعض علماء نے فرمایا کہ دوسرے فقیر کو دیدے کیونکہ یہ حق اللہ بن چکے ہے مگر یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے لہٰذا رد ہے لے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ میت کے قصاص دے دارت رکھ سکتا ہے لیکن امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک علیہم الرحمۃ وارضوان فرماتے ہیں نہیں رکھ سکتا کیونکہ روزہ خالص بدنی عبادت ہے جس میں نیابت ناجائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ اور فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيعُونَهُ فِدَايَتُ طَعَامٍ مُسْكِينٍ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کوئی کسی کی طرف نماز پڑھے نہ روزے رکھے یہاں روزوں کا کفارہ دینا ملے یعنی تم اپنی ماں کے روزوں کا فدیہ دیدو جو حکم روزہ ہے لے خواہ انہوں کو وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر ان پر حج فرض تھا تو ان کی طرف سے تم کر دو تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قریب الغنا بیمار یا بوڑھے کی طرف سے اور میت کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے کیونکہ حج خالص بدنی عبادت نہیں بلکہ بدنی اور مالی کا مجموعہ ہے جو سخت مجبوری اور مندوبی کی حالت میں دوسرے کے ادا کرنے سے ادا ہو سکتا ہے لہٰذا یہ حدیث ان تمام ہزرگوں کی دلیل ہے عبادات تین قسم کی ہیں محض بدنی محض مالی بدنی مالی کا مجموعہ محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے جیسے روزہ، نماز، اور محض مالی

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا دخل رمضان فتحت أبواب السماء ورفی روايته فتحت
أبواب الجنة وغلقت أبواب جهنم وسلسلت الشياطين ورفی روايته فتحت أبواب
الرحمة متفق عليه. وعن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
فی الجنة ثمانية أبواب منها باب يسمى الدیان لا يدخله إلا الصائمون متفق عليه

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رمضان آتا ہے لے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت دروازے
کھول دیے جاتے ہیں لے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں لے ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے
دروازے کھولے جاتے ہیں (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سهل بن سعد فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں آٹھ دروازے
ہیں لے جن میں سے ایک باب اریان ہے جن میں صرف روزے دار داخل ہوں گے لے (مسلم بخاری)

میں مطلقاً جائز میسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ اور مجموعہ میں دائمی عذر میں جائز دلیے ناجائز لے صوم کے لغوی معنی ہیں باز رہنا قرآن کریم فرماتا ہے
إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا لِّمَن يَسْتَعِزُّ بِيَوْمِي نَذَرَ مَا لَمْ يَكُنْ فِي يَوْمِئِذٍ مِّنْ ذِي عِلْمٍ يَأْتِيهِ يَوْمَئِذٍ مِّنْ رَّبِّهِ عَذَابٌ مُّهِينٌ
وما غ میں داخل کرنے سے باز رہنے کو صوم کہا جاتا ہے روزہ کا منشا ہے نفس کا زور توڑنا دل میں صفائی پیدا کرنا فقر اور مساکین کی موافقت کرنا،
مساکین پر اپنے دل کو نرم بنانا مرقات میں ہے کہ یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پیٹ بھر کھانا، نہ کھاتے تاکہ بھوکوں ناقہ مستول کا حق نہ بھول جائیں۔ ملحات
مرقات اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ ستر ہجری میں تبدیلی قبلہ کے ایک ہینہ بعد ہجرت اٹھارہویں ہینہ دسویں شعبان کو روزہ فرض ہوئے روزے کی فرضیت
میں چھ قسم کی تبدیلیاں ہوئیں جنہیں ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پارہ دوم میں تفصیل در بیان کی ہے لے رمضان رمضان سے بنا بمعنی گرمی یا گرم چمک بھٹی گندے
لوہے کو صاف کر دیا اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے سیطرہ روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف
کراتا ہے نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور بڑا قرب الہی زیادہ کرتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں نیز یہ اللہ کی رحمت محبت، ضمان امان
اور نور لیکر آتا ہے اس لئے رمضان کہلاتا ہے خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لانا ہے اور پانچ ہی عبادتیں روزہ، تراویح، اعتکاف،
شب قدر میں عبادت اور تلاوت قرآن اسی ہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی ہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیل در فضائل ہماری کتاب
تفسیر نعیمی جلد دوم میں دیکھو لے حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں
کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حورو و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں مغفان آگیا اور وہ روزہ داروں کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو
جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں لے یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنی پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقع دوزخ
کے دروازے ہی بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس ہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی وہ جو مسلمانوں
میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا بھی مطلب اور حقیقت میں بلیس مح اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے اس ہینہ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا
وَأَحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلٍ بَنِ آدَمَ يُضَعَفُ
الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعُفٍ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان و اخلاص سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جو رمضان میں ایمان و اخلاص راتوں میں عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات کی ساری نیکیاں راتوں سے سات سو گئے تک بڑھائی جائیں گی لکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزہ کے کہ روزہ تو میرا ہے

میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفسِ انارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ شیطان کے بہانے سے فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت عزائمات دفع ہو گئے مثلاً یہ کہ جب بھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں گری کہاں آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس میں گناہ کیسے ہوتے ہیں لکہ یا اس طرح کہ جنت میں کھڑے طبقہ میں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے امگ دروازے سے داخل ہوں لکہ ریان ہر وزن فعلان رُحی سے بنا یعنی تروتازگی سیرابی دہری چونکہ روزہ دار دروزوں میں بھوکے پیارے ہتھے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لئے ان کے داخلے کیلئے وہ دروازہ منتخب ہو جاہاں پانی کی نہریں بے حساب سبزہ بھل فرودا در میرابی ہے اس کا محسن آج نہ ہمارا ہم دگمان میں سکتے ہیں نہ بیان میں اللہ اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا اس معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر اس دروازہ سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کیلئے مخصوص ہے لکہ اعتبار حسب سے بنا یعنی گمان کرنا لکہ سمجھنا اعتبار کے بجائے میں ثواب طلب کرنا لینے جس روزہ کیلئے ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اس کا نفع تو ہیشمار ہے دفع ضرر یہ ہے کہ اس سارے صغیرہ گناہ حقوق اللہ معاف ہو جائیں اس حدیث معلوم ہوا کہ بندہ دروزوں میں برت (روزہ) اور کافروں اپنے دینی روزوں کو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں لکہ جو شخص بیمار کا علاج کیلئے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کیلئے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں اعتبار نہیں لکہ اس عبادت مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد لکہ مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت

أَنَا أَجْزَى بِهِ يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِ الصَّائِمِ فَدَحْتَانِ فَدَحَتْهُ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَدَحَتْهُ
عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَخَلُوفٌ فِيمَ الصَّائِمِ أَطِيبٌ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمُسْلِكِ وَالصَّيَّامُ جَنَّةٌ وَ

اد میں ہی اس کا ثواب دد نکالے وہ میرے لئے اپنی تہوت اور اپنا کھانا چھوڑنا ہے ۱۴ روزہ دار کو دوسری باتیں ہیں ایک خوشی افطار کے
وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملنے وقت ۱۵ روزہ دار کی منہ کی بدبو اللہ کے ہاں شک کی خوشی سے بہتر ہے ۱۶ اور روزے ڈھال ہیں ۱۷ اور

۱۸ گناہ کبیرہ چکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے
تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوا ہے لینے قالو تا ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا
ہے اگر اللہ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے اس حدیث سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَقَدْ أَشْرَأَ مِثْلَ لَهَا
اور دوسری كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ۱۹ اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں
مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ میرا ہے چند وجہوں سے ایک یہ کہ دیگر عبادات میں طاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب اور
روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہے۔ مثنوی

عاشق! آتش نشان امتاے پسر آہ سرور رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پسند سب دیگر کدام کم خورد کم گفتن و خفتن حرام

اور مطیع کا عرض ثواب ہے عاشق کا عرض لغائے یار دوبرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت
ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر باہر کچھ کھائے
پئے وہ یقیناً مخلص ہی ہے ریا کار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں لہلہ حقوق چھین سکتے
آپس حتیٰ کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لیں (شامی) مگر روزہ کسی حق دالے کو نہ دیا جائے گا اور تعالیٰ فرمایا کہ روزہ
اور میرے یہ کسی کو نہیں ملیگا جو کچھ یہ کفانہ و مشرکین دوسری عبادتیں بتوں کیلئے بھی کر لیتے ہیں قربانی، مسجد، حج و خیرات وغیرہ مگر کوئی کافر
بغیر بت کیلئے نہیں رکھتا اگر روزہ رکھتے بھی ہیں تو صفائی نفس کیلئے تاکہ اس صفائی سے بتوں سے قرب حاصل ہو عرض کہ روزہ غیر اللہ
کیلئے نہیں ہوتا اور مرقاۃ (اشعۃ وغیرہ)۔

۱۴ اس عبادت کی دو قراتیں ہیں اجزی معروف اور اجزی مجهول یعنی روزہ کا بدلہ میں براہ راست خود دد نکالیں دینے والا روزہ دار لینے والا
جو چاہوں دوں اس کی جزا مقرر نہیں یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا رب اس کی
وجہ آگے آرہی ہے ۱۵ لینے دو مگر عابد عابد میں یہ عابد بھی اور عاشق بھی یا روزہ دار ریا کے لئے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میرے رضا کے
لئے چھوڑتا ہے ریا کار چھپکے کھا کر روزہ ظاہر کر سکتا ہے ۱۶ سب جان لے کر کیا پایا فرماں ہے روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی
بھی ہوتی ہے کہ عبادات ادا ہوئی رب تعالیٰ راضی ہو امینہ میں نور دل میں سرور ہو اور جسمانی فرحت بھی کہ سمعت پیاس لہجہ ٹھنڈا پانی
بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی مدد بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور انشا اللہ مرتے وقت بھی بروز قیامت بھی

اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَدْرِفَتْ وَلَا يَصْخَبُ فَإِنْ سَابَتْ أَحَدًا ذُقَاتْلَهُ فَلْيَقُلْ لِي أَنِّي
أَمْرٌ وَصَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۚ الْفَصْلُ الثَّانِي ۚ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَوَّلَ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صَفَدَتِ الشَّيَاطِينُ
وَمَدَدَةُ الْجِنَّ وَغُلِقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ
مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلَّهِ عِتْقَاءُ مِنَ النَّارِ

جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بری بات کہے نہ خود مچاٹے نہ اگر کوئی اس سے گالی کلوچ یا جنگ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں ۲۱ مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ۱۰ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیے جاتے ہیں دروازے بند کر دیے جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جائے اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جائے اور پکار غیول پکارتے ہیں کہ آگے بھلائی چاہنے والے آگے اور برائی چاہنے والے باز آؤ اور اللہ کی طرف سے لوگ آگ سے۔

رب تعالیٰ کی ہر بانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان باہر ہے وہ کریم فرمایا کہ دنیا میں جو میں کہتا ہوں کہ وہ تو کہے گا وہ میں کر دیتا اللہ تعالیٰ نے خیریت وہ وقت دکھا اللہ کا شکر ہے کہ فقیر حقیر گنہگار یہ بیان بھی آج ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ جمعرات دن بکھر رہا ہے رب تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس قال کو حال بنا دے خیال ہے کہ مذکورہ بدبو جو دانتوں کے بغیر یا بیماری پیدا ہو کر پھرنے لگتی ہے اور جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے خلوت کہتے ہیں دانتوں کے میل کی بدبو مسواک منجن سے جاسکتی ہے اور بیماری کی بدبو دواؤں سے مگر خلوص کی بوجھ سے کھاسے جاسکتی تجربہ ہے کہ مسواک کے بعد بھی رہتی ہے لہذا یہ حدیث نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر دلیل ہے کہ بعد زوال روزہ میں مسواک منع اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ کے خلاف کہ روزہ میں مسواک ہر وقت جائز ہے یہاں فرقانے فرمایا کہ جہلا لیا ہے جیسے مال کے کہ مجھے اپنے بچے کا پسینہ کیڑا کلاب سے پیار ہے اس کا مطلب نہیں کہ وہ پسینہ دھویا بھی جائے روزہ میں مسواک کی پوری بحث اللہ کے آئیگی ۲۵ کہ دنیا میں نفس شیطان کے شر سے بچاتے ہیں وہ آخر میں دوزخ کی آگ بچائیں گے نہ خود سے مراد جنگ جہل کا خود ہے شریعت میں روزہ پیٹا و دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضا کا کہ انہیں گن ہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے ۲۱ لہذا میں تجھ سے بڑے کو تیار نہیں اس پر اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہو جائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمانت میں ہوں مجھ سے بڑا کو یا رب کا مقابلہ کرتا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر و دریا کیلئے نہ ہو ۳۱ ان تین جملوں کی شرط بھی کچھ پہلے ہو چکی ہے کہ یہ تینوں جملے اپنے ظاہری معنی پر ہیں ان میں کسی کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں چونکہ ابلیس ایک ہے اور اس کی ذریت بہت قسم کی جن کے نام بھی الگ ہیں اور کام بھی الگ یہ سب ہی ایک مہینہ کے لئے مگر رفتار کر لئے جاتے ہیں اس لئے شیاطین جمع فرمایا مرقعات یہاں فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں جنت اور

وَذَلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تَفْتَحُونَ فِيهِ أَبْوَابَ السَّمَاءِ

آزاد کے مالتے میں یہ ہر رات ہوتا ہے (ترمذی) ابن ماجہ احمد نے ایک شخص سے روایت کی ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے تیسری مفضل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان آگیا برکت والا مہینہ ہے کہ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں

دوزخ کے دروازے کبھی کبھتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں مگر رمضان میں سارا مہینہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جنت کے کھلے آسمان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ اظہار کا مہینہ دیگر مہینوں میں شب جمعہ کو کھلتا ہے مگر ماہ رمضان میں ہمیشہ کھلا رہتا ہے کیونکہ وہ ہم غریبوں کی جنت ہے۔ شمس :-

مسجد من کعبہ من خلد ما آستان تو در تو کھٹے تو

لے اللہ کی طرف رسول اللہ کی طرف آ، جنت کی طرف مسجد کی طرف آ عبادت کی طرف آ کیونکہ اب عمل قلیل پر جزائے جلیل ملے گی، زمانہ کمائی کا آگیا کچھ کمالے گا جہاں سے باز آ غیر اللہ کی طرف بھاگنے سے باز آ رہا ہوا ہے اس سے شرم کر اس آواز کا اثر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اس زمانہ میں بے نماز نمازی ہو جاتے ہیں، بخیل سخی بن جاتے ہیں بچے اور بیمار جو نماز سے گھبراہٹیں روزہ پر حریص ہوتے ہیں حالانکہ روزہ نماز سے دشوار ہے روزہ میں عاتق سستی اور نیند بڑھ جاتی ہے مگر پھر بھی مسجد میں بھری رہتی ہیں اور راتیں ذکر اللہ سے آباد۔

لے یعنی مہینہ بھر روزانہ افطار کے وقت بہت سے گھنگار جو اپنے گیارہ مہینوں کی بدکاریوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں انہیں اللہ روزہ کی برکت سے معافی دے دیتا ہے فرماتا ہے اگرچہ گھنگار ہیں مگر روزہ دار ہیں بخش دیا لے یعنی حدیث مرفوعہ غریب موقوف صحیح ہے اور ہو سکتا ہے کہ غریب بھی ہو اور صحیح بھی کیونکہ غریب حسن یا صحیح ہونے کے خلاف نہیں (مرقات) امام حذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی ابو بکر ابن عیاش بھی ہیں جن کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگرچہ امام عاصم قاری کے شاگرد ہیں اور امام حفص پر قرأت میں مقدم ہیں اور فضائل و کمالات میں اپنے اہل زمانہ پر فوقیت رکھتے ہیں مگر کچھ حافظہ کے کمزور تھے لے برکت کے معنی میں بیٹھ جانا جم جانا اسی لئے اونٹ کے طریقہ کو مبارک الابل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے ہیں اب وہ زیادتی خیر خواہ نہ جائے برکت کہلاتی ہے چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور غیبی برکتیں بھی لے اس مہینہ کا نام مبارک بھی ہے رمضان میں قدرتی طور پر مومنوں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد پر خوش ہونا ایک دوسرے کو مبارکباد دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونا چاہیے اس کے جانے پر غم بھی ہونا چاہیے دیکھو نکاح ختم ہونے پر عورت کو شرعاً غم لازم ہے اسی لئے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو مغموم اور چشم پر غم ہوتے ہیں اور خطبات اس دن میں کچھ دواعیہ کلمات کہتے ہیں تاکہ مسلمان باقی گھڑیوں کو فینیت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں ان سب مافذیہ حدیث ہے لے یعنی سب پر روزہ رمضان ہی فرض ہیں طاقت روزہ

وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغْلَقُ فِيهِ مَرَدَّةُ الشَّيَاطِينِ لِلَّهِ لَيْلَةُ خَيْرٍ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ
مَنْ حَرَّمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حَرَّمَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَكَعْنُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصَّيَامُ أَيْ رَبِّ
إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفَعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ

دروازہ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور اس میں مردود شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اس میں ایک ہے ہزار مہینوں سے بہتر
۲۔ جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا (احمد نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
روزے اور قرآن ہندے کی شفاعت کریں گے کہ روزے عرض کریں گے یا رب میں نے اسے دن میں کھانے اور شہوت روکا لہذا اس کے بارے
میں میری شفاعت قبول کر اور قرآن کہیں گے میں نے اسے رات میں سونے سے روکا

رکھنے والا ذریعہ نہیں دے سکتا رب تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ حَتَّىٰ كَرِهَ اللَّهُ عَمْدَتِمْ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرْضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْهُ يَوْمَ يُقَامُ الْقِيَامُ
قضا کرتی ہے لہذا حدیث اپنے ظاہر پر ہے ۵۔ آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں روزی اور فرائض اترنے کیلئے دروازے لوگوں کے اعمال جائیکے دروازے
مذاب آئیں دروازے مخصوص رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ یہاں یہ آخری قسم کے دروازے مراد ہیں یعنی رمضان میں غل میں رحمتوں یا خاص فرشتوں کی آمد کے دروازے
کھول دیے جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ آسمان کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اس جملہ کے کسی مطلب جو سکتے ہیں بہترین مطلب یہ
ہے کہ عام شیاطین تو رب کے مام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں و طوقوں میں باندھے
جاتے ہیں جیسے دنیاوی جیلوں میں پھانسی کے ملزم کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں
اسی لئے یہاں قفل فرمایا گیا قفل غل سے بنا بمعنی زنجیر و طوق ہے لہذا یہاں مردود کی قید احترازی ہے اور یہ حدیث گذشتہ حدیث
کے خلاف بھی نہیں ۳۔ وہ رات شب قدر ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہر ماہ رمضان میں ہوتی ہے کہ دوسری ہزار مہینوں کی عبادت جس میں شب
قدر نہ ہو اس ایک رات کی عبادت بہتر ہے اور غالباً یہ رات ستائیسویں رمضان ہے اس کی تفصیل بحث ہماری کتاب مواظعہ نعیمیہ میں ملاحظہ
فرمائیے خیالی رہے کہ لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور سورۃ قدر میں یہ لفظ تین بار ارشاد ہوا تو تین دفعہ ہو تو ستائیس بنتے ہیں نیز سورۃ
قدر میں تیس کلمے ہیں آخری آیت حَقِّقْ مَطْلَمَ الْفَجْرِ میں ہی ضمیر جولیدۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے ستائیسواں کلمہ ہے ان وجہ سے اشارۃ
معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان ہے ۴۔ یعنی جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات بھی بلا عذر عشا و فجر جماعت سے
نہ پڑھی اس لئے اس کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بقیہ دنوں میں بھی بھلائی نہیں کملے گا شب قدر میں عبادتوں کی تین قسم ہیں جن میں سے
آخری قسم ہے عشا و فجر کا جماعت سے ادا کرنا جس نے بھی نہ کیا واقعی وہ بڑا محروم ہے الحمد للہ گنہگار احمد یا راج ستائیسویں رمضان ۱۳۴۹ھ
کو یہ مضمون لکھ رہا ہے آج شب قدر ہے کہ یعنی روزہ رکھنے والے تراویح پڑھنے والے گنہگار بند کی تو معافی کی سفارش کریں گے اور
بے گناہ بند کی بلندی درجات کی لہذا قرآن رمضان کی شفاعت سارے ہی مومن فائدہ اٹھائیں گے چونکہ قرآن کریم رمضان مبارک

بِالْكَفْلِ فَشَفَعَنِي فِيهِ فَيُشَفِّعَانِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ : وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا الشَّهْرُ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِنْ حَرَمِهَا فَقَدْ حَرَّمَ الْخَيْرُ كُلَّهُ وَلَا يُحْرِمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مُحْرَمٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ : وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَحَدِ يَوْمَيْنِ شُعْبَانَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظْلَكُمُ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا

ہذا کے متعلق میری شفاعت قبول کر لے دونوں کی شفاعت قبول ہوگی (بہیقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ تمہارا پاس آگیا اس میں رات ہے ہزار مہینوں سے بھلی جو اس رات محرم رہا وہ ساری خیر محرم رہا اور ساری خیر لوہا بد نصیب محرم رہتا ہے (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے آخری دن ہم میں غلظ فرمایا تو فرمایا اے لوگو تم پر عفت والا مہینہ سایہ لگن ہو رہا ہے یہ مہینہ برکت والا ہے جس کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے وہ یہ مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کئے اور جس کی رات کا قیام نفل بنایا ہے۔

اسی میں آیا اور رمضان میں ہی اس کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے اور دن میں روزہ رات کو نزدیک میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لئے ان دونوں کو جمع فرمایا گیا یعنی روزہ نظر کر کے اس کی طبیعت آرام کیطرت مل ہوتی تھی ہاتھ پاؤں میں سستی پھیل جاتی ہے معنی کہ نماز کی آذان کی آواز سنتے ہی نزدیک میں مجھے سننے آ جانا تھا لہذا یہاں نزدیک پڑھنے والے مراد میں تہجد والے ہی مراد نہیں کیونکہ تہجد تو سال بھر پڑھی جاتی ہے یہاں خصوصیت رمضان کا ذکر ہے بعض علما نے فرمایا کہ یہاں رمضان توڑے رب عرض کیا کہ قرآن نے اے رب کے ہاں معلوم ہوئے کہ قرآن کلام الہی قدیم ہے اور مخلوق نہیں (مرقات) اس طرح کہ روزوں کی شفاعت گناہ معاف ہوں گے اور قرآن کی شفاعت درجے بلند یا روزوں کی شفاعت غضب الہی کی ناک ٹھنکی ہوگی اور قرآن کی شفاعت رحمت الہی کی ہوا چلے گی وغیرہ وغیرہ روزہ اور قرآن بلکہ سارا عمل وہاں شکلوں میں نمودار ہوں گے جیسے آج دنیا میں ہم واقعات کو خواب میں مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں بادشاہ مصر اسندہ مختص سالیوں کو گائیوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھا تھا اس لئے مہینہ رمضان وہ سخی ہے جو تمہارا پاس آکر دیتا ہے جیسے بادل آکر پانی دیتا ہے کنویں کی طرح بلا کر نہیں دیتا اس لئے یہ ایک رات تراستی سال چار ماہ سے بہتر ہے اگر وہ شب قدر سے خالی ہوں گے اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس رات کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ جو اتنی سی محنت بھی نہ کر کے وہ پورا ہی محرم بد نصیب ہے لہذا اس عیشی اطلاع دینے میں ماہ رمضان کی فضیلت کا اظہار ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادت کیلئے تیار کرنا ہے اظہار کر اشارۃ بتایا کہ جیسے درخت یا چھت بند گواپنے سایہ میں بیکر سورج کی تیش سے بچا لیتے ہیں ایسے ہی ماہ رمضان مومن کو اپنے سایہ میں لیکر دنیاوی و اخروی عذاب سے بچا لیتا ہے گویا رمضان سایہ دار بار درخت ہے یا دھال ہے کہ یہاں نفل لغوی معنی میں ہے یعنی

مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ آدَى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ آدَى فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ آدَى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُ الْجَنَّةِ وَ شَهْرُ الْمَوَاسَاةِ وَشَهْرُ زَيْلَادٍ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَتَرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةٌ لِدُنُوبِهِ وَعَتِيقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ غَدِرَ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِ شَيْءٍ قُلْنَا يَا

جو اس ماہ میں نفلی بھلائی سے قربا لہی حاصل کرے تو گویا اس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے تو اب ہوگا جیسے اس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ غزالی کی غم خوار کا مہینہ ہے۔ یہ وہ مہینہ جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی بخشش اس کی گردن کی آزادی آگ سے ہوگی اور اسے روزہ دار کا سا ثواب ملے گا۔ اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب کچھ کم ہوئے۔ ہم نے عرض کیا یا

زائد چیز اور بات کے قیام سے مراد ترمیم ہے یعنی اس ماہ میں نماز تراویح زائد نماز ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح نفل ہو۔ وہ سنت مکرہہ ہے۔ تراویح کی پوری بحث ہماری کتاب جائز حق حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ لیکن ماہ رمضان کی نفل دوسرے مہینوں کی فرض کی برابر ہے اور اس ماہ کی فرض عبادت دوسرے ماہ کی ستر نفل کی مثل ہے لہذا اگر مکہ معظمہ میں ماہ رمضان میں ایک فرض ادا کیا جائے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے۔ کیونکہ اور دنوں میں ایک کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ تو رمضان میں ستر لاکھ اس حساب مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب نہیں لاکھ ہے۔ یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے شب قدر اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی انشاء اللہ یعنی دوسرے مہینہ شکر کے ہیں جن میں کھاؤ، آرام کرو اور شکر بجالاؤ اس مہینہ میں دن نہ کھاؤ، رات کو نہ سوؤ، اور صبر کرو، رمضان کے چار نام ہیں ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات، ماہ مبارک ان ناموں کی وجہ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں تفصیل سے لکھی ہے۔ کہ اس مہینہ میں قدرتی طور پر مسلمان میں مگر بار اقبال کی غم خوار کا جذبہ موجزن ہوتا ہے بعض لوگ رمضان میں اپنی شادی شدہ فریادیں کو بلا لیتے ہیں بعض لوگ مہینہ بھر تک مسکینوں کو کھلاتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اور مواسات پر عمل ہے مواسات بمعنی مسامتہ ہے سہم بمعنی حصہ مشتق یعنی اپنی روزی میں دوسروں کو حصہ دار بنانا، سخاوت کرنا۔ کہ رزق حسی بھی اور معنوی بھی ہر سال اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر روزہ دار کو رمضان میں وہ نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ملتیں نیز اس مہینہ میں قدرتی طور پر دل پر وہ اثر ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتا۔ یعنی روزہ افطار کرنا نوالے کو تین ناندے ہوتے ہیں گناہوں کی بخشش دوزخ سے آزادی اور اسے روزہ کا ثواب بعض لوگ افطار کے وقت مسجدوں میں پھل فروٹ یا کھانے بھیجتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث شریف ہے کا ٹھیا دار اور یو۔ پی میں ہر نمازی مغرب کے وقت کچھ لیکر آتا ہے، اور کوشش ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کھانے سے روزہ افطار ہے اسکی اصل بھی یہی حدیث ہے خیال ہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ تول جاتا ہے مگر اس سے روزہ الامن نہیں ہوتا لہذا کوئی امیر لوگوں کو افطار کر کے خود روزہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا روزے کو رکھنے ہی پڑیں گے۔ جیسے علم روشنی، ہوا ان خواہ کتنے ہی لوگ ناندہ ٹھالیں کی نہیں ہوتی ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں۔

ہوتا، لہذا حدیث پر یہ قرآن نہیں کہ تقسیم ہو کر ثواب میں کمی کیوں نہیں ہوتی، مادی چیزیں بٹ کر گھٹتی ہیں، نور میں یہ قاعدہ نہیں، بلکہ سمندر اور چشتہ کا پانی بھی خرچ سے گھٹتا نہیں، لے وہ حضرات مجھے کہ روزہ افطار کرانے کے متھے میں اُسے پھر کر دینا، اس لئے یہ سوال کیا: لے جو ایک غلام یہ ہے کہ قرن پیٹ بھرنے پر یہ ثواب موقوف نہیں، جو چیز بھی اولاً روزہ دار کے حلق سے نیچے اتاری جائے، یہ ثواب مل جاتا ہے، بلکہ اگر چند آدمی ملکر روزہ دار کو کسی چیز سے افطار کرادیں تو سب کو الگ الگ روزے کا ثواب ہوگا، داتا کی دین کے بہانے ہوتے ہیں، صدقہ سے اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا لے یعنی قرن افطار کرانے کا ثواب تو بیان ہو چکا، روزہ دار کو میر کر کے کھلانے کا ثواب یہ ہے، خیال ہے کہ جیسے آج دنیا میں سب کو کھانے کی سخت ضرورت ہے ایسے ہی کل میدان محشر میں پانی کی سخت ضرورت ہوگی۔ وہاں بھوک نہ ہوگی مگر پیاس ہوگی، اللہ تعالیٰ عرض کوثر کی ایک نہر میدان محشر میں پہنچائے گا جسے اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی یہ پانی پیئے گی، اور پیاس سے امن میں رہے گی، ایک بار جس نے یہ پانی پی لیا، تو جنت میں داخل تک پیاس نہ لگے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دہا لسن عرض کا پانی نصیب کرے، پھر جنت میں پہنچ کر نہ بھوک ہوگی نہ پیاس، لہذا حدیث بالکل واضح ہے، اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ محشر میں عرض کوثر کہاں، عرض تو جنت میں ہوگا، نہ یہ اعتراض رہا کہ پیاس نہ ہونے کی انتہا جنت میں داخل تک بیان کیوں فرمائی، کیا جنت میں پہنچ کر پیاس لگے گی، نہ یہ اعتراض رہا کہ کھانے کا بدلہ پانی کیسا اس کا بدلہ تو کھانا ہی چاہئے تھا۔ خیال رہے کہ جنت میں بھوک نہ ہوگی نہ پیاس مگر وہاں کھانا پینا سب کچھ ہوگا، لذت کے لئے ذکر بھوک پیاس دفع کرنے کو اسی لئے وہاں میوے ہیں غلے نہیں کہ غلے بھوک دفع کرنے کو ہوتے ہیں میوہ لذت کو لے یعنی ماہ رمضان کے تین عشرہ ہیں پہلے عشرہ میں رب تعالیٰ مومنوں پر فاضل رحمتیں فرماتا ہے جسے انھیں روزہ تراویح کی ہمت ہوتی ہے اور آئندہ مٹنے والی نعمتوں کی استعداد پیدا ہوتی ہے دوسرے عشرہ میں تمام صغیرہ گناہوں کی معافی ہے جو جہنم سے آزادی کا اور جنت میں داخلہ کا سبب تفسیر ہے عشرہ میں روزے داروں کے صنتی ہو جانیکا اعلان اور وہاں کے داخلہ کا لایزہ (VISA) اور پاسپورٹ (PASSPORT) کی تحریر فقیر کی

شَهْرُ رَمَضَانَ أُطْلِقَ كُلُّ أَسِيرٍ وَأُعْطِيَ كُلُّ سَائِلٍ : وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْجَنَّةَ تَدْخُلُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى حَوْلِ قَابِلٍ قَالَ فَإِذَا كَانَ رَأْسُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحَوَارِ الْعَيْنِ فَيَقْلَنَ

ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے ۱۷ اور ہر گنگے کو دیتے تھے ۱۸ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے لئے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سونگے جاتی ہے ۱۹ فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے آنکھ والی حوروں پر ایک خوشگوار ہوا چلتی ہے ۲۰ تو حوریں عرض کرتی

اس شرح سے اس ترتیب کی وجہ بھی معلوم ہو گئی اور یہ اعتراض بھی نہ رہا، کہ جب پہلے دو عشروں میں رحمت و مغفرت ہو چکی، تو تیسرے عشرہ میں آگ سے آزادی کے کیا تھے، وہ تو پہلے ہی حاصل ہو چکی ۱۷ اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی تمام مدارس اسلامیہ رمضان میں بند ہوتے ہیں تاکہ مدرسین کو فریحت اور طلباء کو فراغت ملے، بعض امراء اس مہینہ میں نوکروں کو کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ برابر دیتے رہتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے، تم اپنے ماتحتوں، نوکروں پر مہربانی کرو، اللہ تم پر مہربانی کرے گا ۱۸ حق یہ ہے کہ یہاں قیدی سے مراد وہ شخص ہے جو حق اللہ یا حق العہد میں گرفتار ہو، اور آزاد فرمانے سے اس کے حق ادا کر دینا یا کراہیہ مراد ہے ورنہ اس زمانہ پاک میں سوائے ان کفار کے جو غزوہ و جہاد میں قید ہو گئے ہیں، اور کسی کو قید نہ کیا جاتا تھا، اور ایسے قیدیوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں آزاد کیا کہ ان کو چھوڑ دینا فتنہ سے خالی نہ تھا، وہ پھر جا کر مسلمانوں کے مقابل ہوتے، احنان کے نزدیک جنگ کے کفار قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے، ان کے لئے یا قتل ہے یا غلام بنانا یا فدیہ پر چھوڑنا یا اَمَّا مَنَّا بَعْدُ منسوخ ہے اسکا نسخہ ہے فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَجَعَدَ تَوَّحُّهُمْ، ہاں شوائع کے ہاں آزاد کرنے کا بھی حق ہے، یہ معنی جو ہم نے عرض کئے متفق علیہ ہیں ۱۹ یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سائل کو دیتے تھے، کریم ہیں، سخی ہیں، دانا ہیں، مگر ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا، یہاں دو باتیں خیال میں رکھئے۔ ایک یہ کہ امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال، اعمال، کمال، رضائے رب ذوالجلال اور جنت نیز دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے، حضرت ربیعہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ خصوصاً رمضان میں ہر سائل کو اس کی منہ مانگی مراد دیتے تھے، دوسرے یہ کہ سرکار کی یہ بخششیں صرف اس زمانہ سے خاص نہیں تاکیامت ان کا دروازہ ہر فقیر کے لئے کھلا ہے، کیوں نہ ہو کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وَاَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَوْهُ سَائِلٌ مِنْ زَمَانٍ وَمَكَانٍ کی قید نہیں لہذا اب بھی رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مومن کو رہائی بھی مانگنی چاہیئے اور جنت وغیرہ بھی، ہم نے عرض کیا ہے شہد

شرم قیدی، یہ جرم ہے حیائی رہائی یا رسول اللہ رہائی
رہائی کر دی غزائے زوالے عطا کن زین بلا مارا رہائی
چھوڑا یا قید سے ہرنی کو تم نے مجھے بھی اس بلا سے دور رہائی

۲۰ یعنی میدانِ فطر کا چاند نظر آتے ہی، اگلے رمضان کے لئے جنت کی آراستگی شروع ہو جاتی ہے، اور سال بھر تک فرشتے اُسے سجاتے رہتے ہیں

يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ اَزْوَاجًا تُقَدِّرُ بِهِم اَعْيُنَنَا وَتُقَدِّرُ اَعْيُنَهُمْ بِنَارِ رُؤْيِ الْيَمَانِي
الْاَحَادِيثُ الثَّلَاثَةُ فِي شُعْبِ الْاِيْمَانِ : وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْهَ قَالَ يُغْفَرُ لِمَنْ مَاتَ فِي اَخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَلَا هِيَ لَيْلَةُ الْقَدَرِ قَالَ
لَا وَلَكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُؤْتَى اَجْرُهُ اِذَا قَضَى عَمَلَهُ ذَاكَ اَحَدًا : بِأَبِ رُوَيْتِ الْمُهَاسَلِ :
الفصل الأول : عَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْصُوا مَوَا

ہیں یا رب اپنے بندوں کو ہمارا خاندان بنا ان سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں لے تینوں حدیثیں بہت سی نے شعب الایمان
میں نقل فرمائیں لے روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ وہ نبی کریم ﷺ سے راوی کہ آپؐ فرمایا کہ میری امت کی بخشش رمضان کی آخری رات میں
ہوتی ہے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ شب قدر ہے فرمایا نہیں لیکن مزدور کو مزدوری جب ملتی ہے جب اپنا کام پورا کر لیتا ہے لے (احمد) باب چاند
دیکھنا لے فصل پہلی روایت ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ روزہ ۲ رکھو

جنت خود بھی سبائی، پھر اور بھی زیادہ سبائی جائے، پھر سبجانے والے فرشتے ہوں، تو کیسی سبائی جاتی ہوگی، اسکی سجادہ ہمارے دہم دگمان سے در رہے بعض
مسلمان رمضان میں مسجدیں سجاتے ہیں، وہاں قلمی ٹونا کرتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے، روشنی کرتے ہیں، انکی اصل یہ ہی حدیث ہے لے یعنی یہ جو عرش
شروع ہوتی ہے جنت کے درختوں، پھولوں سے مغل ہو کر حوروں پہنچتی ہے۔ مرقات نے فرمایا۔ یہ روزہ داروں کے منہ کی بڑے اثر سے ہوتی ہے واللہ اعلم
لے یعنی ہم کو ان روزے داروں کے نکاح میں دے، کہ وہ ہمارے خاندان ہوں، ہم ان کی بیویاں بنیں، خیال ہے کہ نکاح کے لئے نامزدگی تو پہلے
ہی ہو چکی ہے کہ فلاں حور فلاں کی بیوی، مگر نکاح جنت میں پہنچ کر ہو گا یا نکاح پہلے ہو چکا ہے، رخصت یعنی عطا بعد قیامت ہوگی، لہذا یہ حدیث
اس آیت کے خلاف نہیں وَذَوِّجْنَاهُمْ بِمَحُورٍ عَيْنٍ قَمَرٍ نَشْوَارِ تَحْدُكُ کو کہتے ہیں، اسی لئے بیٹے کو قرۃ العین کہتے ہیں لے یہ احادیث
بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں، لہذا قوی ہیں، کثرت اسناد ضعیف کو قوی کر دیتی ہے (مرقات) لے یعنی رمضان کی انیسویں
یا تیسویں رات کو روزہ داروں کی بخشش کا فرشتوں میں اعلان ہو جاتا ہے، کہ ان کے روزے، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادتیں
قبول فرمائی گئیں، اور ان کی بخشش کا فیصلہ کر دیا گیا، یہ ہی رات بندوں کے عمل سے فراغت کی رات ہے، رب تعالیٰ کی عطا کی
رات بھی حسن اتفاق ہے کہ یہ گنگا ر بندہ احمد یار آج انیسویں رمضان دوشنبہ ۱۴۳۹ھ کو یہ شرح لکھ رہا ہے، خدا کرے اس رات میں اس
گنگا رک کی معافی بھی ہوگئی ہو، اور جو مسلمان بھائی میری مغفرت کی دعا کرے اللہ اس کی مغفرت فرمائے آمین۔ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى الْخَيْرِ خَلْقِهَا
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ لے عربی میں تیسری شب تک کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، ان کے بعد کی راتوں میں قمر کہا جاتا ہے، اور چودھریں
شب کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے، آخری راتوں میں محاق، یہاں رمضان وغیرہ کی پہلی شب کا چاند مراد ہے بہت سی اسلامی عبادات
پر موقوف ہیں، اس لئے ہر مہینہ کا ہی چاند دیکھنا چاہیے، مگر خصوصیت سے شب برات، رمضان، شوال، بقرعید کا چاند ضرور دیکھنا چاہئے

حَتَّى تَدْرُو الْهَلَالَ وَلَا تَقْطُرُوا حَتَّى تَدْرُوهُ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَقْدُرُوا لَهُ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ الشَّهْرُ
تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَدْرُوهُ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْبَلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُومُوا الذُّوْئِيَّةَ وَ
أَفْطِرُوا الذُّوْئِيَّةَ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْبَلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ابْنِ

حنہ اگر رمضان کا چاند دیکھ لو اور افطار نہ کر دیتے کہ چاند دیکھ لو اسے اگر تم پر برکی ہو چاند چھپ جائے تو مہینہ کا اندازہ لگا کر ۲۷ اور ایک
روایت میں ہے کہ مہینہ انتیس راتوں کا ہے تو روزہ نہ رکھو حَتَّى کہ چاند دیکھ لو ۲۷ پھر اگر تم پر چاند مشتبه ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر
لو ۲۷ رسم بخاری اور روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ
کر افطار کرو ۲۷ پھر اگر چاند تم پر مشتبه ہو جائے تو شعبان تیس دن کا شمار کرو ۲۷ رسم بخاری اور روایت ہے حضرت ابن

کران سے روزے، عید، قربانی وغیرہ متعلق ہیں، اس لئے مصنف نے چاند دیکھنے کا متقیل باب باندھا ہے یعنی نہ تو مشکوک دن میں روزہ رکھو نہ
مشکوک میں عید مناؤ، لہذا تیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو، اور تیسویں رمضان کو عید نہ مناؤ، اس شب پر کہ کل شاید شوال کا
چاند ہو گیا ہو، بلکہ جب رمضان یا شوال کا چاند یقینی طور پر ہو جائے، تب روزہ یا عید مانو، اس جملہ پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہیں، فقہاء فرماتے
ہیں کہ شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے ۲۷ یعنی تیس دن پورے کر لو، کیونکہ چاند کا مہینہ ۲۹ دن تک نہیں ہوتا اور ۳۰ دن
سے زیادہ نہیں ہوتا، چاند دیکھنے کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے ۲۸ یعنی عربی مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے لیکن اگر چاند نظر نہ آئے، تو تیس کا ہو گا
اس حدیث معلوم ہوا کہ چاند میں دیکھنے کا اعتبار ہے جنسری حساب غیر شریعت میں بالکل غیر معتبر ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے ۲۹ یہ جو اس آیت کی تفسیر ہے فَآكُلُوا
الْعِدَّةَ وَشَکَرُوا لِلّٰهِ مَا هَذَا بَلَّغَ لَكُمْ یعنی ماہ رمضان کی گنتی پوری کرنا فرض ہے یہاں مرقاٹ نے فرمایا کہ اگر جنسری دلائل اپنے حساب روزہ رکھے یا عید کرے، تو سخت
گنہگار ہو گا، کیونکہ شریعت میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اگر حساب پر عید منوائے تو سخت فاسق ہو گا، اور اگر اسی حساب پر لوگوں کے روزے ترش و اداسے، تو سب
پر کفارہ واجب ہو گا، اور اگر اس حساب پر عمل کو واجب جان کر روزہ یا عید کو فرض جانے کو کافر ہو جائے گا، کیونکہ وہ آیت مذکورہ کا بھی منکر ہوا، اور احادیث متواترہ
کا بھی ۲۵ مضمون کا فاعل سارے مسلمان ہیں، رُوئے میں ضمیر کا مرجع چاند ہے، رُوئے تیکم نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے
سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائیگا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہو گا جیسا کہ شوافع کا
خیال ہے کہ ایک علاقہ کی روایت دوسرے علاقہ والوں کیلئے معتبر نہیں ملتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل
ہے شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لَمْ يَرْوُئِيَهُمْ دَلَّارٌ دُنْيَا اس کا جواب انشا اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائیگا کہ وہاں شرعی
گوہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا بعض جہلات تیسویں رمضان کو عید کا چاند نہ رکھ کر کویت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آگیا روزہ کھول
دو یہ غلط ہے یہاں انظار مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے ۳۰ چاند مشتبه ہونے کی
دوسری صورتیں ہیں ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنسری دل لے کتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا دوسرے کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند

عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا
وهكذا وهكذا وعقد الإجماع في الثالثة ثم قال الشهر هكذا وهكذا أي
تمام الثلاثين يعني مرة تسعاً وخمسين ومرة ثلاثين متفق عليه وعن أبي بكر
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شهر شعبان لا يفصان رمضان وذو الحجة

عمر فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگ بے پڑھی جماعت ہیں نہ لکھیں نہ حساب لگائیں اے مہینہ یا تو اتنا اور اتنا
ہے تیسری بار میں انکو شریف بند کر لیا پھر فرمایا کہ مہینہ اتنا اور اتنا ہے یعنی پڑے تیس دن کا یعنی اُن تیس کا اور کبھی تیس کا ۲ (مسلم بخاری)
روایت ہے حضرت ابوبکر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دو مہینے ۳ کبھی کم نہیں ہوتے رمضان اور بقر عید ۴

جو گیارہویں گواہی نہ پہنچے، فقیر نے ریڈیو کی خبر کے متعلق فتوے یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کہیں چاند مرنے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں، اور سننے والے اس
خبر پر روزہ یا عید نہیں مناسکتے، لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے
اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے، کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا پہلا غیر
معتبر دوسرا معتبر حاکم کے فیصلہ کی اطلاع کو فائز گو کہ چرخاں وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے، ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی
ہے اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاویٰ الفیمیہ میں دیکھو خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتوے اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے
ارکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں، اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں :

۱۔ لفظ ام۔ ام سے بنا بمعنی اہل یا ماں انھن میں اشارہ اہل عرب کی طرف سے امی کے معنی میں ام القرے یعنی مکہ یا حجاز والا یا بے پڑھا ہوا شخص
کہ جیسے ماں کے شکم سے پیدا ہو ویسے ہی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو امی کہا جاتا ہے اس کی نفیس تفسیر میں ہماری کتاب شان حبیب
الرحمن میں ملاحظہ فرمائیے، یعنی ہم حمادی جماعت عمر و حساب کتاب نہیں کیا کرتے یا عام صحابہ بے پڑھے ہیں حساب نہیں لگاتے، مگر قیامت
میں سارے مسلمان انہیں بے پڑھوں کے تابع ہیں (مرزاۃ الخیال) ہے کہ امی کے معنی بے پڑھا ہے بے علم نہیں، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام
کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ایسا عالم بنایا کہ جہاں بھر کے علماء اُن کی شاگردی کریں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
بائیں معنی امی ہیں کہ پیدا کنشی، عالم، عارف، معلم ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم : شعور۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور کتہ دروں سے کھل نہ سکے وہ راز اک اُمی بقی نے سمجھائیے چند اشاروں میں

اس حدیث سے مزاحمت معلوم ہوا کہ چاند میں حساب، جنتری، چاند کی رفتار کا قیاس، چاند کا چھوٹا بڑا ہونا، اٹھائیس تا بیس کو نظر نہ آنا وغیرہ کچھ بھی معتبر
نہیں، ہر طرف رویت کا اعتبار ہے، اگر اُن تیس کو رویت نہ ہو تو تیس دن پورے کرنا لازم ہیں ۵ سبحان اللہ ان پاک شادوں پر ہماری
جانبیں قدامتوں، دو اشاروں میں ہزار مسائل حل فرما دیئے، اس اشارہ فرمانے سے اشارۃ معلوم ہوا کہ حدود و قصاص کے سوا باقی اکثر احکام
شرعیہ میں، اشارہ معتبر ہے، اگر کوئی اپنی بیوی کو تین انگلیاں دکھا کر کہے، تجھے اتنی طلاقیں، تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، اگر حاکم کے سامنے کوئی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّ مَنْ أَحَدًا كَرُمَ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلًا كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُومُ ذَلِكَ الْيَوْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتَصَفَ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھے لے گزراں جو کوئی روزہ رکھتا ہو تو اس دن روزہ نہ رکھے لے مسلم بخاری / دوسری فصل / روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ماہ شعبان آدھا گزر جائے تو روزہ نہ رکھو لے (ابوداؤد / ترمذی

دسوں انگلیاں دکھا کر کہے، پھر پرتلاں کے اتنے روپے قرض ہیں تو دس روپے کا اقرار ہوگا اگر کسی عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تیرا نکاح اس سے کرتا ہوں، تو نکاح ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ، اسی طرح گونگا اشاروں سے نکاح، طلاق وغیرہ کر سکتا ہے۔ ۳۰ رمضان اور بقرعید چونکہ رمضان عید الفطر کا پیش خیمہ ہے یا اس کی ہر ساعت خوشی و مسرت کی ہے اس لئے اسے بھی ماہ عید کہہ دیا گیا، یا تغلیباً تنبیہ کر دیا گیا، جیسے چاند دوسو سوچ کو قمرین کہہ دیتے ہیں، اور حضرت ابوبکر و عمر کو عمرین ۳۰ بعض نے اسکا مطلب یہ سمجھا ہے کہ ایک سال میں ماہ رمضان و بقرعید دونوں انتیس کے نہیں ہوتے، یا دونوں تیس کے ہوں گے یا ایک انتیس کا، دوسرا تیس کا۔ مگر یہ غلط ہے، مشاہدہ کے خلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اکثر یہ قاعدہ ہے مگر یہ بھی غلط ہے، مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھل نور رمضان کے روزے رکھے، جن میں دو تیسے تھے باقی سات انتیسے اب بھی بہت دفعہ رمضان و بقرعید دونوں انتیسے ہو جاتے ہیں، لہذا یہاں کمی سے مراد ثواب و درجہ کی کمی ہے، نہ کہ تعداد ایام کی کمی یعنی رمضان و بقرعید انتیس کے ہوں یا تیس کے، ثواب عمل برابر ہی ملے گا یعنی انتیس کا ثواب تیس کے برابر، یا بقرعید کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کا ثواب رمضان کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کے برابر ہے، نہ یہ کم نہ وہ و انتہا اعظم۔

۱۔ یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفی روزے نہ رکھے تاکہ نفل و فرض مخلوط نہ ہو جائیں، جیسے فرض نماز سے ملا کر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کر کے جگہ تبدیل کر کے پڑھے یا اس لئے نہ ملائے، تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ ہو جائے لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت منزیہی ہے، وہ بھی عوام کے لئے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں، اور کسی پر ظاہر نہ کریں، تو درست ہے، لہذا یہ حدیث اُن احادیث کے خلاف نہیں، جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے (لمعات و مرقات) ۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلا کراہت جائز ہے ۳۰ یعنی اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سو موار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفل روزہ رکھتا رہتا ہے، اور اتفاقاً انتیسویں شعبان اسی دن آئی، تو اسے بلا کراہت یہ نفل روزہ رکھ لینا جائز ہے کہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں، بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے، نہ یہ تعین حرام ہے، اور نہ یہ تقرر مکروہ، لہذا ہر ماہ کی بارہویں میلاد شریف کرنا، گیارہویں تا بیچ کو غوث پاک کی فاسخ

وَابْنُ مَاجَةَ وَالذَّارِمِيُّ : وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْضُوا هِلَالَ
شُعْبَانَ لِمُضَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ : وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شُعْبَانَ وَرَمَضَانَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ : وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا
الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالذَّارِمِيُّ

ابن ماجہ، دارمی، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے لئے شعبان کے چاند کا حساب کھولے ترمذی روایت
ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر دو ماہ روزے رکھتے نہ دیکھا سوائے شعبان و رمضان کے ۳۱ رابو داؤد
ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، روایت ہے حضرت عمار بن یاسر سے فرماتے ہیں جو شک کے دن روزہ رکھے اُس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی
کی ۳۱ رابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی ۱۴۷

کرناس میں نوافل پڑھنا، ختم قرآن کرنا، صدقہ و خیرات کرنا جائز اور باعث ثواب ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں، کہ نفلی عبادات میں
مقرر کرنا حرام ہے، خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلیں و امتحانات مقرر دنوں میں ہوتے ہیں ۳۱ یہ ممانعت ان کمزور لوگوں
کے لئے ہے، جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں، یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لئے جو شروع شعبان میں
تو روزے نہ رکھیں، پندرہویں شعبان کے بعد بلا وجہ مسلسل روزے شروع کر دیں لہذا یہ حدیث ان احادیث خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سائے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے، مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لئے،
۱۴۷ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت تحقیق سے دیکھو، اور اس کے دن گنتے رہو، تاکہ رمضان کا آنا یقین سے معلوم ہو، فقہاء فرماتے ہیں کہ شعبان
کا چاند دیکھنا بھی ضروری ہے رمضان کے لئے۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے ۳۱ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سائے ہی شعبان
کے اکثر روزے رکھتے تھے، حتیٰ کہ آنتیسویں یا تیسویں شعبان کے بھی اس کی ممانعت کی تو ہمیں پہلے کی جاچکی ہیں کہ کمزوروں کے لئے پندرہویں
شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں، قوت والوں کے لئے مناسب ہیں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں
روزے زیادہ رکھتے تھے، اور افطار کم فرماتے تھے، یعنی کبھی وہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں، ۳۱ اس نافرمانی
کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ سائے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے، صرف شک کے دن، بلا وجہ نفلی روزہ رکھے : دوسرے یہ کہ شک کے
دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے، تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متر و نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے، تو یہ روزہ فرضی ہے
اور اگر شعبان کی تیسویں ہے، تو یہ روزہ نفلی ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ برسی کہ اسمیں ہل کتاب سے مشابہت ہے لہذا
یہ حدیث گذشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں : مرقات میں ہے کہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کا رمضان سے ملانا عوام کے لئے

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي سَأَيْتُ
الْهَلَالَ يَغْنِي هَلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ
أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بَلَاءُ أَذِنُ فِي النَّاسِ أَنْ يَحْضُرُوا عِدًّا أَوْ أَوَّلًا أَبُو
دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَدَاءَ النَّاسُ
الْهَلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک بدوی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ہلال کہنے چاند دیکھنا ہے لیکن رمضان کا چاند اسے
حضور نے فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بولا ہاں فرمایا کیا یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں بولا ہاں اللہ فرمایا ہے
ہلال لوگوں میں علان کر دو کہ کل روزہ رکھیں صلی اللہ علیہ وسلم (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھنے
کی کوشش کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا حضور نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزے کا حکم دیا کہ

نا پسند کرتے تھے صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو من صحیح فرمایا اور بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا، حاکم نے اسے بشرطہ تخمین بتایا، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت
کیا، سنن ترمذی حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موقوفاً بتایا انہوں نے سخت غلطی کی، خیال ہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابن
زفر فرماتے ہیں کہ ہم شک کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے، آپ کی خدمت میں بٹنی بکری لائی گئی، بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے، تب آپ
نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس قسم کی موقوفہ حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں۔

اس لیے اس نے نہ تو اپنے ساتھ کوئی اور گواہ پیش کیا اور نہ گواہی کے الفاظ ادا کئے، اس سے معلوم ہوا کہ اس چاند میں خبر کافی موقی ہے صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ
میں چونکہ اسلام میں فرماتے نہ بنے تھے، مرت کلمہ طیبہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی تھا، نیز کلمہ طیبہ پڑھنا تمام عقائد اسلامیہ مان لینے کی دلیل
تھا، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دوا قرار کرائے، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ رمضان کے چاند میں مسلمان
کی خبر معتبر ہے نہ کہ کافر کی، دوسرے یہ کہ کسی بات کے جواب میں ہاں کہہ دینا یہ بھی اقرار ہوتا ہے، اس سے اقرار نکاح طلاق کے بہت سے مسائل کی
مستنبطہ ہونگے، مثلاً کسی نے پوچھا کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس نے کہا ہاں، طلاق ہو گئی وغیرہ البتہ حدود و قصاص میں اقرار
کے مرتبہ الفاظ بولنے ضروری ہیں، وہاں فقط ہاں کافی نہیں، کیونکہ یہ چیزیں ضبہات سے ختم ہو جاتی ہیں، فقیر نے حدیث کی جو شرح عرض کی، اس
سے معلوم ہو گیا کہ اب مرزا یوں وغیرہ مرتدین کا فقط کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لئے کافی نہیں، خود زمانہ نبوی میں صلی اللہ علیہ وسلم (منافقوں
کا کلمہ پڑھنا ان کے اسلام کے لئے کافی نہ تھا، لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کی اس آیت خلاف ہے وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ
اور نہ ان احادیث کے مخالف جن میں فرمایا گیا کہ آئندہ زمانے میں لوگ قرآن اور نمازیں پڑھیں گے مگر اسلام سے دور ہونگے فقہاء
فرماتے ہیں کہ اگر انیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، تو ایک عادل مسلمان کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت ہو جائے گا، ان کا ماخذ یہ حدیث

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاللَّاحِظُ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُومُ لِذِيهِ رَمَضَانَ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْهِ عَدَا ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِطَنْ نَخْلَةٍ تَدْرَأِينَا الْإِهْلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلْثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ كِلْتَايْنِ فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا إِنَّا رَأَيْنَا الْإِهْلَالَ فَقَالَ بَعْضُ

راہد اودو، دارمی، تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرمایا ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کی اتنی نگرانی فرماتے تھے جتنی ہوسکتا ہے نہ کرتے تھے اے پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے پھر اگر مشتبہ ہو جاتا ہے تو تیس دن پورے کرتے پھر روزہ رکھتے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالخیری سے ۳۰ فرماتے ہیں ہم عمرو کے لئے روانہ ہوئے جب بطن نخل میں تھے کہ ہم چاند دیکھنے جمع ہوئے ۵۰ بعض تو مے لگا کر یہ تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے پھر حضرت ابن عباس سے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو بعض نے کہا ہے ۔

ہے اس حدیث سے اشارہ معلوم ہوا کہ سائے صحابہ و اہل بیت علیہم السلام نے اس سے کلمہ کا اقرار کر کے اعمال کی تحقیق نہ فرمائی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے یعنی انیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ تھا، لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی، کسی کو نظر نہ آیا، صوفیوں نے دیکھ لیا، اور صرف میری خبر پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دے دیا، خیال ہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں رمضان کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو وہ شخصوں کی گواہی ضروری ہے، مگر احادیث ان کے اس فرمان کے خلاف ہیں، اس لئے اکثر شوافع اس حدیث پر فتوے دیکر صرف ایک سلمان کی خبر مبنی پر مبنی ہے، امام اعظم کے ہاں صرف ایک عادل کی خبر کافی ہے، اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی چاند کا ثبوت ہوگا عید کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو کی گواہی ضروری ہے، اور اگر صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی درکار ہے، کیونکہ رمضان کے چاند پر صرف شرعی حکام مرتب ہوتے ہیں جن میں ایک کی خبر کافی ہوتی ہے، مگر عید کے چاند سے بندوں کے حقوق وابستہ ہیں، لہذا یہاں دو کی گواہی ضروری ہوئی، بڑی جماعت میں اختلاف ہے، امام یوسف کے ہاں پچاس آدمی بڑی جماعت ہیں، بعض کے ہاں تعداد مقرر نہیں، اتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے جن سے چاند کا گمان غالب ہو جائے۔ اے اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے، کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دار و مدار ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگر چہ سچ وغیرہ کا دار و مدار ہے، مگر سچ ہر ماں ہر شخص نہیں کرتا، اور نماز بقرعید و تیرانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے، لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیئے ہے یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملا فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے، تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے لے ان کا نام سعید ابن فیروز ہے، تابعین میں سے ہیں، کوئی ہیں۔ آدنی ٹھیک تھے، مائل بہ رفض تھے، ان کی سمعی حدیثیں مقبول ہیں دوسری سنس (مرقات وغیرہ) کے بطن نخل مکہ معظمہ مشرق کی جانب طائف کے راستہ پر واقع ہے مشہور نزل ہے۔ اب اسے متنبق کہتے ہیں ۵۰ کہ میدان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو دکھانے لگے کہ وہ ہے چاند

الْقَوْمِ هَؤُلَاءِ ثَلَاثٌ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هَؤُلَاءِ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ أَيُّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ قُلْنَا لَيْلَةُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّاهُ لِلرُّؤْيَى فَمَوْلَانِي رَأَيْتُمُوهُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ أَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِدَّتِي فَأَرْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَمَدَّاهُ لِلرُّؤْيَى فَإِنْ أُعْطِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمُلُوا الْعِدَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: بَابُ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَهً مُتَّفَقٌ

قیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے تو آپ نے فرمایا تم نے کس رات دیکھا ہے ہم نے عرض کیا فلاں رات تلو تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کا مدت دیکھنے تک کی رکھی لہذا وہ اس رات کہتے تھے ہم نے دیکھا ہے انہی سے ایک روایت ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند دیکھا جب ہم ذات عرق میں تھے لکھ تو ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص سے پوچھنا شروع کیا حضرت ابن عباس فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کا مدت دیکھنے تک رکھی تو اگر تم پر شبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر دے (مسلم) باب ۱۳۵ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھاؤ کہہ کہ سحری کھانے میں برکت ہے (مسلم بخاری)

خیال ہے کہ چاند کی طرف اشارہ کرنا دیکھانے کیلئے جائز ہے بلا ضرورت مکرہ کہ فعل کفایہ ہے (ملاقات و شامی) لہٰذا چاند کو نہ چاہا اور نہ بڑھا تھا اسلئے بعض نے کہا دوسری شب کا ہے بعض نے کہا تیسری شب کا ہے، یعنی کسی کا کل ہو چکا ہے کسی کا پارسوں ہو چکا ہے۔ یہ چاند رمضان کا تھا، یہ حضرات شعبان کے آخر میں عمرہ کرنے گئے تھے۔ لہٰذا چاند نے اپنا اندازہ نہ بتا دیا اپنی روایت کی خبر دو کہ تم میں سے کس نے اس سے پہلے کب دیکھا تھا، کل یا پارسوں لہٰذا چاند نے حضرت ابن عباس کے فرماتے پر اب ہم نے دیکھنے کی رات بتائی کہ مثلاً کل دیکھا تھا لہٰذا چاند میں چھوٹا بڑا ہونے یا اونچا ہونے کا اعتبار نہیں، دیکھنے کا اعتبار ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت و نصیحت پکڑیں کہ صرف جنسری یا اخبار میں لکھی ہوئی تاریخ دیکھ کر یا چاند کی بڑائی دیکھ کر جھگڑتے ہیں لہٰذا ذات عرق عراق والوں کا میقات ہے جہاں یہ لوگ احرام باندھتے ہیں طائف کے راستہ پر واقع ہے، اب اس کا نام سہل ہے، لاری بسوں کا مشہور ڈھ ہے۔ فقیر وہاں سے گزرا ہے، عراق سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بھی اور مکہ معظمہ سے طائف آتے جاتے بھی بڑے عمرہ کا احرام یہاں سے ہی باندھا جاتا ہے، یہاں کا پانی بہت لذیذ اور ہاضم ہے لہٰذا حضرت عبداللہ ابن عباس کا قیام طائف میں تھا، وہاں ہی آپ کا مزار پر افواہ ہے و فقیر نے زیارت کی ہے۔ عائیا ان حضرات نے طائف پہنچ کر ان سے یہ مسئلہ پوچھا ہوگا: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی مدت رمضان کا چاند دیکھنے تک ہے حساب وغیرہ کا اعتبار نہیں، مرقات نے فرمایا کہ یہاں لیلۃ فرمانے سے اشارۃ معلوم ہوا، کہ اگر دن میں زوال کے بعد رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے مگر بعد غروب آفتاب نظر نہ آئے، تو اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد کی روایت کا اعتبار ہے واللہ اعلم لہٰذا چونکہ اس باب میں روزے کے متعلق مختلف احادیث لائیں گے، اس لئے اس باب کا کوئی ترجمہ مقرر نہ فرمایا بعض نسخوں میں باب السحور وغیرہ ہے مگر صحیح یہ ہی ہے کہ یہ باب بغیر ترجمہ کے

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اولاد اہل کتاب کے روزوں میں ذوقِ مسحری کے چند لقمے ہیں اے
رسول! روایت حضرت سہیل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ بھلائی میں ہیں گنجت تک انعامِ جلدی کرتے رہیں گے اے (مسلم بخاری) روایت حضرت عمر سے

ہے یہ حکم استعجالی ہے نہ کہ وجہی، کیونکہ روزہ کے لئے سحری مستحب ہے، واجب یا فرض نہیں، صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں، اور اُس وقت کے کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخرات کی غذا، سحری کا وقت آدمی رات سے شروع ہو جاتا ہے، مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھ حصے میں کھائی جائے ۸ صومرین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی، مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے، بعض نے فرمایا کہ صومرین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے زبر سے اُس وقت کی غذا (مرقات و اشع) سحری کا کھانا مبارک ہے، اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے، کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارک ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ خیال ہے کہ علماء سے روشنائی، دوسری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے، تو دنیا دین ہو جاتی ہے، تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہو جائے، وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے، کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، علیہ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا مِّمَّا كَانَتْ تُعْبَدُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ وَالْأَنْبِيَاءُ، اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک نہ لے سکتے، اَلْفُ کے پیش اور کاف کے جزم سے بچنے لقمے یا نوالے، اور اَلْفُ کے زبر سے بچنے کھانا یعنی سحری کے نولے یا سحری کھانا مسلمانوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں، کیونکہ ان کے اُن رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہو جاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پچھنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ، اُگلے فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے، اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں ۱۰ افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہو جانے پر افطار کر لیا جائے، پھر دیر نہ لگائی جائے، خیال ہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں، وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ، وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار لیا جائے، وقت مباح تیس گھنٹے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تیس گھنٹے جانے پر افطار کرنا مکروہ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطار تے ہیں، اس میں اُن سے مشابہت ہے، اور جلدی افطار نے میں اپنے عمر بندگی کا افطار بھی ہے، اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی (مرقات) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا، نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب و عشاء کو ملانے کے لئے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے، مگر یہ غلط ہے کیونکہ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ ههنا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ ههنا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي نِيَّ آيِتٌ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيُنِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: الْفَصْلُ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رات ادھر سے اُجھائے اور دن ادھر سے چلا جائے اے اور سوچ ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کرے اے مسلم بخاری روایت حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا اے حضور کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وصال کرتے ہیں لکھ فرمایا تمہیں مجھ جیسا کوئی ہے میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھانا پلاتا ہے اے مسلم بخاری (فصل

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی مخالفت مگر اسی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے نفس کشی کے لئے سنت کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے اے پہلے ادھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے ادھر سے سمت مشرق مراد، چونکہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے، اسلئے اس سید الفضا صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا، دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہو جانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صاحبین کے ہاں وقت عشاء آجاتا ہے اسی لئے اگلا جملہ ارشاد ہو رہا ہے اے اس جملہ نے دن جانے کی شرح فرمادی یعنی سورج چھپتے ہی روزہ افطار و اب نفس کشی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو، اب خواہ مخواہ دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ دہم ہے اے روزہ کا وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر افطار کئے بغیر کچھ کھائے پیئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے، حق یہ ہے کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے، اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے، اس ممانعت میں صدمہ ممکن نہیں، وصال سے جسم بہت کمزور ہو جاتا ہے وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑ جاتی ہیں، وصال میں جوگیوں، سادھوؤں کی مشابہت ہے، وصال ساری اُمت کے لئے ناجائز ہے خواہ اولیاء ہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی کئی روز کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزے رکھتے تھے، اس لئے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہیے، منع کیوں ہے اے یا استغفار انکار ہی ہے، اور آئیکھ میں صحابہ اور تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں، جب صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہو سکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو ان سے ہم سہری کا دھڑکے کرے، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے، شہد۔

سبت خود بگت کردم و بس منفعلم زان کہ نسبت بسگ کوئے تو نہ بے ادبی ست

رب تعالیٰ کے فرمان قل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خالص بشریت میں تشبیہ ہے جس میں الوہیت کا غلط نہ ہو یعنی میں غمباری طرحت خالص بشریوں نہ خدا ز خدا کا صاحبی، پھر میری بشریت سے نبوت کا غلط ہوا ہے یوحنا آئی نے بیان کیا لہذا یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے خلاف نہیں، تمام جہان کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں ہو سکے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے اے علمائے اس کھلانے پلانے

الثَّانِي عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ

دوسری روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فجر سے پہلے روزہ کا ارادہ (نیت) نہ کرے اس کے روزے نہیں ہوتے (تہذیب ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابوداؤد فرمایا کہ

کی بہت توجہیں کی ہیں، بعض نے کہا کہ اس سے توت برداشت مراد ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذائیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے معنوی فیضان اور پہنچا جاتے کی لذتیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے بھوک پیاس کا نہ موتا مراد ہے وغیرہ، مگر حضرت عشق کا فتوے یہ ہے کہ حدیث اپنے بالکل ظاہری معنی پر ہے، اور اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا، ایک یہ کہ تم سب اپنے بیوی بچوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس، شجرہ

فرشی و برادج عرش منزل امی و کتاب خانہ در دل

امی و دقیقتہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

دوسرے یہ کہ میں رب تعالیٰ کے پاس رہ کر خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے رب تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے، کھلانے والا اس کا دستِ کرم، کھانے والا میں تیسرے یہ کہ رب تعالیٰ مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے، نہ روزوں کا تسلسل جائے یعنی جنت کے میوے اور سیبیل تسنیم وغیرہ کے شربت، اس جملہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے (۱) ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہو سکتا، جب انسان کو ناطق کی قید نے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا، تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے ذاتی امتیاز کر دیا (۲) دوسرے یہ کہ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑیں تو خواہ ہفتوں نہ کھائیں، ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی، اور اگر بطور عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف بھی نمودار ہوگا اور شکم پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی، عبادت میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادت میں بشریت کی جلوہ گری، لہذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو وقت کھانا نہ کھانے پر دو پتھر پیٹ سے باندھے (۳) تیسرے یہ کہ جنتی میوے کھانے اور دہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا، جیسے رب تعالیٰ سے کلام کرنے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی، بعض ادیب و خواب میں کھاپی لیتے ہیں، کہ کھانے کی خوشبو بیداری کے بعد گن کے منہ میں پائی جاتی ہے، مگر ان کا روزہ قائم رہتا ہے، دیکھو احکام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا (۴) چوتھے یہ کہ بعض بندوں کو اسی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے وہ پہاچوں پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں، بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہو، خصوصیات مصطفوی ہمارے لئے سنت نہیں روزہ وصال، ۹ بیویاں نکاح میں جمع فرمانا، ہمارے لئے سنت ہیں نہ لائق عمل، سنت و حدیث میں یہی فرق ہے

۱۰ یعنی روزے کی نیت رات سے کرنا چاہیے صبح صادق سے پہلے، تاکہ دن کا ہر حصہ روزے کی نیت سے گزرتے، یہاں اس سے مراد وہ روزہ ہے جو فرض ہو مگر مقرر نہ ہو جیسے رمضان کی قضا یا مطلق نذر کا روزہ، نفلی روزہ اور معین فرض روزے کی نیت دن میں صبحی کبرائے سے پہلے ہو سکتی ہے کہیں

وَقَفَّ عَلَى حَفْصَةَ مَعَهُ وَالزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ عَيَيْنَةَ وَيُونُسُ الْأَيْلِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ أَحَدُكُمْ
وَالْإِنَاءَ فِي يَدَيْهِ فَلَا يَضَعُهُ يَقْضِي حَاجَتَهُ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فُطْرًا رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ
أَحَدُكُمْ فَلْيَفْطِرْ عَلَى تَرَفَاتِهِ بَرَكَهٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَفْطِرْ عَلَى مَا رَفَاتِهِ ظُهُورًا رَوَاهُ أَحْمَدُ

اے عمر زبیدی ابن عبیدہ اور یونس ایل نے حضرت حفصہ پر موقوف کیا یہ تمام حضرات زہری سے راوی ہیں اے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اذان مجھے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کے بغیر اسے نہ رکھے اے
ابو داؤد روایت، انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے بہت پیارے وہ ہیں جو افطار میں
جلدی کریں اے (ترمذی) روایت ہے حضرت سلمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرنے
لگے تو چھوڑے پر افطار ہے کہ یہ برکت ہے اے پھر اگر چھوڑ نہ پائے تو پانی پر افطار کرے کہ یہ پاک کر نیوالا ہے اے احمد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس صبح کو تشریف لاتے تو فرماتے کچھ کھانے کو ہے میں عرض کرتی کچھ نہیں
تو فرماتے اچھا تو ہمارا روزہ ہے، نیز روایات میں ہے کہ ایک بار صبح کو رمضان کا چاند ہو جانے کی خبر ملی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ابھی تک کچھ نہ کھایا یا
ہر روزہ رکھ لے بغیر کہ اس شرح پر یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ وہاں نفلی روزہ ہے یا فرضی معین روزہ اور یاں فرضی غیر معین روزہ مراد ہے
اے اس حدیث کے متعلق ترمذی نے فرمایا کہ نافع نے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا، انسانی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، دارقطنی
نے اسے مرفوعاً نقل کیا، امام نووی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے، بہت سی اسنادوں سے مروی ہے اے یعنی بوقت افطار اذان مغرب ہوتی رہے، تم
روزہ افطار سے ہو، افطار سے فارغ ہو کر نماز کو آؤ، اذان سن کر افطار کا کھانا پینا نہ چھوڑو، یا سحری کے وقت اگر اذان فجر ہو جائے اور تمہیں غالب گمان
ہو کہ ابھی پونہیں بچھی ہے، مؤذن نے غلطی سے اذان کہ دی ہے، تو سحری کھاتے پیتے ہو (مرقات، اشعۃ اللغات، لمعات) لہذا یہ حدیث بالکل مانع
ہے، اس پر یہ لازم نہیں آتا کہ فجر کی اذان کے وقت سحری کھاتے رہو اے یعنی یہود و نصاریٰ یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ
روزہ دیر سے کھاتے ہیں اور سنتی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں، سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے، کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے، اور جلدی افطار میں رب تعالیٰ کی رحمت کی طرہ جلدی کرنا ہے اپنی ماحتمدی کا اظہار ہے
اے چھوڑے سے روزہ افطار ناچونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے صحابہ کرام کی سنت ہے، نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا تندرستی، خصوصاً
نظر کے لئے بہت مفید ہے، اس لئے یہ عمل دین و دنیاوی برکتوں کا ذریعہ ہے کھجور محبوب بندوں کی غذا ہے اے یعنی پانی جیسے جسم کو پاک کرنے

وَالْتَرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالذَّارِقِيُّ وَلَمْ يَذْكُرْ فَإِنَّ بَرَكَةَ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ فِي رِوَايَةِ أُخْرَى: وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى رُطَبَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٍ فَمِيزَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ مِيزَاتٍ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ قَاءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی اور آئمہ بزرگہ کا لفظ ترمذی کے سوا کسی روایت نہ کیا راہنی دوسری روایت میں (روایت ہے حضرت انس کے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند ترکھوروں پر روزہ افطار تھے لے اگر ترکھوریں نہ ہوتیں تو خشک چھواروں پر لے اگر چھوٹے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ لیتے تھے (ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت زید بن خالد سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روزے دار کو افطار کر لے یا غازی کو سامان دے تو اسے

والا ہے ایسے ہی دل و دماغ کو بھی پاک صاف کرنے والا ہے، نیز پانی میں حرام ہونے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے، اگر کنوئیں کا پانی جھٹل کا شکار اصل میں مباح ہے دوسری چیزوں میں احتمال ہے کہ حرام کھانے سے حاصل کی گئی ہوں، روزہ حلال سے افطار کرنا بہتر ہے یہ امر استنبالی ہے لے اس سے دوسرے معلوم ہوئے ایک ت کہ روزہ دار افطار پہلے کرے، نماز مغرب بعد میں پڑھے، نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ چند کھجوروں یا افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ، بعض روایات میں تین خرے کا ذکر ہے، مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لئے، تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں، یا اس لئے کہ اتفاقاً اس وقت افطار کرنے کے لئے کچھ موجود نہ تھا، پہر حال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو، تو بعد نماز افطار کر لے، یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے، یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے، اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے، بہر حال حدیث واجب اتنا دلیل ہے لے اس ترتیب سے پتہ لگا کہ ترکھور پر روزہ افطار نا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں، تو خشک چھواروں پر افطار کرنا، ہمارے ہاں رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں، اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں مسجدوں میں بھیجتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے لے غرض کہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا، کہ سگریٹ سے روزہ افطار تے ہیں، لہذا بالشر روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیے، سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے، اور اس سے روزہ افطار نامضرمت بھی ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے، بلکہ گرمی میں پانی سے، سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی پکی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہیے، تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطاریں یہ غلط ہے، سنت کے خلاف ہے، سنت ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا، اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا ۛ

ان ہی کی طرح نواب علیہ السلام، شعب الایمان محی السنہ نے شرح سنہ میں اسے روایت کیا اور فرمایا صحیح ہے کہ روایت حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار سے تو فرماتے پیاس چلی گئی اور درگس تر ہو گئیں اور انشاء اللہ ثواب ثابت ہو گیا کہ ابو داؤد اور روایت حضرت معاذ ابن زہرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار سے تو فرماتے الہی میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا کہ ابو داؤد۔ مرسلا امیری فعل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

اسے روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَتَعَادَلُوا هَذِهِ الْيَوْمَ وَالْغُفَىٰ بِرُحْمَةٍ رَّزَاهُمْ نَفْسٌ
و شیطان سے جہاد کرتا ہے۔ اسے اُسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا بخیاں ہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثوابِ روزہ مل جائیگا مگر اس سے روزہ دانہ ہوگا، وہ تو رکھنے
سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور بے فرض ادا ہونا کچھ اور ہے یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی ابن حبان وغیرہم محدثین نے نقل فرمائی، ترمذی نے اسے
حسن صحیح فرمایا شاید حضرت مصنف قدس سرہ ان اسنادوں پر مطلع نہ ہوئے، اسلئے ان کا ذکر نہ فرمایا اس میں رب تعالیٰ کا انتہائی شکر ہے کہ پیاس اور درگوں
کی خشکی ایک عارضی چیزیں تھیں جو افطار کرنے ہی دور ہو گئیں، مگر اس عارضی تکلیف پر جو رب تعالیٰ نے ثواب عطا فرمایا وہ عظیم الشان ہے، اور دائمی ہے اتنا اثر
یا محض برکت کے لئے فرمایا گیا یا ہماری تعلیم کے لئے، کہ ہم کو روزہ مقبول یا مردود ہونے کی خبر نہیں، اگر رب تعالیٰ نے قبول فرمایا ہو تو پھر اجر ہی اجر ہے، بعض
شراحین نے فرمایا کہ إِنَّ جَهَنَّمَ أَكْبَرُ اور اس کا تعلق گذشتہ تینوں چیزوں سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی بھی ہے اور موقعہ کے مناسب بھی ہے افطار کے وقت
یہ دعا مانگنا سنت ہے، عزرات نے فرمایا کہ اے ویدک اُمّت اگرچہ اس کلمہ کی کوئی اصل تو نہیں مگر درست ہے، بعض لوگ آخر میں یہ بھی
کہہ لیتے ہیں وَيَسِّرْ لِي ذِكْرَكَ يَا رَبِّ عَلَيَّ كَيْفَ يَكُونُ ذِكْرُكَ وَلَا تُعَذِّبْنِي فِيهِ وَلَا تُؤَخِّرْنِي عَنْهُ وَلَا تُجْعِلْنِي مِنْهُ ضَالًّا وَلَا تُخْلِفْنِي فِيهِ وَعَلَيْكَ أَمَّنْتُ وَأَنْتَ أَوْفَىٰ بِمَا تُوعِدُ وَمَا أَخْبَرْتَهُ
وَمَا آتَيْتَهُ وَمَا آمُرُهُ اس میں بھی حرج نہیں، سزا شدہ دعائے کلمات میں زیادتی جائز ہے، بعض التَّحِيَّاتُ میں درد و ابراہیمی میں
لفظ مُحَمَّدٍ سے پہلے سَيِّدِنَا بڑھا دیتے ہیں، بعض حجتان تسلیم میں یہ زیادتی کر دیتے ہیں إِنَّ جَهَنَّمَ أَكْبَرُ وَلَا تُخْلِفْنِي فِيهِ وَعَلَيْكَ أَمَّنْتُ وَأَنْتَ أَوْفَىٰ بِمَا تُوعِدُ وَمَا أَخْبَرْتَهُ
يَدُّكَ حَالًا لَا يَخْفُو عَلَيْكَ وغیرہ اس میں بھی حرج نہیں، یہ درد و وطنیوں کے الفاظ بالکل مذکورے جاییں، کیونکہ وہ کسی خاص اثر کے لئے
جوئے ہیں، اور یہ اثر منقولہ الفاظ سے والبتہ ہے اور دنیا میں محض ثواب سے ہے، یہاں جتنے الفاظ زیادہ اتنا ثواب زیادہ ہے

علیہ وسلم نے دین غالب ہے گا جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں ۱۷ کیونکہ یہود اور عیسائی دیر سے افطار کرتے ہیں ۱۸ (ابوداؤد ابن ماجہ)
روایت حضرت ابوعلیہ سے فرماتے ہیں میں اور مروق حضرت عائشہ کے پاس گئے ۱۹ ہم نے عرض کیا اے ام المؤمنین حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
میں دو حضرات ہیں ایک تو افطار بھی جلد کرتے ہیں و نماز بھی جلد پڑھتے ہیں اور دوسرا صاحبِ فطار بھی دیر سے کرتے ہیں اور نماز بھی دیر پڑھتے
ہیں ۲۰ فرماتے لگیں کون صاحبِ نماز و افطار میں جلدی کرتے ہیں ۲۱ ہم نے عرض کیا عبداللہ ابن مسعود بولیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کیا ہے اور دوسرا حضرت ابوموسیٰ ہیں ۲۲ (مسلم) روایت ہے حضرت عرابض ابن ساریہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ

۱۔ یعنی مسلمانوں کا جلدی روزہ افطار تھے رہنا دین کے غلبے کا سبب ہے معلوم ہوا کہ سنتوں بلکہ مستجاب کی پابند مسلمانوں کی شوکت اور دین کے ظہور و دوبارہ
کاباعت ہے، پھر فرض کا کیا پوچھنا، ہندوستان کے مسلمان اذان اور گٹے کی قربانی پر کفار سے رشتے ہیں، انہیں غلبہ اسلام کو قائم رکھنے کے لئے خیال
ہے کہ یہاں جلدی سے مراد وقت حجاز میں جلدی ہے، جب سوُج ڈوب جائے پھر دیر نہ لگائے، بلا وجہ دیر نہ لگائے، سنت کے خلاف ہے اور اتنی دیر کہ تائے گتھ
جائیں مکروہ تحریمی ۲۔ یعنی دیر سے افطار کرنے میں ہل کتاب مشاہدہ مرتبہ واشع نے فرمایا اس حدیث معلوم ہوا کہ اسلام کی دستی سائے کفار کی مخالفت والستہ
ان مشاہدہ میں دین کی کمزوری ہے، افسوس ان مسلمانوں پر جو محض عیسائیوں کی شاہد کے لئے وارڈیاں منڈائیں، کھڑے ہو کر پیشاب کریں، ننگے سر پھریں، رب
تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَةَ أَوْلِيَاءَ وَهُوَ يُؤْتِيهِمْ مِنْكُمْ فَاَكْفِيهِمْ اِس سے دو لوگ عبرت پکڑیں جو بہت دیر کے روزہ
افطار نے کو دین سمجھتے ہیں، سوُج ڈوبتے ہی فوراً روزہ افطار ناجائز ہے، اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا شَرَعَ الصِّيَامَ لِلَّيْلِ فِي اللَّيْلِ نہ فرمایا
یعنی روزے کو رات میں بالکل داخل نہ کرو، رات آتے ہی روزہ ختم کر دو ۳۔ یہ دونوں حضرات حبیب اللہ تابعی ہیں، ان میں نماز مغرب اور
افطار روزہ میں اختلاف ہوا، فیصلہ کے لئے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے، کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں، ۴۔
نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطاً دیر لگانا
ہے نہ کہ تائے گتھ جانے تک کی تاخیر، لہذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رحمت پر مشغول
اللہ جناب ام المؤمنین کا کیا حکیمانہ سوال ہے، دیر لگانے والے کا نام نہ پوچھا تاکہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو، ۵۔ آخری جملہ راوی کا اپنا ہے ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلى السحور في رمضان فقال هلكم إلى الغداء المبارك فإن
في السحور بركة رواه أبو داود والنسائي؛ وعن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم نعم سحور المؤمن التمر رواه أبو داود؛ باب تَنْزِيهِ الصَّوْمِ: الْفَصْلُ
الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَرِهَ قَوْلَ
الذُّورِ وَالْعَمَلِ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سحری کے لئے بلایا اسے تو فرمایا بרכת دے ناشتہ کے لئے آؤ کیونکہ سحری میں بרכת ہے لے (ابو داؤد، نسائی)
روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی اچھی سحری چھوٹے ہیں لے (ابو داؤد، باب روزے کو پاک
وصاف رکھنا لے فصل پہلی روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جھوٹی باتیں اور برے کام
نہ چھوڑے وہ تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پانی چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں لے (بخاری) روایت ہے

حضرت ام المؤمنین نے جناب عبداللہ کے عمل کو مستحجہ کے موافق بتایا اور قدس سے تاخیر کو مستحب قرار دیا معلوم ہوا کہ جناب ام المؤمنین مزاج شناس رسول ہیں اور
احوال دان مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو پہنچی ہوگی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کر لی ہوگی صحابہ سے یہ
توقع ہو سکتی ہی نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہو کر اس کے خلاف کام کریں، لے ظاہر یہ ہے کہ حضرت عریاض سحری کے وقت
خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہوں گے تو فرمایا آؤ سحری کھاؤ، انہیں باقاعدہ دعوت دیکر گھر سے نہ بلایا ہوگا اس معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اگر کوئی
مسلمان آجائے تو اس پر کھانا پیش کر دینا سنت ہے لے اسکی شرح پہلے ہو چکی کہ سحری کھانا سنت بھی ہے لہذا اس میں آمردی بרכת ہے اور اس سے رونے
میں مدد بھی ملتی ہے لہذا آئیں دنیوی بרכת بھی ہے خیال ہے کہ حاتم اسم فعل ہے ایک لے بھی استعمال ہوتا ہے وہ سنت ہے بھی رب تعالیٰ نے سائے مشرکوں سے
فرمایا حَکُمُوْهُنَّ اَدَّ کُھْرُ لے اس طرح کہ سحری کے وقت کچھ کھانا کھا کر آخر میں کچھ چھوٹے بھی کھائے تاکہ روزے کی ابتدا بھی چھوڑوں جو اور انتہا بھی سحری کھانا
بھی سنت ہے، اور چھوٹے کھانا بھی سنت اس صحت میں دو سنتوں کا اجتماع ہو کر انشاء اللہ روزہ نور علی نور ہو جائیگا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سحری میں
بہت کھانا نہ کھاؤ جو بد معنی کا باعث ہو، چند کھجوریں کھا کر پانی پی لو لے تنزیہ کے لغوی معنی ہیں دور رکھنا الگ کرنا، اصطلاح شریعت میں تنزیہ موسم
یہ ہے کہ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا مکروہ ہو جاتا ہے یا اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے ان سے روزہ کو الگ رکھنا یعنی روزہ دار کا الگ
رہنا تاکہ روزہ ہر نقصان سے پاک و صاف رہے یہ چیز بہت ضروری ہے لے یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان
غیبت، جھگڑا، تممت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے، اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہویا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا
چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لئے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا، یہ حدیث بہت جامع ہے، دو جملوں میں ساری چیزیں بیان
فرمادیں اگرچہ برے کام ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی برے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ برے، اگر ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور باہمندانہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِيلُ وَيُيَاثِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ
أَمْلَكُكُمْ لَا رَبَّ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ هَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ
الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ابْنِ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوس دینا کر لیتے تھے اور حضور اپنے نفسی حاجت پر سب زیادہ مالک
رہتا تھا۔ اے سلم بخاری روایت سے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں بحالت جنابت صبح ہوتی تھی اے احکام
کے بغیر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے (سلم بخاری) روایت ہے حضرت

کی بے ادبی ہے اسلئے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا ہر جگہ ایک گناہ کا عذاب ایک، مگر کمرہ میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے کیوں؟ اس زمین پاک
کی بے ادبی کی وجہ سے لے یہاں حاجت بجھے ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے پاک، بلکہ بھٹے توجہ، التفات پر وہاں یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا روزہ
قبول نہیں فرمایا قبول نہ ہونے سے روزہ گویا فاقہ بن جاتا ہے، اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعاً تو درست ہو جائے گا کہ فرض ادا ہو جائے گا مگر قبول نہ ہوگا
شرائط جواز تو صرف نیت ہے اور کھانا مینا، صحبت چھوڑ دینا، مگر شرائط قبول میں باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے، روزے کا نشاء نفس کا زور توڑنا
ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوڑے تو معلوم ہو نفس نہ مرا، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیے، صرف حلال چیزوں
یعنی کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں یعنی جھوٹ و غیبت کو بھی چھوڑو، مرناتے فرمایا کہ ایسے بے پاک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملیگا اور ان چیزوں
کا گناہ لے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر پورا قابو رکھتا ہو یا بیماری یا بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے یا تقویٰ دہریہزکاری کی
وجہ سے وہ اپنی بیوی سے بوس دینا کر سکتا ہے، اور جو تابو نہ رکھے، وہ ہرگز ہرگز یہ کام نہ کرے، اس لئے ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نفسی حاجت پر قادر تھے، حضرت عائشہ کا ایسے واقعات بیان فرمانا مسئلہ شرعی کے بیان کے لئے ہے لے بے غیرتی کہنا
حکایت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے لِيُفَرِّجْ لَهُمْ حَافِظُونَ، طیب لوگ بیماریوں و علajok کے بیان میں کھلی کھلی باتیں بیان کرتے ہیں بے غیرتی
کے لئے نہیں بلکہ بیان علاج کے لئے ہے اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور فوراً غسل نہ فرماتے تھے بلکہ
نماز فجر کے وقت پر پھٹنے کے بعد، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصاً رمضان شریف میں
۳ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ اہلس عورت کی شکل
میں خواب میں آتا ہے، اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں، بلکہ جرمیںیاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں
بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الغسل میں عرض کر چکے ہیں، ایں اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہو سکتا
ہے یا نہیں یعنی زیادتی سستی کے باعث: حق یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے کبھی محفوظ ہیں: یہاں حضرت ام المؤمنین کا مین غیڑ چلے فرماتا یہ
تباہی کے لئے ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ نشاء نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے حضرت ام المؤمنین رحمہا
مقصود یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مخالطت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں (مرقاۃ دا شد) لکھ

عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْتَجِمُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ وَأَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيَتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام اور بحالت روزہ فصودی لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بحالت روزہ بھول جائے تو کھالے لے وہ اپنا روزہ پورا کرے لے کھائے رب تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے لے (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص آیا لے

اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا، غرض روزہ فرض ہو یا نفل، یہ قول صحیح ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سویرا پائے، اس کا روزہ نہیں، مگر یہ حدیث سن کر جبرع فرما گئے اور بولے کہ حضرت عائشہ دام سلم رضی اللہ عنہا مجھ سے زیادہ جانتی ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے فَإِنْ لَمْ يَجِدُوا مَاءً فَسُجُودًا أَوْ تَمَتُّؤًا أَوْ بِطِلَافٍ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِاتِّمَامٍ نِزْرًا اس آیت سے بھی اُحْجَلْ لَكُمْ لَبَدَّةُ الْيَقِيَامِ الدَّفْعُ إِلَى نِسَاءٍ كُفْرًا كَبِيرًا مِثْلُ مِثْلٍ میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی، تو پوچھنے تک صحبت جائز ہوئی اب لا محالہ غسل پوچھنے پر ہی ہو گا، نیز اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں، بعض علماء نے فرض و نفل میں فرق کیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں ہے۔

لے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم محرم بھی تھے اور روزہ دار بھی، اس حال میں پچھنے لگوئے فصودی، جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بکہ دونوں واقعہ الگ الگ ہیں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام بھی فصودی ہے اور بحالت روزہ بھی، معلوم ہوا کہ فصودے نہ احرام خرب ہو نہ روزہ فاسد، مگر احرام میں ضروری یہ ہے کہ بال نہ اکھڑے، اور نہ کفارہ واجب ہو گا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصودہ تو روزہ توڑتی ہے اور نہ اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے، یہ ہی اہم اعظم ابو حنیفہ کا فرمان ہے، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے، فصودہ کرنے والا اور کرانے والا دونوں کا روزہ باقی رہتا ہے تو مشابہ نہیں، امام احمد کے ہاں ما جم و مجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر ان پر کفارہ نہیں صرف قضا ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے، ان کی دلیل دوسری حدیث ہے جس کے متعلق اس کی شرح میں انشاء اللہ عرض کیا جائیگا لے یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لئے ہے، کہ ان میں بھول کر کھالے لینے سے روزہ نہیں جاتا، بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ رہے اور کھانا پینا ارادہ ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ، خطایہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے گلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں قضا ہے، کفارہ نہیں، بلکہ یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادہ ہو اس میں ماہ رمضان میں قضا بھی ہے کفارہ بھی اجماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دلہ بھول کر صحبت کر لے، تو بھی روزہ نہیں جائیگا، یہ نبی احسان کا مذہب ہے فلیتم امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا ہے، سن ہو پورا کرنا فرض ہے لے پینے یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھالے بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو جائے، خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے، لہذا حدیث

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ قَالَ وَقَعْتُ عَلَىٰ إِمْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ
أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا قَالَ لَا
قَالَ اجْلِسْ وَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَىٰ ذَلِكَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ فَبَدَأَ بِالْعَدْقِ الْمَكْتَلِ الضَّحْمِ قَالَ إِنْ السَّائِلَ قَالَ أَنَا

عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ہلاک ہو گیا ہے فرمایا تجھے کیا ہوا عرض کیا میں نے بحالت روزہ اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو غلام پاتا ہے جسے آزاد کر دے ہے بولا نہیں فرمایا تو کیا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے بولا نہیں کہ فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کا کھانا پاتا ہے بولا نہیں کہ فرمایا بیٹھ جا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ توقف فرمایا ہے ہم اسی حال میں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نبیل لائی گئی جس میں کھجوریں تھیں عرق بڑی زمبیل ہوتی ہے کہ فرمایا مسئلہ پر چھنے والا کہاں ہے بولا میں ہوں

پر یہ اعتراض نہیں کہ رسول تو شیطان کے اثر سے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَسْأَلُكَ إِلَّا الشَّيْطَانُ پھر اسے رب تعالیٰ کی طرف منسوب کیوں فرمایا کہ یہ حاضر ہونے والے صاحب حضرت سلمہ ابن صخر انصاری بیاضی ہیں، بعض نے فرمایا ان کا نام سیمان انصاری ہے، مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے انہوں نے رمضان میں بحالت روزہ دن میں اپنی زوجہ سے صحبت کر لی تھی اسلئے حاضر بارگاہ ہوئے، اسے اس طرح کہ اسلامی قانون شکنی کر کے سخت سزا کا مستحق ہو چکا اور اپنی بیوی کو اس جرم میں مبتلا کر دیا کہ وہ بھی روزہ دار تھیں، اسلئے ہلاکت کو مردانہی طرف نسبت کیا یہ نہ کہا کہ ہم دونوں ہلاک ہو گئے کہ وہ بے قصور تھیں انہوں نے جبراً صحبت کی تھی اسلئے بیوی کو مجبور کر کے وہ اس پر نہ راضی تھی نہ اس کے لئے آمادہ تھی اسلئے اس چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ ماہ رمضان میں بحالت روزہ عمداً دن میں صحبت کر لینے سے قضا بھی واجب کفارہ بھی، دوسرے یہ کہ عمداً کھانی لینے سے بھی کفارہ واجب، کیونکہ کفارہ کا سبب رمضان میں روزہ توڑنا ہے، روزہ جیسے جماع سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی کھانے پینے سے، تیسرے یہ کہ اگر عودت سے جبراً صحبت کی ہو تو اس پر کفارہ نہیں بلکہ مرد پر ہوگا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ میں صرف مرد سے خطاب فرمایا: چوتھے یہ کہ کفارہ میں ترتیب معتبر ہے کہ اگر غلام آزاد کر سکتا ہے تو یہ کرے۔ اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے مسلسل روزے، اگر یہ ناممکن ہو تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا، دارقطنی میں بروایت حضرت ابوہریرہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے دن میں بحالت روزہ عمداً کھایا تھا اسے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد کرتے کا حکم دیا، اسی دارقطنی میں بروایت سعید ابن المسیب ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ دیا ہے اسے بھی کفارہ کا حکم دیا گیا: بہر حال رمضان میں جس طرح بھی عمداً روزہ توڑے، کفارہ واجب ہے۔ یہ ہی احناف کا قول ہے نہ کہ لینے مجھ میں دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے کی طاقت نہیں، کہ اپنے نفس کو بیوی سے نہیں روک سکتا، جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے، معلوم ہوا کہ مدد سے کی طاقت نہ ہونا، بڑھا ہے، بیماری، غلبہ شہوت ہر طرح ثابت ہو جاتا ہے نہ کہ لینے میرے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہے ساٹھ مسکینوں کو کہاں سے کھلاؤں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے اسلئے اپنے انتظار فرمایا کہ کہیں سے کچھ آجائے تو اس کو ادائے کفارہ کے لئے

قَالَ خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الدَّجَلُ أَعْلَى أَفْقَدِمْتَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهِمَا يَرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتِ أَفْقَدِمُنْ أَهْلُ بَيْتِي فَضِيحَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمُهُ أَهْلَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ الْفَصْلُ

فرمایا یہ لے لے اور صدقہ کر دے اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں خدا کی قسم مدینہ کے دو گوشوں یعنی دو سنگلاخوں کے بیچ میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی خاندان محتاج نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک چمک گئے ۳ فرمایا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا لے (مسلم بخاری) فصل

دے دیا جائے خیال ہے کہ ایسے فقیر پر کفارہ واجب نہیں صرف توبہ کرے، مگر یہاں کا یہ واقعہ خصوصیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ یہ کمزوریں صدقہ کی تھیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیرات کرنے کے لئے حاضر کی گئی تھیں مرق وہ بڑا نوکر ہے جس میں میں صلہ کھجوریں آتی ہیں، کفارہ میں ساتھ مسکینوں کو فی مسکین آدھا صلہ کھجوریں دی جاتی ہیں، لہذا یہ کھجوریں اس کے کفارے کے لئے کافی تھیں، بعض نے فرمایا کہ اس ذنبیل میں پندرہ صلہ کھجوریں تھیں، ہر مسکین کو چوتھائی صلہ یعنی مد کھجوریں دی جائیں ۴ لے لے اس صدقہ کا پہلے تو مالک بن جہا، پھر مالک ہو کر اپنی طرف سے ساتھ مسکینوں کو خیرات کر دے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شری جیلے درست ہیں کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا، پھر وہ زکوٰۃ اُس سے دوسری جگہ خیرات کرادی، سید کو روادی یا مسجد میں خرچ کرادی، جیلے کی مکمل بحث ہماری کتاب جوار الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے، جہاں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے اس کا ثبوت دیا گیا ہے نہ لے لے کفارہ فقروں کو دینا چاہیے، مگر مدینہ منورہ میں سب زیادہ فقیر و محتاج تھے، مطلب یہ تھا کہ اجازت ہو تو اے میں اور میرے بال بچے ہی کھالیں، طلب کے لئے بھی منہ چاہیے، کس ڈھنگ سے داتاے مانگا لے لے مکر لئے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک میں سے کیلیاں ظاہر ہو گئیں ۵ لے لے اپنا یہ کفارہ تو خود بھی کھالے اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلائے، تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا یہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار خدا داد، کہ مجرم کے لئے اُس کا کفارہ اُس کے لئے انعام بنادیا، ورنہ کوئی شخص اپنا کفارہ، اپنی زکوٰۃ، نہ تو خود کھا سکتا ہے، نہ اُس کے بیوی بچے، مگر یہاں اُس کا اپنا ہی کفارہ ہے اور اپنے آپ ہی کھا رہا ہے، یہاں بعض لوگوں نے بڑے غلطے کھائے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ کفارہ نہ تھا، کیونکہ وہ فقیر تھا، اور ایسے فقیر پر مالی کفارہ واجب نہیں، بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تو یہ کھالے، جب کبھی تیرے پاس مال آئے تو کفارہ ادا کر دینا، مگر یہ غلط ہے چند وجہوں سے، ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا فَتَصَدَّقْ بِهِ اس کا صدقہ دیدے، پھر یہ کیسے کھا جاسکتا ہے کہ یہ کفارہ نہ تھا، اگر فقیر کو بقدر کفارہ مال دیدیا جائے، تو وہ کفارہ ضرور دے، یہاں ایسا ہی ہوا، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یہ نہ فرمایا کہ اُس نے تو کفارہ دے دینا، تم یہ کہاں سے کہتے ہو، یہ قید اپنی طرف سے ہے حدیث میں نہیں، تیسرے یہ کہ روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف تجھے ہی کافی ہے دوسرے کو کافی نہ ہو گا (ہدایہ) اگر آئندہ کفارہ دلوا تا ہوتا تو اس خصوصیت کے کیا معنی، چوتھے یہ کہ دارقطنی میں اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اللہ نے تیرا کفارہ ادا کر دیا، پھر آئندہ کفارہ دینے کے کیا معنی، پانچویں یہ کہ امام زہری وغیرہ محدثین نے لے لے اس شخص کی خصوصیات سے مانا۔ دیکھو مرقات و اشعۃ المعانی وغیرہ مرقہ

الثَّانِي: عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقْبِلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَيَبْصُرُ لِسَانَهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَدَخَصَ لَهُ وَأَتَاهُ آخَرُ فَسَأَلَهُ فَنَهَاكَ فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَ إِذَا الَّذِي نَهَاكَ شَابٌّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَرَعَ الْقَتْلَى وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قِضَاءٌ وَمَنْ اسْتَنْقَأَ عَمْدًا أَفْلِقُضَ وَاهُ

دوسری روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بجات روزہ انہیں چرتے اور ان کی زبان شریف چرتے تھے لہذا (ابو داؤد) نے روایت کی حضرت ابو ہریرہؓ کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے بوس و کنار کے متعلق پوچھا آپ نے اسے اجازت دے دی تھی خدمت عالی میں دیکھ کر حاضر ہوا اور یہی پوچھا تو اسے منع فرمایا جس کو اجازت تھی وہ بدھاتا اور جیسے منع کیا وہ جہاں تھا لے کر (ابو داؤد) نے روایت ہے انہی صحابہؓ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے روزہ کی حالت میں تھے آجائے تو اس پر قضا نہیں درج ہوا کرتے کہے وہ قضا کرے گا

تاویل بہت رکھ کر ہے حتیٰ وہ ہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد احتیارات میں سے ہے: اس اختیار کی پوری بحث ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں ملاحظہ فرمائیے: لفظ ہر یہ ہے کہ یہ واقعہ ماہ رمضان میں واقع ہوتا تھا جبکہ امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی روزہ دار ہوتی تھیں، اسلئے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر قادر ہو تو اپنی بیوی کا بوسہ بھی لے سکتا ہے اور اس کی زبان بھی چوس سکتا ہے بشرطیکہ ایک دوسرے کا تنہو دوسرے کے منہ میں نہ جاوے، اگر جائے تو ننگے نہ بلکہ تنہو دے: یہ مسئلہ بتانے کے لئے حضرت ام المؤمنین یہ واقعہ بیان فرما رہی ہیں: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ طبیب بیان علاج میں بڑی بڑی خفیہ باتیں بیان کر دیتے ہیں، اس بیان میں شرم نہیں کرتے، اگر شرم کریں تو علاج کیسے ہو، اسی طرح یہ حضرت مسئلہ شرعی بیان کرنے کے لئے بلا حجاب خفیہ باتیں بیان فرما رہے ہیں، اگر شرم کریں تو دینی مسائل کیونکر واضح ہوں اور لوگوں کو ہدایت کیسے ملے لہذا مرقاة و اشعة اللغات وغیرہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی اسنادیں سعد بن ابی ہریرہ اور محمد بن دینار ہیں، سعد بن ابی ہریرہ ضعیف ہیں، اور زبان چرٹنے کی روایت مولیٰ محمد بن دینار کے کسی نے نہ کی، اور محمد بن دینار بھی ضعیف ہیں لہذا لیفے اُس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تجھ جیسے روزہ دار کو محال ہے روزہ بوس و کنار کی اجازت ہے یہ مسئلہ بتانا محال ہے اس تفریق سے مسئلہ فقہی واضح ہوا کہ بڑھا یا بیارا یا کمزور یا بہت متقی جو بوس و کنار کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھے اُسے اس کی اجازت ہے، دوسرے کے لئے نہیں، تاکہ روزہ نہ توڑ بیٹھے، یہ حدیث صحیح ہے اس کی اسناد بہت جید و قوی ہے لہذا اسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے عمدتے کرے تو روزہ جاتا رہے گا، کیونکہ تھے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں دال پس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا، جیسے سونا و نونہ توڑ دیتا ہے کہ اس میں اکثر رنج نکل جاتی ہے، مگر احساس نہیں ہوتا، ہاں امام یوسف نے عمدہ کے ساتھ منہ بھرتے ہوئے کی پابندی لگائی ہے، مگر تھے کر دینے سے صرن قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا، تھے کے پورے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے

التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالِدَارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيْسَى بْنِ يُونُسَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيُّ لَا أَرَاهُ مُحْفُوظًا وَعَنْ مُعَدَّانِ بْنِ طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاظْطَرَّ قَالَ فَلَقِيتُ ثَوْبَانَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاظْطَرَّ قَالَ صَدَقَ وَإِنَّا صَبَبْتُ لَكَ وَضُوءَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالِدَارِمِيُّ؛ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالًا أَحْصَى يَنْسَوُكُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ

ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عیسے ابن یونس کسی سے نہیں معلوم کرتے امام محمد بخاری نے فرمایا کہ میں نہیں محفوظ نہیں جانتا اسے روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ سے کہ ابوالدرداء نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہ کی تر روزہ افطار کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبانؓ ملا میں نے کہا کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہ کی تر روزہ افطار فرما دیا فرمایا انہوں نے سچ کہا اور میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی آندیا ملا کہ ابوداؤد، ترمذی، دارمی روایت ہے حضرت عامر بن ربیعہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار دفعہ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا

۵۵ (ترمذی، ابو داؤد) اسے روایت ہے حضرت

اسے ارادہ کی ضمیر کا مرجع حدیث ہے، یعنی میں اس حدیث کو محفوظ نہیں جانتا: خیال ہے کہ امام ترمذی و بخاری کو یہ حدیث غریب ہو کر ملی اسکو حکام، ابن حبان، دارقطنی نے صحیح اسناد سے نقل فرمایا، احکام نے فرمایا حدیث صحیح شرط شیعین ہے، دارقطنی نے فرمایا کہ اس حکم تمام راوی ثقہ ہیں موطا، امام مالک نے حضرت ابن عمرؓ پر موقوف روایت کی: نسائی و عبد الرزاق نے حضرت ابو ہریرہؓ پر موقوف روایت کی: ابن ماجہ نے مرفوعاً نقل فرمائی جس کا مضمون والفاظ اس کے کچھ متعارف ہوں گے کہ حدیث صحیح ہے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کرتے ہیں اسے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں عمدائے کی کسی ضرورت کے بعد کھانا وغیرہ ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ثوبانؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، انہوں نے حضرت ابوالدرداءؓ کو اسے روزے کا مقرر مانا جس کے بعد کھانا وغیرہ ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ثوبانؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہ کو ناقص وضو بھی قرار دیا، چنانچہ آپ نے وضو کیا اور کی تصدیق فرماتے ہوئے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہ کو ناقص وضو بھی قرار دیا، چنانچہ آپ نے وضو کیا اور پانی میں نے حاضر کیا: اس سے معلوم ہوا، کہ منہ بھر کر تہ روزہ بھی توڑ دیتی ہے اور وضو بھی، یہ ہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہمارے امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں تہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، وہ یہاں وضو سے مراد کلی کرنا لیتے ہیں، مگر قول امام اعظم قوی تر ہے بلا وجہ شرعی میں نے اس پر ذکر کیا بات ہے ۵۵ اس حدیث کی وجہ سے امام ابو حنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزے میں ہر وقت ہر قسم کی مسواک بلا کراہت جائز ہے، زوال سے پہلے کرے یا بعد، تر مسواک کرے یا خشک، بہر حال بلا کراہت درست ہے: بخیاں رہے کہ یہ حدیث

انس قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم قال اشتكيت عيني افا كنت حبل
واناصائم قال نعم رواه الترمذي وقال ليس اسنادك بالقوي وابوعاتكة
الدائري يضعف وعن بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال لقد رايت
النبي صلى الله عليه وسلم بالعرج يصب على رأسه الماء وهو صائم من العطش

انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میں آنکھوں کا بیمار ہوں کیا بحالت روزہ بسر کر سکتا ہوں
فرمایا ہاں اے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ اسکی اسناد قوی نہیں ابوعاتکہ راوی ضعیف مانے جاتے ہیں لہٰذا روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بعض صحابہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں لے کر بحالت روزہ سر مبارک پر پیاس یا

اس حدیث کے خلاف نہیں کہ روزے دار کی منہ کی بو اشر تعائے کوشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے کیونکہ وہاں لفظ خلوت ہے نہ کہ لفظ بحر خلوت منہ کی وہ
بو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہو جاتی ہے، وہ مسواک نہیں جاتی جیسا کہ بار بار کامشاہدہ ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور والا واقعہ
وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات ہے کہ آپ نے روزے میں مسواک کر لی پھر توبہ دیتے بارگاہ الہی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا اے موسیٰ دس روزے
اور رکھو تا کہ پھر وہ ہی مہک پیدا ہو جو مسواک سے جاتی رہی ہے، ورنہ مسواک روزے کی تقاضا اور پھر دس روزے رکھنے کا حکم کسی امام کے ہاں نہیں امام
شافعی کے ہاں ذوال کے بعد روزے میں مسواک مکروہ ہے اور امام احمد کے ہاں آخر دن میں مکروہ، مگر مذہب حنفی بہت قوی ہے، چنانچہ دارقطنی میں حضرت
عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بہترین مشغہ مسواک ہے، طبرانی میں حضرت عبدالرحمن بن غنم سے روایت ہے کہ انہوں
نے حضرت معاذ ابن جبل سے پوچھا کیا میں روزے میں مسواک کر سکتا ہوں، فرمایا ہاں، پوچھا دن کے کس حصہ میں؟ فرمایا ہر حصہ میں خیال ہے کہ روزہ
دار کے منہ کی بو رب تعالیٰ کو ایسی ہی پیاری ہے جیسے غازی کے قدم کی گرد وغبار، اگر غازی اپنے قدموں پر ویسے ہی خاک ڈال لے تو ثواب ملتا
نہیں، اور اگر وہ قدموں کی دھول جھاڑ دے تو ثواب گھٹتا نہیں، ایسے ہی اگر روزہ دار بہ تکلف منہ میں بو پیدا کرے تو ثواب ملتا نہیں، اور اگر
مسواک کرے تو ثواب گھٹتا نہیں، اسی لئے بیہقی، ابن حبان، طبرانی وغیرہ میں عام صحابہ کا یہ عمل بیان ہوا کہ وہ حضرت روزے میں ہر وقت مسواک
کر لیتے تھے، اسکی پوری تحقیق یہاں مرقاۃ میں دیکھو، لے اس حدیث کو ترمذی نے حسن فرمایا اور احمد و ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا
لے یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے یعنی امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا، آنکھ میں خشک یا پتلی اگرچہ چکنی ہو دوا ڈالنا ہر
وقت جائز ہے یعنی سونے سے پہلے بھی اور بعد بھی، اگر دوا کا رنگ یا مزاحلق میں محسوس ہو جب بھی مضر نہیں، امام احمد سونے سے پہلے سرمہ لگانا مکروہ
فرماتے ہیں، یہ حدیث ان تینوں ائمہ کی دلیل ہے۔

لے یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف اسنادوں سے بہت کتب میں مروی ہے تمام اسنادیں ضعیف ہیں لیکن زیادتی اسناد اور عمل
علماء کی وجہ سے قوی ہو گئی، تمام اسنادیں بالتفصیل یہاں مرقاۃ نے نقل فرمیں اور اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جارا الحق حصہ دوم میں دیکھو
کہ تعدد اسناد اور عمل علماء سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ لے عرج مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک منزل کا نام تھا اور

اَوْ مِنْ الْحَدِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَابُو دَاوُدَ وَكَعْنُ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى رَجُلًا بِالْبَقِيعِ وَهُوَ يَحْتَجُّمُ وَهُوَ اخِذٌ بِبِدْلِ ثَمَانِي عَشْرَةَ خَلَّتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ افْطَرِ الْحَاجِمُ وَالْمُحْجُّمُ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَكَعْنُ مَاجَةَ وَالْثَاوَرِيُّ قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ السَّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَتَاوَلَهُ بَعْضُ مَنْ رَخَّصَ فِي الْحَاجِمَةِ اَيُّ تَعَذُّرًا لِاِفْطَارِ الْمُحْجِمِ لِلضَّعْفِ وَالْحَاجِمِ لِاِنَّهُ لَا يَأْمِنُ مِنْ اَنْ يَّصِلَ شَيْءٌ اِلَى جَوْفِهِ بِمِصْرٍ الْمَلَاذِمِ وَكَعْنُ ابْنُ هُدَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ افْطَرَ

گرمی کی وجہ سے پانی ڈالنے دیکھا ہے (مالک، ابوداؤد) روایت ہے حضرت شداد بن اوس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص پر تشریف لائے جو فصد سے رہا تھا حضور انور میرا ہاتھ پکڑے تھے کہ رمضان کے گناہ دن گزرنے کے لئے تو فرمایا فصد لینے والے اور فصد کرنے والے کا روزہ ٹوٹ گیا ہے (ابوداؤد) ابن ماجہ، دارمی، شیخ امام السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بن بعض علماء نے فصد کی اجازت دے دی وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ دونوں قریباً لا فطار ہو گئے فصد کرنے والا تو ضعف کی وجہ سے اور فصد کرنے والا اس لئے کہ وہ اس میں نہیں کہ سینگی جو سننے کی وجہ سے اسکے پیٹ میں کچھ پہنچ جائے کہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان میں بغیر

مدیرہ منورہ میں ایک محلہ بھی تھا، یہاں دونوں احتمال ہیں کہ یہ سفر کا واقعہ ہوا گھر کا ہے یعنی غسل نہیں فرماتے تھے بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے مرث سر تشریف پر پانی بہا ہے تھے اس حدیث کے دو حصے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مہلات ذریعہ جوبانی وغیرہ جسم میں پہنچ جائے وہ روزے کے لئے مضر نہیں، لہذا روزے دار کا نہانا پانی میں غوطہ لگانا، سر یا جسم پر تیل کی مالش کرنا، بھیگا کپڑا جسم پر لپیٹنا روزے کے لئے مضر نہیں، ٹیکے (INJECTION) گودنے کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا کہ ان سے روزہ نہیں جاتا، جیسے سانپ کچھ ٹیڑھے کاٹ لینے سے دوسرے یہ کہ روزے میں سر پر پانی ڈالنا زیادہ نہانا مکروہ نہیں جبکہ گھبراہٹ کے اظہار کے لئے نہ نہیں اگر دکھلاوے اور گھبراہٹ کے اظہار کے لئے ہو تو مکروہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں ہے لینے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب تھا لہذا میں نے آپ کے کلمات نہایت صحیح سنئے، یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر اس دن اللہ کا بڑا فضل تھا کہ میرا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا ہوا تھا کہ یہی مذہب ہے امام احمد و اسماعیل کا کہ فصد سے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی انہی فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزے میں بار بار فصد کرائی ہے لہذا یہ حدیث یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل لازم ہے، چنانچہ علماء نے اس کی بہت تاویلیں کی ہیں، جن میں سے ایک تاویل وہ ہے جو خود مشکوٰۃ شریف میں ہی آگے آ رہی ہے کہ فصد لینے والا پہلے فصد سے عضو پر زخم لگاتا ہے، پھر سینگی کا چوڑا اجڑ زخم پر رکھ کر اس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زبرد سے چوستا ہے، پھر اس سوراخ کو آٹے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون جمع ہوتا رہتا ہے خون نکل جانے کی وجہ سے فصد کرنے والا بہت کمزور ہو جاتا ہے، لہذا اوقات نوبتاً اسے کچھ کھانا پینا پڑتا ہے اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خون پہنچ جاتا ہے لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں

وقت کی قدر کرو، اسے قیمت جانو عو گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں لے بیٹھے اس حدیث کی اسناد میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابو المظوس ہیں، ان سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، ابن خلف قرطبی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مگر خیال نہ ہے کہ ایک اسناد ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہو جانا لازم نہیں، ترمذی کا اسناد میں ابو المظوس ہیں باقی ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی و احمد نے مختلف اسنادوں سے یہ حدیث نقل کی، تعداد اسناد ضعیف حدیث کی قوی کر دیتا ہے (مرقات) لے یہ وہ لوگ ہیں جو روزے میں گالی گلوں، جھوٹ

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَذَكَرَ حَدِيثُ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ فِي بَابِ سُنَنِ الْوُضُوءِ ۖ الْفَصْلُ
الثَّلَاثُ ۖ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَقْطُرَنَّ
الصَّائِمُ الْحَجَامَةَ وَالْقَمِيَّ وَالْإِحْتِلَامَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ
وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ الدَّارِيُّ يُضَعِّفُ فِي الْحَدِيثِ ۖ وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ كُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحَجَامَةَ لِلصَّائِمِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا لِأَمِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۖ وَعَنْ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا

روایت اور لقیط ابن صبرہ کی حدیث باب سنن الوضوء میں بیان کر دی گئی۔ فصل تیسری روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑیں قصد نے احتلام (ترتبی) اور ترتبی نے فرمایا یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور عبد الرحمن ابن زید راوی حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں ۳ روایت ہے حضرت ثابت بنانی سے ۳ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک پر چھایا کیا آپ لوگ زید راوی حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں ۴ فرمایا نہیں مگر ضعیف کہ ۵ روایت امام بخاری اور ترمذی نے فرمائی کہ ۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے لئے قصداً لیند کرتے تھے ۶ فرمایا نہیں مگر ضعیف کہ ۵ روایت امام بخاری اور ترمذی نے فرمائی کہ ۵

غیبت بہتان وغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے کہ یہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف تو اٹھاتے ہیں مگر روزہ کا ثواب حاصل نہیں کرتے، چونکہ روزے میں بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لئے صرف پیاس کا ذکر فرمایا بخیاں ہے کہ ایسے روزے سے فرض شرعی ادا ہو جائیگا ادا اور چیز ہے اس کے شرائط کچھ اور، اور قبولیت دوسری چیز ہے اس کے شرائط بھی دوسرے ۷

۸ یعنی وہ تہی خواں جو حضور قلبی کے بغیر سجد پڑھے وہ جاگنے کی مشقت تو اٹھا لیتے ہیں مگر اس کا ثواب نہیں پاتے، اشعة اللغات نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو منسوب زمین میں نماز پڑھیں اور نماز میں منوعات بچیں نہیں اور سنن و مسجات کا لحاظ نہ رکھیں، اس فرمان کا منشاء یہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزہ یا سجد چھوڑ دیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ بڑیاں چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ انہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مقبول عبادتوں کی توفیق دے، ہم کز در میں نفس امارہ اور شیطان جیسے قری دشمنوں میں گھرے ہیں، اے قوی وقادر ہمیں نئی مان میں لے لے اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے سے مراد وہ تھے جو خود بخود ہو جائے، لہذا یہ حدیث گذشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں تے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا کیونکہ وہاں وہ تے مراد تھی جو خود کی جائے ۹ لہذا یہ شاذ بھی ہے اور ضعیف بھی، خیال ہے کہ یہ حدیث صرف ترمذی کا اسناد میں ضعیف ہے، اسے دارقطنی، بیہقی ابو داؤد نے بھی روایت کیا، ابو حاتم نے کہا کہ ابو داؤد کی روایت اشبہ بالتواب ہے، ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی صحیح ہے، بزانہ نے سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے اور جرانی نے ثوبان سے مرفوعاً روایت کی، بزانہ نے فرمایا حدیث صحیح ہے ۱۰ آپ ثابت ابن اسلم مشہور تابعی ہیں، بصرہ کے علماء اعلام میں سے تھے، حضرت انس کے ساتھ چالیس سال ہے ۱۱ صحابہ کرام سے قصد کے متعلق یہ سوالات اس حدیث کی وجہ سے ہونے لگے جو لوگوں میں مشہور ہو چکی تھی اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَجْمُورُ۔ اس کا مطلب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہ یعنی چونکہ قصد لینے سے خون نکل جانے

قَالَ كَانَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ مَنَظُورٍ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَدَكَّهُ فَكَانَ يَخْتَجِمُ بِاللَّيْلِ: وَعَنْ عَطَاءٍ
قَالَ إِنْ مَضَمَضْتُ ثُمَّ أَفْدَغْتُ مَا فِي فَيْدٍ مِنَ الْمَاءِ لَا يُصْبِرُهُ أَنْ يَذْدَرِدَ رَيْقًا وَمَا بَقِيَ فِي فَيْدٍ
وَلَا يَمْضَغُ الْعُلْكُ فَإِنْ لَمْ يَذْدَرِدَ رَيْقُ الْعُلْكِ لَأَقُولُ إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلَكِنْ يُنْهَى عَنْهُ رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجُمَةِ بَابٍ: بَابُ صَوْمِ الْمَسَافِرِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر روزہ کی حالت میں نصہ لیتے تھے پھر چھوڑ دی پھر رات میں نصہ لیتے تھے اسے روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے
ہیں اگر کسی کو صوم میں کپانی آگے دے تو اسے تنوک کا اور جرابی کا اثر اسکے منہ میں رہ گیا ہے اسے نکل جانا ضروری نہیں ہے اور علق (مصطکی) نہ
چبائے ہے اگر علق والا تنوک نکل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس سے منع کرنا چاہیے ہے (بخاری، ترجمہ باب: باب
سافر کا روزہ ۵۵ پہلی فصل روایت ہے۔

کے باعث آدمی کمزور ہو جاتا ہے، ممکن ہے کہ روزہ پورا نہ کر سکے یا بہت تکلیف اٹھائے اسلئے روزے میں نصہ بہتر نہ جانتے تھے اس حدیث نے گزشتہ حدیث
افْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمُحْجِمُ کی تفسیر کر دی جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں اسے بغیر اسناد حدیث بیان کر نیکی تعلیق کہتے ہیں تعلیقات بخاری سب مقبول و معتبر
ہیں، کیونکہ امام بخاری اسی جگہ اسناد چھوڑتے ہیں جہاں انہیں حدیث کی صحت کا یقین ہوتا ہے جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے تو ثقہ تابعین کا ارسال بھی قبول ہے
بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرما دینا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا بالکل قبول ہے یہ حضرات امام بخاری سے زیادہ رتبہ والے ہیں۔
اس کا مطلب ظاہر ہے کہ آپ جو انی اور طاق کے زمانہ میں روزہ میں نصہ لیتے تھے کہ اس وقت آپ کو نصہ کا اندیشہ نہ تھا، پھر بڑھاپے اور
کمزوری میں یہ عمل چھوڑ دیا، کیونکہ قصد ہے کہ روزہ پورا کرنا دشوار تھا اسلئے یعنی روزہ دار کو کئی کر کے تنوک نکلنا جائز ہے اگرچہ اس میں پانی کی ٹھنڈک
اور اس کا اثر رہ گیا ہو کیونکہ اس قدر اثر سے بچنا ناممکن ہے اس کا تاغذہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز سے روزہ دار نہ بچ سکے اس سے روزہ نہیں
جاتا لہذا اگر گرد و غبار و موائے، مکتھی مچھر اور آٹے کی مٹین کا اڑنا ہو آٹا، گلی کے پانی کی تری روزہ دار کے حلق میں چلی جائے، تو اس سے روزہ
نہیں جائیگا اسلئے علق عرب کا مشہور گوند ہے، جسے دانتوں کی صفائی اور مضبوطی کے لئے چبایا جاتا ہے مصطکی کی طرح دانت نہ ہوتا ہے بلکہ خلاصہ
یہ ہے کہ روزہ میں گوند مصطکی وغیرہ چبا کر تنوک دینا مکروہ ہے، کیونکہ اندیشہ ہے کہ گوند کے کچھ اجزاء حلق میں اتر جائیں، گویا اس میں روزہ کو
قریب الافطار کر دینا ہے جو شخص یہ چبا کر اچھی طرح تنوک دے، پھر تنوک نکلے، تو اگرچہ گوند کے کچھ نامعلوم ذرے حلق میں اتر جائیں روزہ نہ
جائیگا نہ مسئلہ، درزی نے رنگین دھاگا دانت سے توڑا جس سے اس کا تنوک رنگین ہو گیا، تو اگر دھاگہ کی طرح تیز رنگین ہو گیا اس کا نکلنا
روزہ توڑ دینگا اور اگر خفیف رنگین ہو گیا تو نہیں نہ مسئلہ، عورتوں کے لئے مسواک مکروہ ہے کہ ان کے مسوڑے کمزور ہوتے ہیں، ان کے لئے
علق، سکڑا، انگلی، موٹا پیرا مسواک کے قائم مقام ہے نہ مسئلہ، مردوں کے لئے رستی اور سکڑا اٹنا مکروہ ہے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت
ہے ۵۵ شریعت میں سافر وہ ہے جو اپنے شہر سے تین منزل یعنی چھتیس کوس (۲۵ میل) کے ارادہ سے نکلے، پھر جب تک وہ گھر لوٹ نہ
آئے یا کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے سافر ہی ہوگا، کہ اس پر نماز میں فقر واجب ہوگا اور روزہ قضا کرنے کی اجازت ہوگی امام

عائشہ قالت ان حمزة بن عمرو الاسلمي قال للنبي صلى الله عليه وسلم اوصوني في السفر وكان كثير الصيام فقال ان شئت فصم وان شئت فافطر متفق عليه: وعن ابني سعيدي الخدري قال غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليست عشرة مضت من شهر رمضان فبنا من صام ومنا من افطر فلم يعيب الصائم على المفطر ولا المفطر على الصائم رواه مسلم: وعن جابر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فداى زحاما ورجلا قد ظلل عليه فقال ما هذا قالوا صائم

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں وہ بہت روزے رکھتے تھے اسے حضور نے فرمایا اگر چاہو روزہ رکھو اگر چاہو افطار کرو گے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا جبکہ رمضان کے روزوں گزر گئے تھے تو ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے افطار کیا تو نہ روزہ داروں نے نہ روزوں کو عیب لگایا اور نہ بے روزوں نے روزہ داروں کو گناہ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور ایک شخص کو کاٹا گیا جس پر سایہ کیا گیا تھا اسے فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا ایک روزہ دار ہے

ابو حنیفہ، مالک، اشاعی و ثوری رضی اللہ عنہم کے ہاں مسافر کو روزہ رکھنا بہتر ہے اور امام احمد و داؤد اسی کے ہاں افطار بہتر ہے یہاں حالات میں ہے بعض حالات میں اس پر افطار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسافر غازی جب روزہ کی وجہ سے بجائے جہاد کرنے کے دوسرے پر بوجھ بن جائیں (انذاعات) اسے یہاں مرقا نے فرمایا کہ آپ صائم اللہ صر یعنی ہیشہ کے روزہ دار تھے چاہتے تھے کہ سفر میں بھی کبھی روزہ نہ چھوڑیں، تب یہ سوال کیا سفر میں روزہ رکھنا گناہ تو نہیں، شاید آپ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن چکے تھے، کہ سفر میں روزہ اچھا نہیں، اس لئے یہ سوال کیا اسے اس جواب سے اشادۃ معلوم ہو رہا ہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے تاکہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہو جائے اور رمضان کے بعد قضاء گراں بھی نہ پڑے، کیونکہ مکرر سفر روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا خیال ہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرتے کا اختیار نہیں، لہذا باز اردوں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کے کچھ کھائے پیئے، حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پیئیں ۳ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی درمیان رمضان میں سفر کرے تو اسے افطار جائز نہیں، اس پر روزہ ہی فرض ہے، افطار کی اجازت صرف اسے ہے جسے بحالت سفر رمضان شروع ہو، اس حدیث میں ان کی کھلی تردید ہے، اوکیں رسول رمضان کو سفر شروع ہوا، اور بعض صحابہ نے روزے نہ رکھے ۴ یہ حدیث بظاہر ان علماء کی دلیل ہے جو سفر میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کو یکساں کہتے ہیں کسی کو ترجیح نہیں دیتے، مگر یہ استدلال ضعیف سا ہے، کیونکہ یہاں عیب لگانے کی نفی ہے، ترک مستحب پر نہ عیب لگایا جاتا ہے نہ اعتراض ہوتا ہے: بخیاں ہے کہ اس مغزوہ میں حالات معمول پر ہونے کے در نہ بحالت جنگ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے ۵ ان صاحب کا نام نفیس یا قیس ہے، کینت ابواسرائیل ہے، اگر می سخت تھی، سفر کی حالت تھی، مغزوہ تبوک کا موقع تھا جبکہ لشکر اسلام میں کھانے کی بھی کمی تھی، یہ

فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصُّومُ فِي السَّفَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَذَلَّلْنَا مَنْزِلَنَا فِي يَوْمٍ حَارٍّ حَارًّا فَسَقَطَ الصَّوَامُونَ وَقَامَ الْمُفْطِرُونَ فَضَرَبُوا الْأَبْنِيَّةَ وَسَقَوْا الزَّكَاةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ

فرمایا سفر میں یوں روزہ رکھنا بھلا نہیں ہے کہ رسول بخاری روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم میں سے بعض روزہ دار تھے بعض بے روزہ ہم گرم دن میں ایک منزل پر آتے روزہ دار تو گر گئے تھے اور بے روزہ کھڑے تھے انہوں نے خیمے لگائے اونٹوں کو پانی پلایا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج بے روزہ ثواب لے گئے تھے رسول بخاری روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے تو روزہ نہ رکھتے رہے تھے کہ عسفان پہنچ گئے تھے پھر

ایک دخت کے پاس کھڑے ہوئے تھے، بغیر سحری کا روزہ نہیں تھا، کہ بے ہوش ہو کر گر گئے، صحابہ کرام نے اپنی چادریوں سے سایہ کر لیا، یا ان پر خیمہ لگا دیا، کیونکہ عرب کے عام درختوں کا سایہ کافی نہیں ہوا کرتا (از مرقات و لمعات)۔

اے بلکہ بڑا ہے، یہاں تو الصوم میں الف لام عند خارجی ہے: یا سفر میں یا دونوں میں، یعنی ایسے سخت سفر میں ایسا بے سرو سامانی کا روزہ بھلائی نہیں بلکہ بڑا ہے، اور رب تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے یُرِيدُ اللَّهُ يَكُوْلَ الْيُسْرَ وَلَا يُكُوْلَ الْعُسْرَ، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزہ رکھے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ صالحین کی خدمت نوافل سے افضل ہے یعنی یہ صاحب اگر روزہ نہ رکھتے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی خدمت کرتے، اب روزہ رکھ کر خود جلیل القدر صحابہ سے خدمت لینے لگے تھے یعنی روزہ دار حضرات ضعف کی وجہ سے منزل پر پہنچتے ہی لپٹ گئے، کوئی کام نہ کر سکے، یہاں گرنے سے مراد بے ہوش ہو کر گرنا نہیں، ورنہ ان پر بھی وہ عتاب ہو جاتا جو کھلی حدیث میں گدرا ہے اور تمام وہ ضروری کام کئے، جو سفروں میں عموماً اور جہاد میں خصوصاً کئے جاتے ہیں لہذا یہ سب کام ثواب ہیں لکے ثواب سے مراد کامل ثواب ہے، یعنی روزہ داروں نے تو روزوں کا ثواب پایا، جسے یہ لوگ بھی بعد رمضان قضا کر کے حاصل کر لیں گے مگر بے روزہوں نے جہاد کی تیاری اور لشکر اسلام کی خدمت کر کے وہ ثواب کما لیا، جس کی وہ قضا نہ کر سکیں گے: شہد۔

نمازیں گر قضا ہوں، پھر ادا ہوں
نگاموں کی قضا میں کب ادا ہوں

کیا تمہیں خبر نہیں کہ سینا علی مرتضیٰ نے حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند نماز عصر قضا کر دی، خیال ہے کہ چونکہ یہ روزہ دار حضرات بقیہ صحابہ پر بوجھ نہ بنے اسلئے ان پر عتاب نہ فرمایا گیا ہے فتح مکہ کے سال خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر اور فتح مکہ کے موقعوں پر رمضان میں سفر کیا ہے ان دو سفروں کے علاوہ اور کبھی رمضان میں سفر ثابت نہیں (مرقات) وہ جو روایتوں میں آتا ہے کہ ہم ایک بار سخت گرمی میں سفر جہاد میں تھے، حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم

پانی منگایا تو اسے اپنے ہاتھ میں اٹھایا اسے تاکہ آپ کو لوگ دیکھ لیں کہ پھر انظار فرماتے ہیں کہ اگر مکہ معظمہ آگئے تھے اور یہ واقعہ رمضان میں تھا کہ چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ بھی رکھا ہے اور انظار بھی کیا ہے تو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے انظار کرے ۵
مسلم بخاری مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ آپ نے بعد عصر پانی پیا ہے فصل دوسری: روایت حضرت انس ابن مالک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہ آیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی ہے اور روزہ مسافر و دودھ پلانے والی اور عالمہ سے ۹

دوسری ستر سے ستر یہاں آئے نہ ستر ہوا ہے
کے سوا ہم میں کوئی روزہ دار نہ تھا، وہاں رمضان کا ذکر نہیں ہے۔ عسکان مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کے راستہ پر دوسری منزل ہے، مشہور جگہ ہے ۔
۱۔ یہ اِلیٰ بھٹنی ہے جسے یَعْبُحْتُمْ اِلَیْ یَوْمِ الْقِيَامَةِ اور ہو سکتا ہے کہ بھٹنہ مر ہو، جیسے مَنْ اَنْصَارِیُّ اِلَی اللّٰہِ یا جیسے لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلَی الْمَوَاتِمِ
اور ممکن ہے کہ بھٹنے علیٰ ہو، اور ہو سکتا ہے کہ اپنے ہی معنے میں ہو یعنی امتناء کے لئے، اور اصل عبادت یوں ہو اِلیٰ مَدَیْنَتِہٖ ۔ یعنی پانی کا پیالہ اپنے
ہاتھ میں اٹھایا یا اپنے ہاتھ پر یا دست مبارک کے ساتھ پیالہ بھی اوپر اٹھایا، یا پیالہ ہاتھ میں لے کر ہاتھ پورا بلند کر دیا، الحمد للہ عبادت میں کوئی
اشکال نہ رہا ہے۔ یہ لوگوں کو دکھانا ماہ رمضان کی بے حرمتی کے لئے نہ تھا بلکہ لوگوں مسئلہ بتانے کے لئے، کیونکہ وہاں سب ہی مسافر تھے، اس سے
معلوم ہوا کہ مسافر راستہ میں مسافروں کے ساتھ رمضان میں علائقہ کھا سکتا ہے ۳۔ بعض شارحین نے اَفْطَرُ کے معنی یہ سمجھے کہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا، اسی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ مسافر کو رمضان میں روزہ رکھ کر توڑ دینا بھی جائز ہے، مگر یہ غلط ہے، اَفْطَرُ کے وہی معنی ہیں
جو فقر نے عرض کئے، اور نہ ابھی حدیثوں میں گزر چکا کہ بعض صحابہ سفر جہاد میں روزہ کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر گئے، ان پر صحابہ نے سایہ تو کیا مگر حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزہ توڑنے کی اجازت نہ دی ۴۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے، ۲۔ رمضان ۸۔ میں بعد عصر مدینہ منورہ
سے روانہ ہوئے (مرقات) اور بیس رمضان کو مکہ معظمہ فتح ہوا، بعض مورخین نے دسویں رمضان کو روانگی بیان کی ہے : ۵۔ بعض شیعہ سفر میں روزہ
مطلقاً ناجائز کہتے ہیں، اور اس قول کو سیدنا عبد اللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں، حضرت ابن عباس کا قول وہ ہے جو یہاں
منقول ہوا : ۶۔ اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سرکار نے اُس دن روزہ رکھا ہی نہ تھا اس کا اظہار عصر کے بعد اس طرح کیا، یہ
مطلب نہیں ہے کہ روزہ رکھ کر توڑ دیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم : یہ پانی پینا ایک مسئلہ شرعیہ کی عمل تبلیغ تھی نہ کہ ماہ رمضان کی بے حرمتی، ۷۔ یہ انس
ابن مالک وہ مشہور انس نہیں جو ابو طلحہ انصاری کے سوتیلے بیٹے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں، وہ قرآن انصاری بخاری خزرجی ہیں بہت

أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ: وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لِحُجْوَةٍ تَأْوِي إِلَى شَيْعٍ فَلْيَصُومْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ جَابِرِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُدَاعَ الْغَيْمِمْ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتَّى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيلَ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ إِنَّ

ابو داؤد، ترمذی، ابْن ماجہ روایت ہے حضرت سلمہ بن محبق سے کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے پاس سواری ہو جائے بحالت سہری منزل تک پہنچا دے اسے وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے اسے راہرواؤد اس کے تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے وہ تو روزے رکھتے تھے کہ کراع الغیمم پہنچ گئے کہ لوگ بھی روزہ دار رہے پھر حضور نے پانی کا پیالہ منگایا اسے اٹھایا تھے کہ آپ کو لوگوں نے دیکھا پھر پیالہ اس کے بعد حضور سے عرض کیا گیا کہ

یہی احادیث کے راوی ہیں، بلکہ یہ انس ابن مالک عبد اللہ ابن کعب کی اولاد سے ہیں، اسی لئے کعبی کہلاتے ہیں، ان سے بہت ہی کم احادیث یعنی صرف یہ ہی مروی ہے (مرقات) اشعة اللغات میں فرمایا کہ جس صحابہ کے نام انس ہیں، جن میں سے دد کے نام انس ابن مالک ہیں، ایک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص بہت سی احادیث کے راوی، دوسرے یہ، ان کا قیام بصرہ میں رہا ہے اس طرح کہ ماضی پر نماز میں قصر واجب ہے، صرف جائز نہیں، جیسا کہ ہم سافر کے باب میں ثابت کر چکے ہیں، اور اپنی کتاب جوار الحق حصہ دوم میں بہت دلائل سے بیان کر چکے ہیں ۹ یعنی ان تین شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہو چکا ہے، اگر چائیں تو قضا کر دیں، خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضا ہی واجب ہے، وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے، یہ دونوں اس حکم میں سافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں عورتوں کو قضا کی اجازت جب ہے جبکہ انہیں روزہ سے اپنے بچہ پر خوف ہوا، اشعہ فرمایا کہ مالہ عورت جبکہ بچہ دودھ پیتا ہو وہ بچہ کے لئے دودھ پلائی رکھے اور خود روزہ رکھے کہ آپ خود بھی صحابی ہیں، اور آپ کے بیٹے سنان ابن سلمہ بھی صحابی، سنان بڑے پہلوان تھے، بہت سے غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، یعنی آرام و آسائش سے منزل پر افطار سے پہلے پہنچ جائے یا اس کا سامان خورد و نوش ساتھ ہو، تو وہ سفر میں روزہ قضا نہ کرے بلکہ تمام مسلمانوں کی موافقت میں روزہ رکھے، ۱۰ یہ حکم استحبالی ہے یعنی آرام کے سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے، قضا کر دینا مناسب نہیں آج کل ریل و موٹر کے سفر میں تو بہت آسانیاں ہیں، ان سفر میں روزہ رکھنا ہی اچھا ہے ۱۱ اس حدیث کی اسناد میں عبد الصمد ابن حبیب از دی ہے، اکثر محدثین کے ہاں قوی نہیں ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، مگر فضائل اعمال میں حدیث صحیح قبول ہے جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا، یہاں بھی فضیلت عمل ہی کا ذکر ہے یعنی آسان سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے لہذا قبول ہے، ۱۲ فتح مکہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی بھی رمضان میں اور فتح فرمانا بھی رمضان میں، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ۱۳ یہ مشہور ہے کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے، عسفان سے تین

بَعْضُ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ أَوْلَيْكَ الْعَصَا أَوْلَيْكَ الْعَصَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَائِمٌ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ
كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ حَزْزَةَ بْنِ عَدْرِوَالْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِنِّي أَجِدُنِي قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَى جُنَاحٍ قَالَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنْ

بعض لوگوں نے روزہ رکھ لیا ہے یہ فرمایا یہ لوگ گنہگار ہیں یہ اسلم روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہے جیسے گھر میں افطار کرنے والا ہے (ابن ماجہ روایت ہے حضرت
حزہ ابن عمرو اسے سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے اندر سفر میں روزہ کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ ہے فرمایا وہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے رخصت

میل نامہ پر چڑھ کر اس جنگل کا نقشہ بکری کی پنڈلی کی طرح ہے اسے اسے کراخ کہا جاتا ہے، غنیمت جتنی بکری کی پنڈلی کے نمونہ کا جنگل ہے کہ
یعنی آج تک روزہ رکھا، آج سے افطار شروع فرمایا، یہ مطلب نہیں کہ آج روزہ رکھ کر توڑ دیا، جیسا کہ ظاہر ہے۔

اسے یعنی صحابہ کرام میں سے بعض نے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر عمل کر کے روزہ نہیں رکھا ہے، اور بعض نے اس خیال سے رکھ لیا ہے۔
کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے، وہ یہ سمجھ سکے کہ اس سفر میں اب سے روزہ نہ رکھنا سنت اور روزہ رکھنا خلاف سنت ہے، غرض کہ ان سے خطائے
اجتناد ہی واقع ہوئی ہے اس جملہ کی تکرار تاکید بلکہ تغلیظ کے لئے ہے، یعنی یہ لوگ یقیناً سخت گنہگار ہیں دوجہ سے: (۱) ایک یہ کہ میری موجودگی
میں انہیں اجتہاد نہ کرنا چاہیے تھا، بلکہ براہ راست مجھ سے مسئلہ پوچھ لینا چاہیے تھا، کیونکہ اجتہاد حدیث نہ مل سکے پر ہوتا ہے (۲) دوسرے
یہ کہ آج سے روزہ نہ رکھنا میری سنت ہو چکا تھا، لہذا ان کا روزہ رکھنا خلاف سنت ہوا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے، فقیر کی اس
تقریر سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ صحابہ کرام تو فسق سے پاک ہیں پھر وہ حضرات یہ گناہ کیسے کر بیٹھے، کیونکہ ان بزرگوں نے نہ تو گناہ کی نیت سے یہ کام
کیا تھا، نہ بعد میں اس پر تائب رہے، اور فسق کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہیں، اور یہ اعتراض بھی اٹھ گیا، کہ خطائے اجتہاد پر پکڑ نہیں، اور
نہ وہ گناہ ہے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گنہگار کیوں فرمایا، کیونکہ سرکار نے اپنی موجودگی میں ان کے اجتہاد کو گناہ قرار دیا، کہ
انہیں مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا، یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اس پر وہ حضرات گنہگار کیوں ہو گئے، کیونکہ اس وقت سے
افطار کرنا سنت ہو چکا تھا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے خیال ہے کہ عدم سنت اور ہے، اور مخالفت سنت کچھ اور اس وقت سے معلوم
ہوا کہ روزہ نماز بذات خود ثواب کا باعث نہیں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ثواب کا باعث ہے، جو عبادت ان کی اتباع سے خالی ہو
جائے وہ گناہ بن جاتی ہے، عید کے دن کا روزہ سورج نکلنے ڈوبنے نماز پر حنا منع ہے، ایسے ہی اب ان کے لئے روزہ گناہ ہو گیا، حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کر جانے پر مکہ معظمہ میں رہنا گناہ ہو گیا تھا، لہذا یہاں السفر میں الف لام عندی ہے اور اس سے وہ سفر
مراد ہے جس میں روزہ ہلاکت یا سخت تکلیف کا باعث ہو، یا وہ سفر جہاد مراد ہے جس میں روزہ دار بجائے جہاد کرنے کے دوسرے غازیوں پر بوجھ
بن جائے، لہذا یہ حدیث سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث کے خلاف نہیں، یعنی ایسا سفر میں روزہ رکھنے سے ایسا ہی گنہگار ہو گا جیسے

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَمِنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ وَآدَمُ وَسَلَّمَ
بَابُ الْقَضَاءِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ عَلَى الصَّوْمِ
رَمَضَانَ فَمَا اسْتَطِيعَ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ قَالَ يُحْيِي بْنُ سَعِيدٍ تَعْنِي الشَّغْلَ
مِنَ النَّبِيِّ أَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَرَوْجَهَا شَاهِدًا إِلَّا بِإِذْنِهِ

ہے جو اسے قبول کرے تو اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر گناہ نہیں ہے۔ (مسلم) باب روزہ کی قضا کے پہلی فصل: روایت صحیحہ
عائشہ سے فرماتی ہیں مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے سوائے شعبان کے قضا نہ کر سکتی تھی۔ (مسلم) صحیحی ابن سعید نے فرمایا آپ کی
مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغولیت ہے۔ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو نہ تو یہ درست ہے کہ جب اس کا خاندان موجود ہو تو اس کی بغیر اجازت روزہ رکھے۔ (مسلم)

غیر مسافر گھر میں رہ کر یا غیر روزہ نہ رکھنے پر گناہ ہوتا ہے۔ (مسلم) یہ حدیث کہ سب سے احادیث کی تفسیر ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے کی بھی اجازت ہے اور نہ رکھنے
کی بھی: یہاں ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنا بہتر رکھنا خلاف اولیٰ، کیونکہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کو حسن فرمایا اور
رکھنے کو لاجحاً: جواب یہ ہے کہ عرب کے سفر خصوصاً گرمی کے موسم کے عموماً دشوار ہوتے تھے اور ان میں روزہ سخت تکلیف کا باعث بعض لوگ
اندازہ میں غلطی کر کے روزہ رکھ جاتے تھے اور پھر بڑی مشقت بھگتتے تھے، اس لئے فرمایا گیا کہ ان حالات میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر، لہذا یہ حدیث
اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزے کو افضل قرار دیا گیا، اور نہ عام حالات میں بحالت سفر روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے۔ (مسلم) ظاہر یہ ہی ہے کہ
قضاء سے روزوں کی قضا مراد ہے جیسا کہ اس موقع سے اور آئندہ حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے خیال ہے کہ ہر عبادت کی قضا بہت جلد کر لینا چاہیے
کیونکہ موت کی خبر نہیں آتی کہ اگر حالئذ یا مسافر کے پانچ روزے قضا ہو گئے، پھر حالئذ پاک ہونے اور مسافر گھر آنے کے تین دن بعد فوت ہو گئے
تو ان تین دن کی پکڑ میں آجائیں گے رب کی پناہ۔ (مسلم) جو نسائی عوارض یا بیماری کی وجہ سے رہ جاتے تھے پہلے سے زیادہ مناسب ہیں: (مسلم)
یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حیات شریف میں رمضان گئے روزوں کی قضا شعبان سے پہلے نہ کر سکتی تھی، شعبان میں قضا کرتی تھی، اگر
وہ آخری مہینہ ہوتا تھا جس کے بعد دوسرا رمضان ہوتا تھا، یا ماہ شعبان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر روزے رکھتے تھے، اس لئے
میں فرغت پالیتی تھی، (مسلم) اس جملہ کا مطلب دس ماہ میں ہر وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہتی تھی کہ نہ معلوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے کس وقت شرفِ قربت عنایت فرمائیں گے روزہ قضا نہ کر لیتی تھی معلوم ہو رہا ہے کہ ام المؤمنین ان دس ماہ میں نفلی روزے بھی نہ رکھتی تھیں جب فرض قضا نہ کر سکتی تھیں تو
نفلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس حدیث چہذ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کا بارگاہی دن میں دوسری عورت سمجھ کر کہے کیونکہ باری تعالیٰ کے قیام
کی مول ہے نہ کہ صحبت کی دوسری کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے

وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ أَنَّهَا قَالَتْ
لِعَائِشَةَ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا يَقْضِي الصَّلَاةَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ
يُصِيبُنَا ذَلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْ وَلِيِّهِ

نہ یہ اس کی بلا اجازت اس کے گھر میں کسی کو آنے سے منع نہ ہو۔ روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ عائشہ کا کیا حال ہے کہ وہ روزہ تو قضا کرتی اور نماز قضا نہیں کرتی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ عارضہ ہم کو آتا تھا تو ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ اس روایت سے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مر گیا اور اس پر روزے تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے ادا کرے گا۔

نفل روزے نہ رکھتی تھیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر روزہ دار رہتی تھیں، ہمیں یہ کلام المؤمنین کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتا دینے سے معلوم تھا کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں وفات نہ پاؤں گی، اگر آپ کو اپنی وفات کا ہر دم منہ رہتا، تو آپ پر قضا بہت جلد کا ضروری ہوتا جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ہونے پر پہلے سال حج نہ کیا، کیونکہ آپ کو اپنی زندگی کا یقین تھا، ہم پر حج فرض ہوتے ہی کر لینا ضروری تھا، تاخیر گناہ ہے، چرکتے یہ کہ ایک سال کے رمضان کی قضا دوسرے رمضان آنے سے پہلے ضرور کر لینا چاہیے شعبان میں ضروری کر لے۔ یعنی خاوند جب گھر پر ہو تو اس کی ہر سبکی یا عرونی اجازت کے بغیر نفل روزے رکھے۔ نفل احتکاف کرے، کیونکہ مرد کو دن میں صحبت کرنے کا حق ہے اور اس کا روزہ یا احتکاف اس حق کو روک دینا گناہ لہذا حق والے سے اجازت لے لے، اس حکم سے نذر نفلین در رمضان کے روزے علیحدہ ہیں کہ وہ حق شرع ہیں، اگر عورت بغیر خاوند کی اجازت نفل روزہ رکھ لیا تو وہ اس سے توبہ و اگر صحبت کر سکتا ہے جس کی قضا واجب ہوگی، اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث باب القضاء میں لائے: فقیر کا اس تقریر سے بہت اعتراضات اٹھ گئے، حدیث واضح ہو گئی، خیال ہے کہ عورت کو نفل نماز سے منع نہیں فرمایا گیا، کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں ہو جاتی ہے اس خاوند کا حق صحبت نہیں مارا جاتا۔

۱۔ یعنی خاوند کی ناراضگی پر کسی مرد و عورت، اجنبی یا قریبی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، فقہاء فرماتے ہیں کہ خاوند عورت کو اس کے ماں باپ سے ملنے سے نہیں روک سکتا، ماں انہیں اپنے گھر میں آنے سے روک سکتا ہے، عورت وہاں جا کر ملے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲۔ یعنی نماز بھی فرض ہے روزہ بھی فرض، اور حیض و نفاس دونوں سے مانع، پھر نماز کی قضا کیوں ہوتی ہے اور روزے کی کیوں نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں پہنچنا ہر انہیں، ہاں احکام شرعیہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے، فقیر نے ایک کتاب لکھی اسرار الاحکام، اس میں احکام شریعت و طریقت کی عقلی حکمتیں بیان کی ہیں ۳۔ سبحان اللہ کیا ایمان افراد جواب ہے کہ مجھے عقلی حکمتوں سے غرض نہیں، ہم تو حکم کے تابع ہیں چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی قضا کا حکم دیا، نماز کی قضا کا نہیں دیا، اس لئے یہ فرق ہو گیا، ہمیں عقلی حکمتوں سے کیا غرض، بیمار طبیب کے نسخے پینے کی کوشش کرتا ہے، دواؤں کے اوزان سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتا، فقہاء فرماتے ہیں کہ روزے کی قضا میں ندرت ہے کہ سال میں سات آٹھ روزے قضا کرنے پڑتے ہیں اس لئے اس میں دشواری نہیں، اور فضلے نماز میں کثرت ہے کہ ہر مہینہ سات آٹھ دن کی دن پانچ نمازیں قضا کرنی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْيُطْعِمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِنْكُمْ يَنْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مُوقُوفٌ عَلَى ابْنِ عُمَرَ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ مَالِكٍ بَلَّغَهُ أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَسْأَلُ هَلْ يَصُومُ أَحَدٌ أَوْ يَصِلِي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ فَيَقُولُ لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يَصِلِي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ رَوَاهُ فِي الْمُوطَأِ

مسلم بخاری اور دوسری فصل: روایت ہے حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو مر جائے اور اس پر ماہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھلا دیا جائے اسے روزہ کی اور ترمذی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے ۲ تیسری فصل روایت ہے حضرت مالک انہیں روایت پہنچی کہ حضرت عمر سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے یا نماز پڑھے دے تو فرماتے تھے کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے ۳ (موطا)

پڑتیں یعنی چالیس بلکہ بعض کو پچاس نمازیں اس میں بہت دشواری ہوتی، اسلئے نمازوں کی قضا نہیں، روزوں کی ہے، واللہ ورسولہ اعلم ۴ یعنی جس شخص پر رمضان یا نذر کا روزہ قضا ہو گیا، پھر اسے قضا کرنے کا موقع ملا، مگر قضا نہ کیا کہ مر گیا، تو اس کا ولی وارث اس کی طرف روزہ ادا کرے، امام احمد کے ہاں اس طرح کہ روزے رکھنے، اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس طرح کہ روزوں کا فدیہ دیدے چند وجوہ سے ایک یہ کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ مُسْكِينٍ۔ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں اُن پر فدیہ ہے اور میت بھی اب طاقت نہیں رکھتا، دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں صراحت دار و مہمور کہ الا لا يصوم من احد عن احد ولا يصلمن احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے جیسا کہ آگے آ رہا ہے، تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتوہ ہے یہ کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جائے روزہ رکھنا نہ جائے، دیکھو مرقات: چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بمقابلہ روزہ زیادہ اہم و ضروری ہے مگر میت کی طرف کوئی نماز نہیں پڑھتا تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے محض بدنی عبادت خود ہی کنی پڑتی ہے دوسرے نہیں کہ انی جاتی ۵ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں ولی کے روزہ رکھنے سے مراد حکمی روزہ تھا یعنی اولے فدیہ، فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کی نمازوں کا بھی فدیہ دے دیا جائے، کیونکہ نماز روزے سے زیادہ اہم ہے، حیلہ استقاط کا اصل یہ حدیث ہے اس حیلہ کی تحقیق ہماری کتاب جامع التوحید حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے ۶ ۷ اگرچہ حدیث موقوف ہی صحیح ہے، مگر یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو عقل سے خارج ہوں وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں، کہ صحابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی یہ فرمایا ہے عقل کی اس میں گنجائش نہیں ۸ اس حدیث کی تائید آیات قرآنیہ کر رہی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ جن سے معلوم ہوا کہ سب سے اور کسب یعنی بدنی عبادت خود بندے ہی کو کرنا ہوں گی، دوسرے نہیں کہ اسکتا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں یا بعد موت کوئی شخص کسی کی طرف سے محض بدنی عبادتیں روزہ نماز وغیرہ نہیں ادا کر سکتا: نسائی شریف میں حضرت ابن عباس

بَابُ حَيَامِ التَّطَوُّعِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتَمَلَ حَيَامَ شَهْرِ قَطْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُ فِي شَهْرِ أَكْثَرِ مِنْهُ حَيَامًا فِي شَعْبَانَ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا عَلِمْتُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ إِلَّا رَمَضَانَ

باب نفل روزے: پہلی فصل روایہ حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے رہتے تھے کہ ہم کہتے افطار نہ کریں اور افطار کرتے رہتے تھے کہ ہم کہتے روزے نہ رکھیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ سوائے رمضان کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں نہ اور میں حضور کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھتے نہ دیکھا نہ ایک نایت میں یوں فرماتی ہیں کہ قریباً سائے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور بحر تھوڑے دنوں کے سائے شعبان کے روزے رکھتے تھے کہ مسلم بخاری روایت حضرت عبداللہ بن شقیق سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کے پورے روزے بھی رکھتے تھے ۵۵ بولیں مجھے خبر نہیں کہ رمضان کے سوا کسی اور پورے مہینے کے

سے بعینہ یہ فترے نفل فرمایا عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے یہ قول نقل کیا، ام مالک نے فرمایا کہ میں نے کسی صحابی یا تابعی کے متعلق یہ نہ سنا کہ کسی نے کسی کی طرف سے نماز یا روزہ ادا کر دینے کی اجازت دی ہو یہ گفتگو نماز و روزے میں نیابت کے متعلق ہے، رہا ان عبادات کا ثواب بخشنا، وہ باتفاق اہل سنت ہاں کل جائز ہے مرقعات، اس کی تحقیق ہماری کتاب جوار الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے، ۵۶ تلووع، طوع سے بنا بھی بغیر خوشی، رب تعالیٰ فرماتا ہے قالوا قالوا اتبعنا طائفین نفل عبادات کو تطوع اس لئے کہنا ہوتا ہے، کہ بندہ وہ کام اپنی خوشی سے کرتا ہے، رب تعالیٰ نے اس پر فرض نہ کیا، یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں مسلسل اتنے روزے رکھتے کہ ہم گمان کرتے یا اسے مخاطب تو گمان کرتا کہ آپ اس ماہ بائیں افطار نہ کریں گے، اور کسی مہینہ میں مسلسل اتنا افطار نہ کرتے کہ معلوم ہوتا اس مہینہ میں آپ روزہ کوئی نہ رکھیں گے، مگر روزہ نفل میں آپ ہمیشگی نہ کرتے تھے، ۵۷ یہ کلی حکم ہے جس کوئی مہینہ مستثنیٰ نہیں، کہ مکرر صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینہ کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے، ۵۸ یعنی آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے فرد روز رکھتے تھے۔ مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے فی شہرہ اکثر کی تفسیر سے حال ہے، اور فی شعبان جنتہ کی تفسیر سے حال، یا یہ دونوں طرف ہیں، ۵۹ اس عبادت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر سے، یعنی کل شعبان سے مراد قریباً کل ہے، چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لئے وہ بھی حرمت والہ ہے، نیز اس مہینہ میں رضائی عبادات کی تیاری کرنا چاہیے، اس لئے اس ماہ میں نفل نماز و روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے، ۶۰ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ خصوصیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمد و سحر از حق ہیں، اور آپ کے ہر حال پر نگاہ رکھتی تھیں، ساتھ ہی بڑی فقیہہ و عالمہ بھی تھیں، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونی و بیرونی حالات زیادہ تر آپ ہی سے پوچھے جاتے تھے۔

وَلَا افْطَرَّةَ كُلَّهُ حَتَّى يَصُومَ مِنْهُ حَتَّى يَسْبِيْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْسَالُ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا
فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ مِنْ سَرِّ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا افْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ
رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ

روزے رکھے ہوں یا کسی مہینہ کا پورا افطار کیا ہو ہر مہینہ میں کچھ روزے کئے تھے اے عے کہ اپنے راہ تشریف کے لئے مسلم اور ابی حضرت عمران بن
حصین وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یا کسی اور سے پوچھا اور عمران سن رہے تھے تو حضور نے فرمایا
اے ابوفلان کیا تم نے آخر ماہ شعبان کے روزے نہ رکھے تھے وہ بولے نہیں فرمایا جب یہ روزے رکھ چکو تو دو دن روزے رکھ لینا (مسلم بخاری) روایت
حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان کے بعد افضل روزے اشہد کہ مہینہ محرم کے ہیں ۵ اور فرض
کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے ۱۷

۱۷ تھے یَقْتَضِی میں حَتَّى جیسے کے ہے یعنی کسی مہینہ میں سارا افطار اسے نہ کیا، تاکہ ہر ماہ میں بعض دن روزے رکھنا سنت ہوں اور جو رکھا ہے کہ حَتَّى انتہائے غایت
کا ہو مگر اس میں بہت تکلیف ہے (مرقات) ۱۷ یہ حَتَّى تینوں جملوں کی انتہا ہے اور اپنی راہ تشریف لے جانے سے مراد وفات پا جانا ہے ۱۷ سر راہ اولیٰ مہینہ کے
اول دنوں کو بھی کہتے ہیں اور میان کو بھی ودا آخر کو بھی، مگر زیادہ آخری رات کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں چاند بالکل چھپا ہوتا ہے بعض لوگوں نے یہاں دل یا دھیانی مہینہ مراد
لیا ہے کیونکہ شعبان کی آخری تاریخ میں روزہ منع ہے جیسا کہ گذر چکا مگر لغات، اشعۃ اللمعات و مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں آخری کے معنی ہی میں ہے یہ صاحب ہر مہینہ کے
آخر روزہ رکھنے کے مادی تھے یا اسکی منت مان چکے تھے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سن کر انوں شعبان کے آخر میں روزہ نہ رکھا، تب حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ فرمایا کہ ۱۷ یعنی ہماری ممانعت ان لوگوں کے لئے ہے جو صرف شعبان کے آخر میں روزے رکھیں، تم جو ہر ماہ کے آخر میں دو روزہ رکھو مادی ہو یا مذہبی ان پچھلے
ہو اسلئے تم جو عید کے عوض دو روزہ رکھ لینا (لمعات و مرقات) اس شرح سے حدیث بالکل واضح ہو گئی اور اس پر کوئی اعتراض نہ ہوا ۱۷ ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد
عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم، ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع ہوا ہے اور عاشورہ
میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں، آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت نوح علیہ السلام کی کشتی کا جو دی پہاڑ پر پھرتا یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا
فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، لہذا میں شہادت اہم حضرات اور قیامت کا
آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اسلئے اسے محرم کو اشہد کہ مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ، کہ جس اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا
جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے، لہذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارہویں، رجب کی ستائیسویں افضل
تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت ہے: یہ حدیث جتنے صوفیاء و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے، صوفیائے

مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَدَّثُ صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرُ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ قَالَ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ يَوْمَ يُعْظَمُ إِلَهُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول، روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ آپ کسی دن کے روزوں کو دوسرے دنوں پر بزرگی دے کر تلاش کرتے ہوں اے سوائے اسی دن یعنی عاشوراء کے دن اور اسی مہینہ یعنی ماہ رمضان کے ۲۷ (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا ۳۷ تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دن ہے جس کی یہود و عیسائی تعظیم کرتے ہیں ۳۸ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کرام بہت سے اعمال کی زکوٰۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں، اسکی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے ۳۹ فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنی مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض، وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے، کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب رہے نماز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدُوا لِلَّهِ فَالِقَ الْإِصْدَاقِ الَّذِي جَاءَ بِالنُّجُومِ وَأَمَّا مَا فِي رِجَالِهِمْ فَأُولَٰئِكَ يَفْتَرُونَ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدُوا لِلَّهِ فَالِقَ الْإِصْدَاقِ الَّذِي جَاءَ بِالنُّجُومِ وَأَمَّا مَا فِي رِجَالِهِمْ فَأُولَٰئِكَ يَفْتَرُونَ کے بڑے فضائل بیان فرمائے تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا وغيرہ فقر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے، اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا کرے، انشاء اللہ وہ بہت کچھ ملیگا ۴۰ یعنی اسکو بہت بہتر بھی سمجھتے ہوں اور بیان اللہ سے اس کی جستجو بھی کرتے ہوں اور سال بھر تک اس کا انتظار فرماتے ہوں یعنی آپ کا انتظار اور تلاش کرنا اتفاقاً تھا بلکہ ان کو سب افضل بیان کرتا تھا ۴۱ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنوں میں عاشورہ کے دن کو بہت افضل جانتے تھے اور مہینوں میں رمضان کے مہینہ کو عاشورہ کے فضیلت کے وجہ ابھی عرض کئے گئے، ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے اس میں شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس کا آخری عشرہ اعتکان کا زمانہ ہے، اس مہینہ میں جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دود فرمایا کرتے تھے، نیز اس مہینہ میں دوزخ بند رستی ہے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں شیطان قید ہو جاتے ہیں اسلئے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے، خیال رہے کہ قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور ہجرت سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا ہجرت کے بعد اسلام میں اس دن کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان کی فرضیت سے اس روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر سنیت اور استحباب اب بھی باقی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ صوم عاشورہ کا افضل اور پرمعروفہ کا افضل یعنی نویں ذی الحجہ کہ وہ حج کا دن ہے لہذا یہ حدیث مؤلفہ کی فضیلت کی حدیث کے خلاف نہیں، ۴۲ پہلے درجہ حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی، واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود مدینہ کو روزہ رکھنے پایا، ان سے اس کی وجہ پوچھی، وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے میرے علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا یَا مَعْشَرَ الْبَشَرِ إِنَّ فِي هَذَا يَوْمٍ لِّمُتَابَعَةٍ لِّمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ پھر یہود مدینہ کو روزہ رکھنے پایا، ان سے اس کی وجہ پوچھی، وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے میرے علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا یَا مَعْشَرَ الْبَشَرِ إِنَّ فِي هَذَا يَوْمٍ لِّمُتَابَعَةٍ لِّمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ پھر یہود مدینہ کو روزہ رکھنے پایا، ان سے اس کی وجہ پوچھی، وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے میرے علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا یَا مَعْشَرَ الْبَشَرِ إِنَّ فِي هَذَا يَوْمٍ لِّمُتَابَعَةٍ لِّمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ

وَسَلَّمَ لَنْ يَبْقِيَتْ إِلَى قَابِلٍ لِأَصُومَتِ الْمَتَّاسِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأُرْسِلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحٍ لَبَنٍ وَهُوَ وَقِفٌ عَلَى بَعِيرٍ يَعْرِفُ فَشَرِبَ مُتَّفِقِينَ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اگر ہم سال آئندہ زندہ رہے تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے (۱) روایت ہے حضرت ام الفضل بنت حارث سے کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفة کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق گفتگو کی بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار نہیں (۲) تو ام الفضل نے ایک پیالہ دودھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا جبکہ آپ عرفات میں اپنے اونٹ پر قیام فرماتے تو آپ نے پیالہ (۳) رسول بخاری روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ

استجاباً خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے، تب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے (۴) لہذا اگر ہم بھی ماشوے کی تعظیم کرینگے تو اہل کتاب سے شبہت ہو جائیگی، اور کفار سے شبہت اسلام میں حرام ہے، یہ عرض معروض شدہ میں ہوئی (مرقات) (۵) یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت اس طرح پنج جائیں گے کہ وہ صرف عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھ کر دو کر یا کرینگے، یعنی مشابہت خوف سے نیکی بندہ کرینگے، بلکہ اس میں زیادتی کر کے فرق کر دیا کرینگے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما رہے، بلکہ اسی سال ربیع الاول میں وفات پا گئے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشوے کے دو روزے رکھے، سنت قولی تو مراحہ ہے اور سنت فعلی ارادہ، اس حدیث چہرے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے، نماز پنجگانہ کی رکعتیں بقرعید کی نماز و قربانی اور حج کے سائے ارکان یادگار انبیاء میں ہیں (علیہم السلام) دیکھو ہماری کتاب جبار المحی حقہ اول لہذا موس، میلاد شریف، گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الہی احکام کے مالک و مختار ہیں، عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہو گیا، اور جب چاہا مستحب رہ گیا، تیسرے یہ کہ حدیث قرآن سے مندرج ہو سکتی ہے، دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ و مضان سے موات قرآن سے ثابت ہے: چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ بدہ نہیں ملکہ بڑی باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے، جسے اسلام نے ان کا قوی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو، تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے، دیکھو شدہ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماشوے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابہ کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کیا، پانچویں یہ کہ تھوڑے فرق سے تشبہ ٹھ جاتا ہے، تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں، جو میلاد شریف کو کنسیہ جہنم سے اور نیاز فاسحہ کو کن گتوں سے تشبیہ دیکر حرام کہتے ہیں، اللہ سچی سمجھ عطا فرمائے: چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا، کہ اس سال ہو جائیگی، اسی لئے عرفہ اس موقع پر اگر فرمایا: یہ اگر اپنے شک کے لئے نہیں ملکہ اور دن کو شک میں کھنے کے لئے ہے جیسے اب تمنا فرماتا ہے ان یعلم اللہ فی قلوبہم خیراً (۶) آپ کا نام بابا ہے حضرت عباس کی بیوی عبداللہ ابن عباس وفضل ابن عباس کی والدہ ہیں، ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن ہیں آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے (۷) یہ واقعہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہوا جب حضور انور صلی اللہ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطْرًا وَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُومُ فغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ غَضَبَهُ قَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ فَجَعَلَ عُمَرُ يَرْكَبُ هَذَا الْكَلَامَ حَتَّى سَكَنَ غَضَبُ فَقَالَ

علیہ وسلم کو بقرعید کے عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہ دیکھا ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے ۲۔ جب حضرت عمرؓ نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی پوہیت اسلام کے دین مونے اور محمد مصطفیٰ کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۳۔ حضرت عمرؓ یہ بار بار کہتے رہے تھے کہ حضورؐ کی ناراضی جاتی رہی لہٰذا پھر حضرت

وسلم عزرات میں قیام فرماتے، خیال ہے کہ یہاں صیام صمد ہے جمع نہیں، جیسے قیام کبھی صمد ہوتا ہے کبھی جمع، صیام صوم کی جمع بھی آتی ہے اور صائم کی بھی اور صمد بھی ۴۔ سبحان اللہ! الفضل کی فراست پر قربان جاؤں کہ اپنے نہایت آسانی سے ان کا جھگڑا ختم کر دیا اور دودھ بھیجا، کیونکہ وہ حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ مغرب تھا، فقدا فرماتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ غیر حاجی کے لئے سنت ہے حاجی کے لئے سنت نہیں، بلکہ ایسے کمزور کو جو روزہ رکھ کر ارکان حج ادا نہ کر سکے مکروہ ہے اور حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر دودھ پینا اسی کے اظہار کے لئے تھا ۵۔ اس میں ام المؤمنین اپنے علم کی نفی کر رہی ہیں نہ کہ اصل روزے کی، لہٰذا یہ حدیث نسائی کی اس روایت خلاف نہیں کہ آپؐ نویں بقرعید کو روزہ رکھتے تھے، نیز سرکارؐ نے فرمایا کہ بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے، اہم غزالی فرماتے ہیں کہ بعد رمضان بقرعید کے پہلے عشرے کی عزت ہے خیال ہے کہ اگر نفی اور ثبوت کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت والی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے (مرقات) ۶۔ چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی، ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے سائل کو چاہیے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے بارے میں، انہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں، دوسرے یہ کہ حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کریہ مختلف تھے، آپؐ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم، تو جواب دشوار تھا، تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو ان پر آسانی ہے چرتے تھے یہ کہ حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق اذواج اور سلطنت کے انتظام مہمانوں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے، جس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے، پانچویں یہ کہ حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوشی اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا، ممکن تھا کہ وہ سائل حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا، جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سن کر انہیں کم جانا اور فرقات و شذوذ و لمعات ۷۔ ۳۔ یعنی میں سائے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیان سرزد ہو جاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپؐ کے مراتب کا انکار ہے بلکہ محض درباری آداب سے ناواقفیت کی بنا پر ہے، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا اللہ

سرکار ہم گنواؤں میں طرنا دہ کساں ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

۱۔ ایسا شخص ہمیشہ دن میں کھانے سے محروم رہا اور دوزخ کا ثواب بھی نہ پاسکا، کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے، وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ گیا، لگاتار عوام یا یہ حکم اسکے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو، بہت مشقت اٹھا کر اور نقص کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے، اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کر سکے، لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں کہ حضرت ابوطحہ انصاری اور حمزہ ابن عمر واسلمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سوا ہمیشہ روزے رکھتے تھے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا، نیز یہی شریف میں ہے کہ ہمیشہ روزے رکھے، اُس پر دوزخ ایسی تنگ ہو جائیگی، جیسے تڑے کامہ کہ کھلے کی انگلی کا کاندہ، انگوٹھے کی جرد میں لگا دیا جائے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ ایسے عادی ہو جائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف محسوس نہ ہو (ملعات و مرقات) لہذا امام اعظم ابو حنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس کتاب کی زد میں نہیں آتا، بلکہ یعنی عام لوگوں پر یہ بھی دشوار ہے اس کے بھی لوگوں کے سارے کاروبار بند ہو جائیں گے، اس جواب معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کی کمزوری ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اسکے لئے وہی افضل ہے ۳۔ یعنی آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے یہ بہتر طریقہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اس طرح روزے رکھ گئے، دوسرے نسخے زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے، اور دوسری حدیثیں پہلے معنی کی تائید کرتی ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہتر ہے روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کر دو جو تمہیں علم سے نہ روکے، اور علم میں اتنے مشغول ہونا جو تمہیں اعمال سے نہ روکے، درمیانی خیال اچھی ہے یعنی نبرد پر امت کا بلوچہ ازواج کے حقوق، مملکت کے انتظامات نہ ہوتے، تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا، اگر میں ایسے روزے رکھنے لگوں، تو کمزور مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں جس سے اُن کے کاروبار بند ہو جائیں گے، یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقعہ پانا ہے لہذا یہ

مجلس
العلماء
بدمشق

مِنْ كُلِّ شَهْرٍ رَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ فَبُذِلَ أَصْيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صِيَامُ يَوْمٍ عُرِفَ أَحْتِسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَصِيَامُ يَوْمٍ عَرَا شَوْمَاءُ أَحْتِسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْإِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيهِ وَلِدَاتُ فِيهِ أَنْزَلَ عَلَى رَأْوَاهُ

تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں۔ عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جائے۔ ۱۰ اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنائے۔ ۱۱ مسلم نے روایت ہے کہ انہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر روزے کے متعلق پوچھا گیا کہ تو فرمایا کہ اس دن میں ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر قرآن آنا گیا۔ ۱۲

حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی، پھر بھی صحابہ کو اس سے منع فرما دیا۔ لہذا اس عبادت سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کمزور تھے، اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام حضرت بایزید بسطامی نے ایک بار تین سال تک پانی نہ پیا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے ایک بار اسی دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا، یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدیق لانا فاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا ہے کہ ہر مہینہ کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تاریخ کے روزے رکھ لے جائیں، اور پندرہویں ماہ رمضان کے روزے رکھ جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَنَا بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أََمْثَالِهَا جب ایک کا دس ملتا ہے تو انشاء اللہ تین روزوں میں تیس کا ثواب ملے گا، اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہو جائیں گے، یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقہ سے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عرض کیا جا چکا کہ یہ صیام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنی ذی الحجہ کی تو تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صیغہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہ صیغہ نہ ہوں، تو درجے بلند کر دیتا ہے گناہ کبیرہ یعنی توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے: بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنی یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لئے ہے حاجی کے لئے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے: ۱۳ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے نویں بقرعید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور عرفہ کا روزہ دو سال کا، مگر عاشورے کا دن عرفہ کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے، لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی ہے: ۱۴ یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے، یا یہ کہ یا رسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے (مرقات و لمعات) ۱۵ یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں، ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزولِ قرآن کی ابتداء کہ فاحرا میں پہلی وحی (تکوین) یا شیخ آلائیہ پیر کے دن ہی آئی، لہذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے: اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہو جاتے ہیں (مرقات) دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

میرزا
روزہ

عبداللہ
علیہ السلام
نے ۱۹
دن کو
نہ کھایا
نہ پیا

کی ولادت کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالیٰ نے صرف اس نعمت پر مومن کو اجر انعام و ثواب عظیم عطا فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِمْرًا إِقْرَبَ بِهِ قُلُوبُهُمْ عَلَى النَّاسِ عَسَىٰ أَنْ يَفْعَلَ اللَّهُ فِعْلًا بَلْ هِيَ آيَةٌ لِلْعَالَمِينَ (سورہ ابراہیم: ۱۱)۔ یہ کہ ہم واقعات کی یاد گاریں مناسبت سے ثابت ہو چکے ہیں کہ یاد گاریں کھیل کود نہ ہونا چاہیے بلکہ عبادتیں ہوں۔ اسلئے میلاد شریف، عید معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، انکی دلیل یہ حدیث بھی ہے :-

اے چری حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں، اس لئے سر کا دن کے حالات زیادہ ترام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے بحیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینوں میں مختلف روزے رکھتے تھے، کبھی زیادہ کبھی کم، اگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرہویں چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے، کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے :- اشعة اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخوں میں دشمن قول ہیں، ۱۲۔ اپنے سے نیچے راوی کو بیخبر اپنے شاگرد ابن عمرو بن ثابت کو، انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے :- ۱۳۔ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے :- ۱۴۔ کیونکہ سال میں دن تقریباً تین سو ساٹھ ہوتے ہیں، اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا، اور ہر گنا میں تیس روزے تین سو بن گئے، اور ہر چھ روزے ساٹھ ہو گئے بحیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہوا اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اسکے حاصل کرنے کے ذریعے بہت سے مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریباً تیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، یاقی انبتیں اسنادیں اسکی نہایت صحیح ہیں، چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابو ہریرہ، جابر، ثوبان، برادر ابن عازب، ابن عباس، سعد بن سعید، ابوالیوب انصاری اور حضرت عائشہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صومِ یومِ الفطرِ والنحرِ متفقٌ علیہ؛ وحدثنا قال رسولُ
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صومَ فی یومَینِ الفطرِ والأضحی متفقٌ علیہ؛ وعن
 نبیشتہ الہذلی قال قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَیامُ التَّشْرِیقِ اَیامُ أَکْلِ وَ
 شَرَبٍ وَذِکْرِ اللہِ وَآءِ مُسْلِمٍ؛ وعن ابْنِ ہُرَیْرَةَ قال قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لَا یَصُومُ أَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ یَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ یَصُومَ بَعْدَهُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ؛

صلی اللہ علیہ وسلم نے عید و قربانی کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے کہ دو دن روزہ جائز نہیں عید و بقر عید (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مجیشہ ہذلی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے تشریق کا زمانہ کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کا زمانہ ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اس کے آگے پہلے بھی روزہ رکھے (مسلم بخاری)

صدیقہ سے روایتیں ہیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے لہٰذا نحر کے دن ۷ تشریق کے سارے دن مراد ہیں، چونکہ ان میں سے اکثر میں قربانی ہوتی ہے اسلئے
 قبیلاً ان سب کو نحر کا دن فرمایا، سو میں ذی الحجہ صرف قربانی کا دن ہے، گیاہ میں بارہویں قربانی کا دن بھی ہے اور تشریق کا بھی، اور تیرہویں صرف تشریق کا دن ہے
 خلاصہ یہ ہے کہ سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے یکم شوال اور سو میں گیاہ میں بارہویں تیرہویں ذی الحجہ مسلسلہ جو شخص ان دنوں میں روزے کی نذر مان
 لے، تو دوسرے امور کے ہاں وہ نذر ہی درست نہیں، اہام اعظم کے ہاں نذر صحیح ہے مگر اس کی قضاء واجب ہے دو دن سے مراد دو قسم کے دن ہیں یا در بقر
 عید سے مراد سو میں ذی الحجہ سے مع تین دن بعد لے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے غرض کہ یہ حدیث مجمل ہے جسکی تفصیل آگے آ رہی ہے لہٰذا بقر عید
 کے تین دن بعد تک یعنی ۱۳ تاریخ تک اہل عرب قربانی کے گوشت کھاتے تھے اسلئے ان دنوں کو تشریق یعنی مکھانے اور دھوپ دکھانے کا زمانہ کہا جاتا ہے
 مطلب یہ ہے کہ یہ چار دن بندوں کی مہمانی کے ہیں جن میں رب تعالیٰ میزبان بندے مہمان اسلئے ان دنوں میں روزہ رکھنا گویا رب تعالیٰ کی دعوت انکار
 اس زمانہ میں خوب کھاؤ خوب پیو اور خوب اللہ کا ذکر کرو، یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفصیل ہے جس نے بتایا کہ وہاں بقر عید سے مراد یہ چار دن تھے
 لکھے احمد طبرانی، دارقطنی، ابن ابی شیبہ وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایتیں کیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے زمانہ میں اعلان کراتے تھے صحابہ
 نے کے بازار میں شور کرتے پھرتے تھے کہ خبردار ایام تشریق میں روزے نہ رکھنا یہ دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے ہیں ۵۵ یعنی نفلی روزہ صرف
 جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آ رہی ہے لہٰذا فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ دھام محمد کے
 ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تشریحی ہے، وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر
 اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن
 ہے روزے کا وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے، جیسے حاجی کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں، کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج

کونسل
 روزہ مال
 میں جمعہ
 تین

ایام تشریق
 کیا
 مطلب

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَلَا تَخْتَصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِيهِ صَوْمٌ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَعْدَ اللَّهِ وَجَهَدَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں شب بیداری خاص نہ کرو گے اور جمعہ کے دن کو دیگر دنوں میں روزے سے خاص نہ کرو گے مگر یہ کہ جمعہ اس تاریخ میں آجائے جس میں کوئی روزہ رکھا ہو لے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو اللہ اسے آگ سے ستر سال کی راہ دور رکھے گا لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کے کام اچھی طرح نہ کر سکے گا اشارت میں نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں، لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے، بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار سترہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہو جائے گی، واللہ اعلم۔ اے اس طرح کہ ہر رات میں عبادت کو لازم کر دیا سمجھ لو، دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو، بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں، بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو نفلی عبادتوں سے خاص کر لیں گے اس لئے اسی رات کا نام لیا گیا لے کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے، ہر عید میں روزہ رکھنا کیسا لمعات میں امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیر صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا، بلکہ بعض فقہاء ارادۃ جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں راشد، خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لئے ہے، کیوں کہ آگے ہر احسن حدیث میں آ رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے، لے (مثلاً کوئی شخص ہر گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو، اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے، اب خلاف اولیٰ بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پر کہتے ہیں، الحمد للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کر دیا، صاف بتا دیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا، بلکہ اسکی وجہ کچھ اور ہے جو پہلے عرض کی گئیں، ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا، اس کی پوری بحث اس جگہ مرقعات میں ملاحظہ فرمائیے، لے عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں چونکہ اہل عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں، اس لئے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے، روزے سے نفلی روزہ مراد ہے، اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ

کسی بزرگوار کی عید
وقت، دن وغیرہ
مقرر کرنا جائز نہیں

وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَلَمْ أَخْبَرَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتَ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِحَسْبِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنْ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنْ لِدُجِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنْ لِدُورِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَأَصَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمَ الدَّهْرِ كُفِّهِ عَنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَأَقْدَرِ الْقُدْرَانَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَهُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ حُمْ

اے عبد اللہ کیا مجھے یہ خبر نہ ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ایسا نہ کرو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو قیام بھی کرو اور سو بھی نہ کیونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے لہذا تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے لہذا جس نے ہر روزہ رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں ہر مہینہ تین روزے ساری عمر کے روزے ہیں ہر مہینہ میں تین روزے رکھو اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو کہ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں کہ فرمایا تو تم

رکھے اور اللہ قبول کرے، تو دو دن میں جانا تو کیا، وہ دو دن سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ لہذا یہ سوال انکار ہی ہے یعنی مجھے خبر ملی ہے کہ تم روزے پانچ ممنوعہ دنوں کے باقی سال بھر مسلسل نفل روزے رکھتے رہتے ہو اور رات کو عبادات کہ نہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو لہذا روزہ تم اتنے کمزور ہو جاؤ گے کہ فرضی عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کر سکو گے، اور نفل کی وجہ فرض چھوڑنا یا فرض چھوٹنے کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلاً مناسب نہ شرعاً خیال ہے کہ اس صورت میں یہ ممانعت تحریمی ہے، جو چیز فی النفس چھوڑا دے، وہ حرام ہے لہذا ہمیشہ روزہ رکھنے سے تمہارا جسم بہت کمزور ہو جائے گا اور بالکل نہ سونے سے نگاہ کمزور ہو جائے گا خطرہ ہے کہ اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور شب بیداری کرنے سے تم کمزور ہو جاؤ گے اور جوی کو منہ نہ لگاؤ گے، ملاقاتی لوگ اور مہمان چاہتے ہیں کہ تم اُن کے ساتھ کھاؤ پیو اور رات کو دو گھڑی اُن سے بات چیت کرو، تم یہ بھی نہ کر سکو گے، ان جملوں سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزے رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لئے ہے جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں، جن کے لئے ہمیشہ کا روزہ اور رات بھر کا جاگنا مذکورہ حقوق سے آڑ نہ ہو، ان کے لئے اس میں حرج نہیں، مگر ایسے بے ہوش لوگ لاکھوں میں ایک آدھ ہیں، جیسے حضرت طلحہ وغیرہ صحابہ میں اور امام ابو حنیفہ تابعین ؓ نے اپنے کامل روزے نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے ہماری پہلی شرح سے معلوم ہو چکا کہ یہاں مومن سے مراد وہ عام مسلمین ہیں جو دن میں عبادتوں میں مشغول ہو کر باقی حقوق ادا نہ کر سکیں لہذا کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے، تو ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہوگا، بہتر یہ ہے کہ یہ تین روزے چاند کی ۱۲، ۱۴، ۱۵ کو رکھے جائیں لہذا یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے کی اصل ہے، زمانہ نبوی میں قرآن کریم کی تقسیم سورتوں اور منزلوں پر تھی، رکوع اور پاروں پر نہ تھی، پھر خلافت عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کئے گئے، کہ حضرت عثمان غنی تراویح کی رکعتوں میں جس قدر تلاوت کر کے رکوع فرماتے، اس کا نام رکوع رکھا گیا اور حاشیہ پر مع کا نشان لگایا گیا، تاکہ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے جناب عمر اور اس رواج کو تمام دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمان کی طرف اشارہ ہو، تراویح روزانہ بیس رکعت ہوتی تھیں، اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن، اسلئے قرآن کریم کے پانچ سو چالیس رکوع ہوئے، بہت

قرآن کریم
میں رکوع
کس جگہ
کئے گئے؟

أَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ دَاوُدَ صِيَامَ يَوْمٍ وَافْطَارَ يَوْمٍ وَقَدْ أَفِي كُلِّ سَبْعٍ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَاحْتِجْ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْكَ وَأَنَا صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

بہترین روزے یعنی روزہ داؤد رکھو کہ ایک دن روزہ ایک دن افطار اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اس زیادہ نہ کرو (مسلم بخاری)
دوسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے (ترمذی، نسائی)
روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال پیر و جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ والا ہوں (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

اللہ بعد قرآن کریم کے تیس پائے کئے گئے تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والوں کو آسانی ہے کہ وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم کر لیا کریں
۸ لہذا مجھے زیادہ عبادت کی اجازت دیجئے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ممانعت انکے لئے تو اقل اور روزے ناجائز ہو گئے تھے، اس کے آپ خورشید کر کے زیادہ کی اجازت حاصل کر رہے ہیں، اس جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات خدا داد معلوم ہوئے، وہاں ہی صحابہ کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا
اللہ ان بزرگوں کے طفیل ہمیں بھی عبادت کا شوق دے لے کہ روزانہ فی بشوق کی ترتیب پر ایک منزل پڑھو تاکہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو، ابھی عرض کیا جا چکا کہ یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمر و جیسی طاقت رکھتے ہوں، ان سے کم روزہ مہینہ میں ختم کریں، اور ان سے زیادہ قوی ہفتہ سے کم میں بھی ختم کر سکتے ہیں
ایک مہینہ میں بھی ختم نہ کرنا بڑی محرومی ہے لہذا یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے، اسکی وجہ اگلی حدیث میں آ رہی ہے، پیر کو یوم الاثنین غائب اسلئے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے، لہذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سینچر سے شروع ہوتا ہے (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی تبدل پڑی، واللہ اعلم: لہذا اس طرح
کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دونوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا
یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال
رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں، مگر ہمیشہ ہفتہ میں دوبارہ، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں
روزانہ دوبارہ اعمال اٹھانے کا ذکر ہے (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں
کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں (اشعۃ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے لہذا تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الہی کا دریا جوش مائے ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذریب اذا حُصِتْ مِنَ الشَّهِدِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصُمْتُ ثَلَاثَ عَشْرَةَ
وَارْبَعَةَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ غَدَةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ
يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَدَلِيلُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ
وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ اَلْسَبْتِ
وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاِخِرِ الثَّلَاثَةَ وَالْارْبَعَاءَ وَالْخَمِيسَ وَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِي اَنْ اَصُومَ ثَلَاثَةَ

الشرعیہ اللہ علیہ وسلم نے اسے ابو ذریب تم ہر مہینہ تین روزے رکھو تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے رکھو لے (ترمذی، نسائی) روایت
ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں پہلی تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے لے اور جمعہ کے
دن بہت کم افطار کرتے تھے لے (ترمذی، نسائی) اور ابو داؤد نے تین ایام تک روایت کی ہے روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ایک مہینہ میں ہفتہ اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل، بدھ اور جمعرات کا لے (ترمذی) روایت ہے حضرت ام
سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے تھے کہ میں تین روزے

خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیل پیشی شعبان میں ہوتی ہے، کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ
جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، غرض کہ فرضی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر عرشی سال کچھ اور راز مرقا (۱۰
لے انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمکدار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے
تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے لے پہلی، دوسری، تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب، حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے
وہ نہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۱، ۱۲، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے، لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں
میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے مخالف، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھتے
تھے لے یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے، چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گنا ہے، ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے، اور یہ آپ کی
خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی اجازت ہے لہذا یہ حدیث مذہب حنفی و فقہاء کے فتوے کی مؤید ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع
نہیں، جہاں سماعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے یا بجائے خلاف اولیٰ ہے (مرقات و اشعار) لے اپنے آپ نے ہفتہ کے سارے دنوں میں اپنے
روزے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے، چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور
دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی عادت کر لیتے تھے ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گذر گیا، ہم لوگ

صدر جمہ کو
بھی نفلی روزہ
جاگز ہے

أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ : وَعَنْ مُسْلِمٍ
الْقَدْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَوْسَيْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّاهِرِ قَالَ
إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا صَوْمِ رَمَضَانَ وَالَّذِي يَلِيهِ وَكُلِّ أَرْبَعَاءٍ وَخَبِيسٍ فَإِذَا أَنْتَ
قَدْ صُمْتَ الدَّاهِرُ كُلَّهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ : وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ يَعْرِفُهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ : وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ بُسْرِ عَنْ أُخْتِهِ الصَّمَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُومُوا يَوْمَ

ہر مہینہ میں رکھوں جن میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہو۔ ابو داؤد، نسائی (روایت ہے حضرت مسلم قرشی سے فرماتے ہیں کیا میں نے یا کسی اور نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر کے روزوں کے متعلق پوچھا ہے تو فرمایا کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے رمضان کا اور اس کے متصل کا روزہ رکھو۔ اور ہر بدھ
و جمعرات کا روزہ رکھو تو تم نے ساری عمر کے روزے رکھ لئے۔ ابو داؤد، ترمذی (روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام
عرفات میں روزہ کے روزے سے منع فرمایا ہے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت عبد اللہ بن بسرؓ سے وہ اپنی بہن صماءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ دن بجز

سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پانے تھے، جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے
لے یہ حکم استعجابی تھا کہ وجہی، اسی واسطے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے وہ روزے نقل ہوتے تھے، مرقعات نے فرمایا کہ انہیں پیر کے
دن کا نام بن چکا ہے، جیسے بحرین ایک علاقہ کا نام ہے، اور ناموں میں تبدیلی نہیں ہوتی، اسلئے یہاں رفع کی حالت میں اشدان نہ آیا بلکہ انہیں
ہی آیا، بعض کا خیال ہے کہ یہاں یوم پوشیدہ ہے، انہیں اس کا مضاف الیہ ہے، مگر پہلی بات بہت قوی ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی مہینہ میں پیر
منگل اور بدھ کے روزے رکھو، اور کسی میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے، بعض شارحین کے خیال میں یہ داؤد یعنی آؤ ہے، یعنی تمہیں اختیار ہے کہ
پیر سے شروع کر دیا جمعرات سے لے کر پانچ ممنوعہ دنوں کے علاوہ باقی سارا سال روزہ رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے ثواب ہے یا گناہ؟ لے متصل سے
مراد یا شعبان ہے یا شوال یعنی اکثر شعبان اور ساسے رمضان کے روزے رکھو یا ساسے رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھو، یہ حدیث مجمل ہے
جس کی شرح پہلی احادیث تھیں لے یعنی ان روزوں میں تمہیں ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا، یہاں مرقعات نے فرمایا اس سے معلوم
ہو رہا ہے کہ عمر بھر کے روزے بذات خود ممنوع نہیں، بلکہ اگر صنعت پیدا کریں جس سے مسلمان دوسرے حقوق ادا نہ کر سکے تو ممنوع ہیں، لہذا بعض
صحابہ کرام اور شاخ عظام کا عمر بھر روزے رکھنا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، یعنی حاجی کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے
سے منع فرمایا گیا، تاکہ حاجی اس دن دعا مانگے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے، اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق
اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں، یہ ممانعت بھی تشریسی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ نے بارہا اس دن روزہ رکھا ہے، حضرت عطاء فرماتے ہیں
مگر سردی میں ایسا موقع آئے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں، اگر میں میں نہیں ہے

السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدَكُمْ إِلَّا لِحَاءٍ عَنِتَّةٍ أَوْ عَوْدٍ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضِغْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغِيَمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمِ فِي الشِّتَاءِ

جو تم پر فرض ہو اور روزہ نہ رکھو لے اگر تم میں کوئی انکو رکھ چکا ہو یا دھت کی کڑی کے سوا کچھ نہ پائے تو وہ ہی چلے (احمد، ابوداؤد) ترمذی، ابن ماجہ، دارمی لے روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اوداگ کے درمیان ایسی خندق کر دیگا جیسی آسمان اور زمین کے درمیان ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت عامر ابن مسعود سے لے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈی غنیمت جازوں کے روزے میں لے

لے یعنی نفلی روزہ صرف ہفتہ کے دن نہ رکھو، کیونکہ اس میں ہر روزے سے مشابہت ہے کہ وہ اگرچہ اس دن روزہ تو نہیں رکھتے، مگر اس کی تعظیم بہت ہی کرتے ہیں، تہاب اس روزے میں ان سے اشتباہ ہوگا، جمہور علماء کا قول یہ ہے، کہ یہ ممانعت بھی مستزہی ہے لہذا یہ حدیث ہفتہ کے دن کے روزے کی احادیث کے خلاف نہ ہوگی، کہ وہ بیان جواز کے لئے ہیں، اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے، اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ رکھ لیا جائے، تو نہ مشابہت ہے گی نہ ممانعت، یہاں فرض سے مراد صرف غری فرض نہیں بلکہ مجھے ضروری ہے لہذا رمضان، قضاء، رمضان، نذر، کفارہ، عاشورے، گیارہویں، بارہویں وغیرہ متبرک تاریخوں کے روزے اس دن میں رکھنا بلا کر بہت جائز ہیں (مرقات و لمعات) لے یعنی ہفتہ کے دن اتفاقاً فاقہ بھی نہ کرے، اگر گھر میں کچھ کھانے پینے کو نہ ہو، تو معمولی چیز نکل کر ہی فاقہ سے بچ جائے، یہ فرمان مبالغہ کے لئے ہے، اور ہو سکتا ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہو، اور حدیث منسوخ ہو لے اس حدیث کو حاکم نے صحیح اور شرط بخاری پر لکھا، اور نووی فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے، ابوداؤد فرماتے ہیں حدیث منسوخ ہے (مرقات) لے اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے، یعنی ان میں سے جو سفر ایک دن بھی رکھ لے، یا اس سے مراد رضا الہی ہے یعنی جو کوئی گھریبا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے، یعنی پانچو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے، مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں، کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہو جاتا ہے خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ انشاء اللہ اس تک آگ نہ لیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی، جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پہلا لنگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا لے ان کے نام اور ان کی صحابیت میں بڑا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ عامر ابن عبد اللہ ابن مسعود ہیں، تاہی ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف جمعی ہیں، یعنی صفوان ابن امیہ کے بھتیجے، حتیٰ یہی ہے کہ آپ صحابی نہیں، تاہی ہیں، لے جن میں تکلیف بہت کم اور اصل روزے کا ثواب پورا جیسے جماد میں دشمن بغیر مقابلہ بھاگ جائے، اور سردی کا موسم بھی ہو کہ غازی بلا تکلیف ثواب و غنیمت لے آتا ہے سردی کے رمضان کا بھی یہی حال ہے خیال رہے کہ یہ اصل ثواب میں گفتگو ہے، ورنہ گرمی کے روزوں میں زیادہ مشقت کا ثواب بھی ملے گا، اسی لئے حضرت علی مرتضیٰ

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ مُدْرَسٌ وَذَكَرَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَا مِنْ
 أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ فِي بَابِ الْأَضْيَعَةِ : الْفَصْلُ الثَّالِثُ : عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ
 فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا الْيَوْمَ الَّذِي تَصُومُونَ فَقَالُوا هَذَا
 يَوْمٌ عَظِيمٌ أَتَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ وَغَدَقَ فِدْعُونَ وَقَوْمَهُ فَصَامَ مُوسَى شُكْرًا
 فَتَحَنَّنَ نَصُومًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَحَنَّنَ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ

راحمدا ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث مرسل ہے لہٰذا اور حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث مابین آیات الحدیث قرآنی کے باب میں ذکر ہو چکی
 تیسری فصل : روایت حضرت ابن عباسؓ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے پایا لہٰذا ان
 سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیسا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو لہٰذا وہ بوسے یہ وہ غلطی والا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ
 السلام اور ان کی قوم کی نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبوایا موسیٰ علیہ السلام نے شکر یہ میں روزہ رکھا ہم بھی رکھتے ہیں لہٰذا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں ۵۵

فرماتے ہیں کہ مجھے تین چیزیں بڑی پیاری ہیں اکرام الضیف، اہم الضیف، جہاد بالسیف، جہان کی خدمت، گرمی کے روزے، تلوار سے جہاد لہٰذا کیونکہ
 عامر ابن مسعود نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہ پائی، خیال ہے کہ آپ ابراہیم ابن عامر قرشی کے والد ہیں، اور آپ کی اس کے سوا کوئی حدیث نہیں لے لی
 ہجرت کے دوسرے سال میں جب عاشورے کا دن آیا، تو آپ نے یہود کو روزہ دار دیکھا، کیونکہ ربیع الاول شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تھے
 اس سال کا عاشورہ گزر چکا تھا لہٰذا خیال رہے کہ یہود کے پیچھے اور تا ریخیں اسلامی مہینوں اور تاریخوں کے علاوہ تھیں، مگر انہوں نے عاشورے کے دن کو روزے کے
 لئے سہماٹ لیا تھا جس میں چاند کے حساب ہی روزے رکھتے تھے محض برکت کے لئے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ جب یہود کے ہینے ہی دیکھے، تو ان کا عاشورہ
 کے دن روزہ کیسا نہ لکھ شرعی قاعدہ دینی باتوں میں کفار کی خبر معتبر نہیں، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خبر معتبر مانی یا اسے کہ عبد اللہ ابن سلام وغیرہ علمائے
 یہود جو اسلام لائے تھے انہوں نے بھی یہ خبر دی، یا اسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ وحی سے معلوم تھا، اسکی تائید کرانے کیلئے ان سے یہ سوال فرمایا
 گیا، یا اس لئے کہ یہود کے ہاں یہ خبر متواتر تھی، متواتر خبریں کفار کی بھی معتبر ہیں، تو اگر مستقل بڑا ثبوت ہے : ۵۵ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سائے بھائی ہیں اصل
 دین میں سب متفق ہیں، اے یہود تم نے تو ان کی کتاب ہی بدل دی، اور تم اصل دین ہی میں اُنکے مخالف ہو گئے، تو جب تم ان کی خوشی میں شرکت کرتے
 ہو تو ہم بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں گے، اور ان کی یادگار قائم کریں گے : اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ ہم عاشورہ کا روزہ تمہاری
 شہادت کے لئے نہیں رکھتے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے رکھتے ہیں، اور موافقت انبیاء علیہم السلام اسلام میں بڑی پیاری چیز ہے، دیکھو
 سورہ ص کا سجدہ داؤد علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ داؤد کیوں کی شہادت کے لئے : فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث پر شبہ اٹھ گیا کہ یہود

فَصَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْرٌ بِصِيَامِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاِحْدَا اَكْثَرَ مَا يَصُومُ
مِنَ الْاَيَّامِ وَيَقُولُ اِنَّهُمَا يَوْمَا عِيدٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُجَالِفَهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِصِيَامِ

چنانچہ روزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رکھا ہے اور اس روزہ کا حکم بھی دیا مثلاً رسم بخاری روایت ہے حضرت ام سلمہ سے
فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں روزے زیادہ رکھتے تھے ان میں اکثر ہفتہ و اتوار کو رکھتے تھے اور فرماتے تھے
کہ یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں لہذا (احمد) روایت ہے حضرت جابر بن سمروہ سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے دن روزہ رکھتے

نصاری سے مشابہت اسلام میں منع ہے، یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شروع اسلام میں یہ مشابہت ممنوع نہ تھی، بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی باتوں میں اہل
کتاب کی مرافقت کرتے تھے، حتیٰ کہ اسلام کا پہلا قبلہ بیت المقدس رہا، کیوں انہی کے تالیف قلوب کے لئے، پھر حجاب انکی ہٹ دھرمی کھل گئی تو اسلام میں انکی مخالفت لازم
کر دی گئی لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی مرافقت کے لئے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لئے، موافقت اور متابعت میں بین
آسمان کا فرق ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَبُهِدْ اَنْفُسَكُمْ اَقْتَدُوا بِمَا بَينَ يَدَيْهِمْ يُفَرِّقُ بَينَ الْمُؤْمِنِ وَ الْمُكَافِرِ یہاں موافقت کا ذکر ہے کہ آپ سائے انبیاء کی موافقت فرمائیں وہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بحیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا، یہاں اتباع کا ذکر ہے غلامانیکہ حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیاء کے کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہ لے چنانچہ شروع اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض
رہا، پھر رمضان کی فرضیت سے عاشوراء کے روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر سنیت اب بھی باقی ہے، اس حدیث چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معظم
واقعات کی یادگاریں مناسبات کن اسلامی ہے، دوسرے یہ یادگاریں محض اسلئے مرام نہ کسی جائیں گی کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہے، تیسرے یہ
کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یادگاریں
میں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا بہانہ ہو جاتا ہے، بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ
میں دکھلا دے کی خوشی مناکر بھی کچھ پالیتے ہیں، تو اگر ہم عید میلاد، عید معراج دل سے منائیں تو انشاء اللہ منہ مانگی مرادیں پائیں گے بلکہ پارہے ہیں، ان
تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے لے خیال رہے کہ ہفتہ یا اتوار یا دونوں دنوں کے روزے رکھنا یہودیوں عیسائیوں کی مخالفت کرنے کے لئے بہت ہی
بہتر ہے اور ان دنوں کی تعلیم کے لئے روزہ رکھنا سخت منع ہے، لہذا یہ حدیث اس گزشتہ خلافت کہیں جس میں ہفتہ کے روزے سے منع فرمایا گیا تھا۔
کیونکہ وہاں دوسری نوعیت کا روزہ مراد تھا اور یہاں تقسیم کا روزہ مقصود ہے، اور ہو سکتا ہے کہ وہاں صرف ہفتہ کا روزہ مراد ہو، اور یہاں ہفتہ
اتوار دونوں دن کا روزہ ہے لے یعنی ہفتہ کا دن یہودی عید ہے اور اتوار کا دن عیسائیوں کی عید ان میں وہ خوب کھاتے پیتے ہیں، اور عیش
کرتے ہیں۔ ہم نے ان کی مخالفت میں روزہ رکھا، مشرکین سے مراد یہودی عیسائی ہیں، کیونکہ یہودی عیسائی کو خدا کا بیٹا مان کر ان کو پوجا

يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَحْتَنَّا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فَرَضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا
عِنْدَهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ أَرَبَعَ لَمْ يَكُنْ يَدْعُهُنَّ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيَامَ عَاشُورَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ
قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُفْطِرُ أَيَّامَ الْبَيْضِ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

کا حکم دیتے اور ہم کو اس پر رغبت دیتے اور عاشورہ کے دن ہماری تحقیقات فرماتے تھے پھر جب رمضان فرض ہوا تو ہمیں اس کا حکم دیا نہ منع کیا
نہ تحقیقات فرمائی نہ اسلام اور ایت سے حضرت حفصہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار کام نہ چھوڑنے سے عاشورہ کا روزہ بقرعید کے دس دن اور
ہر مہینہ تین دن کے روزے لے اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں رسالہ روایت حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی
کے روشن دنوں میں روزے نہ چھوڑتے تھے نہ گھر میں نہ سفر میں لے (رسالہ) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

کہتے ہیں اور عیسائی عینے علیہ السلام کو لہذا یہ دونوں مشرک ہوئے، قرآن شریف میں ہوتا مشرک مجھے کفر اور شرک مجھے کفر استعمال ہوا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے
إِنَّ الشِّرْكَ لَكُفْرٌ عَظِيمٌ اور فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ان آیتوں میں شرک مجھے کفر ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی مشرکین سے کفار مراد ہوں
لے یہ دونوں واقع ہجرت کے بعد ہیں ہجرت سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی روزہ کا حکم نہیں دیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام
میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا، کیونکہ اس کا حکم دینا اور عاشورہ آنے پر تحقیقات فرمانا کہ کس نے روزہ رکھا اور کس نے نہیں فرضیت کی علامت ہے،
رمضان کی فرضیت کے بعد عاشورہ کی فرضیت اٹھ گئی، مگر سنت باقی رہی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ روزہ رکھا ہے مسلم
بخاری میں حضرت سلمان بن رکوٹ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے یہ اعلان کرایا، کہ جس نے کچھ کھایا ہو، وہ بقیہ
دن کچھ نہ کھائے، اور جس نے نہ کھایا ہو، وہ روزہ رکھ لے، کیونکہ آج عاشورہ ہے، یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب عاشورہ کا روزہ فرض تھا
لے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ تینوں قسم کے روزے رکھے، لہذا یہ سب سنت ہیں، بقرعید کے دس دن سے مراد وہ دن
ہیں، اور نہ دسویں بقرعید کو روزہ حرام ہے یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشہ کا، لہذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی
اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں، جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا، بقرعید کا عشرہ بہت ہی
بہترین زمانہ ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں بہترین ہیں کہ ان سب میں شب قدر ہے اور بقرعید کے پہلے عشرہ کے
دن افضل ہیں کہ ان میں عرفہ کا دن ہے، لے یہاں مرقات نے فرمایا اہم بیض کے متعلق علماء کے قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے
کہ وہ چاند کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض کے متعلق یا تو اس نے کہے ہیں کہ ان کی راتیں اُجیالی ہیں، اور یا اس نے کہ ان
کے روزے دنوں کو نورانی اور اُجیالا کرتے ہیں، اور یا اس نے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے اگر سیاہ پڑ گئے تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجُودِ الصَّوْمُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ
عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ فَقِيلَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَصُومُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ فَقَالَ إِنَّ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ يَغْفِرُ اللَّهُ
فِيهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ اِذَا هَاجَوْا يَقُولُ دَعُوهَا حَتَّى يَصْطَلِحَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ بَعْدَكَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزے سے ہے۔ ابن ماجہ روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور
جمعرات کے دن روزے رکھتے تھے عرض کیا یا رسول اللہ حضور پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ سوائے
عادات والوں کے باقی سب مسلمانوں کو بخش دیتا ہے۔ اُنکے متعلق فرمایا ہے انہیں چھوڑ دو سنے کہ آپس میں صلح کر لیں۔ (احمد، ابن ماجہ)
روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان الہی کی تلاش میں ایک دن روزہ رکھے گا تو اللہ

روزوں کا حکم دیا، ہر روزے سے آپ کا تہابی جسم چمکیا ہوا، سچے کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا۔ اُسے کہ روزے کی برکت سے اکثر آدمی دُبیے ہو جاتے
ہیں جسم کا کچھ گوشت گل جاتا ہے یا روزہ کی برکت سے جسم گناہوں پاک دھات ہو جاتا ہے۔ یا روزہ کی برکت سے آگ روزہ دار تک نہ پہنچ سکے گی، ہر منکر و ذرہ زکوٰۃ
کے سے تینوں کا کرتا ہے۔ اُسے سبحان اللہ یہ دونوں دن بڑی عظمت اور برکت والے ہیں کیوں نہ ہوں کہ انہیں عظمت والوں نہت ہے، جمعرات تو جبریل کا روزہ
ہے اور حضرت آمنہ خاتون کے حاملہ ہونے کا دن ہے، اور پیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بھی ہے اور نزول قرآن کریم کا بھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا :
بخاری شریف میں کہ ایک صحابی حضرت عباسؓ نے ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خراب میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے، بولا سخت عذاب میں گرفتار ہوں، مگر پیر
کے دن میرا عذاب کچھ ہلکا ہوتا ہے اور اپنے دائرے ہاتھ کی پہلی انگلی سے مجھے پانی ملتا ہے، کیونکہ میں اس دن حضور انور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لوندی ٹوپیہ کو اس
انگلی کے اشارے سے کھاتہ بجاگو آزاد ہے سبحان اللہ تا قیامت ان دو دنوں میں اللہ کے فضل سے ہم گناہ بخشش اور مغفرت کی مٹھائیاں لیتے رہیں گے شہد
بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے خدا کی یہ نعمت بڑی چیز ہے

یہاں مرثات نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پیر و جمعرات کے دن اُن مسلمانوں کی بخشش ہوتی ہے جو ان دنوں میں روزہ رکھنے کے عادی ہیں۔ اُسے
یہ خطاب کہ انہیں چھوڑ دیا تو اس فرشتے سے موتا ہے جو اعمال کے رجسٹروں سے لوگوں کے گناہ مٹانے پر مقرر ہے، یا اُن لوگوں سے موتا ہے جو ان کے
دعا سے مغفرت کریں مرثات و اشعر یعنی ابھی ان کے گناہ باقی رہنے دو، جب تک کہ یہ آپس میں صلح نہ کر لیں، عادات مراد دنیاوی عادات ہیں، جو جائداد
مال وغیرہ کے باعث ہوں، دینی عادات تو عبادت ہیں، ہر مسلمان ہر کافر سے عادات رکھے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ان من ازواجکم و اولادکم
عد و لکم فاتخذو عدواں سے معلوم ہوا کہ مسلمان سے کینہ و عداوت اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت سے محرومی کا باعث ہے مبینہ کینہ پاک رکھو، اس
میں مدینہ کے اتوار دیکھو گندی تختی پر حرف کدہ نہیں ہوتے۔ اُسے ظاہر یہ ہے کہ اس روزے سے مراد نفلی روزہ ہے اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث

مِنْ جَهَنَّمَ كَبْعًا عَذَابٍ طَائِرٌ وَهُوَ فَرَحٌ حَتَّى مَاتَ هَذَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ: بَابُ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي إِذَا صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا أَخَذَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهْدِي لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرَيْنِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

اُسے دوزخ سے اتنا دور کر دیا جیسے اُڑنے والے کو تے کا دوری جب پہنچے ہوئے کہ بڑا ہمارا کر جائے اے احمد اور بیہقی نے شعبہ ایمان میں حضرت سلمہ بن قیس کی روایت کی ہے باب سے پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرا اس تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے ہم نے عرض کیا نہیں بلکہ فرمایا تو اچھا ہمارا روزہ ہے وہ پھر دوسرے اور دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں حیس ہدیہ آیا ہے اے فرمایا مجھے دکھاؤ میں نے تو آج روزہ دار ہو کر صبح کی تھی پھر آج کھایا کھ رہا ہوں روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

نفل روزوں کے باب میں لائے: تلاش رمضان الہی کی قید اس لئے ہے کہ کوئی عمل بغیر اخلاص نہ قبول ہو، نہ اس کا کوئی ثواب نہ اس کے فوائد کا ظہور ہو، اس میں ارشاد بتایا جاتا ہے کہ جب ایک نفلی روزے کے ثواب کا یہ حال ہے تو اندازہ لگا لو کہ فرضی روزے کا ثواب کتنا ہوگا: اے کوئی طبعی عمر ایک ہزار سال ہے (مقامات) اور یہ بہت تیز اڑتا ہے، یہاں دوزخ سے اتنا دوری بتانے کے لئے بطور تمثیل ارشاد ہوا کہ کوئی کچھ اگر پیدا ہوتے ہیں اُن کا شمار نہ ہوتے، اور مرتے دم بغیر ایک ہزار سال تک برابر اڑتا ہے، تو اندازہ لگا لو کہ اپنے گھونٹے سے کتنی دور جا لیا، رب تعالیٰ اس روزہ دار کو دوزخ سے اتنا دور رکھے گا حدیث باسکال غابر پر ہے کہ تاویل کی ضرورت نہیں، رب تعالیٰ کی عطائیں ہماری وہم دگمان و دلوں میں لے کر قاتلے فرماتی ہیں۔ بے کران کا نام سید بن قیس نہیں بلکہ سید بن قیس رضی اللہ عنہ ہے: بطرانی نے انکا نام سلامہ بتایا واللہ اعلم: اس باب میں گذشتہ بابوں کے متعلق مختلف مسانین بیان ہوں گے نفلی روزے، روزہ رکھ کر تو مہینہ، روزے کی قضاء وغیرہ اس لئے مصنف اس کا ترجمہ یا عنوان قائم نہ فرمایا گوئیہ باب المتفرقات ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا، اور جواب بھی سب کی طرف سے ہوا یعنی نواز واج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، جو مالک کو نہیں ہے اُنکے اپنے گھر کا یہ حال ہے شعر مالک کو نہیں ہیں گویا کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیار ہی ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں، تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ ہیں: لکھ لکھ لکھ لکھ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں، لہذا ہم اب اس وقت سے روزہ نفلی کی نیت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفلی کی نیت ضروری کبرے یعنی نصف نذر شرعی سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں، مصنف اسی مقصد کے لئے یہ حدیث یہاں لائے لکھ لکھ لکھ لکھ کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں، سہول میں حیس کے معنی ہیں خلط یا مخلوط چیز، اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکھن پنیر کھجور سے یا آٹے مکھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے حریہ اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے، فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حریہ بھی: کہ یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ

عَلَيْهِ سَلَامٌ عَلَى أُمِّ سَلِيمٍ فَاتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ أَعِيدُوا اسْمَنَكُمْ فِي سِقَائِهِ وَتَبَرَكُمْ فِي
وَعَائِهِ فَإِنِّي صَائِتٌ ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاجِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ فَنَدَا عَالِمَ سَلِيمٍ
وَأَهْلَ بَيْتِهِ بَارَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا دَعَى أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِتٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِتٌ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِذَا

علیہ السلام کے ہاں تشریف لائے اے تو وہ حضور کی خدمت میں چھوڑے دگھی لائیں اے حضور نے فرمایا اپنا کھی تو شکرہ میں لوٹ دو اور اپنے چھوڑے
اس کے برتن میں ڈال دو میں روزہ دار ہوں اے پھر گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے تو فرض کے علاوہ نماز پڑھی پھر ام سلمہ اور ان کے گھر
والوں کے لئے دعا کی اے (بخاری) روایت حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو
دعوت دی جائے اور وہ ہمدوزہ دار تو کھدے میں روزہ دار ہوں اے ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جب

ہونے کی وجہ سے روزے کی نیت کر لی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نفلی روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے ام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ یا نماز شروع
کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ فرمایا ہے لَا تُبْطِلُوا آيَاتَكُمْ اور فرماتا ہے قَدَارًا وَهِيَ حَقٌّ دَعَا يَهْمَا يَنْتَ
اہل کتاب نیک اعمال شروع کئے انہیں بھجایا نہیں معلوم ہوا کہ نیک شروع کر کے پوری کرنا واجب، اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کر کے توڑے تو اس کی قضاء واجب ہے
ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اس حدیث کی وجہ سے جو روایت حضرت عائشہ صدیقہ آگے آرہی ہے اور نفلی حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے، کہ یہ دونوں چیزیں حرام باندھے
ہی واجب ہو جاتی ہیں، کہ اگر انہیں پورا نہ کر سکے، تو قضاء کرنا واجب بخیال ہے کہ نفلی روزہ اور نمازیں بلا عذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں
یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا عذر تھا یعنی کئی روزے کھانا ملاحظہ فرمایا، اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے
کی قضاء نہ کی، لہذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور حنفیوں کے خلاف: نوٹ: بشوافع کے ہاں نفلی روزہ توڑنے سے مطلقاً قضاء واجب نہیں، اور مالکیوں کے
ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضاء واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضاء واجب ہے اے ام سلمہ بنت مہمان کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ یہ حضرت انس کی والدہ
ہیں اور ابوطالب کی زوجہ، ان کے نام میں بہت اختلاف ہے یا طیبہ یا غمیصہ یا ربیعہ یا پیلہ مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں، ان سے حضرت انس
پیدا ہوئے، پھر حضرت ابوطالب سے اسلام کی شرط پر نکاح کیا نہ اے ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے
اور ام سلمہ نے خاطر و تواضع کے طور پر یہ پیش کیا، باقاعدہ دعوت نہ تھی، ورنہ ام سلمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے روزہ کے دن دعوت نہ دیتیں
یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزے کے عذر سے دعوت قبول نہ فرماتے، نیز دعوت میں عموماً دو سالن پیش کیا جاتا ہے نہ کہ فقط کچھ دگھی، اس لئے
معلوم ہوا کہ ملاقاتی اور مہمان کی خاطر و تواضع کرنا سنت ہے: علماء فرماتے ہیں کہ بغیر کھائے پیئے مردوں کی سی ملاقات ہے نہ اے روزے کا اظہار اس
لئے فرمادیا، تاکہ جناب ام سلمہ کو اس رد فرمادینے پر رنج نہ ہو، اس معلوم ہوا کہ نفلی روزہ دار کو اگر پہلے ہو کر میرے روزے سے گھر والے مطلع ہو کر نہ کھانے
پر ناراض نہ ہونگے، تو روزہ نہ توڑنا افضل ہے، اور اگر ان کے رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دینا اور کچھ کھا لینا بہتر ہے بعد میں قضاء کی جائے: یہ بھی
معلوم ہوا کہ اپنی بھی مہمان کا ہر اظہار دیا نہیں: یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان جمع رکھنا توکل کے خلاف نہیں: دیکھو حضرت ام سلمہ کے گھر گھمی کی

دَعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصِلْ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
الفصل الثانی: عَنْ أُمِّ هَانِیَ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتَحَ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ
 فَجَلَسَتْ عَلَى يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِیَ عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَتْ الْوَلِيدَةُ
 بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَتَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ تَنَاوَلَهُ أُمُّ هَانِیَ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا أَكُنْتُ تَقْضِيْنَ شَيْئًا قَالَتْ لَا قَالَ

تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر اگر روزہ دار ہو تو دعا کر دے اور اگر بے روزہ ہو تو کھائے لے کر ہم دوسری فصل روایت ہے حضرت
 ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہ زہراؑ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی حضور کے
 دائیں طرف تھیں لے تو ایک نوٹڈی ایک برتن لائیں جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اسے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا لے پھر
 بولیں یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ دیا میں تو روزہ دار تھی لے تو فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضا کر رہی تھیں بولیں نہیں فرمایا

شکیں بھری ہوئی تھیں اور چھوڑوں کے ٹوکرے لے گھر کے گوشہ میں نماز تو اس لئے پڑھی، تاکہ وہ گھر صحت اور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل سے متبرک ہو
 جائے اور یہ جگہ گھر والوں کے لئے دائمی جائے نماز بن جائے، اور دعا اس لئے کی تاکہ معلوم ہو کہ روزہ دار اگر کھانا نہ کھائے تو گھر والوں کے لئے دعا ضرور کر دے
 لے یا اس طرح کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اس طرح کہ قبول کرے اور پہنچ بھی جائے، مگر وہاں کھائے نہیں، یہ عذر کر دے، دوسرے صفحہ زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے
 مضمون معلوم ہو رہا ہے، خیال ہے کہ نفلی روزے کا چھپانا بہتر ہے، مگر چونکہ یہاں چھپانے سے یا صاحب خانہ کے دل میں عداوت پیدا ہوگی یا رنج و غم مسلمان کے
 دل کو خوش کرنا بھی عبادت ہے، اس لئے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا، لے دعا کا حکم تو استنباطی ہے کہ وہیں نقل پڑھ کر یا بغیر نقل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے
 کا حکم وجوبی بھی ہو سکتا ہے اور استنباطی بھی جیسا دعوت دینے والا اور جیسا موقعہ دیا حکم وقرات، لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں بن میں دعوت کے موقعہ
 پر روزہ توڑنے کا حکم ہے، لے غالباً مجلس کی ترتیب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی کیونکہ ام ہانی فاطمہ زہراؑ کی منہ بھی تھیں اور پھر بھی بھی، عمر میں بھی آپ بڑی تھیں
 اس لئے انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف بٹھالا اور ام ہانی کو دائیں طرف، اب بھی اجتماع کے موقع پر نشستگاہوں میں منبر کے مطابق ترتیب
 چاہیے، غالباً یہ واقعہ ام ہانی کے اپنے گھر میں نہ ہوا بلکہ کسی دوسرے گھر میں، ورنہ ام ہانی میزبانی کی خدمت خود انجام دیتیں، چھپال رہے کام ہانی
 نے کہ معطر سے ہجرت نہیں کی تھی، لے سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے، پھر دائیں طرف کو دے دے
 کہ اگرچہ اس طرف چھوٹا آدمی یا بچہ ہی ہو اور بائیں طرف بڑا، مگر دیا جائے دائیں طرف ہی، اور یہاں تو اتفاقاً دائیں جانب ام ہانی تھیں جو رشتہ اور عمر
 میں فاطمہ زہراؑ سے بڑی تھیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزیز قرابت دامرد و عورت ایک دوسرے کا جو کھانا پانی پی سکے ہیں، جن روایات
 میں ہے کہ عورت مرد کا جھوٹا نہ پیئے نہ مرد عورت کا، وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں، لے سبحان اللہ کیا عجیب
 عمل ہے کہ ام ہانی نے پہلے روزہ توڑا پھر مسئلہ پوچھا، ان کے نزدیک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پس خوردہ تبرک پینا روزے سے افضل تھا

لَا يَخْرُكُ إِنْ كَانَ نَطْوَعًا وَاهُ أَبُودَاؤُدَ وَالْتَرْمِذِيُّ وَالِدَارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالْتَرْمِذِيُّ
نَحْوَهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقَاتِي كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ أَمَّا لَكَ نَفْسُكَ إِنْ
شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ
صَائِمَتَيْنِ فَعَرِضَ لَنَا طَعَامٌ إِشْتَهَيْنَاهُ فَآكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا
صَائِمَتَيْنِ فَعَرِضَ لَنَا طَعَامٌ إِشْتَهَيْنَاهُ فَآكَلْنَا مِنْهُ ذَاكَ إِقْضِيَ يَوْمًا آخَرُ مَكَانَ ذَوَاهُ

اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ مزہ نہیں ملے ابو داؤد ترمذی دارمی اور احمد ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ بولیں یا رسول
اللہ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے چاہے افطار کرے مکہ روایت ہے حضرت زہری سے وہ عروہ
سے وہ عائشہ صدیقہ سے راوی فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ دونوں روزہ دار تھیں اور ہمارے سامنے وہ کھانا آیا جس کی ہمیں رغبت تھی ہم نے اس میں سے
کھا لیا صلے حضرت حفصہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے مغرب کھانا آیا تو مجھے اس سے کھالیا مکہ سرکار نے فرمایا اس کی جگہ لکھنؤ کی قضا کو

ان کے دل نے فتویٰ دیا کہ روزے کی قضاء یا کفارہ ادا کر لوں گی، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا پھر کہاٹے گا، عشق کے رنگ نرے میں شمع
نیست ایں باران از میں ابر شما : ہست باران دیگر د دیگر سما

عشق کا مدرسہ ہی دوسرا ہے اور اس کے آسمان وزمین ہی کچھ اور ملے یعنی اگر یہ روزہ نذر یا قضا کے رمضان وغیرہ تھا تب تو اس کا توڑ ناممکن تھا
اور اگر نفلی تھا تو توڑنا بالکل جائز اگرچہ اس کی قضاء واجب اس سے معلوم ہوا کہ مرید یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے تبرک کھانے کیلئے نفلی روزہ توڑ سکتا ہے
دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے، لہٰذا ان ظاہری الفاظ سے امام شافعی نے فرمایا کہ نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب نہیں لیکن یہ دلیل
ضعیف ہے کیونکہ یہاں گناہ کی نفی نہ کہ قضا کی قضاء کا حکم تو اگلی حدیث میں آ رہا ہے (وَبِفِيهِ كَاسْلَابُ يَهْ) کا مطلب یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کسی موقع اور محل پر
افطار بہتر سمجھے تو توڑ سکتا ہے اس حدیث پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ کفتح کہ رمضان میں ہوئی، ام ہانی اس دن مسافر نہ تھیں، ان پر روزہ رمضان
فرض تھا نفلی روزہ نہ رکھ سکتی تھیں اس لئے ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے، نسائی نے کہا کہ اس کی اسناد میں بہت اختلاف ہے امام ترمذی
فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور اگر صحیح بھی ہو یہاں فتح مکہ کے دن زمانہ فتح مکہ مراد ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں عرصہ تک قیام
فرمایا تھا، لہٰذا یہ واقعہ ماہ رمضان کے بعد پیش آیا شیخ نے فرمایا کہ فتح مکہ کیلئے مدینہ منورہ سے سفر رمضان میں ہوا اگر فتح بعد رمضان، لیکن پہلی توجیہ قوی معلوم
ہوتی ہے کیونکہ سارے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ بھی رمضان ہی میں ہوئی لہٰذا اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگ سیویں کا یہ روزہ نفلی تھا افضلے
رمضان یا نذر کا فرضی روزہ نہ تھا کہ فرضی روزہ توڑ دینے کی ہمت کوئی عام مسلمان بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ ازواج مطہرات محض چھ کھانا دیکھ کر ایک اہم عبادت توڑیں، لہٰذا بعض
شافعیوں کا اسے فرضی روزہ قرار دینا درست نہیں ان بزرگوں کی شان کے خلاف ہے بلکہ یہ دونوں بزرگ کچھیں کہ جب دعوت کیلئے نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے تو بدیہ
کیلئے جائز ہونا چاہیے کہ دونوں قریب یکساں ہیں یہی اجتہادی غلطی یا خاصہ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کیونکہ اقضیاء امر ہے اور امر واجب کیلئے ہوتا ہے

الترمذی و ذکر جماعۃ من الحفاظ و واعن الزہری عن عائشۃ مرسلًا ولم یذکر وافیہ عن
عروۃ و هذا أصح و رواہ أبو داود عن زویل عن عروۃ عن عائشۃ
و عن أم عبدارۃ بنت کعب أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا فذاعت لبطعام
فقال لها کلی فقالت إني صائمة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سائران الصائم إذا أکل

ترمذی حنفی کی ایک جماعت نے اسے زہری سے انہوں نے حضرت عائشہ سے مرسل روایت کیا ہے اور اس میں عروہ کا ذکر نہ کیا یہ ہی صحیح تر ہے
اور روایت کیا ابو داود نے اسے عروہ کے موئے زویل سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے روایت ہے حضرت عمار بنت
کعب سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حضور کے لئے کھانا منگایا حضور نے ان سے فرمایا تم بھی کھاؤ بولیں
میں روزہ دار ہوں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھانا باقی رہے.....

معلوم ہوا کہ اگر نفلی روزہ مشروع کر کے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے اور جس کی قضاء واجب ہو وہ خود بھی واجب ہوتا ہے لہذا نفلی روزہ
شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے شوافع فرماتے ہیں کہ یا تو یہ روزہ قضاء یا نذر کا واجب روزہ تھا اس کا جواب تو ابھی عرض کر دیا گیا اور یہ حکم استحبی سے
نہ کہ وجہی کیونکہ نفل پہلے بھی نفل ہے اور بعد مشروع بھی نفل، مشروع کے بعد واجب ہو جاتا اس کی نفلیت کے خلاف ہے، مگر وہ حضرات بھی نفل حج و عمرہ
کو مشروع ہو جانیکے بعد واجب ملتے ہیں اور توڑ دینے یا چھوڑ دینے پر قضاء لازم سمجھتے ہیں لہذا ان کا یہ استدلال یہاں بھی کمزور ہے، نیز جب نذر مان لینے
نفلی واجب ہو جاتے ہیں تو مشروع کرنے سے بھی واجب ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں اس مسئلے پر بہت قوی دلائل ہیں، وہ بھی کچھ پہلے عرض کیے جا چکے و قطعی
نے حضرت جابر سے اور ابو داؤد و فیہیسی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی دعوت کی جب سب
حضرات کھانے لگے تو ایک صاحب الگ بیٹھ گئے بڑے میرا روزہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توڑ دو اور اپنے بھائی میزبان کو خوش کر دو
اور اسکی قضاء کرو و مرقات و لمعات ائمہ بہار میں اس سے اصطلاحی مسئلہ مراد نہیں لیجئے صحابی کا چھوٹا ہونا بلکہ نفی مرسل مراد ہے یعنی اسناد میں راوی کا رہنا جیسے
محدثین کے ہاں منقطع کہتے ہیں، مقصد یہ ہے کہ جناب زہری و حضرت عائشہ کے درمیان عروہ ہیں جبکہ اس اسناد میں ذکر نہیں ہے یعنی اسناد میں بھی انقطاع ہے کیونکہ
زویل نے عروہ سے حدیث نہیں سنی نیز نہ میں جمہول شخص میں لہذا یہ اسناد ضعیف ہے مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ ضعیف مفسر نہیں کیونکہ ابان حبان وغیرہ نے عن جابر بن
سازم عن یحییٰ بن سعید عن عروہ عن عائشہ روایت کی اور ابن ابی شیبہ نے عن خبیص عن سعید بن جبیر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن خبیص عن عکرمہ عن ابن
عباس عن عائشہ روایت کی، اور بزار نے عن حماد بن ولید عن عبید اللہ بن عمرو عن یزید عن ابن عمر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی
ہریرہ عن عائشہ روایت کی جب تک صحیح اسناد میں موجود ہیں تو حدیث صحیح ہے اور اس سے دلیل پکڑنا درست، لہذا مذہب حق نہایت ہی قوی ہے کہ آپ کا نام نسیم بن کعب ابن
عوف ہے کینت ام عمارہ صحابیہ میں انصار میں عام ابن زید کی بیوی میں سیت عقبہ و سیت رضوان میں حاضر تھیں غزوہ احد میں آپ نے گیارہ زخم کھائے تھے کہ زخموں کی وجہ سے
ایک ہاتھ کاٹا پڑا تھا منی اللہ تعالیٰ لعنہا اسکے باوجود تمام غزودوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں کہ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا

عِنْدَكَ صَلَّتُ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يَفْرُغُوا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ
 الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ بَرِيدَةَ قَالَتْ دَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَهُوَ يَتَغَدَّى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَاءُ يَا بِلَالُ قَالَ إِنِّي صَائِمٌ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ أَشْعَرَتْ
 يَا بِلَالُ إِنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامَهُ وَيَسْتَغْفِرُ الْمَلَائِكَةُ مَا أَكَلَ عِنْدَكَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

تو اسے فرشتے دعا میں دیتے ہیں جب تک کہ وہ فارغ ہوں اور احمد ترمذی ابن ماجہ دارمی تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے ملے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضور زائستہ کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال ناشتہ کر و عرض کیا یا رسول اللہ
 میں روزہ دار ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اپنی روزی کھا رہے ہیں اور بلال کی بہتر روزی جنت میں سے ہے اے بلال کیا
 تمہیں خبر ہے کہ جب تک روزے دار کے سامنے کچھ کھا جائے تب تک اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اسے فرشتے دعا میں دیتے ہیں وہ ہمیشہ بقی شعب الایمان

انہوں نے نہ کھایا اس سے دو مکے معلوم ہوئے ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کرسکتا ہے، دوسرا رمضان میں روزہ توڑ دے
 اور روزہ چوروں کو نہ کھانا کھائے نہ ان کے لئے پکائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدَاوَانِ دوسرے
 یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو تو میزبان نفلی روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کر دے

سے کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے، ایک روزہ دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر اس لئے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعا میں
 نفع میں ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال مکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں اے آپ مشہور صحابی ہیں، اسٹی ہیں، سبھی ہیں، زمانہ نبوی
 اور زمانہ خلفائے راشدین میں آپ نے اسلام کی شاندار خدمات کیں، جنگ و جمل و صفین میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، یزید پلیدی کے
 زمانہ میں سلاطین ہجری میں مقام مرو میں وفات ہوئی، وہیں آپ کا مزار ہے جس سے لوگ برکتیں حاصل کرتے ہیں، سہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا کھاتے
 میں کوئی آجائے، تو اسے کبھی کھانے کے لئے بلانا سنت ہے، مگر علی ارادہ سے بلائے، جھوٹی تواضع نہ کرے، اور آنے والا بھی جھوٹ بول کر یہ نہ کہے کہ مجھے
 خواہش نہیں، تاکہ بھوک اور جھوٹ کا اجتماع نہ ہو جائے، بلکہ اگر کھانا کم دیکھے تو کہہ دے بَارَكَ اللَّهُ بِمِیْهِ یعنی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی
 عبادات نہیں چھپانی چاہئیں، بلکہ ظاہر کر دی جائیں، تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ بن جائیں یہ اظہار ریا نہیں، بلکہ یعنی آج
 کی روزی ہم تو اپنی سیس کھائے لیتے ہیں، اور بلال اس کے عرصہ جنت میں کھائیں گے، وہ عرصہ اس سے بہتر بھی ہوگا اور زیادہ بھی ہے حدیث بالکل اپنے
 ظاہری معنی پر ہے، واقعی اس وقت روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑہ بلکہ رگ رگ تسبیح کرتی ہے جس کا روزہ دار کو پتہ نہیں ہوتا مگر سرکار سنتے ہیں یہ تسبیح اگرچہ
 بغیر اختیار ہے، مگر اس پر ثواب بے شمار جب مسبزو کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ تو ان ہڈیوں کی تسبیح سے خود روزہ دار بلکہ اس کے

بَابُ لَيْلَةِ الْقَدَرِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَدُّوا لَيْلَةَ الْقَدَرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ إِنَّ رِجَالَ الْأَمِينِ أَصْحَابَ لَيْلَتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادُوا لَيْلَةَ الْقَدَرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَّلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَعَتْ فِي السَّبْعِ

باب شب قدر کا پہلا فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں میں دو صند و سٹہ بخاری روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کو شب قدر خواب میں دکھائی گئی کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے سٹہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہو گئیں سٹہ

شب قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی قدر کے معنی ہیں اندازہ لگانا عزت و عظمت و غلظت و غلظت کی چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہر روز و واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیے جاتے ہیں ملک الموت کو سال بھر میں مریدانوں کی فہرست مل جاتی ہے حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست عطا ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے فیہا یفرق کل امر حکیم نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے تنزل الملائکۃ والروح فیہا اس لئے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں نیز اس رات کی عزت و عظمت بہت زیادہ اس شب میں عبادت کرنیوالا رب کے ہاں عزت والا ہے لہذا اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی مہینہ اور کسی تاریخ میں دو سرے سال کسی مہینہ اور تاریخ میں بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں ہے اکیسویں تیسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ انشاء اللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں ۹ حرف ہیں اور یہ سورۃ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے، نو تیرہ ستائیس ہونے میں نیز سورہ قدر میں تیس حرف ہیں جن میں سے ستائیسواں حرف ہے ہی، یہ منیر لیلۃ القدر کی طرف نوٹ ہے درود ابیان اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنیکے اعمال ہماری کتاب مواظع نعیمیہ اور اسلامی زندگی میں ملاحظہ کرو سٹے اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں وہ بھی طاق تاریخوں میں قرآن کریم بھی اس تا میذ قرار دیا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے شہد رمضان الذی انزل فیہ القرآن جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں جبکہ شب قدر رمضان میں ہو خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالیٰ نے ہم سے چھپایا تاکہ ہم اسکی تلاش میں بہت داتوں میں عبادت کریں تلاش کرنے سے مراد عبادتیں کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا مگر انکے اظہار کی اجازت ردی اسم اعظم کی طرح عوام سے اسے چھپا رکھا تاکہ اس کی تلاش رہے اور اچھی چیز کی تلاش بھی عبادت ہے لہذا یہ چھپانا ہمارے لئے بہتر ہے مگر یہ ترجیح بہت احتیاط سے کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے کسی نے دیکھا کہ تیسویں ہے کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا اسیسویں کہا ہے یعنی آخری عشرہ کی طاق راتیں، چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنی تیسویں سے اسیسویں تک اس لئے آخری ہفتہ ارشاد ہوا اس جگہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشوار ہوئی ہے فقیر نے جو عمر کیا وہ زیادہ قرین ہے واللہ در سولہ اعلم

الْوَاحِدِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَدِّيًا فَلْيَتَحَدَّهَا فِي السَّبْعِ الْوَاحِدِ مُتَّفَقٌ عَلَيْكَ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقِسْوُهَا فِي الْعَشْرِ الْوَاحِدِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةِ تَبْقَى فِي سَائِلَةِ تَبْقَى فِي خَامِسَةِ تَبْقَى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِي قُبْلَةٍ تَرْكِيبَةٍ ثُمَّ اطْلَمَ لَأَسَدٍ فَقَالَ إِنِّي اعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ التَّمِسُ هَذِهِ اللَّيْلَةُ ثُمَّ اعْتَكِفُ الْعَشْرَ

پس تو جو شب قدر تلاش کرے وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے کہ مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو جب نو دن باقی رہیں سات دن باقی رہیں پانچ دن باقی رہیں ان میں شب بخاری روایت ہے حضرت ابی سعید خدریؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر ترکیبیمہ کے اندر درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر سب سے لکال کو فرمایا کہ ہم نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا ہے

تو محتمل ہیں مگر نوعی تعین میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سوس کا خواب معتبر ہے نہ صاحب کرم کی تصدیق بھی ہو جائے دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے ایسے ہی ہے لہذا اکیسویں تیسویں چھپیسویں ستائیسویں اکیسویں میرا اس کی تلاش کی جائے اسکی تفصیل اگلی حدیث میں آئی ہے کہ عرب میں دستور ہے کہ ابتدائی مہینہ میں ناریخوں کا اعتبار شروع مہینہ سے کرتے ہیں یعنی پانچویں تاریخ وہ جس سے پہلے چار تک بچیں گزری ہوں آٹھویں وہ جس سے پہلے مہینہ کے سات دن گزر چکے ہوں مگر مہینہ کے انتہا میں آخر کی طرف سے حساب لگاتے ہیں اس طرح کہ نوین تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے نو دن باقی ہوں یعنی اکیسویں ساتویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے سات دن باقی ہوں یعنی تیسویں اور س کے ساتھ لفظ شفع بول دیتے ہیں یعنی اس کے بعد اتنے روز باقی ہیں اسی قاعدے سے یہ فرمان مالی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ شب قدر رمضان کی اکیسویں تیسویں چھپیسویں وغیرہ میں تلاش کرو شارحین نے اس نے جملے کے اور بہت سے معنی لکھے ہیں کہ سابع سے ستائیسویں شب مراد ہے تاسع سے اکیسویں اور خامس سے چھپیسویں مگر فقیر نے جو معنی لکھے ان میں ان تیسویں والہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھنا آسان نہیں بلکہ یہاں اول داد کے شد سے بھی ہو سکتا ہے تفصیل کا واحد مذکر کیونکہ لفظ عشر واحد بھی ہے مذکر بھی اور مجزہ کے پیش دار کے ذریعے بھی اولیٰ کی جمع کیونکہ عشر معنی کے لحاظ سے مؤنث ہے اور جمع ہے پہلی قرات زیادہ مشہور ہے اگلا جملہ بھی اس کی تائید کر رہا ہے کہ اس میں اسطو واحد مذکر آیا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا کہ اس خیمہ کو عربی میں خیمہ کہتے ہیں اور عربی میں خیمہ کا چھوٹا سا گول خیمہ ہوتا ہے حضور انور صلی علیہ وسلم کے واسطے مسجد ہی میں ٹکایا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ متعلق مسجد میں اپنے لیے مکان خاص کر لیتا ہے جہاں چادر وغیرہ تان لے جس میں بغیر اجازت کوئی نہ آ سکے اس وقت تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی اطلاع نہیں دی گئی تھی آپ نے صرف اجتہاد سے یہ تلاش فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بھی علم تھا کہ شب قدر رمضان کی ہے جس سے دوسرے مہینوں میں نہیں یہ حدیث ان بزرگوں کے خلاف ہوگی جو کہتے ہیں کہ شب قدر

الْأَوْسَطُ ثُمَّ أُتِيَتْ فِيقَبْلَ لِيْ أَنْهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَعْتَكِفْ الْعَشْرَ
الْآخِرَ فَقَدْ أُرِيَتْ لَهُ فِي اللَّيْلَةِ ثُمَّ أَنْبِئَتْهَا وَقَدْ رَأَيْتَنِيْ أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ
صَبِيحَتِهَا فَالْتَمَسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ وَالْتَمَسُوْهَا فِي كُلِّ وَتِدٍ قَالَ فَنَظَرْتُ السَّمَاءَ نِلَاكَ
اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ فَوَكَّفَ الْمَسْجِدُ فَبَعَارَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صَبِيحَتِهِ أَحَدَايَ وَعِشْرِينَ مُتَّفِقًا عَلَيْهِ

پھر بارے پاس آئیں والا آیا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے سہ تو جس بارے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے سہ مجھے یہ
رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی میں اس رات کی سویرے اپنے کو کچھ میں بیدہ کرتے دیکھا ہے کہ لہذا تم اسے آخری عشرہ میں ڈھونڈو ہر طاق نامتخ میں تلاش کرو
سہ راوی فرماتے ہیں کہ اس بارش دیکھی اور مسجد پر چڑھ کر چنانچہ مسجد کی اور میری آنکھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیسویں کے سویرے دیکھا کہ آپ
کی پیشانی پاک پر کچھ کا اثر تھا سہ مسلم بخاری :

سال بھر میں کبھی ہو جاتی ہے سہ چوتھ اس عشرہ کی ہر رات میں شب قدر ہونے کا احتمال تھا اس لئے یہاں ادا خر جمع ارشاد ہوا مرقات، یعنی بیسویں تاریخ کو فرشتے آئے
مومن کیا کہ شب قدر ایک عشرہ میں ہے، رب تعالیٰ چاہتا تھا کہ محبوب کا ساما مہینہ اعتکاف میں گزرے، اس لئے پہلے اطلاع نہ دی سہ تاکہ اس کی یہ محنت با نیگاں شب
اور شب قدر کی تلاش میں کامیاب ہو جائے، اس جملے سے بھی معلوم ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے اور آخری عشرہ میں ہے سہ مرقات نے یہاں فرمایا کہ غالباً حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خصوصی علامت بتائی گئی تھی، پھر وہ بھلا دی گئی تاکہ امت اس کی تلاش میں کوشش کرے اور ثواب پائے معین رات مرا حہ نہ
بتائی گئی تھی کہ اس کا بھول جانا کچھ بعید از عقل سے خیال رہے کہ جو چیز ضروریات دین سے نہ ہو پھر اسے بھول سکتے ہیں اور اس بھول میں اللہ کی بہت حکمتیں ہیں، یہ بھی
خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر وغیرہ تمام چیزوں کا تفصیلی علم عطا ہوا، خور فرماتے ہیں فقہ الی کل شئی وعدفت بر حیز میں شب قدر بھی یقیناً داخل
ہے بھلا دی گئی فرما کر یہ بتایا کہ یہ بھولنا ہماری اپنی کوتاہی سے نہیں ہوا بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے فَلَاقِنْسِيْ الْاَمَاشَاءَ اللّٰهُ سہ یعنی میں نے خود
میں دیکھا ہے کہ اس سال شب قدر میں بارش ہوگی، مسجد نبوی شریف ٹپکے گی جس سے مسجد میں کچھ ہو جائے اور ہم اس کچھ میں نماز فرما کر ٹپکے یہ مطلب نہیں کہ ہر سال شب قدر
میں بارش ہو کر ٹپکے گی اور ہم کچھ میں نماز فرما کر ٹپکے گا کریں گے سہ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر بالکل نہ بھلائی گئی تھی، بلکہ اسے تقریباً تعین
بھلا دیا گیا تھا، اس لئے فرمایا کہ شب قدر آخری عشرہ رمضان کی طاق تاریخوں، تیسویں، پچیسویں وغیرہ میں ہے ڈھونڈو سہ، کہ بجائے ستوتوں کے
کچھ رات تھے اور بجائے کڑیوں کے کچھ راتیں تھیں جن پر کچھ کے پتے ڈال دیئے گئے تھے دھوپ بھی پھین کر آتی تھی اور بارش بھی اسی لئے صورتی
کی بارش سے مسجد میں کچھ نہ ہو جاتی تھی سہ تب ہمیں پتہ لگا کہ آج اکیسویں شب کو لیلة القدر ہو گئی، اس حدیث کی وجہ سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ شب
اکیسویں رمضان ہے بعض نے فرمایا کہ اس سال اکیسویں شب تھی ہمیشہ نہیں ہم عرض کر چکے ہیں کہ دلائل ہر رات کے متعلق موجود ہیں، مگر سنا کیسویں شب
نے دلائل ہی قوی اور زیادہ ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ میں پیشانی زمیں پر ضرور لگائے اگرچہ فرش پر معمولی کچھ ہو اور نماز میں پیشانی وغیرہ پر کچھ

فِي الْمَعْنَى وَاللَّفْظُ مُسْلِمٌ إِلَى قَوْلِهِ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ وَالْبَاقِي لِلْبُخَارِيِّ وَفِي
رِوَايَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْشٍ قَالَ
سَأَلْتُ أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ يَقُمْ الْحَوْلَ يُصِيبُ لَيْلَةَ الْقَدَرِ
فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَرَادَ أَنْ لَا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَقَانَتْهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ
الْأَوَّخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ ثُمَّ خَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ فَقُلْتُ
يَا بَنِي شَيْءٌ تَقُولُ ذَلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْأَيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

یعنی اور لفظاً مسلم کے ہیں اس مضمون تک کہ مجھے بتایا گیا وہ آخری عشرہ میں ہے باقی بخاری میں ہے اور عبد اللہ بن انیس کی روایت میں ہے کہ فرمایا وہ تیسویں
رات ہے لے مسلم روایت ہے حضرت زری جیش سے لے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابی ابن کعب سے پوچھا میں نے کہا کہ تمہارے بھائی ابن مسعود فرماتے ہیں جو سال
بیشرب بیداری کرے وہ شب قدر پائے گا لے وہ بولے اللہ ان پر رحم کرے انہوں نے چاہا یہ لوگ بھر دوسرے نہ کریں درندہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں
اس کے آخری عشرہ میں اور وہ تیسویں شب ہے لے پھر آپ بغیر انشاء اللہ کہ جس قسم کھائی کہ وہ تیسویں شب ہے لے میں نے کہا آپ کس دلیل سے فرماتے
ہیں لے ابو المنذر فرمایا اس شانی یا اس دلیل سے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔

انہیں ملتی ہے کچھ دیکھ دے، اہل بعد نماز پونچھ لڑے کہ یہ عبادت کا اثر ہے جس کے اظہار میں ریاکارانہ لہجہ ہے لے اس جملہ میں لیلۃ کو یا تو زبر ہے تو معنی ہوئے کہ بارش وغیرہ
کا پیدا قوتیسویں رمضان کی شب میں ہوا تب رادوں کی یاد میں اختلاف ہے، حضرت ابوسعید خدری کو یاد رہا کہ اکیسویں شب کو بارش ہوئی، اور حضرت عبداللہ بن
انیس کو تیسویں شب یاد رہی اور یلینا کو پیش ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ شب قدر تیسویں رمضان کی رات ہے، کیونکہ انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات
بہت عبادت کرنا حکم دیا لے آپ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں آپ کی عمر اکیسویں یا اکیسویں یا پڑھ سو برس ہوئی، آدمی عمر جاہلیت میں گذاری، آدمی اسلام میں
زبردست قاری تھے حضرت ابن مسعود والی ابن کعب کے ساتھیوں میں سے ہیں لے شب بیداری سے مراد نماز تہجد پڑھنا ہے کیونکہ تمام سال پوری رات جاگنا شرعاً
منوع ہے، رتبہ فرماتا ہے قم اللیل الاقلیل۔ یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شب قدر نہ تو رمضان کی کسی خاص تاریخ سے مخصوص ہے نہ
خود رمضان منترین سے بلکہ سال کے کسی مہینہ میں مزدور ہوتی ہے مسئلہ۔ اگر کوئی اپنی بوی سے کہے کہ تجھے شب کی صبح کو طلاق ہے، تو کہنے سے سال بھر کے بعد
طلاق واقع ہوگی، کیونکہ نکاح یقینی تھا اور شب قدر کی تعیین میں شک ہے، سال میں یقیناً ہوتی ہے، یقینی چیز یقینی ہے ہی زائل ہو سکتی ہے لے
یعنی میرا بھی گمان غالب قریباً یقین ہے۔ اور حضرت ابن مسعود کا بھائی کہ شب قدر تیسویں رمضان کی رات ہے، اگر انہوں نے اس کا اظہار ایسا ہی لے
کہ کیا کہ تم لوگ اس کی تلاش نہ چھوڑو و تلاش میں لگے رہو کہ ثواب پاتے رہو، کہ اچھی چیز کی تلاش بھی اچھی ہے لے یعنی یوں فرمایا کہ قسم خدا کی شب قدر
تیسویں رمضان کی شب ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسائل اجتہاد یہ پر قسم کھائی جاسکتی ہے مثلاً حنفی کہ قسم خدا کی آئین اونچی آواز سے پکارنا منع
ہے، یا اللہ کی قسم رفع یدین نہ کرنا سنت ہے، دیکھو حضرت ابی ابن کعب اپنے اجتہاد سے غائی ہوئی بات پر قسم کھا رہے ہیں، آپ کو اتنا اعتماد ہے

اللہ علیہ وسلم انہا تطلع یومئذ لا شعاع لہا رواہ مسلم۔ وعن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی العشر الاواخر ما یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم۔ وعنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شدّ میزرہ واخلی لیلہ وایقظ اہلہ متفق علیہ۔ الفصل الثانی: عن عائشہ قالت قلت یا رسول اللہ اعریت

علیہ وسلم بتائی کہ اس دن سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے۔ اس روایت سے حضرت عائشہ سے فرمائی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اس قدر مشقت فرماتے تھے جو دیگر ایام میں نہ کرتے تھے۔ اس روایت سے کہ جب آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کربتہ پہناتے تھے راتوں کو خود جاگتے اور گھروالوں کو جگاتے تھے۔ مسلم بخاری و دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرمائی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے۔

یعنی شب قدر کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے سورج کو سورج کی بوقت طلوع شعاعیں نہیں پڑتیں، سفید بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے، بعد میں شعاعیں ظاہر ہوتی ہیں، اور میں نے یہ آرزو کیا کہ ستائیسویں رمضان کو ایسا ہوتا ہے، اس دلیل کا کبریٰ لغض سے ثابت ہے اور صغریٰ ان کے اجتہاد سے، لہذا دلیل اجتہادی ہوئی، اشعۃ لمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے، خواہ سات باقی ہوں یا سات گز گئی ہوں، یعنی تیسویں یا ستائیسویں شب، احباب عمر نے پوچھا دلیل کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے آسمان بنائے سات، زمین سات ہفتہ کے دن سات، انسان کی پیدائش سات اندام سے نیز انسان کھاتا ہے سات اعضا سے سجدہ کرتا ہے، سات اعضا پر طواف میں سات چکر ہیں، ریحی چار ہیں سات کنگری مارے جاتے ہیں، لہذا شب قدر میں بھی سات کا ہی عدد چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے تم نے وہ ہی چیز بیان کی جو ہمارے علم میں بھی ہے، یہ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عموماً شب بیداری بھی یا تو ایسے کہ اس عشرہ میں شب قدر ہے یا اس لئے کہ جہان جارہا ہے الوداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے، یا اسلئے کہ جہنم کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو، بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے دنیا سے کنارہ کر کے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب چلتا وقت ہے جو ہر کچھ کر لیں، شمس اترتے چاند صلی چاندنی جو ہو سکے کرے، اندھیرا پا کھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

اس میں روزہ سے بنا جمعہ تہ بند یا پانچ مار، لغلی معنی ہوئے اپنا تہ بند باندھ لیتے، ظاہر ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لئے تیار ہو جاتے جیسے کہا جاتا ہے اللہ باندھ کر کیا بیٹھا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک قطعاً علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب بھی، یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریباً تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، اذکار، اور کراۓ میں راتیں گزارتے تھے، اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے، یہاں مرقعات نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات بیداری و عبادت کبھی نہ کیں، خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کیلئے جاگنا اور لیل اس کا طرف ہے، یعنی رات بھر عبادت کے لئے جاگتے، ہو سکتا ہے کہ لیلہ معنی یہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھے، جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالیٰ کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں، پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا، گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی ہے۔
 سہ یعنی شب قدر کو اکیسویں رمضان یا تیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا اسیسویں کی راتوں میں تلاش کرو، اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے عرض کی جا
 چکی ہے کہ عرب میں کبھی آخر ماہ سے حساب لگاتے ہیں، وہاں یقیناً یا بقیۃ کہہ دیتے ہیں، اور یہ حساب اسی حساب سے ہے کہ رمضان قیس دن کا ہو، بلکہ اس جو
 کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہمیشہ شب قدر رمضان میں ہوگی، اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں نہیں ہوگی، اور تو یہ ہوگا کہ کوئی سال شب قدر بے ٹانگل
 خالی رہے کہ کسی مہینہ میں شب قدر نہ ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سوا کسی اور مہینہ میں ہو جاوے، اور دوسرے یہ کہ رمضان کے ہر حصہ میں شب قدر ہو سکتی ہے۔ آخری

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي بَادِيَةٌ أَكُونُ فِيهَا وَأَنَا أَصَلِّي فِيهَا بِحَمْدِ اللَّهِ فَمُرْنِي بِلَيْلَةٍ أَنْزِلَهَا إِلَيَّ هَذَا
الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَنْزِلْ لَيْلَةً ثَلَاثَ وَعِشْرِينَ قِيلَ لِابْنِهِ كَيْفَ كَانَ أَبُوكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ
يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ إِذَا صَلَّى لَعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتَّى يُصَلِّيَ لَصُبْحٍ فَإِذَا أَصَلَ الصُّبْحَ
وَجَدَ دَابَّتَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَةٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَدَاؤُهَا لِفَصْلِ

یا رسول اللہ میرا ایک جنگل ہے جس میں رہتا ہوں اے اللہ الحمد للہ وہاں ہی نمازیں پڑھتا ہوں تاکہ مجھے ایک رات بتا دیجے جس میں میں مسجد میں آیا کروں تاکہ
فرمایا تیسویں رات تجایا کروں تاکہ انکے پیٹ سے پھوٹ جائے کہ والد کیا کرتے تھے تو میرا جب عصر پڑھ لیتے تو مسجد نبوی میں چلے جاتے تاکہ پھر کسی کا اکیلے نہ نکلنے دے کہ نماز
ختم ہو جائے تاکہ جب فجر پڑھ لیتے تو اپنی سواری مسجد کے دروازے پر پاتے اس پر سوار ہو کر اپنے جنگل چلے جاتے تاکہ ابو داؤد اے : فصل

عشرہ سے خاص نہیں کبھی شروع تاریخوں میں ہوگی کبھی درمیانی میں اور کبھی آخری تاریخوں میں یہ حدیث ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیشہ شب قدر
رمضان ہی میں ہوگی مگر تاریخ مقرر نہیں کبھی کسی تاریخ میں اور کبھی کسی میں اور اللہ در رسولہ اعلم لہ یعنی میرا مکان مدینہ منورہ سے دور اپنی زمین میں
واقع ہے جہاں میرا کنواں باغ وغیرہ ہے وہاں ہی میرے ہاؤز رہتے ہیں اور وہاں ہی میرے بال بچے عرب میں یہ بات عام مرد و عورتی کہ باغوں زمینوں کے
اپنی زمینوں میں رہتے تھے تاکہ اس طرح کہ اس زمین میں میں نے مسجد بنائی ہے جہاں ہم سب گھر والے یا جماعت نمازیں پڑھ لیا کرتے ہیں اور اگر مسافر بھی وہاں
نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ پنجاب میں کنوؤں کی مسجدوں میں ہوتا ہے لہذا ان صحابی پر ترک جماعت کا اعتراض نہیں ہو سکتا ہے یعنی مسجد نبوی شریف
میں حاضر ہو جایا کروں رات بھر نوافل پڑھتے کیلئے یعنی شب قدر نبادین تاکہ زمان اور مکان دونوں کی برکتیں حاصل کر لیا کروں شب قدر مسجد نبوی
کی زمین پاک ہو اور میری جہین نیاز ہو اس طرح نوافل ادا کیا کروں رب تعالیٰ کبھی ہم کو بھی یہ سعادت میسر کرے تاکہ ایسے تیسویں رمضان کی رات میں
اکثر شب بیداری اور نوافل ادا کیا کروں کہ یہ رات شب قدر ہے یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ تیسویں رمضان شب قدر ہے اس سے معلوم ہوا کہ
حضرت انور علیہ السلام کو شب قدر کا علم دیا گیا ہے یعنی میرے والد با تیسویں رمضان عصر پڑھ کر مسجد نبوی میں داخل ہو جاتے تھے ظاہر یہ ہے کہ نماز عصر
اپنے گھر پڑھ کر آتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ نماز عصر یہاں مسجد نبوی شریف میں ہی پڑھتے ہوں تب داخلہ سے مراد ٹھہرنے کا داخلہ ہوگا اس طرح کہ یہاں
عصر پڑھی پھر ضروریات سے فارغ ہوئے پھر رات بھر قیام کے ارادے سے مسجد میں آگئے تاکہ ظاہر یہ ہے کہ حاجت سے مراد مطلق ضرورت ہے تو آپ تمام ضروریات
انسانی سے ایسے فارغ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے کہ پھر وضو کیلئے بھی باہر نہ آتے تھے وضو ٹوٹا ہی نہ تھا اس جگہ کی اور بہت شریوں کی گئی ہیں مگر یہ
شرح بہت ہی مناسب ہے خیال رہے کہ آپ متکلف نہ ہوتے تھے کیونکہ فرضی اعتکاف تو جوچ میں گھنٹہ کا ہوتا ہے اور اعتکاف سنت رمضان کے پورے آخری
عشرہ کا اور اعتکاف قطعی ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں مسجد سے باہر آنا ممنوع نہیں جب چاہے متکلف باہر آجائے اور جب چاہے اندر جائے پھر
پھر سنت اعتکاف کے لہذا جن شارحین نے اس سے اعتکاف مجاہدہ مناسب نہیں معلوم ہوتا آپ اس رات کی عارضی کو عقیقت مانتے تھے اور ایک منٹ کیلئے
بھی باہر نہ آتے تھے تاکہ اور پھر شہر میں کبھی کبھار آتے اس سے اشارہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس رات کو وہ شب قدر جان کر یہ عبادت کرتے تھے جیسا کہ مرقات میں ہے تاکہ
ابو داؤد نے یہ حدیث صخرہ ابن عبد اللہ ابن انیس سے روایت کی اس اسناد میں محمد ابن اسحاق راوی ہیں جن کا حال یہ ہے کہ اگر وہ حدیث کا مکرر روایت کی

الثَّالِثُ عَنْ عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدَرِ
فَتَلَاخِي رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدَرِ فَتَلَاخِي فَلَانٌ وَفَلَانٌ
فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ فَالْتَمَسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدَرِ نَزَلَ
جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَصْتَونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يُذَكِّرُ اللَّهَ

تیسری روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شب قدر بتانے تشریف لائے تھے تو دو مسلمان مرد ٹپڑے سے حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں شب قدر بتانے آیا تھا مگر فلاں فلاں ٹپڑے تو شب قدر ٹھکانی گئی اسلئے ممکن ہے یہ اسٹایا جانا تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا اب اسے آخری نوں ساتویں پانچویں میں تلاش کرو۔ بخاری اور ابی ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں اسلئے ہر اس کھڑے بیٹھے بندے کو دعائیں دیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو گا ۔

تو اساد صحیح ہوتی، اصل حدیث مسلم کی ہے بروایت بشر ابن سعید لے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خبر بھی دیدی گئی اور بتانے کی اجازت بھی دیدی گئی اسلئے سرکار بتانے کیلئے تشریف لائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا کہ غالباً یہ حضرات عبد اللہ ابن ابی الحدود اور کعب ابن مالک تھے جنکا جھگڑا قرض کے متعلق تھا جن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا معاف کر دیا اور باقی آدھا ان کو نیک حکم دیدیا اسلئے یعنی میرے علم سے اسکا تقرر در کر دیا گیا اور مجھے بھلا دی گئی، یہ مطلب نہیں کہ خود شب قدر ہی منم کر دی اب وہ ہوا ہی نہ کرے گی ان جھگڑنے والوں کا جھگڑنا سچی بھی تھا اور اعتدال سے زیادہ بھی جس کا اثر یہ ہوا معلوم ہوا کہ دنیا دی جھگڑے مغوس ہیں انکا وبال بہت ہی زیادہ ہے اسی وجہ سے اللہ کی آتی ہوئی رحمتیں رک جاتی ہیں اسلئے اس شر کے ضمن میں تمہارے لئے خیر ہے، کہ اب تم شب قدر کی تلاش کرو گے اور اس کی تلاش بھی عبادت ہے، لہذا تم اس پر بھی بہت ثواب پاؤ گے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شب قدر کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ بھی لوگوں پر ظاہر نہ کرے کہ اسکا ظاہر نہ کرنا سنت ہے اور ظاہر کر دینا خلاف سنت اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کر دیا تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحقیقی اطلاع نہ دی تھی یا ملائیں بتائیں یا نوعی تقریر ظاہر کیا ہے یعنی رمضان کی انتیسویں، ستائیسویں، پچیسویں راتوں میں زیادہ جستجو کرو غالب یہ ہے کہ ان میں سے کسی رات میں ہے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ اس جھگڑے سے خود شب قدر نہ اٹھی تھی بلکہ اسکا تعین اٹھا اور نہ اسلئے تلاش کرنیکے کیا معنی، تلاش وہ چیز کی جاتی ہے جو ہو مگر اسکا پتہ نہ ہو اسلئے یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا اس سے پہلے کہ وہاں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ملائکہ سے مراد فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو ان کے ساتھ اترتی ہے، یہ جماعت سوائے شب قدر کے اور کبھی نہیں اترتی بعض مبرزگوں نے کبھی اس جماعت کو جھگڑا بھی ہے روح کی تفسیر میں اور بہت ہیں مگر قوی یہی ہے کہ وہ حضرت جبریل ہیں اسلئے اس تعلیم سے معلوم ہوا کہ شب قدر میں صرف نماز ہی پر مطلقاً لازم نہیں بلکہ نماز، تلاوت قرآن اور تمام قسم کے ذکر اللہ کے جامیں پھر نماز نفل کھڑے ہو کر پڑھی جائے یا بیٹھ کر ہر طرح فرشتوں کی دعائیں مل جاتی ہیں ۔

پھر جب بندوں کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ ان بندوں سے اپنے فرشتوں پر فرماتا ہے اے میرے فرشتو اس مزدور کی اجرت کیا ہوئی چاہیے جو اپنا کام پورا کر دے سکے عرض کرتے ہیں اسی اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا ثواب دیا جائے سکے فرماتا ہے اے فرشتو میرے بندے بندہ جسے مبرا فرضیہ پورا کر دیا جو ان پختہ بھروسہ میں مشورہ جانتے نکل پڑے کہ مجھے اپنی عزت اپنے جلال اپنے کرم اپنی تہدی اپنے غلبہ مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا لکھ پھر فرماتا ہے لوٹ جاؤ میں تمہیں بخش دیا کروں تمہاری بُرائیوں کو خوبیاں بنا دیا کروں یہ لوگ بخشے ہوئے لوٹتے ہیں۔

[illegible]

الْبَيْهَاتِي فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ : بَابُ لِعِتْكَافٍ : الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْأَوَّلَ مِنْ بَعْدِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ كَانَ جَبْرِئِيلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي

بیتہ شعیب الایمان : اعتکاف کا باب : پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے لگتے تھے کہ اللہ نے انہیں وفات دی سہ پہر آپ کی بیویوں نے آپ کے بعد اعتکاف کیا سہ مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام سہ پہر کو سر پہلی کے کھنکھاتے تھے اور آپ رمضان میں نوبت ہی سخاوت فرماتے تھے سہ ہر رات جبریل امین آپ سے ملنے لگتے تھے

دیہاتی لوگ اور عورتیں وغیرہ ان کی بخشش اس کے بغیر بھی ہوتی ہے جیسے عام مسلمانوں کی بخشش روزہ نماز سے بچوں اور دیوانوں کی بخشش محض کرم سے اس کی عطا ہماری طلب پر موقوف نہیں :- شاعر :-

مانہ بودیم و تقاضا مان بود : لطف تو ناگفتہ مانے شنید

سہ اعتکاف عکف سے بنا جمعے ٹھہرنا یا قائم رہنا رب تعالیٰ فرماتا ہے یحکفون علی اصنامہم اور فرماتا ہے وانتم حاکفون فی المساجد شریعت میں بنیت عبادت مسجد میں خاص ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے ، اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما السلام سے فرمایا تھا اَنْ يَّكُونَ مِنَ السَّاجِدِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالْمُذَكِّرِينَ الشُّجُودَ ، اعتکاف تین قسم کا ہے ، اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف ، اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن و رات ہے ، اعتکاف سنت یا یہ بیسویں رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے ، اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہہ دے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت ہو کہ عکف یا یہ ہے کہ اگر کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے ، اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا ، مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کر سکتا ہے عباد نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہے مگر عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کر کے وہاں ہی اعتکاف کرے جسے مسجد خانہ کہتے ہیں دلمعات مرقاہ وغیرہ ، سہ اس ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت ہو کہ عکف ، اور چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا حکم امت کو مبرا حتمہ نہ دیا بلکہ غریب دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں ، کیونکہ وجوب کے لئے حکم دینا ضروری ہے ، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت ہو کہ عکف ، پھر سارے مدیرہ منورہ میں صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے ، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت ہو کہ عکف یا یہ ہے ، سہ لے لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا ، اعتکاف کے لئے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھڑا دیئے تھے ، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ رہ کر اعتکاف کر سکتی ہے مگر اس کے لئے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے لکھ کہ ہمیشہ ہی مال کی ، اعمال کی علم کی ہر رحمت الہیہ کی سخاوت کرتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سخاوت آج تک نہ کی نے کی نہ کوئی کر سکتا ہے ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صف

رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَ جِبْرِيلَ كَانَ أَجُودَ بِالْخَيْرِ
مِنَ لَيْلِجِ الْمُرْسَلَةِ مُنْفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يُعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ
عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عَشْرَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل پر قرآن پیش فرماتے تھے سہ نوحہ آپ سے جبریل ملتے تب آپ بھیجی ہوئی یہ ہوا سے بھی زیادہ سخی بالجبر ہوتے تھے سہ مسلم بخاری
روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سارا قرآن دیکھا پیش کیا جاتا تھا جس سال حضور انور کی وفات دی گئی اس سال دو بار پیش کیا
گیا سہ اور حضور ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے وفات کے سال میں دن اعتکاف کیا بلکہ بخاری روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ

ہو کہ کے مظہر اتم میں اقرآن پاک نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کریم یعنی سخی داتا فرمایا:۔۔۔ شعر:-

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم : صد شکر کہ بہتیم میان دو کریم

سہ کہ ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے جنت مانگنے والوں کو جنت رحمت کے ساکوں کو رحمت خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور
کو مانگنے والوں کو اپنی توجہ کریم مال مانگنے والوں کو مال اعمال کمال لقائے ذوالجلال غرض کہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مٹا پاتا تھا بعض عشاق اب بھی رمضان
میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں مسلمانوں کو بھی رمضان میں بیت سخاوت کرنا چاہیے کہ یہ سنت رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم :-

سہ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع تجوید و مخارج حروف کے دور فرماتے
تھے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ رمضان میں دو قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی اور دوسرے یہ کہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں تنزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کے لئے ہوا کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا نزدل کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ
قلاوت خصوصیت سے آقا نہیں ہوتی تھی اس لئے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے تھے جیسے ہوا کی سخاوت پچالم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے
ہی سانس لیتا ہے اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچتی
ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات جبریل کے موقع پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے خیال رہے کہ رب تعالیٰ رمضان میں بہت جو دو کریم
فرماتا ہے اس سنت الہیہ کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے ہوئے جو رب تعالیٰ کے مظہر اتم صلی اللہ علیہ وسلم سہ
یعنی شروع نبوت سے مابعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روز دورہ کرتے تھے جس سے پورے رمضان
میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روز دور کیا جس سے تیسرے میں دو ختم ہوئے یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل
مقام میں لا کر سننے اور سناتے تھے یہاں معارفہ سے مراد مدارستہ ہے یعنی دور شعر:-

نور آیا نور ہا یا نور پر نورانی رات : اس لئے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ أَذْنِي إِلَى رَأْسِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجِلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ لَبِيتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ غَاوِفٌ بِنَذْرِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے تو مسجد میں رہتے ہوئے میری طرف اپنا سر جھکا دیتے میں کنگھی کر دیتی ہے اور بھر ضروریات انسانی گھر میں تشریف نہ لانے سے مسلم بخاری اور راوی ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عرض کیا کہ میں زمانہ جاہلیت میں سیکھ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی لکھ فرمایا اپنی نذر پوری کر دے مسلم بخاری لکھ دوسری نسل روایت حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ..

لکھ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر پہنچی کہ اس سال ہوگی اسی لئے اس سال سفر آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرما رہے ہیں یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑے بڑے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کرنا شروع کرے یہ بھی سنت رسولی ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے لکھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جبر و کاد و روزہ مسجد میں تھا تو بحالت اعتکاف آپ مسجد میں رہتے اور حضرت عائشہؓ گھر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے سر مبارک حجرہ میں کر دیتے ام المومنین کنگھی کر دیتی تھیں اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ متکلف کا اپنے بعض اعضاء مسجد سے نکال دینا جائز ہے یہ مسجد سے نکلنا نہیں کہ جاتا ہی طرح جائزہ عورت کا اپنے بعض اعضاء مسجد میں داخل کر دینا جائز ہے میرے یہ کہ کنگھی وغیرہ مسجد میں نہ کرنا بہتر ہے کہ اس سے بال مسجد میں گریں گے اڑیں گے چوتھے یہ کہ جو کام مسجد میں رہ کر کئے یا کر لئے جاسکتے ہیں ان کیلئے متکلف مسجد سے نہ نکلے لکھ حاجت انسانی سے مراد صرف پیشاب پاخانہ ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اختلا سے محفوظ ہیں فقہاء صرف چار کاموں کیلئے متکلف کو مسجد سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں پیشاب، پاخانہ، غسل جنابت اور نماز جمعہ اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہوا اور اس پر جمعہ فرض ہو، غسل جمعہ کے متعلق روایت نہ ملی، حضرت شیخ نے یہاں اشعہ میں فرمایا کہ متکلف غسل نفل کے لئے بھی مسجد سے نکل سکتا ہے، مراقا نے فرمایا کہ اگر مسجد میں رہتے ہوئے کسی ٹپ وغیرہ میں اس طرح غسل کرے کہ مسجد میں مستعمل پانی بالکل نہ گریں تو وہاں ہی کرے غسل خانہ میں نہ جائے : لکھ زمانہ جاہلیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے زمانہ کو کہتے ہیں جب اہل عرب بالکل اندھیروں میں تھے گذشتہ نبیوں کی تعلیم گم ہو چکی تھی، مگر یہاں اشاعت نبوت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کی تندر قبول اسلام کے بعد کی ہے کہ آپ نے مسلمان ہو کر یہ نذر مانی مگر پوری نہ کر سکے کیونکہ کفار مکہ کا بہت زور تھا وہ آپ کو مسجد حرام میں رات گزارنے نہ دیتے تھے وہاں ٹھہرنے میں آپ کو جاں کا خطرہ تھا مراقا لکھ رات سے مراد رات مع دن ہے، اہل عرب رات بول کر پورے چوبیس گھنٹے مراد لیتے ہیں اور نذر کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے اور وہ دن ہی میں ہوتا ہے امام شافعی کے ہاں صرف رات بھوکا بھی اعتکاف ہو سکتا ہے ان کے ہاں روزہ شرط نہیں وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں، مگر یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے اگلے مرحلہ حدیث آری ہے کہ بغیر روزہ اعتکاف نہیں اس مرحلہ حدیث ہوتے ہوئے اس اشارہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا ہے یہ امر وجہی ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کی تندر قبول کر لینے کے بعد کی ہے مسلمان کی تندرست ہے اگر کافر زمانہ کفر میں کسی اچھے کام کی نذر مانے پھر مسلمان ہو جائے تو اسے تندر پورا کرنا مستحب ہے

يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَمَا كَانَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ عَتَكَفَ
عَشْرِينَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مَعْتَكِفِهِ وَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ مَعْتَكِفٌ
فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ فَلَا يُعْرِجُ يَسْأَلُ عَنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهَا قَالَتْ لَسْتُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے سے ایک سال تک کان نہ کر سکے، جب اگلا سال آیا تو حضور انور نے جس دن اعتکاف کیا، ترمذی اور ابو داؤد ابن ماجہ حضرت
ابی بن کعب روایت کی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر پڑھتے پھر اعتکاف گاہ
میں داخل ہو جاتے تھے ابو داؤد ابن ماجہ اور ابن ماجہ انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بجالس اعتکاف بیمار کی زلاج پر سی پوچھ فرماتے تھے
کہ اسی طرح چلتے رہتے تھے مرنے نہ تھے اس کا مزاج پوچھ لیتے تھے کہ ابو داؤد ابن ماجہ روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں مقلد کیلئے سنت یہ ہے

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو کعبہ معظمہ میں مسجد حرام میں اعتکاف کا حکم دیا بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مسجد نبوی میں اعتکاف کی نذر مانی ہو تو وہ مری
مسجد میں اعتکاف نہیں کر سکتا، انہی دلیل یہ حدیث ہے بعض کے مان کر سکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبی ہے لہذا یہ حدیث ابو داؤد انسائی اور دارقطنی نے بھی نقل
کی مگر انکی روایت میں ہے کہ جناب عمر نے کعبہ معظمہ کے پاس ایک دن ورات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی انسائی، دارقطنی نے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں اعتکاف اور روزے کا حکم دیا (مرقات) فتح القدیر میں ہے کہ مسلم و بخاری روایت میں بھی ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن ورات کے اعتکاف کی نذر پوری کی
تھی، لہذا کسی بھوری کی وجہ سے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عذر اعتکاف کبھی نہ چھوڑا، ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں کرتے تھے (مرقاۃ) منظر
یہ ہے کہ یہ گزشتہ رمضان کے اعتکاف کی قضا نہ تھی، اور نہ اس رمضان تک انتظار نہ فرماتے، وہ رمضان گذرتے ہی قضا کر لیتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
و مسلم نے آخری رمضان میں جس کے بعد وفات شریف واقع ہوئی، میں دن اعتکاف فرمایا تھا ایسے ہی اس رمضان میں کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اس دن گزشتہ
رمضان کی قضا ہی ہوں تو یہ قضا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے در نہ آپ پر اعتکاف فرض تھا اور قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے جیسے
ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ظہر چار رکعت رہ گئی تھیں تو بعد عصر ان کی قضا کی پھر ہمیشہ یہ رکعتیں پڑھتے رہے وہ بھی خصوصیات میں سے
تھا و مرقات نے فرمایا کہ موقت نفلوں کی قضا کر لینا بہتر ہے جیسے نفل تہجد، لہذا اس حدیث کی بنا پر امام ابو زئی و بیہ نے فرمایا کہ اعتکاف بعد فجر شروع کیا جائے
مگر باقی تمام ائمہ کے ہاں اعتکاف سنت و فرض بعد عصر شروع کیا جائے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت سے اعتکاف گاہ میں داخل
تیاری اعتکاف کیلئے ہوتا تھا، اصل اعتکاف بعد عصر شروع فرماتے تھے اسی لئے آپ فرامی ہیں کہ اپنے اعتکاف گاہ میں داخل ہو جاتے، یہ نہ فرمایا کہ اعتکاف
شروع کرتے تھے، اعتکاف شروع کرنا اور ہے اور اعتکاف گاہ میں داخل کچھ اور اعتکاف گاہ سے مراد چٹائی کا وہ مجرہ ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کیلئے
بنایا جاتا تھا کہ چٹائی گول شکل میں کھڑی کردی جاتی تھی لہذا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بجالس اعتکاف چٹاب یا پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جاتے

أَنَّ لَا يَبْعُدُ مَدِيحًا وَلَا يَشْهَدُ جَنَازَةً وَلَا يَمْسُ لِمَرْأَةٍ وَلَا يَبَاشِرُهَا وَلَا يَخْدِمُ لِحَاجَةٍ إِلَّا مَالًا
بَدَمْنَهُ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: الْفَصْلُ
الثَّالِثُ: عَنْ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طَهَّرَ لَهْ فَرَّاشَهُ
أَوْ يُوَضِّعُ لَهُ سَرِيكَهُ وَرَأَى اسْطِوَانَةَ التَّوْبَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ: وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

کہ نہ تو بیمار کی مزاج پرسی کرے نہ اور نہ جنازہ ہی کو جائے نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اسے چھوئے نہ کسی کا اکو جائے سوائے ضروری کام کے کہ بغیر
روزہ اعتکاف نہیں ہوتا ہے اور صرف جامع مسجد میں ہی اعتکاف کرے یہ ابو داؤد رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہی کرم صلی اللہ علیہ وسلم راوی
کہ آپ جب اعتکاف کرتے تو آپ کیلئے بستر بچھا دیتا یا بستون توڑ کے چھپے ایک تخت پونش ڈال دیتا جاتا تھا ابن ماجہ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ

اور اتفاقاً کوئی بیمار مل جاتا تو چھپتے ہوئے ہی مزاج پرسی فرماتے، نہ تو ٹھہرتے نہ اس کی خاطر راستہ سے مڑتے، جمہور علماء کے ہاں اعتکاف کے لئے یہی حکم ہے اگر وہ
مزاج پرسی کے لئے بقدر ادا نماز ٹھہرنے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگر اس سے کم ٹھہرے تو مکروہ ہوگا، جمہور علماء کا ماخذ یہ حدیث ہے،

یعنی نہ مزاج پرسی کے لئے مسجد سے نکلے اور نہ مسجد سے باہر اس کے لئے ٹھہرے لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں، اگر ہاں چھپتے ہوئے مزاج پرسی
مرد مثنیٰ اور یہاں ٹھہر کر ملے لیکن نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے اگرچہ نماز جامع مسجد میں نماز جنازہ ہو کہ معتکف اندرون مسجد رہنا چاہیے، بلا ضرورت وضو
اور غسل کی جگہ بھی نہ جائے اگرچہ یہ جگہ مسجد کی حدود میں ہوتی ہیں بلکہ یعنی معتکف اپنی بیوی کو نہ شہوۃ ہاتھ سے چھوئے نہ اسے چمکائے نہ صحبت کرے صحبت سے
تو اعتکاف یقیناً جاتا ہے گا اور بوس و کنار یا شہوۃ چھونے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف گیا، اور نہ سخت مکروہ ہوا بلکہ اس سے معلوم ہوا کہ نقلی غسل گرمی
کے غسل کے لئے مسجد سے نکلنا بھی جائز نہیں، صرف پیشاب پانا نہ غسل جنابت کے لئے نکل سکتا ہے جتنے کہ جس پر وجوب فرض نہیں جیسے عورت یا دیہاتی وہ
نماز جمعہ کے لئے مسجد سے نہیں جاسکتا ہے یہ حکم اعتکاف فرض یا اعتکاف سنت کے لئے ہے کہ ان دونوں میں روزہ شرط ہے، اعتکاف نفل میں نہ روزہ شرط
ہے، نہ وقت کی پابندی نہ یہ حکم مرد کے اعتکاف کے لئے ہے، عورتوں کے اعتکاف کے لئے مسجد شرط نہیں، وہ اپنے گھروں میں اعتکاف کریں
جامع مسجد سے مراد جماعت دالی مسجد ہے جہاں نماز و امام مقرر ہو اور نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو ایسی ہی مسجد میں اعتکاف کے اور اگر اس جمود والی نظر
مراد ہو جہاں نماز جمعہ بھی ہوتی ہو تو یہ حکم تنہا ہی ہے کہ جمود دلی مسجد میں اعتکاف مستحب ہے جائز تو ہر مسجد میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ
خیال نہ رہے کہ سب سے افضل اعتکاف حرم کعبہ یعنی مسجد حرام میں ہے، پھر مسجد نبوی میں پھر بیت المقدس میں پھر وہاں جہاں کا امام افضل ہو پھر وہاں
جہاں جماعت بڑی ہوتی ہو رقات و لمعات، یہ حدیث احسان کی دلیل ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف کر سکتا ہے یہ حدیث کچھ فرق سے سنائی نہ بھی نقل کی
موطا امام مالک میں کچھ تھوڑی تبدیلی سے ہے اس حدیث کی اسناد میں عبدالرحمن بن اسحاق ہیں جن پر بعض محدثین نے جرح کی ہے مگر بعض محدثین نے انہیں تقویٰ
کہا اور جب جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل مقدم ہوتی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ فرمانا کہ سنت یہ ہے مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بات چھ
انکل و خیاس نہیں بھی جاسکتی ہے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بستون توڑ کے پاس اعتکاف کرتے تھے وہاں آپ کیلئے کبھی تو صرف بستر بچھا دیتا تھا
اور کبھی چار پائی کی طرح تخت بھی معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چار پائی یا تخت پر سو سکتا ہے بشرطیکہ بالکل پاک صافہ بستون توڑ مسجد حرم میں بستون چار پائی

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يُعْتَكِفُ لِدُنُوبٍ وَيُجْزَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ
الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا رَوَاهُ ابْنُ بَاجَةَ فِي كِتَابِ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ : الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : عَنْ عُثْمَانَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ نَعَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے اور معتکف کو نیکو کا ثواب دیا جاتا ہے تمام نیکیاں کر نیوے کی طرح
ملے ہیں بہر قرآن کے فضائل کا بیان سچے کی فضائل سے حضرت عثمان غنی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کی تعلیم دے اور قرآن سے حضرت

نے توبہ کی تھی اسی ستون سے انہیں باء مدد دیا گیا تھا۔ اب حجاج وہاں کھڑے ہو کر توبہ واستغفار کرتے ہیں لہٰذا یعنی اعتکاف کا فوری فائدہ تو یہ ہے کہ یہ معتکف کو
گناہوں سے باز رکھتا ہے عکف کے معنی ہیں روکنا، باز رکھنا، کیونکہ اگر گناہ غیبت، جھوٹ اور حلف وغیرہ لوگوں سے اعتکاف کے باعث ہوتی ہے، معتکف کو مشہد نشین ہے
اور جو اس سے ملنے آتا ہے وہ بھی مسجد و اعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے فوری باتیں نہ کرتا ہے نہ کراتا ہے لہٰذا یعنی معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہو گیا
جیسے زیارت قبور، مسلمانوں سے ملاقات بیمار کی مزاج پرسی، نماز جنازہ میں حاضری اسے ان سب نیکیوں کا ثواب ہی طرح ملتا ہے جیسے یہ کام کرنے
والوں کو ثواب ملتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ حاجی، طالب علم دین کا بھی یہی حال ہے لہٰذا فضائل فضیلت کی جمع ہے فضیلت فضل سے بنا یعنی زیادتی
عرف میں فضیلت اس خصوصی بزرگی کو کہتے ہیں جو دوسرے کو حاصل نہ ہو خیال رہے کہ فضل صفت ہے اور فضول عیب یعنی عیب یا فائدہ سے خالی قرآن
کی وجہ تسمیہ ہماری کتاب تفسیر نعمی جلد اول کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجئے کہ یہ لفظ قدم سے بنا یا قداد سے یا قدن سے قرآن کے فضائل بعض عمومی ہیں یعنی سارے
قرآن کے فضائل اور بعض خصوصی یعنی بعض سورتوں یا بعض آیتوں کے خصوصی فائدے و تاثیریں جن آیات میں حمد و ثناء ہیں وہ ذکر بھی افضل نذا کر بھی
اٹھے اور مذکور بھی بہتر مگر جن آیات میں کفار کا ذکر ہے وہاں ذکر اٹھے ذاکر افضل مگر مذکور بدتر میں خلق، اسی لئے قل ھو اللہ تعالیٰ بار پڑنے میں سارے قرآن
کی تلاوت کا ثواب ہے کہ یہ حمد کی سورت ہے اور ترتیب ید ائین سو بار بھی پڑھ لو تو بھی یہ ثواب نہیں کہہ سکتے سارا ہی خدا کا گھر ہے مگر رکن اسود بہت اٹھے سے
مسجد ساری بیت اللہ ہے مگر حجاب و منبر اٹھے ہیں، لہٰذا اس فضیلت پر منکرین حدیث کا یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ سارا ہی قرآن کلام الہی ہے پھر یہ فرق
مرا تب کیسا بیوں، ادبیوں میں فرق مراتب موجود ہے حالانکہ وہ سارے اللہ کے پیارے ہیں تِلْكَ الدَّرَجَاتُ فَضْلًا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِّمَن شَاءَ اللَّهُ سَكَنَ
مِنْ بَهِت وَسَعَتْ ہے بچوں کو قرآن کے بچے روزانہ سکھانا، متعلمیوں کا تجویذ سکھانا سکھانا، علماء کا قرآنی احکام بدرجہ حدیث وفقہ سکھانا سکھانا، فاضل
کرام کا اسرار و رموز قرآن بسلسلہ طریقت سکھانا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس
فرمان کے خلاف نہیں، کہ فقہ سکھانا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے
لہٰذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پر
ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے نَزَّلَهُ عَلٰی قَلْبِكَ عَمَلٌ بِالْقُرْآنِ عِلْمٌ
قرآن کے بعد ہے، لہٰذا عالم عامل سے افضل ہے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم حقہ فرشتے عالم مگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل موجود رہے ۛ ۛ ۛ

عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَةِ فَقَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ
يَعْدُوَ وَكُلَّ يَوْمٍ إِلَى بَطْحَانَ أَوِ الْيَقْبِ فَيَأْتِي نِبَاقَتَيْنِ كَوْمَاوِينَ فِي غَيْرِائِهِ وَلَا يَقْطَعُ رَحِمَ فَقُلْنَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ كُلَّنَا نَحِبُّ ذَلِكَ قَالَ أَفَلَا يَعْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ وَيُقَدِّمُ آيَتَيْنِ مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَارْبَعَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ وَمِنْ
أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عقبت بن عامر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ صف میں تھے کہ فرمایا تم میں کون یہ چاہتا ہے کہ صبح بطنان یا عقیق کی طرف نکل جائے اور بغیر گناہ کے
بغیر رشتہ توڑے در اپنی آزمائشیں لے آیا کرے کہ تم عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں کہ فرمایا تو تم میں ہر شخص روزانہ صبح کو کیوں نہ مسجد چلا جاتا
کیسے ہاں قرآن کریم کی دو آیتیں سیکھ لیا کرے یا پڑھ لیا کرے کہ بیدار و نینوں کے بہتر میں اور نین میں اور نینوں کے بہتر میں اور چار چار سے اور اسی قدر
ادنیوں سے بہتر ہیں مسلمان اور دین ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے صفہ کے معنی میں جبوترہ، مختصر، مسجد نبوی سے متصل چھپے کی جانب مختصر، اساجو ترا بناد یا گیا تھا جہاں جہاں اترتے تھے اور علم سیکھنے والے فقرا بھی یہاں
مستقل طور پر رہتے تھے یہ حضرات اصحاب صفہ کہلاتے تھے انہیں کیسی صفات رکھنے والوں کو آج صوفیاء کہتے ہیں، یعنی صفائی دل اور صوف کا لباس رکھنے والی
جماعت یہ حضرات کم و بیش ہوتے رہتے تھے کبھی ستراد کبھی دوسرے زیادہ گویا یہ مدد سہ نبوی تھا عقبت ابن عامر اور ابو ہریرہ بھی انہی میں سے تھے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
دور جا کر تھوڑی سی دیر میں بہت سا حلال مال لے آئے عرب میں اونٹنی بڑا عزیز مال تھا عقیق مدینہ منورہ سے دو تین میل پر ایک بازار ہے جہاں جانور
زیادہ فروخت ہوتے ہیں بطنان مدینہ پاک کا ایک وسیع جنگل ہے بطحان سے وسعت یا پھر ملا علاقہ ہے یعنی یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں خیال رہے کہ وہ حضرات
اگرچہ ہرک دنیا تھے مگر دین کیلئے دنیا حاصل کرنے کو بہت افضل جانتے تھے دنیا اگر دین کیلئے ہو تو دین میں دین ہے اور اگر دین میں دین کیلئے ہو تو دین میں دین ہے، یعنی
دنیا چیز کمزور ہے پر یہ اعتراض نہیں کہ وہ لوگ تو خوب دنیا تھے پھر یہ جواب کیوں دیا کہ یہ گفتگو صرف صوفیاء سے نہیں ہے وہ تو ہر وقت گویا مسجد
میں رہتے، بلکہ تاقیامت مسلمانوں سے ہے کہ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہونے سے پہلے کچھ علم قرآن حاصل کر لیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ دینی مدرسے مسجد میں
ہونا بہتر ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ صفہ میں تھا جو مسجد سے متصل تھا گویا مسجد ہی میں تھا نیز معلوم ہوا کہ صحیح سویرے علم قرآن حاصل کرنا اہل صبح کے
کام میں برکت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء بلا تامل طلباء کو علم سکھایا کریں گے یعنی پانچ آیات پانچ اونٹوں سے افضل اور چھ آیات آیتیں اسی قدر
سے افضل و عرب میں اہل مطلقاً اونٹ کو کہتے ہیں نہ موطا مادہ اور حمل نہ اونٹ کو ناکہ مادہ کو کہتے انسان یا آدمی مطلقاً انسان کو کہتے ہیں اور رجل مرد کو امراۃ
عورت کو خیال رہے کہ یہاں آیت سے مراد آیت سیکھنا یا اس کی تعلیم میں مشغول رہنا ہے یعنی ایک آیت سیکھنا ایک اونٹنی کی ملکیت سے بہتر ہے لہذا حدیث
پر یہ اعتراض نہیں کہ آیت قرآنی تو تمام دنیا سے بہتر ہے ایک اونٹ کا ذکر کیوں ہوا یا یہ تفصیل ان اہل عرب کو سمجھانے کے لئے ہے جنہیں اونٹ بہت مرغوب
ہے جیسے مٹی خیند سونے والوں کو سمجھانے کیلئے قبر کی اذان میں کہتے ہیں الصلوۃ خیر من نوم اس خیند سے بہتر ہے حالانکہ نماز تو ساری دنیا سے بہتر ہے

نے کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب وہ گھر لوٹے تو وہاں تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹیاں پائے لے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا تو تین آئیں جنہیں کوئی اپنی نماز میں پرکھ لے لے وہ اسے تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں کہ مسلمان عبادت ہے حضرت عائشہ سے فرمائی ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا عالم کہ حضرت فرشتوں اور ختم و معظم نبی کے ساتھ ہو گا کہ اور جو قرآن پڑھنا ہو کہ اس میں شکنا ہو اور قرآن اس پر گراں ہو اس کیلئے دو ثواب ہیں کہ مسلم بخاری

لے لیے جب سفر بازار سے گھر پہنچے تو وہاں یہ طحال دولت پائے، اہل عرب مادہ اُدنی کو خصوصاً جب وہ عالم بھی ہوا پتی اور مولیٰ بھی بہت ہی پسند کرتے ہیں، اس لئے یہ مثال ارشاد ہوئی کیونکہ اُدنی سے نسل چلتی ہے اور نسل سے نہیں چلتی اور ظاہر ہے کہ اچھی نسل کی اُدنی کی نسل بھی اچھی ہوگی لہٰذا قرآن کریم اعلیٰ چیز ہے، اور جب نماز میں پڑھا جائے، تو نورِ علیٰ نور ہے کہ نماز و قرآن کی برکتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اگر تقدیر سے حرم کہ یا حرم مدینہ میں نماز نصیب ہو جائے تو اس تلاوت کی برکتیں بے شمار ہو جاتی ہیں کہ قین غویاں جمع ہو گئیں، نماز تلاوت حرم کی زمین لے ان اُدنیوں کا نفع صرف دنیا میں ہے۔ اور آیات قرآنیہ کا نفع دنیا میں بھی اکوت میں بھی اور دُعا سے باقی رہے خلاصہ یہ ہے کہ دنیاوی مال میں مشغول ہو کر آخرت سے لاپرواہ نہ ہو جائیے، یہ مطلب ہمیں کہ دنیا بالکل چھوڑ دو، کہ اسلام میں ترک دنیا منع ہے بلکہ جو دنیا دین کمانے کا ذریعہ ہو وہ بھی دین ہے لہٰذا قرآن کریم کا ماہر وہ عالم ہے، جو اتفاقاً قرآن، معانی و مسائل قرآن، اسرار و رموز قرآن کا واقف ہو، اس کا بڑا درجہ ہے، وہ شخص نے فرمایا کہ یہاں سفر سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور کریم بربر سے انبیائے کرام مقصود مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں صفیں فرشتوں کی ہیں مَفْرَدَہ یا تو مَفْرَدَہ سے بنا ہے یعنی سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ حق تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان اُتے جاتے رہتے ہیں، اُدنی وغیرہ کے لئے یا مَفْرَدَہ کے بنائے کتاب، جس کی جمع اسفار ہے یحیٰ اسفاراً، یعنی وہ فرشتے جو روح محفوظ سے معنایں صحیفوں میں نقل کرتے رہتے ہیں، یا کاتبین اعمال فرشتے یا سفار بمعنی اصلاح سے بنا یعنی وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر مصلحت و رحمت کی خبریں لاتے ہیں، اچھوٹے یہ فرشتے اول درجہ کے مقرب بارگاہِ الہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک و صاف اس لئے ان کے یہ قین نقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لئے اس کا حشر بھی انہیں جاعثوں کے ساتھ ہو گا معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے شعر:-

گر محمد کا ساتھ ہو جائے : پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

بعض نے فرمایا کہ یہ تینوں صفیں صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں موقت
اللہ سبحانہ اللہ عالم القرآن کا تودہ مرتبہ جو ابھی ذکر ہوا اور جو کفہ حسن معنی زبان والا قرآن پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک
کوشش کئے جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے، اشوق محنت اخیال رہے کہ یہ دو گنا ثواب عالم قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے، عالم قرآن تو فرشتوں ،

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَحْسَدَ الْأَعْلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَأَنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَهْوَ يَنْفِقُ مِنْهُ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَأَنَاءَ النَّهَارِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأَنْدَجَذْرِ يُحِبُّهَا طَيْبٌ وَطَعْمُهَا طَيْبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ التَّمَدَةِ لَا يَرْجِي لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ مُنَافِقٍ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ مُنَافِقٍ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے صوفیوں پر فرمایا ہے کہ ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ قرآن دے اور وہ اسے پڑھتا ہو مثلاً دوسرے وہ شخص جسے اللہ مال دے اور وہ اسے اس خیرات کرے مثلاً مسلمان بخاری اور دین سے حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا کرنا ہے نریح کی سی ہے جس کی خوشبو بھی اچھی اور لذت بھی اعلیٰ ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا پھوڑا ہے کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں مزا بیٹھا ہے بلکہ اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن دہشتہ کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں اور مرزا کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے

غیروں اور صحابہ کے ساتھ ہے بلکہ اسکے مقابل میں ہے جو بے تکلف قرآن پڑھ کر بس کرے بلکہ یہیں حدیث غلطہ رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں مذنیاد اور پرندہ میں اور پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا کہ دنیاوی مال و دولت پر مگر مارا گیا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر حسد اور اس کا نزول چاہنا رشک کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے مثلاً یعنی عالم دین ہون رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پڑھ کر ہو وقت اسکے مسائل سوچتا ہو اس میں غور و تامل کرتا ہو یقیناً میں یہ سب کچھ داخل مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن حدیث میں کامل و حور کر نہیں گذر جائے بلکہ وہ جو قرآن حدیث کی خدمت میں لئے اللہ تعالیٰ شکر نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جیسے گا اسی میں مرے گا اور انشاء اللہ اسی میں اچھے کام بھی کرامتیں بھی سورہ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں آئے گا مثلاً جو شخص خیرات و خیرات سے اہل ہے اس لئے یہاں رات کا ذکر ہے پہلے ہوا یعنی وہ مالدار خیرات بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے بلکہ یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے منزل نہیں چھوڑتا معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتا بہت بڑی عبادت ہے خواہ کچھ یا نہ کچھ، تریج عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہترین ادماغ اور معدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں یہی اس مومن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت و ثواب دونوں ملتے ہیں قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے مثلاً ایسے ہی یہ عاقل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر خاص اچھا نہیں مگر باطن نور ایمانی سے نور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ کچھ باطنی فیض پاتے ہیں مومن کی صحبت بھی اچھی ہے

مَثَلُ الدَّيْحَانَةِ رِيحَهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي رِوَايَةِ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْدَرُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالْأُتْدَجَةِ وَالْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالثَّمَرَةِ: وَكَنْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَدْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْأَخْدِرِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَكَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّ أَسِيدَ بْنَ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْدَرُ مِنَ اللَّيْلِ

ریحانی گھاس کی سی ہے جسکی خوشبو اچھی اور مزہ کڑا لے مسلم بخاری اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مومن جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے توبہ کی طرح ہے لے
اور مومن جو قرآن پڑھے تو نہیں اس پھل کو چھوایا کی طرح ہے لے روایت ہے حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس قرآن کھڑے کر دے
تو مومن کو کھڑے کر دے اور کچھ کو گرا دے لے مسلم روایت ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ فرماتے ہیں اس آیت میں کہ وہ رات میں

اندراں ایک مشہور کڑوا پھل ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے، منافق کا ظاہر اچھا باطن لے یعنی بے دین جو زیادہ کے لئے یا مسلمانوں کو دھوکا
دینے کے لئے قرآن پڑھے، اگرچہ طوطا تو بد مزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سنے والوں کو کچھ دیکھ کر راحت مزدور مل جاتی ہے، جیسے ریحانہ گھاس
نیا زبو، کہ ہے تو بد مزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ مزور مہر ہو جاتا ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا
ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ، ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں، جیسے پڑھنے والے کی زبان دلیسے، ایسی،
تاثیر قرآن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اندھے پر قفل ہوا اللہ پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا، اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید ہوئی
چاہیے دیکھو یہاں مومن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مومن دلیسے ہی تلاوت کی تاثیر تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والے سے دھوکہ کھاؤ
ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں قرآن کریم ریڈیو کی مٹی ہے تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف مٹی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہو گا
مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو انشاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے لے مرقات نے فرمایا کہ
جس گھر میں ترخ ہو وہاں جنات نہیں آتے، ایک شاعر کہتا ہے شعر :-

کانکھ بعد الا تدج طالب معا : حلا، وفوراً، وطالب لعود والودق

لے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی محبوب کا پیغام، وطن کا خط پڑھنے سنے میں بھی مزہ آتا
ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بیکار ہے قرآن عمل کے لئے ہے نہ کہ پڑھنے کے لئے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کیلئے ہوتی ہے
محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی، ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، سبزہ دیکھنے سے
آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سنے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لئے محبوب کا ذکر سنا بہت مفید دوا ہے میوں یا ترش چیزوں کا
ذکر کر دو منہ میں پانی بھر جاتا ہے لے یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو مجھ طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے
اور جو اس مافل رہیں، یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوئے قرآن کریم سے زندگی و موت طیب ہوتی ہے یہ مجھ میں کیلئے
ماہر پانی ہے اور مجھ میں کے لئے دما، دغون، ہے، اب بھی قرآن پاک کے صحیح قریح بڑی عکرت و عزت کے مالک ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے شفاء و رحمة لکلمہ منین

سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَفَرَسَهُ مَرْبُوطَةً عِنْدَهُ إِذَا جَالَتْ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَتَتْ فَقَدْ أَفْجَأَلَتْ
 فَسَكَتَ فَسَكَتَتْ ثُمَّ قَدْ أَفْجَأَلَتْ الْفَرَسُ فَأَنْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهُ يَحْيَى قَرِيبًا مِنْهَا فَأَشْفَقَ أَنْ
 تُصِيبَهُ وَلَمَّا أَخَذَهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا امْتَلَأَ لُطْلُفُهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَلَمَّا صَبَحَ
 حَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِقَدْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَدْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَأَشْفَقْتُ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ تَطَايَحِي وَكَانَ مِنْهَا قَرِيبًا فَأَنْصَرَفْتُ إِلَيْهِ وَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا
 امْتَلَأَ لُطْلُفُهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَخَرَجْتُ حَتَّى لَا أَرَاهَا قَالَ وَتَذَرْنِي مَاذَا قَالَ لَأَقَالَ

سورۃ البقرہ پر پڑھتے تھے تو گھوڑا ان کے پاس بند تھا کہ گھوڑا کو دے لگا لہ دھا موش ہو گئے تو گھوڑا بھی گھوڑا بن گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا ابھر کر وہاں پھر چپ ہو گئے تو گھوڑا ابھر گیا
 انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا ابھر کر وہاں پھر چپ ہو گئے تو گھوڑا ابھر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا ابھر کر وہاں پھر چپ ہو گئے تو گھوڑا ابھر گیا
 قرن اٹھایا دیکھا کہ شمایان کی طرح جس میں چرخ جیسے میں سے جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا کہ فرمایا اے ابن حضیر پڑھا کر
 اے ابن حضیر پڑھا کر وہ عرض کیا یا رسول اللہ میں ڈرا کہ مجھے گھوڑا ارزندہ دے پھر اسی قریب ہی تھے تو میں نے اس کے پاس چلا گیا لہ اور میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو
 شمایان سے سنا تھا جس میں چرخ جیسے چیزیں تھیں کہ میں باہر آ گیا حالانکہ وہ نظر نہ آئیں فرمایا کیا یہاں سے ہو گیا تھا عرض کیا نہیں فسر ما یا

ولایذید الظالمین الا خسار حضرت عمر نے ابن ابی سلمہ غلام کو کہ مغلک کا حاکم بنایا لگوں وہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اگر چہ غلام ہے مگر قرآن کا ماہر ہے کہ آپ فقہاء انصار
 میں سے ہیں جلیل القدر صحابی ہیں شہداء میں وفات پائی حضرت عمر نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور نماز پڑھائی لہ غالباً یہ تہجد کا وقت تھا آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر تلاوت
 قرآن کر رہے تھے خوشب میں نماز کے سوا تلاوت بھی ثواب ہے عمل صحابہؓ سے بچنے کی جان کے خوف سے اور اس واقعہ میں خود و تامل کرنے کیلئے کیونکہ تلاوت میں سکون
 رہا متادل اور طرف متوجہ ہو گیا تھا سکون قلب حاصل کرنے کیلئے یہ تلاوت بند فرمائی اگر نمازی کو عین نماز کی حالت میں سانپ بچھو نظر آئے تو انہیں مار سکتا ہے تاکہ سکون
 میرے ہوتا اس واقعہ پر یہ عرض نہیں ہو سکتا کہ اپنے دنیاوی وجہ سے دینی کام کیوں بند کر دیا بند کرنا نہیں بلکہ اس کو کامل بنانے کی تدبیر ہے کہ غالب یہ ہے کہ یہ شمایان روز
 ہی ان کی تلاوت پر نگہا تھا مگر آج ان کی نگاہ سے حجاب اٹھا دیے گئے اس لئے اس کی نگاہوں نے اسے دیکھ بھی لیا، بلکہ آپ کی فیض صحبت سے آپ کے
 گھوڑے نے بھی اسے دیکھ لیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں قلبی واردات اور خفیہ اثرات اعمال کی شخصی تاثیریں عرض کر سکتا ہے
 اس میں ریا نہیں، بلکہ کبھی اس سے اپنی خامی دور ہوتی ہے اور کبھی مدارج میں ترقی ہوتی ہے مریض اپنا ہر حال طبیب عرض کرتا ہے حصول صحت کیلئے
 غرض کہ ان امور کا اظہار عوام پر نہ کرے خواص پر خصوصاً اپنے شیخ پر کرے کہ یعنی آئندہ بھی تلاوت قرآن کیا کرواں جیسے واقعات دیکھ کر گھبرا نہیں رہے
 دہانے کی چیز نہیں ہے یہی شہر زیادہ ظاہر ہے بعض شاعرین نے فرمایا کہ یہ امر معنی مافی ہے یعنی تم نے اور زیادہ تلاوت کی ہوتی بند کیوں کر دی اور دہانے
 شرح کی بنا پر اگلا جواب بالکل ظاہر ہے جو حضرت اسید نے عرض کیا لہ یعنی دل تو میرا بھی چاہتا تھا کہ تلاوت خوب کر دوں کسی سستی وغیرہ کی وجہ سے میں نے
 تلاوت بند نہ کی، بلکہ واقعہ یہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے تلاوت بند کرنی پڑی کہ اس عجوبہ کو پہلے گھوڑے نے دیکھا جس سے وہ ہلکا پھر میں نے اسے

تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَاصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَاتَوَارَى مِنْهُمْ
مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبَخَارِيِّ وَفِي مُسْلِمٍ عَدَجَتْ فِي الْجَوِّ بَدَالٌ فَخَرَجَتْ عَلَى صَيْغَةِ الْمُتَكَلِّمِ
وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَإِلَى جَانِبِهِ حِصَانٌ مَدْبُوطٌ بِشَظَائِنِ
فَتَغَشَّتْ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُو وَتَذْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى

یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز پر جب پڑے تھے کہ اگر تم پڑھتے رہتے تو فرشتے اس طرح سویرا کر دیتے کہ انہیں دیکھنے فرشتے ان سے چھپتے ہیں تو مسلم بخاری، لفظ بخاری کے ہیں
مسلم میں بجائے تکلم فرشتہ کے ہیں کہ وہ شامیانہ اور چڑچڑ گیا ہے روایت ہے حضرت بروہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اسکے پیلوں میں دراز سہو سے
گھوڑا بندھا تھا تو ان پر ایک ہادل چھا گیا وہ جھکنے لگا اور خوب جھکنے لگا اور انکا گھوڑا بند کرنے لگا کہ پھر جب صبح ہوئی تو وہ صاحب بنی کریم صلی اللہ

دیجھا اسکا بد کرنا میرے دیکھنے کا باعث بنا کہ حضرت اسید کا ان فرشتوں کو دیکھ لینا اس وجہ سے ہوا کہ آج رب تعالیٰ نے ان کی آنکھ سے غیبی حجابات دھکا دیے
تھے اچھے ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیز بارش دیکھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کو دفن کرنے قبرستان تشریف لے گئے تھے
والپی پر آپ نے عرض کیا کہ حضور اس بارش میں آپ کہاں تھے بھیگے کیوں نہیں فرمایا تمہارے سر پر کیا کپڑا ہے عرض کیا آپ کا تہبند فرمایا
اس تہبند کی برکت سے تم نے یہ غیبی نوزانی بارش دیکھ لی اور نہ یہ بارش کسی کو نظر نہیں آتی، ثنوی شریف میں اس واقعہ کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے جس کے
آخری اشاریہ ہیں

گفت چه بر سر فلکندی از ازار : گفت کردم آن ردائے تو خمار

گفت بہر آن نمود اے پاک حبیب : چشم پاکت را خدا باران خنوب

نیست این باران ازیں ابرشما : نیست باران دیگر دگر سما

یعنی بزرگ مزید کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں، تو اس کی آنکھ سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں اور وہ عالم غیب کا مشاہدہ کر لیتا ہے مولانا فرماتے ہیں: شعر :-
سر من در چشم خاک ادلیا : تا بہ بینی ز ابتداء تا انتہا

اسکے یہاں مرقات نے فرمایا کہ فرشتے پرے باندھ کر ان کی تلاوت سن رہے تھے ان کے سامنے شامیانہ کی طرح حجاب بن گئے، ان کے چہرے
چراغوں کی طرح چمک رہے تھے نوزانی اجسام کا اثر دماغ آڑ بن سکتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے فرمایا آج ہم
نے شیطان پہ لڑ لیا تھا ہاں کہ اے مسجد کے ستون سے باندھ دیں، اگر باندھ دیتے، تو زمین کے بچے اس سے کھیلتے اسلئے کیونکہ وہ آسمان کے رہنے والے
فرشتے تھے، تلاوت سننے اور قاری سے قرب حاصل کرنے یہاں آئے تھے تلاوت بند ہو جانے پر اپنے مقام پر چلے گئے، زمینی فرشتے نہ تھے کہ نیچے آتے، اگرچہ
فرشتے آسمان پر رہتے ہوئے زمین والوں کی آواز سن لیتے ہیں، مگر قرب حاصل کرنے کیلئے ایسی مجلس خیر میں آتے ہیں نعت خواں ایک شعر پڑھا کرتے ہیں یہ شعر :-
فرشتے تھیں میلاد میں رحمت کے آتے ہیں : رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کا ماخذ یہ حدیث ہے مجلس ذکر میں اب بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بہت سی روایات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق
حتمہ ازل لکھ گھوڑے کا یہ بد کرنا ایک عجیب چیز کے نقارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ نِلِكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
 أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْمَعْلَى قَالَ كُنْتُ أَصِلُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَجِبُهُ
 ثُمَّ رَأَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُ أَصِلُ قَالَ لَمْ يَقُلْ لِلَّهِ إِلَّا سَتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا
 دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ إِلَّا أَعْلَمَكَ أَعْظَمُ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَآخِذًا بِيَدِي

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ جہاں سے کہیں یہ فرمایا یہ سیکرہ جنت ہے جو قرآن کی وجہ سے انہی سے مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابو سعید بن معطل سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا کہ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ رسول جب تمہیں بلے تو فوراً جواب دو کہ پھر فرمایا کہ میں تمہیں مسجد میں جانے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں گا یہ صحیح طور پر فرمایا تھا

شہ فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے چونکہ ان کے اترنے سے مومن کے دل کو سکون دین حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے سکینہ کہتے ہیں مومن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقع پر بھی یہ فرشتے اترتے ہیں رب تعالیٰ ہجرت کے بارگاہ واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے فَانْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيَّ صَدِيقِ الْكَبِيرِ اسی وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا اسی لئے ان پر سکینہ انہی سے خیال رہے کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے، انہیں بھی رب تعالیٰ نے سکینہ فرمایا ہے چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات عامہ فاعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن کراتے ہیں تاکہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تاکہ سکون قبر میں ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت ہے صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال، تہبند شریف رکھواتے، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب جامعہ اقل میں ملاحظہ فرمائیے یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے، جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بر سر منبر خطبہ ارشاد فرمائیے تھے اور آیت قَدْ اَنْدَرْتُ تَقْلِبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاوَاتِ فَرَمَادے تھے انہوں نے تحیۃ المسجد فعل کی نیت باندھ لی، ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے و مراقبہ سے یعنی میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا داسن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معذرت کیلئے یہ عرض کیا کہ یہاں اللہ رسول کے بلانے سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے اور نہ رب تعالیٰ بلا داسن کسی کو نہیں بلاتا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے اس لئے دعا واحد کا صیغہ ارشاد ہوا مراقبہ اس فرمان سے چھوٹے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر عین نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہو جائاد واجب ہے، دوسرے یہ کہ اس حاضر ہو جانے سے بلکہ جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجالانے سے نماز ٹوٹے گی نہیں وہ نماز ہی میں رہے گا، اور خدمت سے فارغ ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کر لیا جیسے حضور خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں توڑتا، ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کرتی و مراقبہ نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت الہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے یہ سے یہ فرما کر منتظر بنادیا، تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات

فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ قُلْتُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ قُلْتَ لَا عِلْمَ لَكَ بِأَعْظَمِ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيَتْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ
يَنْفَعُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي يَقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ

جب باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی عظیم الشان سورۃ بتاؤں گا جسے فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین ہے یہ تودہ سات مکررات ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئی ہے بخاری اور ابی ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنادے شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ البقرہ پڑھی جائے لے مسلم، روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں نے ۔

انتظار کے بعد اس کی تفسیر ہوتی ہے سورۃ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہوا اور اس کا نام بھی ہو یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ تمام آیتیں کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں اور ہر ساری سورۃ فاقحہ میں اور ساری سورۃ فاقحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کے بعد کے نقطہ میں دیکھو اور بسم اللہ میں یا جعفر افیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاقحہ کو بڑی سورۃ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے :

لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دہرہ یا پھر گمراہی نے اقتداء و تعلیم دی تاکہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں لے خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورۃ فاقحہ بہت ہی خوبوں کی جامع سورۃ ہے ان میں حمد الہی لغت پاک مسطوری، دھندے و عیدیں احشود و نشر کا ذکر، محبوب و مردود و مندوب کا تذکرہ، رب تعالیٰ سے سوال کی تعلیم، دین برحق کی پہچان و غیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر بھی کلاں اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں ان کا نزول دو بار ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد یہ سورۃ سات حرفوں سے خالی ہے، ث، ج، ح، ز، ش، ظ، ف، لہذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مقرر آیتیں، نیز یہ سورت اس امت کی خصوصیات سے ہے کسی کو ہم سے پہلے نہ ملی، اس لئے رب تعالیٰ نے اس کی عطا کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد کیا وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی تھی، اگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سوریں بعض سے اعلیٰ و افضل ہیں اسکی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے لے لیکن گھروں میں رُحے دفن نہ کر دو کہ یہ تو خصوصیت انبیاء ہے یا اپنے گھروں کو ذکر اللہ سے خالی نہ رکھو جیسے قبرستان خالی ہوتا ہے ایسے گھر قبرستان میں اور دہاں کے باشندے مردے دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں، ایسا کالگ مضمون سے ظاہر ہے خیال رہے کہ زمین مردے اپنی قبروں میں ذکر اللہ کرتے ہیں، مگر وہ ذکر ہم نہیں سنتے، ہم کو قبرستان سنان معلوم ہوتے ہیں اسی لئے یہ ارشاد ہوا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں لے لیکن شیاطین کا سرگردہ ابیس اس گھر سے دور رہتا ہے یا سورۃ البقرہ پڑھتے وقت قرین شیطان دور رہتا ہے اگرچہ بعد میں آجائے یا اس گھر کے باشندوں کو وہ جنت سے ہکا نہیں سکتا، نہیں بے دین بے ایمان نہیں بنا سکتا، اللہ لہذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ شیطان کو دفع کرنے کی یہ تمام آیتیں ہیں نفس آثارہ ان سے نہیں ہوتا اسکی موت اسکی مخالفت سے ہے اسی لئے اگرچہ یہ معان میں شیطان قید ہوتا ہے مگر لوگ گناہ کرتے ہیں نفس آثارہ موجود ہے

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْقُرْآنَ فَإِنِّي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ إِقْرُوا
الزُّهْرَاوِينَ الْبَقَرَةَ وَرُسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَأَنَّهُمَا عِمَامَتَانِ وَغِيَابَتَانِ
أَوْفَرَقَانِ مِنْ طَيْرِ صَوَافٍ تَحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا إِقْرُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَذْكَةً وَ
تَذْكُهَا حُسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَهْلُهُ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِتَقْدِيرِهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سن کہ قرآن پڑھا کر دے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارش ایک گاہے دو چکر اور صوفیوں یعنی بقرہ وال عمران پڑھا کر دے یہ
دونوں قیامت کے دن یوں آئیں گی جیسے بادل کے ٹکڑے یا سائبان یا صفت بزمہ چڑھتی ہوئی ٹوئیاں ہیں یہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا میں گی یہ سورہ بقرہ پڑھ
کر کہ اس کا تیار کرتے ہیں اور اس کا جھگڑنا حسرت ہے جسے جھگڑنا نیوا جھگڑنا نہیں سکتے یہ مسلم روایت ہے حضرت نواس ابی سمعان سے فرماتے ہیں میں نے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور قرآن پڑھے جو اس پر عمل کرتے تھے یوں بلائے جائیں گے ۛ

ۛ یعنی ہمیشہ تلاوت کیا کر دے اور اس موقع کو غنیمت جانو قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے جسے کچھ میں آئیں یا نہ آئیں مرکب دو ایسے معجز ہیں ان کے اجزاء معلوم
ہوں یا نہ ہوں نہ گنہگار دنیا مغفرت کی سفارش کرے گا نیک کاروں کی طہیزی درجات کی محاسبہ سے قرآن کی تلاوت کر نیوے اسکو سیکھنے سکھانے اس پر عمل کر نیوے سب
ایں راہ جرتے ہیں مگر یہاں تلاوت کر نیوے مراد میں جب کہ اس معجزہ سے ظاہر ہے کہ موت نے فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں باقی سورتوں میں ایسی ہیں جیسے تار و غیرہ پائندہ اسلئے
انہیں زہر دینے میں جھگڑا سورتیں فرمایا گیا در سارا قرآن نور ہے، لہذا حدیث واضح ہے کہ یہ تین تشبیہیں تین قسم کے تلاوت کرنے والوں کے لحاظ سے ہیں، احب قاری کا اخلاص
کل قیامت میں اویسا ہی ان کا سایہ بہت مخلص کے لئے یہ سورتیں ابرجرت بن کر سایہ بھی کریں گی اور روشنی بھی دیں گی اور مہیانی اخلاص دے کے لئے
سائبان و شامیانہ کی طرح اور معمولی اخلاص دے کے لئے پر عددوں کی جماعت کی طرح یہ شک رادوی کو نہیں ہے جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، نیز
یہاں ثواب تلاوت مراد نہیں بلکہ خود یہ سورتیں کل ان شکلوں میں ہوں گی یہاں کے عرض اور اعمال، دہن جسم و جوہر ہوں گے آج ہم خواب میں آئندہ حالت
کو جسمانی شکل میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے آئندہ قوط کے سات سات گایوں اور بایوں کی شکل میں دیکھے تھے یہ یا تو اس کے دشمنوں سے جھگڑا
کریں گی یا غدا سے فرشتوں سے جھگڑا کریں گی یا خود رب تعالیٰ سے جھگڑا کر اسے غصہ کریں گی مگر یہ جھگڑا نماز کا ہو گا نہ کہ مقابلہ کا آج
پیارا بیٹا اپنے باپ سے جھگڑا کر دے مردوں کی سفارش کرتا ہے، لہذا حدیث واضح ہے کوئی اعتراض نہیں کہ یعنی قیامت میں ان سورتوں کے پڑھنے دے
کا ثواب دیکھ کر نہ پڑھنے دے کہ انوس ملیں گے جنتی لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں ایک سانس بھی بغیر ذکر اللہ کے نہلی ہوئی ۛ اس
جھگڑے کی معنی ہیں، ایک یہ کہ منافقین ریاکار یہ سورتیں یاد نہ کر سکیں گے بلکہ ان کی تلاوت نہ کر سکیں گے انہیں یہ دونوں سورتیں بہت دراز اور گرانا معلوم ہونگی
مخلصین پر اسان ہوں گی دوسرے یہ کہ جادو گر وغیرہ ان سورتوں کا اثر اپنے جادو کے زور سے زائل نہیں کر سکتے اور ان کی تلاوت کر نیوے کو نقصان
نہیں پہنچا سکتے تیسرے یہ کہ انہی صداقت اس قدر ظاہر ہے کہ انہیں جھوٹے لوگ جھگڑا نہیں سکتے ۛ عزت عظمت کے ساتھ وفد کی شکل میں بارگاہ الہی میں

سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالْاٰلِ عِمْرَانَ كَانَهُمَا غَمَامَتَيْنِ اَوْ ظِلَّتَانِ سَوَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَانَهُمَا فَرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافٍ تَحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي بَنِی كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَتٰی اٰیَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُ اَعْلَمُ قَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَتٰی اٰیَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقَيُّومُ قَالَ فَضْرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ لَیْهٰذَا الْعِلْمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ رَوَاهُ

کہ سورۃ بقرہ آل عمران آگے آگے ہوئی گویا سفید بادل میں یا کالے شامیہ کے چمکے درمیان کچھ فاصلہ ہو گا کہ گویا ہر صف بستہ پرندہ کی دو ٹولیاں اپنے حلقوں کی طرف سے جھکڑتی ہوئی آگے مسلم روایت ہے حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں نہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ابوالمنذر کیا جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کوئی شاندار آیت ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ رسول ہی جانیں فرمایا اسے ابوالمنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کوئی شاندار آیت ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ لا الہ الا هو الحق القیوم کہ تو حضور نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمہیں علم مبارک ہو کہ اسے ابوالمنذر۔۔۔

پیش کیے لائے جائینگے رب تعالیٰ فرماتا ہے یوم نختار المتقین الی الدھن وفدا ولسوق الجہنم و رد الی جہنم و رد الی جہنم یعنی یہ سورتیں بعض بڑے خاص ہیں کیسے سفید بادل کی طرح اور ان سے کم درجہ والوں کیسے سیاہ شامیہ کی طرح اور سیدھے ہوئی جہنم سے یہ لوگ گرمی فتنہ محفوظ ہونگے یہ بادل شامیہ نے ان لوگوں کے ساتھ چنے ہوئے تمام عشرتوں سے انہیں دیکھنے ہی پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں اور اس پر عمل کر رہے ہیں اب جو کہہ کہ قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن و کافر کی بھی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹے ہیں عربی میں شرق لکھو کے کان کی پھٹن کو کہتے ہیں یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ مرا ہے یہ فاصلہ بسم اللہ شریف کا ہو گا یہاں بھی بسم اللہ ہی دو سورتوں میں فاصلہ و فرق کرتی ہے بعض نے فرمایا کہ شرق مجھے نور و چمک ہے یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی مقصد یہ ہے کہ سورتیں خود گہرے بادل کی طرح ہوئی مگر ان سے اندھیرا نہ ہو گا بلکہ خشکی جگہ کا مٹا آنکھیں ہی محسوس ہوگی یہ چمک سورج وغیرہ کی نہ ہوگی، نور الہی کی ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے و انزلنا الدھن بنور رہا اسے یعنی اللہ تعالیٰ سے جھکڑ جھکڑ کر اپنے تارکاعین و عالمین کو بخشو ایل کی، پسے عرض کیا جا چکا ہے کہ جھکڑ مقابلہ کا نہ ہو گا بلکہ ناز و انداز کا ہو گا رب تعالیٰ ہم کو بھی ان سورتوں کی شفاعت نصیب کرے آمین کہ حضرت ابی بن کعب اور آپ کے تین چچا زاد بھائی اس زمانہ میں پورے قرآن کریم کے حافظ تھے سوال یہ ہے کہ اسے ابی بن کعب بتاؤ جو قرآن کریم تم نے سارا حفظ کیا ہے اس میں بہت شاندار آیت کوئی ہے، مرقاۃ اس زمانہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا حفظ بقدر نزول ہوا تھا شہ اعظم سے مراد اخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے، یہ زیادتی امانی ہے، لہذا حدیث پر یہ احتراز نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو لکھ ملی بار نہ بتانے اور پھر تبادلے کی شارحین نے سبت وجہ بیان کی ہیں فقیر کی فکر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں جواب بطور فیضان القاف فرمادیا پھر پوچھا تو آپ نے وہی انکار کیا ہوا جواب عرض کر دیا حضرت ان صوفیاء کبھی فکر سے کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں ان طریقہ کی اصل یہ حدیث ہے (از لمعات دانش) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو نظر بھر کر دیکھا جس سے انکے سینہ میں علوم کے دریا بہ گئے کہ یہ فرمان ہمارے

مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاتَانِي
أَتِ فَجَعَلَ يَحْتَوَانِ الطَّعَامَ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ لَا رَفْعَ لَكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي مُتَحَاجٌّ وَعَلَى حَيَالٍ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ قَالَ فَخَلَيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لَنَبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْمُبَارِحَةُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَاجَاةٌ

مسلم اور ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے رمضان کی فطروں کی حفاظت پر مقرر فرمایا تاکہ تو ایک شخص آئے بغیر سے لپ بھرنے لگا نہ
میں نے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلوں گا تاکہ وہ بولا میں محتاج ہوں میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے کہ نہ ملتا ہے
میں اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابی ہریرہ آج رات تمہارے نیدی کا کیا بنا تاکہ میں عرض کیا یا رسول اللہ اس سخت حاجت

عرض کئے ہوئے مطلب کی تائید ہے یعنی اسے ابی تمہیں یہ علم لدنی مبارک ہوا کہ بغیر کتاب میں پڑھے داتا کی دین اور راہبر کامل کی ایک نگاہ کرم سے تمہیں سب کچھ
مل گیا تاکہ یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضور انور ﷺ ان میں تقسیم فرما دیں
تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابو ہریرہ کے سپرد ہوئی تاکہ یعنی فطرے کا گندم چرانے
اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا خیال رہے کہ ابیسی اور اس کی ذریت دارہ انداز میں پھل اٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں اساتھ ہی
کو کہہ دینے بھی کھاتے ہیں احادیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں
کہ ابیسی کو کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے، اس لئے آیۃ الکرسی وغیرہ مال پر دم کر دی جائے تاکہ حین والنس کی چوری
سے محفوظ رہے تاکہ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اولیاء اللہ خصوصاً صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور ﷺ اللہ علیہ وسلم کے فیض
کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں، ان حضرات نے تو بار بار فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے، دوسرے یہ کہ شیطان ان
کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور ﷺ اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوا اس کی گرفت
سے کون چھوٹے تیسرے یہ کہ حضور انور ﷺ اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے، اولیاء حاضر کی ہمت نہیں کرتا خیال رہے کہ قرآن کرم شیاطین کے متعلق فرماتا ہے
اِنَّهُمْ لَكَاذِبٌ يَكْتُمُونَ اٰيَاتِ اللَّهِ الَّذِي هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ کہ وہ اور اس کی ذریت تو تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا فشاء یہ ہے کہ تم ان جنات کو انکی اصلی
شکل میں نہیں دیکھ سکتے، لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں، تو انہیں دیکھا جاسکتا ہے لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں، مرقاۃ آیا آیت میں عام انسانوں
کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ تاکہ وہ ان کے قرص وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان چھوٹے بولتا، وہ نہ محتاج ہے، نہ اس کے بال بچوں کو ناقہ
ہے، وہ فیئہ، کافئہ اس کی نگاہ میں ہیں سفلی عمل کرنے والوں کو وہ روزانہ مال پہنچاتا ہے جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالیٰ
کی رحمت ہے، ناجائز دست غیب حرام ہے یا اس لئے چھوڑ دیا کہ ابیسی اس نے چوری نہیں مٹھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کر لی تھی مگر چوری حاکم کے پاس
پہنچنے سے پہلے حق العید رہتی ہے اور دہلی پہنچ کر حق اللہ بن جاتی ہے پہلی صورت میں بندہ اس سے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے، دوسری صورت میں بندہ وہ مال
نہیں کر سکتا، ہاتھ ہی کیوں لے یا اس لئے کہ اگر زکوٰۃ و خیرات سے فقیر چوری کرے تو ہاتھ دیکھیں گے کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے جیسے بیوی خیل خاوند کے

شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَدَحِيتُ فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا أَنْتَ قَدْ كَذَبْتَ وَسَيَعُودُ فَعَدَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ
لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَيَعُودُ فَدَحِيتُ فَجَاءَ يَحْتُمُونَ الطَّعَامَ فَاخَذْتُ
فَقُلْتُ لَا رَفْعَ لَكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُتَحَاجِرٌ وَعَلَى
عِيَالٍ لَا أَعُودُ فَدَحِيتُ فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ فَاصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَا أَبَا هَدِيرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَاجَا جَهَّ شَدِيدَةً وَعِيَالًا
فَدَحِيتُ فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ فَقَالَ أَمَا أَنْتَ قَدْ كَذَبْتَ وَسَيَعُودُ فَعَدَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ

ابو ہال جو نکاح کیا اس پر بھی رحم کیا تو مسکرا کر دیکھ کر فرمایا وہ تم سے بھڑ بول گیا اور وہ پھر لوٹے گا لکھنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی دیکھتے تھے
ہو گیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اس کی ناک میں رہا کہ وہ پھر آیا اور خط کے پتے پھر لیا اور کہا اب کے تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں ضرورے چھوڑ دے گا پھر مجھے میں محتاج میں اور مجھ پر بال بچوں کا بہت بوجھ ہے میں اب نہ آؤنگا مجھے رحم کیا اسے رہا کر دیا کہ جس صبح ہوئی تو مجھے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم کیا گیا
اسے رہا کر دیا کہ فرمایا اگلا بار وہ آئے گا پھر وہ مجھ سے بھڑ بول گیا اور وہ پھر آئے گا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مال سے اپنے حق کے بقدر چوری کرے تو مجرم نہیں کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ اپنا حق لیا ہر حال حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انہیں چور کو چھوڑ دینے کا کیا حق تھا لکھ
یعنی جب میں نماز فجر کے لئے حاضر بارگاہ ہوا تو بغیر میرے کچھ عرصے کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پر
ظاہر تھی چیزیں دیکھتی ہے کئی چیز ان سے مخفی نہیں وہ تو قبر کے اندر کے عذاب اور دلوں کے حال سے خبردار ہیں۔ مصراع

چشم نوریہ فانی الصدور اقبال

لے اس جگہ میں فقیر کی عرض کی ہوئی توجیہ کی تاہم ہوتی کہ حضرت ابو ہریرہ کو اس پر رحم کرنے کا بھی حق تھا اور چھوڑ دینے کا بھی اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
آپ پر عتاب نہ فرمایا کہ ابو ہریرہ تمہیں چھوڑ دینے کا کیا حق تھا لکھ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہوا معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو
آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالیٰ نے علم بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتا رہے ہیں۔ شعر:-

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب : علی کل شیء خیر آدمی

لکھ یعنی آج شب کو میں خوب چوکنا رہا سو یا نہیں، غافل نہ رہا اسے پکڑنا بھی تھا اور اس کا تماشہ بھی دیکھنا تھا لکھ حضرت ابو ہریرہ نے اس کا یہ قول کہ
اب نہ آؤں گا اس کی توجیہ کیا اس لئے چھوڑ دیا اسے سچا نہ سمجھا کیونکہ اس کا چھوڑنا ہونا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو چکا تھا یہ رحمت
اسکی توجہ پر ہے کہ اسے غریب سمجھ کر اس بار بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ پر عتاب نہ فرمایا لہذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں یا اپنے
خیال فرمایا کہ یہ چھوڑے تو بے چارہ ہے اور اب سچ بول رہا ہے یہ چھوڑنا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ جھوٹ کی خبر دی تھی اور اب سچ بول رہا ہے لکھ
اس رحم کی وجہ بھی عرض کر دی گئی اس چھوڑ دینے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَيَعُودُ قَرَصَدَاتِهِ فُجَاءَ يَحْثُومِينَ الطَّعَامِ فَأَخَذَتْهُ فَقُلْتُ
لَا رَفْعَتِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا أَخَذْتُكَ مَدَاتٍ إِنَّكَ تَنْدَعِمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ
قَعُودُ قَالَ دَعْنِي أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِدَا شَيْءٍ فَأَقْبَلْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ اللَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ حَتَّى تُخْتَمَ الْآيَةُ فَإِنَّكَ لَنْ يَذَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حِفْظٌ وَلَا يَقْدِرَ عَلَيْكَ
شَيْطَانٌ حَتَّى تَصْبِرَ فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ

علیہ وسلم اس فرمان سے وہ پھر ایک گنہگار بن گیا کہ وہ ضرور اُسے گا میں گناہات میں رہا وہ آجائے سے پس بھرنے لگا میں اُسے پکڑ لیا تو کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضور کے چہرہ نگاہ کی تیسری بار ہے کہ تو کہنا مانگے کہ نہ اُسے گا پھر آجائے کہ وہ پورا تجھے چھوڑ دے گی میں آپ کو چھوڑ دے گا اسکا دینا ہوں کہ اللہ انکی برکت سے آپکو نفع دے لگا جب آپ بستر میں جائیں سے تو آیتہ الکرسی اللہ لا الہ الا اللہ الحی القیوم آخری آیت تک پڑھیں تو آپ پر اللہ کی طرف سے حافظہ رہے گا لکھ اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ پھٹسکے گا لکھ میں اسے چھوڑ دے گا جب صبح ہوگی تو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بنا ...

اسکے چھوڑ دینے سے منع نہ کیا تھا خیال رہے کہ شیطان صرف ایک دفعہ یعنی دوسری بار میں ہی کہا تھا کہ میں اب نہ آؤں گا حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ تو کہہ جاتے ہیں کہ آؤں گا اس لئے اشارت میں نے فرمایا کہ یہاں تو عدم مضارع ہے مگر مضارع یعنی تو کہہ گیا تھا اب نہ آؤں گا اور پھر آگیا یا علی حقیقی دونوں طرح کہہ جاتا جواد ہے یعنی تو پہلی بار میں حکم اور دوسری بار میں حقیقہ کہہ گیا تھا کہ اب نہ آؤں گا لہذا یہ حدیث واضح ہے لکھ یعنی میں آپ پر ایک عمل مجرب بتا کر احسان کرتا ہوں آپ اس کے عرصہ میں پھر یہ احسان کروں کہ تجھے چھوڑ دوں کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر گاہ میں پیش ہوتے ہوئے بہت گھبراتا ہے در نہ وہ حاضر ہو جلتے پر راہی ہو جاتا اب جبکہ دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو وہ شیطان سے بدتر ہے شیطان یا تو خدا سے ڈرتا ہے کہ کہتا ہے اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ یا جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صلی مسلمان کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی محبت چاہیے تاکہ اقبال یوں دعا کرتے ہیں یہ شعر ہے۔

مکن رسوا بروئے خواجہ مارا حساب من ز چشم ادہاں گیر

یعنی سونے کے لئے لیٹیں بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر بستر کا ذکر عرف کی بنا پر ہے اور سونا خواہ دن میں ہو یا رات میں لکھ یعنی خود رب تعالیٰ یا اس کا مقرر کردہ فرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر تو گر جانے آگ لگ جانے وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے امان میں رہے گا جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے، یہ عمل بہت ہی مجرب ہے لکھ یعنی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لئے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آ سکے گا، مطلقاً قریب آنے کی نفی نہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں رہا کہ بار بار دیکھا گیا ہے کہ ہم آیتہ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی نقصان پہنچتا ہے اور نقصان شیطان سے ہوتا ہے ہاں آیتہ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کر سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے ادلاً تو گھر میں چور سانپ وغیرہ آئیں گے نہیں اگر اتفاقاً آگے تو شیطان اسے اس موقع پر غافل نہ کر سکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے، انشاء اللہ آٹھ کھل جائے گی اور یہ نقصان ان کے شر سے محفوظ رہے گا لکھ اس بار رحم کا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض اور اس چھوڑ دینے میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہ تھی

کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ کیا تھا لہٰذا اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیات قرآنیہ کے احکام و اسرار و امتدادات سے بھی خبردار ہے، امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کے اچھے برے اعمال سے تفصیل دار و واقف ہے، اور ہر شخص کی نیت دار و مدہ پر مطلع ہے، اس کے بغیر وہ غلو کو بہکا نہیں سکتا، جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھا، واکل طاقت بیماری سے زیادہ چاہیے قرآن کریم فرماتا ہے اذ یذیٰ کوہود قبیلہ من حیث لا تدرونہم شیطان اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے یعنی وہ حاضر ناظر ہے، کیوں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے، تو جس کے ذمہ خلق کی ہدایت ہے وہ بھی حاضر و ناظر ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، دوسرے یہ کہ شیطان کافر بھی کبھی سچ بول دیتا ہے، تیسرے یہ کہ مومن کو چاہیے جہاں سے اُسے علم ملے، ماں بے دین کو استاد دین کا نہ بنائے، یہاں حضرت ابو ہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا، جیسے قاتل کو کتے نے طریقہ دفن سکھایا، مگر کو ان کا استاد نہ تھا، خیال رہے کہ کافر بے دین کی اچھی بات پر جلد احماد نہ کرے ممکن ہے وہ شہد میں نہ ہر دے رہا ہوں، یہاں جناب ابو ہریرہ نے شیطان کی جب مافیٰ جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی اچھے تھے یہ کہ آیتہ الکرسی دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا کہ میرے بھگتے کا ذریعہ آیتہ الکرسی ہے بھگتے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی اور بھگتے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی، پانچویں یہ کہ کافر کی سچی بات کی مسلمان تصدیق و تائید کر سکتا ہے لہٰذا ایسے تھا جو اس ماں میں برکت مٹانے آیا تھا، ورنہ اسے چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی، یہ حدیث تسخیر جنات کی اصل ہے، بعض عامل حضرات جنات کو اپنے عمل سے قید کر دیتے ہیں، بالکل سچی ہے دلیل یہ حدیث ہے، فقیر کی اس مذکور شرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے، اول یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کو شیطان نظر کیسے آگیا، قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے، دوسرے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کی گرفت میں شیطان کیونکہ آگیا، ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جاسکتا تیسرے یہ کہ شیطان کو چوری کی کیا ضرورت ہے چوتھے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کو اسے پکڑ کر چھوڑ دینے کا کیا حق تھا، پانچویں یہ کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے، اور پھر آگیا، تو جناب ابو ہریرہ نے اس کی بات کا اعتبار کیوں کیا، چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثر ہے ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابو ہریرہ کا استاد ہو، اللہ سبحانہ کا نا اہل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اعلیٰ ضمیر میں بھی انہیں کی طرف راجع میں نقیض نقض سے بنا یعنی ٹوٹنا، چونکہ ٹوٹا ہی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت سخت آواز دیا ہوتی ہے، اس لئے اب پر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں

فَوْقَ فَرَّقَ رَأْسَهُ فَقَالَ هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فَنِمْ الْيَوْمَ لَمْ يَفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَتَنَزَّلَ مِنْهُ مَلَكٌ
فَقَالَ هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَأَلَ فَقَالَ ابْشِرْ بَنُورِينَ أَوْتَيْتَهُمَا لَمْ
يُؤْتِرْهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتَتْهُ الْكِتَابِ خَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيَْتَهُ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِتْيَانُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ
مَنْ قَدَّاهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ الذَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو آپ نے سر مبارک اٹھایا حضرت جبریل علیہ السلام پر عرض کیا یہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا آج کے سوا کوئی بھی کھولا گیا ہے اس ایک فرشتہ انرا جبریل پر ہے یہ وہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو
آج کو کوئی نہ اترا ہے اسے سلام کیا پھر بولا آپ خوش خرم ہوں اُن دو نوروں کو آپ کے لئے کئے گئے ہیں اور سورہ بقرہ کی آخری
آیتیں ان دو نور کا ایک حرف بھی آپ پر نہیں گرا پھر اُسکا اجر بیگناہ مسلم روایت ہے حضرت ابو مسعود فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بقرہ کی آخری دو
آیتیں نبی میں گرا ہیں انیس رات میں پڑھے تو وہ اسے کافی ہیں کہ مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں بعض دروازوں سے رزق آتا ہے بعض سے عذاب بعض سے دعائیں و توبہ جاتی
ہیں بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں ایک دروازہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھولا گیا آج کا یہ دروازہ
اس فرشتے کیلئے کھولا گیا تھا اس سے پہلے یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا اور نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا یعنی نہ کسی کام کیلئے نہ زمین پر آیا نہ کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنا
کیلئے یہ فرشتہ صرف آج ہی آیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہے اس فرشتہ کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت و عزت کے اظہار کیلئے ہے نہ
یہ پیغام تو حضرت جبریل بھی عرض کر سکتے تھے مگر چونکہ یہ دونوں سورتیں دنیا میں سیدھے راستہ کی ہادی ہیں اور پھر صراط پر روشنی جس کے ذریعہ ان کی تلاوت کرنا آسانی
سے آئے کر لیا اس لئے انیس نور فرمایا خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں پھر آپ پر نور اترے تو بفضلہ تعالیٰ نور ہوئے لہذا یہ ہے کہ آپ سے پہلے
نبیوں میں سے کسی کو ایسی شاندار آیات و سورتیں نہ تھیں تو ریت انجیل وغیرہ میں ایسی شان کی آیات نہیں ہیں تو سارا قرآن شریف ہی ان کتب سے افضل ہے مگر یہ
آیات بہت ہی افضل ہے یہ سورہ بقرہ کی آخری رکوع لَإِنَّمَا كَانَ فِي السَّمَوَاتِ سَعَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ لَافِي الْآيَاتِ کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو آپ کے فرشتے
سے آپ کی امت کو خصوصی ثواب ملے گا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے و اشعور یا حروف سے مراد آیت ہے یعنی ان میں جو آیات
دعا ہیں ان میں سے ہر آیت قبول ہوگی اور اس آیت کی دعا انشاء اللہ منظور ہوگی مرقات ان دونوں جگہ میں بہت شاندار دعائیں ہیں کہ یعنی دیکھ دو درجہ و غم
میں کافی ہیں کہ ان کا تلاوت کرنے والا انشاء اللہ دیکھ دو درجہ محفوظ رہتا ہے اور اگر اتفاقاً کبھی ابھی جائیں تو اللہ مشکل حل کر دیتا ہے یا تمام درود و کلیفوں کی
طرف سے کافی ہیں یا نماز تہجد میں جو ان آیتوں کی تلاوت کیا کرے تو بہت سی تلاوت سے کافی ہیں نماز تہجد میں اس کی تلاوت ضرور کی جائے کہ بہت ہی مفید
ہے ایک رکعت میں یہ آیات پڑھے دوسری میں إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ سے لے کر تَحْلُفُ الْبُعَادِ تک انشاء اللہ ان سے حضور قلبی بھی نصیب
ہوگا اور بہت فیضان بھی میسر ہوگا اگر شروع رات میں بھی پڑھ لی جائیں اور تہجد میں بھی بہت مفید ہے

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عَصِمَ مِنَ الدَّجَالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْجُزُ أَحَدِكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ قَالُوا وَكَيْفَ
 يَقْرَأُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ يَعْدِلُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
 عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى اسْرِيَةٍ وَكَانَ
 يَقْرَأُ لِاصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيُخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

کہ جو شروا سورہ کہف کی دس آیتوں پر پابندی کرے وہ دجال سے بچ جائیگا۔ مسلم اور اس حدیث میں فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اس دعا کو
 ہو کہ ہر رات تین قرآن پڑھ لیا کرو گو کہ یہ کہیے تہائی قرآن پڑھا جاسکتا ہے۔ فرمایا قل ہو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے۔ مسلم بخاری میں حضرت
 ابو سعید سے یہ روایت ہے، روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی
 امامت نماز کرتا تھا تو ہمیشہ قل ہو اللہ احد پڑھتا تھا ختم کرتا تھا جب صحابہ لوٹے تو یہ ماجرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

اس طرح کہ روزانہ ان کی تلاوت کر لیا کرے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورہ کہف کی تلاوت کرتے ہیں ان کا مفہم یہ حدیث بھی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ دجال سے مراد وہی
 بڑا دجال ہے جو قرب قیامت نکلے گا اس کا قہر آنا سخت ہو گا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا یعنی اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانہ میں دجال ظاہر ہوا تو انشا اللہ
 اس کے قہر سے محفوظ رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے مراد تمام قہر گرے دین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے
 جو نبوت کا دعویٰ کریں گے، ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہر دین قہر گرے شر سے بچا رہے گا سورہ کہف میں اھل کہف کا ذکر ہے کہ انہی نے انیس کا فر بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا ان کی آیات
 پڑھنے والے پر انشاء اللہ ہی فیضان ہوتا ہے بعض روایات میں تین آیات ارشاد مومن مگر دس میں تین بھی داخل ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں بلکہ یعنی روزانہ دس بار دس
 کی تلاوت مشکل ہے، ایک دو دن تو ہمت کر کے پڑھا جاسکتا ہے کہ شارحین نے اس جملہ کے بہت معنی کئے ہیں، بہترین معنی یہ ہیں کہ ایک بار قل ہو
 اللہ احد پڑھنے کا ثواب دس بارے تلاوت کرنے کے برابر ہے، لہذا تین بار تلاوت کر لینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے ختم شریف وغیرہ
 میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں اگر سورہ اخلاص تین بار اس عمل کی اصل یہی حدیث ہے، خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں
 اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، قصے، احکام، اور سورہ اخلاص میں ذات و صفات الہی کا مکمل ذکر ہے، اس لئے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب
 رکھتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حمد الہی کی آیات دیگر آیات سے افضل ہیں کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا سردار قوم کو ہے جب کہ وہ علم شریعت
 رکھتے ہوں، چونکہ یہ اس فوج کے کمانڈر تھے اس لئے ان کے امام بھی رہے کہ یعنی ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے
 بعد قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے قرأت ختم کرنے کے بعد یہی معنی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور سورۃ پڑھ کر قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے کہ یہ تو مکروہ
 ہے کہ یا تو حکایت کہ لایا یا شکایت کہ لایا صحابہ کرام نماز میں کوئی سورۃ مقرر نہ کرتے تھے، فرائض میں یہ مکروہ بھی ہے ہاں نوافل میں سورتوں کا مقرر جائز ہے
 مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں قل ہو اللہ احد ہی پڑھا کرے، اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت استاد سے مرید کی شکایت پیر سے تھے کہ اپنے امام کی شکایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَكُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ فَسَأَلُوهُ فَقَالَ لِأَنَّهُمَا صِفَةُ الدَّحْنِ وَأَنَا أَحِبُّ
أَنْ أَقْدَأَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرُوهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ
قَالَ إِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ قَالَ إِنَّ حُبَّكَ
إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ: وَعَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

حضور انور نے فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے کہ لوگوں نے ان سے پوچھا وہ بڑے ایسے کہ جن کی صفت ہے مجھے اسکا پڑنا پسند ہے کہ
تسبیح کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے خبر دید کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے کہ مسلم بخاری روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
میں اس سورۃ قل ہو اللہ احد سے بڑی محبت کرتا ہوں مگر انہوں نے فرمایا تیری یہ محبت تجھے جنت میں پہنچا دے گی ترمذی اور بخاری نے اس کے معنی کی روایت کی کہ روایت ہے
حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں

سلطان اسلام سے کر سکتے ہیں، یہ غیبت نہیں بلکہ اعلان ہے کہ جس نماز کو مختصر کرنے کیلئے قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے یا اس نے کہ انہیں دوسری سورتیں کم یا دیں یا کسی اور وجہ
سے معلوم ہو کہ فرشتے کا میلان ہے کہ حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیے تھے اور یہ فیصلہ کچھ اور فرشتے صرف ایک فرشتے کے بیان پر دیا جاسکتا ہے دیکھو اور علیہ السلام نے مجرموں والے فرشتوں
میں سے ایک کا بیان سن کر فرشتے دہر یا تقاضا یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لئے ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کا ذکر پیارا ہوتا ہے اور وہ اسکا ذکر کرتا ہے
اس لئے میں بھی نماز میں اکثر یہ سورت پڑھا کرتا ہوں اور مجھے اور سورتیں بھی یاد ہیں کہ یا تو اس سورۃ سے محبت کرنے کی بنا پر یا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی بنا پر اس سے معلوم
ہو کہ قرآن کریم کی آیات ذات وصفات الہی سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جانے کا ذریعہ ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بلکلان کی اطاعت خدا کا
محبوبیت کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنَّكَ مَوْفَىٰ بِعَهْدِكَ اللَّهُمَّ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سب بندوں کے ایسے حالات سے خبردار ہیں
جن کی خود ہمیں بھی خبر نہیں محبوب خدا یا مردود بارگاہ ہونا ایک ایسی چھٹی ہوئی حالت ہے جو کسی دلیل یا علامت سے معلوم نہیں ہو سکتی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم اس پر بھی خبردار ہیں اس ایک جملہ میں اس کے تقویٰ پر استقامت ایمان پر خاتمہ و قرد و حشر میں نجات جنت میں داخلہ سب کی خبر دے دی گئی ہے
ظاہر ہے کہ ان اصحابی کو ہمیشہ نماز میں سورہ اخلاص پڑھنے کی اجازت دے دی گئی، یہ اجازت ان کی خصوصیات سے ہے اور سورتوں کے لئے عجل مکر وہ
ہے اسی لئے دوسرے صحابہ نے یہ خوشخبری سن کر خود یہ عمل شروع نہ کر دیا، لہذا یہ حدیث فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں کہ اس عمر میں کرنے والے کا نام کثوم یا
کرزم ہے، پہلا قول زیادہ قوی ہے، مرقاۃ سے سجا اللہ کیسا مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بنا پر اللہ کا پیارا بن جائیگا، اور
اللہ کے پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے، بعض لوگ سورہ آل عمران اور سورہ فتم و احزاب سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں ان کی یہ محبت بھی انشاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے کہ یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے پہلی فصل میں ترمذی کی حدیث
نقل کی، حالانکہ بخاری میں اس کی مثل موجود تھی چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیقاً ایک بڑا دقہور روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قبا شریف میں امام تھے
وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورہ اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورۃ اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا انہوں نے فرمایا کہ میں امامت چھوڑ دینا، مگر سورہ اخلاص
پڑھنا نہیں چھوڑ دینا، چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لئے لوگ ان کی امامت کو غیبت جانتے تھے، لہذا بخاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَرَ آيَاتِ أَنْزَلَتْ اللَّيْلَةَ لَمْ يَدْرُ فَمِنْهُمْ مَنْ قَطَّقَ قُلُوبَهُمْ بِرَبِّ
الْفَلَقِ وَقُلُوبَهُمْ بِرَبِّ النَّاسِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفْيَيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا قُلُوبَهُمَا اللَّهُ أَحَدًا
قُلُوبَهُمَا بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلُوبَهُمَا بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسُمُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ
بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدٍ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَدٌ كَرُمٌ
حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَابٍ مُعْرَاجٍ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رات دو آیتیں نازل ہوں یہی شب کی گیس لعل اور برب الفلق اور برب الناس صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سے حضرت عائشہ سے کہی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات میں جب اپنے بستر پر تشریف لیا کرتے تو اپنے ہاتھ جمع کر کے اس میں پھونکتے تھے جس میں تھیں اللہ احد اور برب الفلق اور برب الناس پڑھتے تھے پھر جس کے ہاتھ ہو سکتا وہ ہاتھ پھرتے تھے اپنے سر مبارک اور چہرے پاک کے سامنے دے دے تھے شروع فرماتے یہ میں بار کرتے تھے کہ مسلم بخاری اور حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی الخ انشاء اللہ باب المعراج میں بیان کریں گے...

کے لئے تشریف لائے، اب یہ مقدمہ ہمارا و عالی میں پیش کیا گیا، جس پر سرکار نے ان امام کا بیان لے کر یہ فیصلہ دیا، مرقاۃ اس حدیث کو بڑا زائد و پختی نے بھی روایت کیا ہے ائمہ تکمیل عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور یہ فرمان اظہار تعجب یا ان سورتوں کی اہمیت دکھانے کے لئے ہے یعنی تہود اور یہ کہ لینے کے متعلق جتنی باتیں ہیں ان سب میں یہ سورتیں افضل ہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قل ھو اللہ احد تو ان سورتوں سے بھی افضل ہے لہذا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بسم اللہ سورہ کا جز نہیں، کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کا ذکر نہ فرمایا قل ھو اللہ احد سے سورۃ کی ابتدا بتائی، نیز پہلی جگہ اقرء بسم اللہ وہاں بھی نہیں ہے، دوسرے یہ کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں اسی پر امت کا اجماع ہے، لہذا جو انہیں قرآن نہ مانے وہ کافر ہے، وہ جو کہا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور ابی بن کعب نے انہیں قرآن نہ مانا غلط ہے ان بزرگوں پر تہمت ہے، مرقاۃ، لکھ ہر رات کے فرمان سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ کرتے تھے، صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے، لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جگہ میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کر کے سوتے تھے اور نفث دونوں کے معنی ہیں پھونکنا مگر نفث میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ نفاذ بھی شامل ہوتا ہے، یہاں فقہاء کی ن ایسی ہے جسے رب تعالیٰ کافر مانا و اذ اقدات القرآن فاستعذ باللہ یا جے اذا قمتم الى الصلوۃ فاخسروا وجوہکم یعنی جب بستر پر لیٹے اور دم کرنا چاہیے تو یہ سورتیں پڑھتے، یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے کہ کے غلات نہیں، بعض نسخوں میں درفت داد سے ہے، تب تو بالکل واضح ہے لہذا تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں، اس سے بزرگوں کا دم درد یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا، ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس سے آفت و حفاظت رہے۔ لکھ لینے وہ حدیث صحیح میں یہاں بھی مگر ہم اسے باب المعراج میں بیان کریں گے کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسب رہ سکتی ہے۔

الرَّحُلُ الثَّانِي عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ تَحْتَ الْعَدَسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْقُرْآنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهُ ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَالْإِيمَانُ تَنَادِي الْإِيمَانُ وَحَدَّثَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ رَوَاهُ فِي تَرْجِيحِ السُّنَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْدَأْ وَارْتِقْ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تَدْتَلُّ فِي

دوسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں عرش کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر جڑوں کی طرف سے جھک کر لگے قرآن کا ایک طرف سے ایک طرف سے دوسری امانت ہے میری رحم سے جو پکار لگا کر جس نے جو قرآن لے لیا ہے اسے اپنے سے لے لیا ہے اور اگر کسی نے قرآن لے لیا ہے تو اسے اپنے سے دور کر لیا ہے شرح سنن ابی یوسف ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن دے سے کہ جائے گا کہ پڑھا اور پڑھ کر لیا ہے اس کی تہمت کر دینا میں کوئی تہمت

لہ یعنی ان تین چیزوں کو بہت ہی عزت و قرب الہی عطا فرمایا جائے گا کہ خاص عرش عظم کے نیچے انہیں جگہ دی جائے گی جیسے وزیر کی نشست بادشاہ کے بہت قریب ہوتی ہے اور ان کے طفیل ان کے مالوں کو بھی عزت و قرب نصیب ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کا اجر ضائع نہ کرے گا بلکہ بندوں سے مراد قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں اور جھگڑنے سے مراد جھگڑ کر ان کی شفاعت کرنا ہے، یعنی قرآن شریف اپنے تلاوت کرنے والوں اور اپنے عالمین کی شفاعت رب تعالیٰ سے جھگڑا جھگڑ کر کرے گا، یہ جھگڑا مقابلہ کا نہیں بلکہ ناز کا ہوگا کہ یہ قرآن پاک کے بعض معنی ظاہر ہیں جو عام مسلمان سمجھ لیتے ہیں بعض مخفی جو واجب اسناد میں ہیں جن تک علماء کی رسائی ہے یا تلاوت قرآن پاک کا ایک ظاہر ہے، یعنی الفاظ کا زبان سے پڑھنا اور ایک باطن یعنی اس میں خود روند کرنا یا شرعی احکام قرآن کا ظاہر ہے اور طریقت کے اسرار اس کا باطن جیسے بدن انسان ہمارا ظاہر ہے اور روح انسان ہمارا باطن مطلب یہ ہے کہ قرآن کی شفاعت بقدر تعلق ہوگی ظاہر قرآن والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا اور باطن قرآن سے تعلق رکھنے والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا امانت سے مراد خلق و خالق کے حقوق ہیں جو ہمارے ذمہ واجب الادا ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاِيْمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ وَالْاَنْبِيَاءِ وَرَبِّكَ خَيْرٌ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَافِظًا امانت کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں، یا امانت سے مراد عشق الہی اور عشق رسل ہے کہ قرآن کو عشق سے بہت تعلق ہے شہ رحم سے مراد انسانوں کے آپس کے قرابت داریاں ہیں چونکہ ان قرابت داریوں کا تعلق عورت کے رحم سے ہے اس لئے ان قرابتوں کو رحم فرمایا جاتا ہے جو مکمل قرابت کے حقوق ہوا کرنا بہت ضروری ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے، وَاَنْتَ ذُو الْقُرْبٰى حَقٌّ اِنَّمَا اس لئے یہ بھی وہاں ہوگا خیال رہے کہ دنیا کے عراض کل قیامت میں جو ہر ہو گئے، ان اعمال کی شکل و صورت ہوگی، ایسا بھی کوئی جیسے یہاں خواب میں عراض اجسام نظر آتے ہیں لہٰذا یعنی دنیا میں جس نے اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا کئے تھے آج اسے قرب الہی اور رحمت الہی نصیب ہوں گے، اور جس نے دنیا میں اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا نہ کئے ان سے تعلق نہ رکھا، آج وہ خدا کی رحمت سے محروم ہے، اگر رحم کا یہ پکار رب تعالیٰ کے حکم سے ہوگا جیسے حکاک کے چمپڑی کچری کے دروازے پر املاات کرتے ہیں خیال رہے کہ بندے پر تین قسم کے حق ہیں، اللہ تعالیٰ کے، عام انسانوں کے اور خاص قرابت والوں کے قرآن پاک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، امانت کا تعلق عام لوگوں سے اور رحم کا تعلق اپنے عزیزوں و قرابت داروں سے اس لئے یہ تین ہی عرش عظم کے نیچے ہوں گے کامیاب بندہ وہ ہے جو ان سب حقوق کو ادا کر کے جائے کہ قرآن دے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو اور اس پر عمل ہو، وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو اور قرآن اس پر لعنت کرنا ہو کہ یہ تلاوت تو عذاب الہی کا باعث ہے بعض اربہ اور

الدُّنْيَا فَإِنَّ مَثَلَكَ عِنْدَ أَخِرَائِيَّةٍ تَقْدَاهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُودَاؤُدَ وَالشَّافِعِيُّ وَعَنْ
 ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الَّذِي كَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ
 الْقُرْآنِ كَأَلْبَيْتِ الْحَرْبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ
 وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الذَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ
 شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَمُسْئَلَتِي أُعْطِيَ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللَّهِ

اکھ تیرا خدا کا وہاں جہاں تو آخری آیت پڑھے لے اہل ترمذی ابو داؤد انسالی روایت ہے حضرت ابی عباس فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس
 کے سینے میں قرآن نہیں وہ دیران گھر کی طرح ہے کہ ترمذی دارمی اور ترمذی فرمایا چہرہ صیح ہے روایت ہے حضرت ابوسعید فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے کہ بتلائے قرآن مجید میرے دوسرے ذکر اور حق سے مانگنے سے سوک دے گا اسے میں مانگنے والوں کے بعد دو لگا لگا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت

جیسا ہی قرآن پاک پر اعتراضات کرنے کے لئے قرآن پاک پڑھے بلکہ حفظ تک کر لیتے ہیں، پلٹ کر کالی چہرہ چودہ پاروں کا حافظ ہوا، مرقات، جنت
 کے درجات اور پڑھنے میں جس قدر درجے کی بلندی اسی قدر بہتر، انشاء اللہ اس دن تلاوت قرآن مومن کے لئے پودوں کا کام دے گی یا اس سے مراتب قرآن
 الہی میں ترقی کرنا مراد ہے یعنی تلاوت کرنا اور مجھ سے قریب تر ہونا چاہیے۔

لے یعنی جہاں تیرا پڑھنا ختم، وہاں تیرا پڑھنا ختم، وہاں اسی قدر تلاوت کر کے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرنا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرنا تھا
 اسی طرح وہاں کرے گا اس سے چند مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جنت کے چہرہ ہزار چہرے سوچھا سٹھ درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہی ہیں اور سرائیت پر
 ایک درجہ ملتا ہے، اگر درجے اس سے کم ہوں، تو یہ حساب کیسے درست ہو اور ہر درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان مرقات دوسرے
 یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوت قرآن کے، مگر یہ تلاوت لذت اور ترقی درجات کے لئے ہوگی جیسے فرشتوں کی تسبیح تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوت
 قرآن کریم کا عادی بعد موت انشاء اللہ حافظ قرآن ہو جائے گا اور نہ شخص وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھتا، چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت
 مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو مطلق رکھا گیا، یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر کرنا محض تلاوت سے افضل ہے، اسی لئے حضرت صدیق اکبر حفظ صحابہ سے افضل
 ہوئے جنت میں ساری امت سے اونچے درجہ میں وہی ہوئے لے جو نہ کے حقیقی معنی ہیں پیٹ، اسی لئے معطل عین کو اجون یعنی خالی پیٹ والا کہتے ہیں رب تعالیٰ
 فرماتا ہے ما جعل الله لرجل من قلبین فی جوفہ، مگر یہاں جون سے مراد دل یا سینہ ہے گھر کی آمادی انسان دسامان سے ہے دل کی آبادی قرآن سے
 باطن یعنی روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی دیران ہے
 جیسے انسان دسامان سے خالی گھر۔ شعر:-

آباد وہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے : جو یاد سے غافل ہوا دیران ہے برباد ہے

کے قرآن سے مراد حفظ قرآن یا تلاوت قرآن یا تفکر و تدبیر فی القرآن ہے یعنی جو حافظ یا قاری قرآن یا نحو یاد کرنے میں یا عالم دین قرآن کریم سے مسائل مستنبط کرنے

تمام کلاموں پر ایسی بھیجیے اللہ تعالیٰ کی عظمت اپنی خلق پر لے کر لڑی حرامی پہنچے شعبہ اعلیٰ تہذیب اور ترقی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے، روایت ہے حضرت ابی سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب اللہ قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے تو اسے ایک نیکی اور نیکی کا دس گنا نیکہ میں نہیں کہتا کہ اگر ایک حرف ہے وہ بلکہ ایک حرف ہے م ایک حرف اور ہم ایک حرف تہذیب و ترقی اور تہذیب نے فرمایا کہ یہ حدیث

میں اتنا مشغول رہے کہ اسے دیگر وظیفے و دعاؤں کا وقت ہی نہ ملے، اسی طرح جو معلم تعلیم علوم، قرآن کی مشغولیت کی وجہ سے درود وظیفے و دعائیں نہ کر سکے میاں دعاؤں و وظیفوں سے مراد وہ دعائیں و وظیفے ہیں جو قرآن مجید کے علاوہ ہیں، اور نہ قرآن شریف میں خود بہت دعائیں و وظیفے ہیں مکہ اعلیٰ مکرم کے صیغہ ہے اسی لئے سائیکس منصوبہ آیا، خیال رہے کہ رب تعالیٰ سے دعائیں مانگنا صاف بھیک مانگنا ہے مگر عادت قرآن یا تعلیم قرآن بابو اسطہ بھیک ہے جیسے ہمارے دروازہ پر بھکاری کھڑے ہو کہ ہمارے بھکاری تعریفیں کرتے ہیں کہ آپ بڑے سخی و دانا ہیں یوں ہی درود شریف درپردہ دعا ہے بھکاری غنی کے بال بچوں کو دعا میں دے کر درپردہ بھیک مانگتے ہیں بچے جیتے رہیں جان مال کی خیر ہو، ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعا میں دیدے کہ اس سے بھیک مانگتے ہیں اسی لئے درود شریف کے متعلق بھی مشکوٰۃ شریف میں گزر چکا کہ جو شخص درود شریف میں مشغولیت کی وجہ سے دعا نہ مانگ سکے اس کے تمام ضروریات خود ہی پورے ہونگے، "کھ" اور "د" کی غم خود بخود ہی دفع ہوتے ہیں گئے ۛ

اس ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمانِ حالی ہے یعنی کلام کی شانِ مکلم کی شان کے بقدر رہتی ہے، ایک بات فقیر نے تو کہی اس پر کوئی دھیان بھی نہیں دیتا وہی بات بادشاہ کے تو دنیا میں دھوم مچ جاتی ہے چونکہ کلام اللہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے تمام مخلوق کے کلام سے یقیناً افضل ہے، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد خدا تمام خلق سے افضل ہیں، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تمام خلق کے کلاموں سے بعد قرآن افضل ہونگی لہذا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے عطیہ غوثی کے کسان میں کچھ ضعف ہے، مگر فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے خصوصاً جبکہ دوسری روایتوں یا قرآنی آیتوں سے اسے قوت پہنچ جائے اس حدیث کو دوسری اسنادوں سے قوت حاصل ہے اس لئے اسے نرمی نے حسن فرمایا لہذا ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو حُرُوفِ اَلْحَرَفِینِ میں اور صَوْنِ اَلْحُرُوفِ میں ایک حرف، مرقعات، مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد مطلقاً حرف ہے علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیثِ پاک میں کوئی قید نہیں، لہذا قرآن کریم میں لفظ اللہ پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال رہے کہ قرآن پاک میں غیبت چیزوں کے نام بھی ہیں جیسے ابی لہب، ابی لہب، ابی لہب، شیطان، خنزیر وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی ثواب اسی ہوتا ہے ہو گا کہ یہ حُرُوفِ بِلَا ان کے ترجمے بُرے نہیں، بلکہ ان کے مصداق غیبت ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے لہذا اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کہ مَنْ جَادَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِہَا یہ تو ادنیٰ ثواب ہے، اگے رب تعالیٰ کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے واللہ یشاء مرقعات میں فرمایا کہ یہ

حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ سَنَادُهُ وَعَنِ الْحَارِثِ قَالَ هَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي
الْحَادِيثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَوْقَدْ فَعَلُوا هَذَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ
أَمَّا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْإِنَّمَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرِجُ
مِنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ

اسناد حسن ہے صحیح بھی غریب بھی اسے روایت ہے حضرت حارث سے فرماتے ہیں میں مسجد میں گزرا تو لوگ بات چیت میں مشغول تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس
گیا میں نے آپ کو اس کی خبر دی تو فرمایا کیا لوگ حرکت کرنے لگے میں نے بولا ہاں فرمایا اگاہ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ غریب قتنے ہونگے کہ میں عرض کیا یا رسول
اللہ ان سے روایت کی سبیل کیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں تمہارے اگلوں کی خبریں اور پچھلوں کی خبریں تمہارے آپس کے فیصلے میں قرآن فیصلہ کن ہے

ثواب تو عام تلاوتوں کا ہے، مگر مستحکم حدیث میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کر دو کہ معظم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار
ہے جو کلمہ عربی میں حرف، حرف معانی، حرف مبانی، یعنی حرف ہجا اور علم مفیدہ، مطلقاً کلمہ سب کو ہی کہا جاتا ہے، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ
تفسیر فرمائی کہ الف، لام، میم کو حرف فرمانا جائز ہے درجہ یحرفوں کے نام یعنی اسمائے حروف ہیں اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ الف میں تین حرف
ہیں ۱۰، ل، ن مگر اس کو ہم ایک حرف ہی مانتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہو کر آتا ہے اگرچہ اس کے اجزاء و تین ہیں بعض، شارحین نے کہا کہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ
مِنْ اَلْمِ دَکِیْسِ نِیْکِیَاں ہوں اور اَلَمْ، ذَالِکَ الْکِتَابِ میں اللہ کی نوے نیکیاں ہیں، کیونکہ اس میں حرف نو ہیں اسمائے حروف اگرچہ تین ہیں مگر یہ قول اس حدیث
کے خلاف ہے کیونکہ کتنوی یعنی کھنٹے ہوئے حروف مراد ہیں نہ کہ مفردی یعنی پڑھے ہوئے حروف اور کتب حروف سورہ فیل و بقرہ میں یکساں ہیں

۱۰ اسناد کا تعلق حرف غریب سے ہے یعنی یہ حدیث اسناد میں غریب ہے نہ کہ متن میں اس کا متن تو صحیح ہے، مرقات، اسلہ احادیث سے مراد دنیاوی باتیں ہیں
جو مسجد میں حرام ہیں اگرچہ جائز باتیں ہی ہوں وہاں غیبت و جھوٹ وغیرہ حرام گفتگو تو اور سخت حرام ہے، احادیث سے مراد احادیث نبویہ نہیں جیسا کہ بعض مجاہدوں
نے مسجد میں حدیث شریف دفعہ وغیرہ دینی علوم کا درس بہترین عبادت ہے، اصحاب صفہ مسجد نبوی میں رہتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سارے دینی علوم
سیکھتے تھے، یہ حارث تابعی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدام خاص میں سے ہیں اسلہ اگرچہ اس وقت اور صحابہ بھی موجود تھے، مگر آپ خصوصیت سے حضرت علی
کے پاس گئے کہ حضرت علی دروازہ شہر نبوت ہیں انا مدینۃ العلم و علی بابہا یہ حدیث اگرچہ اسناد مقررہ سے ضعیف ہے مگر متن حدیث صحیح ہے مرقات
اسلہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں قتنوں سے مراد وہ لڑائیاں اور جھگڑے ہیں جو صحابہ میں رونما ہوئے اور مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنا ان فتنوں کے ظہور کی
علامت ہے یعنی اب وہ قتنے قریب آگئے کیونکہ مسجد میں دنیاوی باتیں ہونے لگیں، بعض نے اس سے مراد آگ کا بلوہاں کا نکلنا مراد لیا مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں
خیال رہے کہ فتنہ عالم مصیبت یا آزمائش کو کہتے ہیں یہ ایسا کون سا کام کیا جائے جس سے ان فتنوں سے مسلمان بچا رہے کہ قرآن کریم پر عمل یا
اس کی تلاوت میں مشغولیت، معلوم ہوا کہ بعض نیکیوں کی برکت سے انسان دنیاوی آفات سے محفوظ رہتا ہے، اور وہ شریف کی کثرت موت و زندگی
کے قتنوں سے محفوظ رکھتی ہے بفضلہ تعالیٰ اسلہ یعنی قرآن شریف ایسی جامع کتاب ہے کہ اس میں گذشتہ امتوں و واقعات اسلہ ماقیامت بلکہ جنت و دوزخ
کے حالات بھی ہیں اور عبادات و معاملات و سیاسیات بھی ہیں؛

لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَذَكَّرَ مِنْ أَجْبَارِ قَضَاءِ اللَّهِ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ وَهُوَ
حَبْلُ اللَّهِ الْمَتِينِ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ الَّذِي لَا تُذِيعُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَ
لَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثَرَةِ الدُّرِّ وَلَا يَنْقُضُ عَجَائِبَهُ

وہ غیر درست نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑ دیا اللہ اس کے ٹکڑے اڑا دیگا اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈیگا اللہ اسے گمراہ کر دیگا اللہ وہ اللہ کی مضبوط
رہی ہے اور وہ حکمت والا ذکر ہے وہ سیدھا راستہ ہے کہ قرآن وہ ہے جسکی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں گتے اور جس سے دوسری زبانیں مشتبه نہیں
ہوتیں گے جس سے علماء سیر نہیں ہوتے گتے جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا گتے جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے گتے

اسے یہ جملہ یا فقرے یا بدو عابینے جو شخص قرآن کے خلاف چلے خدا اس کے ٹکڑے اڑا دے گا یا جو اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرے گا خدا تعالیٰ اسے برباد کر دیگا
یعنی وہ کافر ہو جائیگا خیال رہے کہ قرآن خیر کوناقی جان کر سے چھوڑ دینا کفر ہے اور اسکو حق جان کر مل نہ کرنا فسق و مجہور اس پر عمل نہ کر سکتا معذوری ہے جس پر کڑے نہیں
پہلی صورت مراد ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے کہ غیر قرآن سے مراد علوم عقیدہ یا کفار کی پیروی ہے حدیث دفعہ غیر قرآن نہیں کہ یہ دونوں قرآن کریم کی شرحیں ہیں جیسے مرقہ
و جو قرآن پاک کے لئے عدد معاون ہیں لہذا اس حدیث سے چکڑاوی دلیل نہیں پکڑ سکتے گتے یہ تمام چیزیں قرآن کریم کے اوصاف بھی ہیں اور اس کے نام بھی قرآن پاک
میں خود یہ نام موجود ہیں اسی کے ذریعے کچھوں کو جمع کیا جاتا ہے اسی کے ذریعے کہوں سے گوری کو اور پر نکالا جاتا ہے قرآن کریم میں یہ ساری صفات موجود ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا سَلَامٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ إِذَا قَامُوا إِلَى اللَّهِ فَعَاضِلُوا سَلَامٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَسْلَمُوا مِنْهُمْ إِذَا قَامُوا إِلَى اللَّهِ فَعَاضِلُوا سَلَامٌ
صفات موجود ہیں کہ اسی قرآن کی وجہ سے اہل عرب کی دنیا میں شہرت و عزت ہو گئی اس میں ہر قسم کی فصاحتیں اور ہر قسم کے تذکرے ہیں یہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا سیدھا راستہ
ہے جو اسے چھوڑ دے، وہ رب تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا گتے یعنی جو قرآن کریم سے صحیح طور پر استدلال کرے گا وہ اپنے خیالات کو بگڑنے سے محفوظ رکھے گا، اگر
کوئی اس سے غلط استدلال ہی کرے اور گمراہ ہو جائے، تو قرآن کریم کا قصور نہیں بلکہ اس کے استدلال کا قصور ہے اقرآن کریم کو حدیث دفعہ کی روشنی میں سمجھو
لہذا یہ حدیث اس میں کے خلاف نہیں کہ ہدای بہ کثیرا و یصل بہ کثیرا، نیز اس حدیث سے موجودہ زمانہ کے چکڑاوی دلیل نہیں پکڑ سکتے گتے کہ وہ
قرآن کریم کو صحیح طور سے سمجھنے ہی نہیں بعض شراہین نے اس جملے کے معنی یہ کہے ہیں کہ قرآن کریم کو گمراہ لوگ بدل نہیں سکتے یہ اسی طرح محفوظ رہے گا کیوں نہ
ہو کہ رب تعالیٰ اس کا حافظ ہے فرمانا ہے اَنَا خَزَنَةُ الذِّكْرِ وَأَنَا لَمْ يَخْفَظُونَ اس صورت میں بدل کی بات قدر یہ ہے شاہد ہے کہ قرآن کریم بدلنے
کی بہت کوششیں کی گئیں، مگر بدلنے والے مٹ گئے قرآن کریم نہ بدل سکا گتے یعنی قرآن مجید کی عبارت دوسرے کلاموں سے ایسی ممتاز ہے کہ دوسرا عربی کلام
خواہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو اس سے غلط نہیں ہو سکتا مخلوق کا کلام خالق کے کلام سے مشتبه نہیں ہو سکتا ایسا اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کی زبان پر
گماں نہیں پڑتا، آسانی سے پڑھ لیا جاتا ہے بلکہ حفظ کر لیا جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ اسرار و نکات
کبھی ختم نہیں ہوتے، علماء جب بھی غور کرتے ہیں اس سے نئے مسائل و اسرار معلوم کرتے ہیں اقرآن کریم کی گتے تک کوئی نہیں پہنچتا، یہ ان موتیوں کا وہ سمندر ہے
جس کے موتی کبھی ختم نہیں ہوتے گتے یہ قرآن کریم کا کلام معجزہ ہے کہ بغیر معنی سمجھے بھی اس کا پڑھنا اور سننا لذت دیتا ہے اور عمر بھر پڑھنا لطف دیتا ہے
اس سے دل آگاتا نہیں دوسرے کام کتنے ہی اعلیٰ ہوں مگر چند بار پڑھ لینے کے بعد دل آگاتا ہے گتے یہ جملہ پہلے جملوں کی یا تو شرح ہے یا دلیل یعنی اس

علماء سیر نہیں ہوتے، بار بار پڑھنے سے یہ پڑا نا نہیں پڑتا کیوں کہ اس کے عجیب معنائیں کبھی ختم نہیں ہوتے ہر بار عجیب لطف دیتا ہے لہٰذا یہ نصیب سے
جنات کا واقعہ ہے جو قرآن شریف نے سورہ جن میں بیان فرمایا کہ جنات کے ایک گروہ نے سبق عکاظ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا تو اپنی قوم میں
گرمی لگ گئی تھ یہ تمام خوبیاں قرآن کریم سے حاصل کر سکتا ہے جو اسے محض اپنی رائے سے نہ سمجھے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے سمجھے اور نہ آج ہر بے دین
قرآن کریم ہی کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے سہ یعنی اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی عمارت ابن عورت وہ اگرچہ حضرت علی کے ساتھ رہے ہیں اور ان سے چار
حدیثیں بھی روایت کی ہیں مگر اسے سنائی نے کہا یہ قوی نہیں اشعری نے کہا یہ جھوٹا تھا، مگر ابو داؤد نے فرمایا یہ بڑا فقیہ علم فرائض کا بڑا عالم اور بہت سب دان
تھا، ہر حال اگرچہ الفاظ حدیث میں کچھ منفع ہو مگر معنی حدیث بالکل صحیح ہیں نیز فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے، درقات و لغات اس کے ظاہر یہ ہے کہ یہاں
قرآن پڑھنے سے مراد روزانہ اس کی تلاوت کرنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ قرآن پڑھنے سے مراد علم قرآن سیکھنا ہو یعنی عالم باعمل کا ثواب وہ ہے جو آگے مذکور ہے
۵ یعنی عالم باعمل کے مومن ماں باپ کا درجہ یہ ہو گا، خواہ انہوں نے اسے اپنی کوشش سے پڑھایا ہو یا نہیں کیونکہ حدیث مطلق ہے پڑھانے کی قید نہیں
۶ یعنی اگر سورج زمین پر ہو تا، تو تباؤں اس کی چمک دمک روشنی تمہارے گھروں میں کتنی ہوتی، اس سے زیادہ اس تاج کے موتی چمکتے ہوں گے۔
۷ یعنی پھر عالم باعمل کے متعلق سوچو کہ اس کا درجہ قیامت میں کیا ہو گا، وہ تو ہمارے خیال سے ذرا ہے۔

فِي النَّارِ مَا احْتَقَقَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ؛ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَاحْلَ حَلَالٌ وَحَدَمَ حَرَامٌ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَشَقَعَهُ فِي عَشْرَةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلِّهِمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ؛ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَحَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ الدَّارِمِيُّ لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِي يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ؛ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بُنَّ

تسبیح لہ داری روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے پھر ایسے یاد رکھے کہ اس کے حلال کو حلال اس کے حرام کو حرام جانے لے اللہ اسے جنت میں داخل کرے اور اس کے گھروالوں میں سے ایسے دنوں آدمیوں میں اس کی شفاعت قبول فرمائیگا جسکے لئے دوزخ ضروری ہوگی کہ اللہ ترمذی ابن ماجہ دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حفص بن سلیمان دارمی تو ہی انہیں حدیث میں ضعیف مانا گیا ہے لہذا روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن

لہ اس حدیث پاک کی بہت شرحیں کی گئی ہیں قوی تر شرح یہ ہے کہ آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی عظمت یہ ہے کہ اگر بغیر کسی کمال میں رکھ کر اسے دوزخ میں ڈال دے تو قرآن پاک کا قند سبب زندہ کمال تو جس موسم کے دل میں اور دماغ میں قرآن پاک کے معنایں ہوں جسم پر قرآنی عمل ہو وہ دوزخ میں کیے جل سکیگا بعض نے فرمایا کہ قرآن کریم کا یہ معجزہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر تھا جسے حضرت جابر کے ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے کے دسترخوان سے ہاتھ دمنہ پونچھنے سے منع فرمایا کہ میں نے دیکھا تھا مولانا فرماتے ہیں اشعر :-

گفت روزے مصطفیٰ دست و دہاں :- بس بما لبید اند راں دستار خواں

اے دل ترسندہ از نار و عذاب :- با چنین دست و دہاں کن نقاب

بعض نے فرمایا کہ یہ کلام فرض و تقدیر پر ہے یعنی قرآن پاک کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ آگ میں اس کا قصید بھی نہ جلیے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان کہ لَوِ اتَّخَذَ الْإِنْسَانُ عِلْماً لَرَأَىٰ أَنَّهُ شَاكِرًا مُّنتَصِدًا من خشية الله :- حضرت ابولعبانہ سے روایت ہے فرماتے ہیں قرآنی سورتیں حفظ کر کے جس دل میں قرآن ہو گا اسے آگ سے عذاب نہ دیا جائیگا المعات و مرقات خیال رہے کہ قرآن پاک کے یہ تمام فوائد مومن کے لئے ہیں اگر سارا قرآن حفظ کر لیں کفار تو بھی دوزخی ہیں ارام چند رد ہوی کو جو وہ پارے حفظ تھے ابے جان جسم کو کوئی دوا مفید نہیں ہے ایمان دل کو کوئی عمل فائدہ مند نہیں لہذا استظہار کے معنی ہیں مدد لینا یعنی تلاوت قرآن میں اپنے دل سے مدد لے کر اسے یاد رکھنا ہر وقت اس کا خیال و لحاظ رکھے لہذا یعنی صرف تلاوت و حفظ پر قناعت نہ کیے بلکہ اس کے عقائد کو ماننے احکام پر عمل کرے لہذا اس میں حافظ و عالم با عمل دونوں داخل ہیں لہذا ایسے با عمل عالم کو قرآن پاک سے دو عظیم الشان فوائد حاصل ہونگے ایک یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کیا جائیگا دوسرے یہ کہ اس کے اہل قرابت میں سے دس دوزخی مسلمان کو اس کی شفاعت سے بخشا جائیگا معلوم ہوا کہ شفاعت بلندی درجات ہی کی نہ ہوگی بلکہ معافی سنیات کی بھی ہوگی اور علماء حافظ شہداء و غیر ہم کی شفاعت برحق ہے خیال رہے کہ شفاعت کبرئے کا سبب صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرے شفاعت معجزہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی کریں گے شفاعت کی تحقیق و تقسیم ہماری تفسیر نفیسی

كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَقَدْ أَمَرَ الْقُرْآنَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْقُرْآنِ مِنْهَا وَأَنَّهَا
سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيَتْهُ رِوَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَرَوَى لِدَارِمِيِّ مِنْ قَوْلِهِ
مَا أُنْزِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبِي بَنْ كَعْبٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْلَمُوا الْقُرْآنَ فَأَقْرَعُوهُ فَإِنْ مَثَلَ الْقُرْآنَ لِمَنْ تَعْلَمَ

کعب فرمایا تم نماز میں قرآن کیسے پڑھتے ہو تو انہوں نے الحمد للہ شریف پر طبعی کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے اس جیسی
سورت نہ تورات میں انجیل میں اور نہ زبور میں اور نہ قرآن میں کلمہ اور نہ سات کلمہ آیتیں اور نہ قرآن عظیم ہے جو تجھے عطا ہوئے کلمہ ترمذی اور دارمی نے
ماہریت کی روایت کی اور ابی ابن کعب کا واقعہ ذکر نہ کیا ہے ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن و صحیح ہے روایت ہے ابی سے نہایت ہے فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھو کلمہ پھر اسے پڑھا کرو کلمہ کیونکہ جو قرآن سیکھے اور

جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیے یہ یعنی یہ حدیث عزیز بھی ہے مادر حفص ابن سلیمان راوی کی وجہ سے اس کی یہ اسناد جس میں یہ راوی ہے ضعیف بھی ہے مگر ہم پہلے
معنی کر چکے ہیں کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے

۱۔ یعنی نماز کی ہر رکعت میں کوئی سورۃ پڑھتے ہو اور کیسے پڑھتے ہو تجھے پڑھ کر سنا معلوم ہوا کہ شاگردوں کا امتحان لینا سنت ہے فقیر کی اس شرح سے حدیث
پر یہ اعتراض نہ رہا کہ حضرت ابی کا جواب سرکار کے سوال کے مطابق نہیں کیونکہ یہاں سوال قرأت، طریقہ قرأت اور مقررہ سب کے متعلق تھا اس جواب میں حضرت
ابی کا سورہ فاتحہ پڑھ کر سنا دینا ہر سوال کا جواب ہو گیا کلمہ سورہ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک نام ام القرآن بھی ہے اگر یہ سورۃ سدرے قرآن
کے سدرے مضامین کو اپنے میں ایسے لئے ہوئے ہے جیسے ماں بچے کو اپنے پیٹ یا گود میں لئے ہوتی ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ فرمائیے
اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کا استاد کو پڑھا ہوا سبق سنا سنت صحابہ سے کلمہ یعنی ایسے فضائل و فوائد والی جامع سورۃ کسی ادنیٰ سمائی کتاب میں تو کیا ہوتی
نعمہ قرآن کریم میں بھی نہیں ہے سورۃ فاتحہ کے فضائل و فوائد بے شمار ہیں اس لئے یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس کے فضائل و فوائد کی کچھ تفصیل ہماری تفسیر نعیمی
پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے، یہ سورۃ شفاء ہے، مان ہے مومن کی حرز جان ہے کلمہ یعنی قرآن مجید میں ارشاد ہوا صلح من المثنائی والقرآن العظیم
اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے اس میں سات آیتیں ہیں اور ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، نیز اس کا نزول ہجرت سے پہلے بھی ہوا اور بعد بھی
اس لئے یہ سب مثنائی ہے یعنی سات کلمہ آیتیں اور یہ قرآن عظیم بھی ہے کیونکہ قرآن کریم کی ہر آیت قرآن ہے جیسے پانی کا قطرہ پانی ہے لہذا اس آیت کریمہ میں دونوں
وصف سورۃ فاتحہ کے ہیں کلمہ یعنی دارمی کی روایت میں حضرت ابی ابن کعب کا یہ واقعہ مذکور نہیں مرن فضائل مذکور ہیں کلمہ ظاہر یہ ہے کہ قرآن سیکھنے سے مراد
عام ہے جس میں قرآن کے الفاظ معانی، احکام سیکھنا سب ہی شامل ہے فقہاء و فرمانے میں حفظ قرآن فرض کفایہ ہے مختلف بستیوں میں اتنے حافظ ضرور ہیں
جن سے قرآن کریم کا تو اترا قائم رہے اور کوئی بے دین قرآن میں تبدیلی نہ کر سکے لہذا اگر لوگ حفظ قرآن چھوڑ دیں تو سب گنہگار ہیں اور اگر اتنے لوگ حفظ کر لیں
تو سب کا فرض ادا ہو گیا علم قرآن کا بھی یہی حال ہے اور بقدر حجاز نماز قرآن حفظ کرنا فرض عین ہے جیسے بقدر ضرورت مسائل یاد کرنا سیکھنا فرض عین ہے اور

فَقَدْ وَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جَدَابٍ مُخْشَوٍ مُسْكًا تَفُوحُ رِيحُهُ كُلِّ مَكَانٍ وَمِثْلُ مَنْ تَعَلَّمَ فَقَدْ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جَدَابٍ أَوْ كِي عَلَى مَسِيرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّحَ أَحَمَّ الْمُؤْمِنِ إِلَى الْإِبْرَامِصِيرِ وَآيَةُ الْكُرْسِيِّ حِينَ يُصْبِحُ حَفِظَ بِهَا حَتَّى يُمِيتَ وَمَنْ قَدَّحَ بِهَا حِينَ يُمِيتُ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ

ایک ترات کرے اور اس پر عمل کرے اس کی مثال اس شخص کی ہے جس میں مشک بھرا ہو جسکی خوشبو ہر جگہ تک پھیلے ہوگی اور جو بے سیکھے پھر سو جائے اسے اس طرح کہ ایک سینے میں قرآن ہو وہ اس شخص کی طرح جو مشک پر بند کر دیا گیا ہو اسے ترمذی انسانی ابن ماجہ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص صبح کے وقت سورہ صم مومن الیہ المستعین تک کہ اور آیتہ الکرسی پڑھ لیا کرے تو شام تک اس کی حفاظت کی جائیگی اور جو ان دونوں کو شام کے وقت پڑھ لیا کرے تو صبح تک اس کی حفاظت آئیگی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اسے روایت ہے حضرت ثعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا

پورا عالم دین بننا فرض کفایہ ہے یعنی قرآن شریف یاد کرنے اور سیکھنے کے بعد اس کا دور درجہ پڑھنا اور اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر لویہ بہت جلد ذہن سے اتر جاتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ قرأت قرآن یعنی جو یہ سیکھو کہ بعد جو از نماز بخوبی سیکھنا بھی فرض میں ہے اور پورا قاری بننا فرض کفایہ کی بجائے عرس ختم میلاد اور گیارہویں شریف وغیرہ میں قرآنی رکوع پینچ آیا پڑھتے ہیں تاکہ لوگوں میں قرأت کا چرچا رہے اور چیزیں خصوصاً تراویح کی نماز بقائے قرآن کا بڑا ذریعہ ہیں لہذا ایسے عالم وقاری کا سیدہ گویا قیلا ہے اور اس میں قرآن پڑھنا گویا قیلا میں بھرا ہوا مشک ہے اور اس قاری کا تواتر کرنا اس مشک کی جگہ ہے جس سے سنے والے فائدہ اٹھاتے ہیں ہر جگہ سے مراد قرآن سننے والے ہیں اور جو قرآنی علم کی اشاعت کر جائے اسکی جگہ سے قیامت تک کے مسلمان فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں رب تعالیٰ خدمت قرآن کی توفیق بخشے گا کہ اس کی تبادلت نہ کیا کرے یا اس کی عمل نہ کیا کرے بلکہ اس بند قیلا میں اگر وہ مشک تو ہے اور اسی مشک کی وجہ سے قیلا قیمتی بھی ہے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ایسے ہی شخص اللہ کے نزدیک قیمتی ہے حافظ قرآن یا عالم قرآن ہونے کی وجہ سے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ خود بھی فائدہ نہیں اٹھاتا کسی پنجابی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے شعر ہے۔

علم دھیرا پڑھ لیا عمل نہ کیجئے نیک : آئی گھٹا ترنگی بوند پئی نہ ایک

احمد بابا الحق بویوں علم دھیرا پڑھ کے : پڑھے کچھ تے مان نہ کر پوچھ جانداد دھڑکے

اسے یعنی سورہ مومن کی پہلی آیت حَمِّ تَنْزِيلِ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَاثِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الْقَوْلِ لَئِذَا لَا تُهَوِّا الْإِبْرَامِصِيرِ تک پڑھے کہ جو شخص نماز فجر سے پہلے یا اس کے بعد یہ دو آیتیں پڑھ لیا کرے خواہ آیتہ الکرسی پہلے پڑھے اور سورہ مومن کی یہ آیت بعد میں یا اس کے برعکس اوقات وغیرہ تو شام تک وہ اللہ کی امان و حفظ میں رہے گا کہ شیطان ہمارا درد دوسری دنیاوی آفتیں اس تک انشاء اللہ نہ پہنچ سکیں گی بلکہ بعد نماز مغرب یہ آیتیں پڑھ لیا کرے تو صبح تک اللہ کی حفظ دامن میں رہے گا خیال رہے کہ بغیر نماز کوئی وظیفہ یا عمل مفید نہیں تمام درد و غمغصوں کے لئے پابندی نماز ضروری ہے کہ یہ حدیث احمد و ابن حبان نے بھی روایت کی :

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يُخْلَقَ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ بِالنَّبِيِّ عَامٍ
 أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِمَا سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَلَا تُقْرَأُ فِي دَارِ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَيَقْدِرُهَا الشَّيْطَانُ رَوَاهُ
 التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ حَدِيثِ غَرِيبٍ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ عَصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا أَحَدُ حَدِيثِ حَسَنٍ حَبِطٍ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی تھی جس سے یہ روایتیں وہ آری ہیں جو سورۃ البقرہ ختم فرمائی
 گئی تھیں مگر کسی گھر میں یا بیتیں یا زمین شیب پر بھی جائیں پھر تیلان اسکے اس بھی چلے تھے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے کہ
 روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سورۃ کہف شروع سے تین آیتیں پڑھا کرے وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا
 تھے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لے دو ہزار برس سے مراد اس قدر مدت ہے کہ اگر سورج ہوتا تو اسی مدت کے دو ہزار برس بن جاتے ورنہ اس وقت سورج نہ تھا نہ دن رات، پھر دیکھیں
 ہفتے اور سال کیسے بن سکتے ہیں، لکھنے سے مراد فرشتوں کو لکھنے کا حکم دیا ہے خاص خدام کا کام گویا سلطان ہی کا کام ہے خیال رہے کہ مخلوق کی تقدیر
 میں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی گئیں، مگر یہ تحریر دو ہزار برس پہلے ہوئی، لہذا یہ حدیث پچاس ہزار برس کی روایت کے خلاف نہیں کہ
 وہاں لوح محفوظ میں تقدیروں کی تحریر مراد ہے، اور یہاں قرآن کریم کی تحریر مراد اور ہو سکتا ہے کہ یہاں دو ہزار برس سے تحدید مراد نہ ہو بلکہ مطلق زیادتی بیان
 کرنا مقصود ہو (مرقات) اگلے یہ دو آیتیں اَمَّنَ الرَّسُولُ سے آخر سورۃ بقرہ تک ہیں اگرچہ سارا قرآن شریف ہی لوح محفوظ میں تھا اور وہاں سے ہی نازل ہوا
 مگر ان آیتوں میں تو خصوصیت ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا کہ جب ان آیتوں کی برکت سے وہ گھر وہ مدت وہ
 جگہ شیطان سے محفوظ ہو جاتی ہے جہاں تین دن یہ آیات پڑھ لی جائیں تو جس زبان میں یہ آیتیں رہیں انشاء اللہ وہ بھی شیطان سے محفوظ رہیں گے،
 ان جیسی تمام احادیث میں شیطان سے مراد ابلیس ہوتا ہے ورنہ قرین شیطان اور نفس امارہ تو ہر حال انسان کے ساتھ رہتے ہیں ان موزیوں سے بچنے کی کوئی
 تدبیر نہیں جسے اللہ بچائے وہ ہی بچے لکھ اس حدیث کو سنائی، ابن جہان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی روایت کیا مرقات اگلے اس کی شرح پہ گزر چکی
 کہ چونکہ سورۃ کہف میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو دنیاؤں بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچا لیا اور وہ بادشاہ ان بزرگوں کو دین حق سے نہ ہٹا
 سکا اب اس ذکر میں تاثیر ہے کہ روزانہ یا ہر جمعہ کو ان آیات کا پڑھنے والا دجال کے شر سے محفوظ رہے گا کہ اگر اس کی زندگی میں دجال آجائے تو اسے ایمان
 سے نہ ہٹا سکے گا بزرگوں کے ذکر میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذلاً تو پوری سورۃ کہف میں یہ رکھی تاثیر تھی، پھر اس کی دس اگلی آیتوں میں یہ تاثیر بخش دی پھر اس کی تین آیتوں میں یہ
 تاثیر رکھ دی گئی رب تعالیٰ کی عطائیں مختلف رہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں پوری سورۃ کہف یا اس کی دس آیتوں کی یہ تاثیر مذکور ہے۔

نے ہر چیز کا مکمل ہے اور قرآن کا دل سورہ یس ہے لہ جو سورہ یس پڑھے تو اللہ اسے اس کی عبادت کی برکت دے دس بار قرآن شتم کرے نیکانواب دیکھائے ترقی دہائی اور ترقی فرمایا بعد بن غریب ہے سہ رو این ہے حضرت ابومریمہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ طہ اور یس زمین و آسمان پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے پڑھی تھی جب فرشتوں نے قرآن سنا تو بڑے خیر و خوبی ہے اس آیت کو جس پر یہ فرمائی اور خوبی ہے ان سینوں کو جو اسے اٹھائیں گے اور خوبی ہے ان زبانوں کو جو اسے پڑھیں گے دہائی روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رات میں سورہ طہ پڑھے وہ اس طرح سویرا کرے گا کہ

۱۷ جیسے دل سے اصل زندگی وابستہ ہے کہ اگر یہ ٹھیک ہے تو بجا نثار جاننا ہے اس کو ٹھیس لگتی ہی بے جان ہو جاتا ہے ایسے ہی قرآن کریم کا اصل مقصد سورہ لیس سے وابستہ ہے یہ سورہ پورے قرآن شریف کا گویا خلاصہ ہے کہ اس میں قیامت کے حالات کا مکمل بیان ہے اس کی تلاوت سے دل زندہ ایمان اتانہ روح شاداں و فرماں ہوتے ہیں، قریب موت اس کی تلاوت سے جان کٹی آسمان ہوتی ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ ایمان کا دل ہے قیامت کے حالات کو ماننا اور حالات قیامت جس تفصیل سے سورہ لیس میں مذکور ہیں دوسری سورت میں مذکور نہیں اس لئے اسے قرآن کا دل فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سارا قرآن شریف ہی کلام الہی ہے مگر اس کی سورتوں کی تاثیریں مختلف ہیں ایک بار سورہ لیس کی تلاوت دس ختم قرآن کا ثواب رکھتی ہے یہ اس کی بے مثال خصوصیت ہے خیال رہے کہ دس ختم قرآن کا ثواب ملنا اور ہے اور حقیقتہً دس قرآن کریم ختم کرنا کچھ اور طیب کہتے ہیں کہ ایک منہ گرم کر کے کھانے میں ایک روٹی کی طاقت ہے اگر میٹ بھرے گا روٹی ہی کھانے سے ختم قرآن ہو گا تیسوں پارے پڑھنے سے ملے اس لئے کہ اس کی اسناد میں ہارون ابن محمد ہیں جو محدثین کے نزدیک بہت قوی نہیں بلکہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے واقعی رب تعالیٰ نے یہ سورتیں پڑھیں فرشتوں نے بلا واسطہ نہیں اب رب تعالیٰ کی تلاوت کی نوعیت ہماری عقل سے دراجہ ہے اس طرح قرأت کی جو اس کی شان کے لائق ہے، مرقا نے فرمایا کہ لیس اور طہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام شریف ہیں چونکہ ان سورتوں کی ابتداء حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہوئی اس لئے یہ سورتیں بہت عظمت والی ہیں اسی وجہ سے رب تعالیٰ نے فرشتوں کو سنائیں معلوم ہوا کہ لغت کی سورتیں، آیتیں رب تعالیٰ کو بڑی پیاری ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی پیدائش زمیں و آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے لہٰذا طوبیٰ جنت کا ایک درخت بھی ہے جس کی شاخیں جنت کے ہر محل میں ہیں اور مجھے خوش خبری بھی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی ساری امت محمدیہ عموماً اور ان سورتوں کے حافظ و قاری خصوصاً درخت طوبیٰ کے مالک ہیں یا انہیں خصوصی خوشخبری ہے یہ لوگ ملے

لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَمْرُو بْنُ خُثَيْمٍ الدَّارِيُّ
يُضَعَّفُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيُّ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ : وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَمْدَ الدُّخَانِ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ ضَعِيفٌ وَهَشَامُ أَبُو الْمُقَدَّامِ الدَّارِيُّ يَضَعَّفُ : وَعَنْ الْعَدْبَانِ بْنِ سَابِيَةَ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ يَقُولُ إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً خَيْرٌ
مِنْ أَلْفِ آيَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الدَّارِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ مُرْسَلًا وَ

اس کیلئے ستر ہزار فرشتے ملے مغفرت کریں گے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عمر ابن خثیم راوی ضعیف مانے گئے ہیں امام محمد بخاری نے فرمایا وہ منکر الحدیث
ہے نہ روایت ہے ان کی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمع کی رات تمام دُخان پڑھے اس کی بخشش ہوگی ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث
غریب ہے ضعیف ہے اور ہشام ابو مقدام راوی کو ضعیف کہا گیا ہے کہ روایت ہے حضرت عمر باطن بن ساریہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے بیسویں دلی
آیتیں پڑھا کرتے تھے پھر ملے تھے ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے ترمذی و ابو داؤد و دارمی یہ حدیث خالد ابن معدان سے مرسل روایت کی کہ اور

خوش نصیب ہیں کہ یعنی اس کی تلاوت کے وقت سے صبح تک اتنے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے، خیال رہے کہ اس دعا سے خصوصی دعا ملاد
ہے، اور نہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ ہی مومنوں کے لئے دعا میں کرتے رہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے، وَالَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ
يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبُّنَا وَسَعَتُ كُلُّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَجْلاً، لہذا یہ حدیث اس قرآنی آیت کے خلاف نہیں اس حدیث سے معلوم
ہوا کہ سورۃ دخان پڑھنا ان معصوموں کی معصوم زبان سے دعائیں لینے کا ذریعہ ہے لہذا امام غسقلانی نے شرح نخبۃ الکرم میں فرمایا کہ محدثین کی اصطلاح میں
منکر الحدیث کہنا ضعیف کہنے سے زیادہ سخت ہے یعنی عمر ابن خثیم کو دوسرے محدثین نے تو ضعیف فرمایا مگر امام بخاری نے اسے منکر فرمایا یعنی ضعیف سے
بھی سخت تر خیال رہے کہ یہ حدیث ضنا کی اعمال کی ہے فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہے لہذا اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ دخان دوسری راتوں میں
پڑھنا تو اچھا ہے، مگر اس کے ذریعہ ہزار بار فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں لیکن شب جمعہ میں اس کی تلاوت بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے فرشتوں کی دعائیں بھی
ملتی ہیں اور رب تعالیٰ کی مغفرت بھی گویا اس رات کی تلاوت سے دو نعمتیں ملتی ہیں نہ یہ نہ معلوم کہ ان کے ضعف کی وجہ کیا ہے، احناف کے ہاں جرح جہول
معتبر نہیں ہے یعنی جن سورتوں کے اقل میں یَسْبِيحُ یا بِسْمِ اللَّهِ اَمِّ رَبِّكَ یا مُبْتَلٰن ہے وہ سورتیں پڑھتے تھے یہ سورتیں کل سات ہیں، سورۃ اسرہی
حدید حشر صافات جہاں تعابین ۱۱۱، مرقاۃ ظاہر یہ ہے کہ سر کا طبع پوری سورتیں نہ پڑھتے ہوئے، کہ یہ تو بہت زیادہ ہیں، بلکہ ان کی جیدہ جیدہ آیات تلاوت
فرماتے ہوئے لے ان الفاظ سے یہ پتہ نہ لگا کہ وہ آیت کونسی ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت لَوْنَدَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ اَلَا بِهٖ بَعْضُ نَفْسٍ نَعْنِیْ فَرَايَا كَدَّ آيَةٍ بِسْمِ اللَّهِ
کی شروع کی آیت ہے جس میں مہم یا یسبہ ہے مگر حق یہ ہے کہ وہ آیت رب تعالیٰ کے اسم اعظم یا شب قدر کی طرح صیغہ راز میں رکھی گئی ہے مرقاۃ نے فرمایا
کہ یہاں فیہن سے مراد جمیعہن ہے یعنی ان تمام سورتوں میں ایک ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل و بہتر ہے کہ کیونکہ خالد ابن معدان شامی

قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ أَبِي هُدَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ سُوْرَةَ فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ صَحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَاءَةً عَلَى قَبْرِ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّ قَبْرًا قَدْ أَفِيَهُ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتَّى خَتَمَهَا فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے اسے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک تیس آیتوں والی سورۃ نے ایک شخص کی بیان تک شفاعت کی کہ اس کی بخشش ہو گئی وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے اسے احمد ترمذی ابو داؤد النسائی ابن ماجہ کہ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ ڈال لیا انہیں خبر نہ تھی کہ یہاں قبر ہے لہذا لگا کہ اس میں ایک شخص سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے جسے کہ اُس نے ختم کر لی تھ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورۃ روکنے والی ہے نہ نجات دہنے والی ہے جو

ہیں ثقہ ہیں تابعی ہیں افراتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے مجھے پہلے عرض کیا کہ ثقہ تابعی کا ارسال معتبر ہے اور ان سے مرسل حدیث جنت ہے کہ وہ تابعی خود تو ثقہ ہے اور صحابہ سارے ہی عادل ہیں لہذا اسے سنائی ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے مروی ہے اور معاذ بن ابی ہارم سے موقوف روایت کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ البسم اللہ ثمرین سورۃ کا جز نہیں درج ملک آیتیں ۳۱ ہو جاتیں کیونکہ سورۃ ملک بسم اللہ کے علاوہ میں آیتیں ہیں ۳۲ یعنی ایک شخص سورۃ ملک کا در در کھاتا تھا اس سے بیت محبت کرتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس سورۃ نے اس کی سفارش کی تو اس کی شفاعت کی برکت سے وہ شخص عذاب قبر سے محفوظ رہا لہذا یہاں شفاعت بمعنی مافی ہی ہے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم کی ہر برات ہر مرد و عورت کی تفصیلی خبر ملتی رہتی ہے یا خود عطا فرماتے رہتے ہیں المعانی نے فرمایا کہ شفاعت بمعنی مستقبل بھی ہو سکتا ہے یعنی سورۃ ملک اپنے مالوں کی شفاعت کرے گی اور اس کی شفاعت کی برکت سے عامل کی بخشش ہوگی اس صورت میں بیفرمان ترغیب کے لئے ہے تاکہ لوگ اس کی تلاوت کیا کریں اس کی شفاعت کی امید رکھیں کہ اگلے دن جہان اور عالم نے بھی روایت کیا عالم کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہتر موت تاکہ نہ سورۃ ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے اگر قبر کی خبر ہوتی تو وہاں ہر گز خیمہ نہ ڈالتے کیونکہ قبر چھٹا لیٹنا اس پر چلنا پھرنا ممنوع ہے لہذا مرقاۃ نے بیان فرمایا کہ بعض مردے قبر میں بھی بعض وہ نیکیاں کرتے رہتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس حال میں جیو گے اسی میں مردے اور جس حال میں مردے اسی میں اٹھو گے اس لئے کوشش کرو کہ زندگی اچھے اعمال میں گزار دو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دیتے ہوئے قبر سے اٹھیں گے ان کا اخذ غالباً ان جیسی روایات ہیں انشاء اللہ لغت خواں مسلمان قبر میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت می پڑھیں گے رتبا قبول فرمائے ان صحابی کا یہ تلاوت سن لینا ان کی کرامت ہے ورنہ ہم لوگ نہیں سنا کرتے تھے اور قہر کا اظہار کیا کہ مردہ بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا یعنی اس سورۃ کی تلاوت کرنے والے

عذاب اللہ رواہ الترمذی وقال لهذا حدیث غریب: وعن جابر بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا ینام حتی یقرا القرآن وتبارک الذی یدہ الملک رواہ احمد والترمذی والداری و قال الترمذی لهذا حدیث صحیح و کذا فی شرح السنۃ و فی المصابیح غریب وعن ابن عباس و انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ازلزلت تعال نصف القرآن و قل کواللہ احد تعال ثلث القرآن و قل یا ایہا الکفر و ن تعال ربع القرآن رواہ الترمذی: وعن معقل بن یسار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے عذاب کی گئی تھی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ سوتے تھے کہ پڑھ لیتے تھے اللہ تعالیٰ اور تبارک الذی یدہ الملک احمد ترمذی حارثی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے یوں ہی شرح سنہ میں ہے اور معاصیح میں ہے کہ غریب ہے سہ روایت ہے حضرت ابن عباس و انس بن مالک فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اذ ازلزلت اذ سے قرآن کے برابر ہے کہ اور نقل حوالہ اہل تہذیب قرآن کے برابر ہے اور نقل یا ایہا الکفر و ن جو فضائی قرآن کے برابر ہے ترمذی روایت ہے حضرت ابن یسار سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہے۔

کو زندگی میں گناہوں سے موت کے وقت خرابی خاتمہ سے قبر میں عذاب تنگی گور سے آخرت میں دہشت و سخت عذاب سے بچانی ہے لے یعنی عذاب قبر و حشر سے بچانے کی علامت جواب یہ ہوا کہ یہ شخص اپنی زندگی میں اس صوفی کی تلاوت کرتا تھا اب قبر میں بھی تلاوت کر رہا ہے اور اس سے مذکورہ بالا فائدے حاصل کر چکا ہے اب بھی کر رہا ہے ائمہ بھی کر لیا گئے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشاء اور سونے سے پہلے یہ دونوں سورتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے خواہ مسجد میں یا بستر پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ شب کو یہ سورتیں پڑھا سنت ہے اور اس میں بہت فوائد ہیں سہ خیال رہے کہ حدیث کی عزابت اس کے صحیح ہونے کے مخالف نہیں ایک ہی حدیث صحیح بھی ہوتی ہے غریب لہذا ترمذی کا اسے صحیح کہنا اور معاصیح کا غریب فرماتا دونوں درست ہیں، یہ حدیث نسائی ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی حضرت جابر سے روایت کی سہ یعنی سورہ اذ ازلزلت کی تلاوت میں مندرجہ پارے تلاوت کرنے کا ثواب ہے ایسا جو نہ قرآن کریم میں معاش و معاد دونوں کا ذکر ہے اور اذ ازلزلت میں معاد کا ذکر ہے، یعنی قیامت اور دلوں کے حالات کا لہذا اس کا مقولہ

مضامین قرآن پاک کے نصف ہے سہ اس کی شرح اور وجہ پہلے عرض کی گئی ہے اسی باب میں سہ کیونکہ قرآن مجید میں اصل

مضامین چار ہیں، شرک اور بدعتیہ گروہوں سے دوری اور توحید و رسالت اور تمام مقامات اسلام کا اقرار احکام

قصص اسورہ کافرون میں شرک سے بیزاری کا کامل طور پر ذکر ہے لہذا قرآن کا چوتھا

مضمون اس سورۃ میں ہے اس لئے یہ سورۃ چار بار پڑھنے سے

پورے قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے، لمعات و اشعار وغیرہ جو کوئی سوتے وقت یہ سورۃ پڑھ لیا کرے، تو انشاء اللہ اسے ایمان پر قائم نصیب ہو گا

فقیر حقیر بفضل رب تقدیر اس پر عامل ہے، اور حسن خاتمہ کرب تعالیٰ سے امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کرے۔

قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَدْ رَأَتْ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ وَكُلَّ اللَّهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِنْ مَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيدًا وَمَنْ قَالَ الرَّاحِجِينَ يُمْسِي كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ يَوَاهُ التَّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التَّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتِي مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ حَتَّى عَزُتُ عَنْهُ ذُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ رَوَاهُ التَّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ خَمْسِينَ مَرَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَعَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنَامَ عَلَى فِدَائِهِ فَنَامَ عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ قَرَأَ

کہ حضور نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ کہے کہ میں سننے والے جانتے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ مرد و شیطان سے پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لے تو اللہ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دے گا جو شام تک اسے دعائیں دیں گے اور اگر یہ اس دن مر جائے تو شہید ہو جائے گا اور جو یہ چیزیں شام کے وقت پڑھ لے تو اس کی دعا میں ہوگا کہ ترمذی دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو روزانہ دو سو بار قل ہو اللہ احد پڑھ لے گا تو اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیے جائیں گے کہ سوائے قرض کے کہ ترمذی دارمی اور ایک روایت میں پچاس بار ہے اور قرآن نہ پڑھنے کا ذکر نہیں روایت انہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو اپنے بستر پر سونا چاہے کہ تو اس کی کمر پر لیٹے نہ پھر

لے لیجئے میری بات سننے والے میرا رد و دل جانتے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں خیال رہے کہ اخذ جملہ خبریہ ہے بمعنی اثناء یعنی اثناء یعنی اسے اٹھ کر مجھے اپنی پناہ میں لے لے گا نہ کہ دن بھر وہ محدود مجھے یہ کام نہ سکے عبادتوں میں دھیان نہ ٹھاسکے جو کہ سویرا زندگی کی دکان کھلنے کا وقت ہے اس لئے خصوصیت کی دقت یہ دعا پڑھوائی گئی کہ ہو اللہ الذی سے آخر سورۃ ہوا العزیز الحکیم تک یہ آیات خالص حمد کی ہیں کہ یہاں فرشتوں کی دعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں اور نہ فرشتے عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لئے کرتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اور شہید سے مراد شہادت ملگئی ہے کہ بندہ اگر اپنے بستر پر مرے مگر قیامت میں اس کا شمار ان شہداء میں ہو جو راہ خدا میں مارے گئے وہ لغت میں صبح آدمی رات سے زوال تک کو کہتے ہیں اور مسا و زوال سے اول نصف رات تک کو کہتے ہیں اور اذ ظائف میں صبح صادق سے سورج نکلنے سے کچھ بعد تک ہے اور شام اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات کے تک یعنی وقت غشاٹنے سے پہلے اور مرقات اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صبح و شام کی بنیاد نفیس تحقیق اپنی کتاب الوظیفہ لکھ کر یہ میں فرمائی ہے ناظرین اس کا مطالعہ ضرور کریں کہ یعنی دن رات کے کسی حصہ میں پوری سورۃ اخلاص دو سو بار پڑھا کرے بہترین ہے کہ ایک دم ہی پڑھے اور اگر مختلف مجلسوں میں پڑھے تب بھی اجر مذکور کی امید ہے کہ یعنی عمر بھر یہ پڑھتا رہے تو انشاء اللہ پچاس سال کے گناہ معاف ہونگے اور اگر اتنے گناہ نہ ہوں تو وہ بے بند ہونگے کیونکہ جن اعمال سے گنہگاروں کے عضو سبک ہوتی ہے نیک گاروں کے لئے رفع درجات یہ قانون کہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو نیک لوگ یہ عمل نہ کیا کہ میں کہہ کہ قرض تو حق العہد ہے بغیر ادا کئے یا قرض خواہ کے بغیر معاف کئے ساقط نہیں ہوتا سارے حقوق العباد کا یہ ہی اصل ہے کہ بستر کا ذکر اتفاقی ہے اگر کوئی زمین پر بھی لیٹے تو یہ پڑھ لے مگر لیٹنا

بِأَنَّهُ مَدَّةٌ قُلُّهُوَ اللَّهُ أَحَدٌ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَقُولُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِي أَدْخُلْ عَلَى يَدَيْكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ رَجُلٍ أَقْبَلَ قُلُّهُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَقَالَ وَجِبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجِبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَعَنْ فَدْوَةَ بْنِ نُوفَلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَّمَنِي شَيْئًا أَقُولُهُ إِذَا رَوَيْتُ إِلَى فِدَائِي فَقَالَ اقْدَأْ قُلُّ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ فَإِنَّهَا بَدَأَةٌ مِنَ الشَّرِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَيْنَا أَنَا وَسَيِّدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْحُجَّةِ وَالْأَبْوَاءِ إِذْ غَشِيَتْنا رِيحٌ وَظَلَمَتْهُ شَدِيدَةٌ فَجَعَلَ

سورہ قتل ہوا اللہ احد پڑھ لے تو جنت قیامت کا دن ہوگا رب تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے اپنی دہائی طرف سے جنت میں جائے ترمذی اور ترمذی فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے اسے روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مل ہوا اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہوگئی میں عرض کیا کیا واجب ہوگئی فرمایا جنت لے جاؤ (ترمذی انسائی) روایت ہے حضرت فروہ بن نوفل سے وہ اپنے والد سے راوی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز سکھائیے جو میں بستر پر روز موت سے وقت پڑھ لیا کروں تو فرمایا قُلُّ یا ایہا الکافرون پڑھ لیا کرو لے کہ ترمذی، ابو داؤد، دارمی، روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت اور یوم کے دو میں سفر کر رہا تھا کہ چاک ہیں تادمی نصرت تارکی نے گھیر لیا حضور

سونے کے لئے ہو دیے لیکن کا حکم نہیں اس لئے اس سید الغصا صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے ارادے کا ذکر فرمایا لے اس طرح کہ قبلہ کو رخ ہوا اور داہنی ہتھیلی داہنے رخسار کے نیچے رکھے کہ سنت اسی طرح لیٹنا ہے پھر بائیں کر دیئے کر سو جائے بغرض کہ بستر کا رخ قبر کا سا ہو۔

لے فقط لفظ قل ہوا اللہ احد نہیں بلکہ پوری سورۃ مع بسم اللہ کے ہر بار اگر چہ یہ عمل ہے تو مشکل، مگر بہت مفید ہے۔ لے یعنی چونکہ تو میرے محبوب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے داہنی کر دیئے لیٹنا تھا اور میری حمد والی سورۃ پڑھ کر سوتا تھا اس کے انجام میں آج تو جنت کے داہنے باغ میں داخل ہو جاؤ تیرا تھا ہے خیال رہے کہ جنتی لوگ تین قسم کے ہونگے مقررین حضرات علیین و اے ہیں ابراہیمین و اے ہیں گنہگار جن کی شفاعت کی بنا پر حضرت ہو چکی یہ سارے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے منهم ظالم لنفسہ ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کا داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اور یہ کہ عرض کی داہنی طرف داہنے بائیں سمت والوں سے بہتر لے علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ درج صحیح کو نہ پہنچی مگر اس پر میں کم از کم ایک باوجود عمل کرے کہ اس کے حال کو بڑی بشارت ہے فضائل اجمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے نزوات لے یعنی اس سورۃ شریف کی تلاوت کی برکت سے اس کے لئے جنت واجب و لازم ہوگئی خیال رہے کہ نیک اعمال جنت حاصل ہونے کے اسباب میں علت تامہ نہیں بڑے بڑے نیک لوگ پھسل جاتے ہیں مگر جن شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی وجہ سے جنتی یقیناً ہو گیا کہ آپ کی زبان رب تعالیٰ کا قلم ہے اس شخص کا جنتی ہو جانا قطعی ہو گیا ہے فردہ کی صحابیت میں خلیفان صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں مگر آپ کے والد نوفل صحابی ہیں (اشعریہ) بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ قل ہوا اللہ احد پڑھتے ہی سو جاؤ یعنی پھر کوئی دنیاوی

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ بِأَعُوذِ بَرِّ الْفَلَقِ وَأَعُوذِ بَرِّ النَّاسِ يَقُولُ يَا عَقْبَةَ
تَعَوَّذَ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذُ مِمَّنْ مَارَاةُ أَبُو دَاوُدَ وَكَعْنُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خُبَيْبٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي
لَيْلَةٍ مَطِيرٍ وَظُلْمَةٍ شَدِيدَةٍ نَطْلُبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدْرَكْنَاهُ فَقَالَ قُلْ قُلْتُ
مَا أَقُولُ قَالَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ حِينَ تَصْبَحُ وَحِينَ تُمْسِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعوذ فرمانے لگے اعوذ برب الفلق سے اعوذ برب الناس اور فرماتے لگے اے عقبہ ان دونوں سورتوں سے تعوذ کیا کرو کسی پناہ لینے
والے نے ان جیسی تعوذ نہ کیا ہے (ابوداؤد اور ابی حنیفہ) حضرت عبد اللہ بن حبیب فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار شام کی سخت اندھیری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
دھونڈنے نکلے تو ہم حضور کو پایا حضور فرمایا کہ میں بولایا کہوں فرمایا صبح شام کے وقت تل ہوا اللہ اور فلق واس تین تین بار پڑھ لیا کرو سہ یہ تمہیں
ہر چیز سے کافی ہوں گی لے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) ابی حنیفہ حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول

بات نہ کرو اور اگر کرنا پڑ جائے تو بارہ پڑھ لو گے میرے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس کا عامل انشاء اللہ ایمان پر مہر ہے گا علامنے اس کی تفسیر فرمائی ہے
۸۔ جھجھ اور ابی اود دونوں کے مقلد مدینہ منورہ کے درمیان دو مقامات ہیں: ابی اود دومی جگہ ہے جہاں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات شریف
ہوئی، جھجھ شام، مصر اور مغرب والوں کا میقات ہے جہاں سے یہاں کے حجاج احرام باندھتے ہیں اسی جگہ کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے دعا فرمائی تھی کہ خدا یا مدینہ کی وبا جھجھ کی طرف منتقل فرما دے چنانچہ وہاں بیماریاں خصوصاً بخار بہت زیادہ ہے اتنے کہ اگر پرندہ بھی وہاں سے گزرے تو
اسے بھی بخار آجاتا ہے یہ جگہ رابع کے پاس ہے بعض کا خیال ہے کہ ابی جھجھ کا نام رابع ہے جھجھ اور ابی اود کے درمیان بیس میل کا فاصلہ ہے، دلمعات و مرقاة،
۹۔ یعنی کالی آندھی آگئی اور ہم اس میں گھر گئے سفر میں ایسی صورت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے:

۱۰۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سورتیں صرف جادو کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری آفتوں میں بھی کام آتی ہیں اگر ان کا تعوذ کچھ کر ساتھ رکھا جائے تو بھی
امان ملتی ہے قرآنی آیات سے تعوذ جائز ہے ۱۱۔ یعنی ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے
تو ہم نے رفتار تیز کر دی تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں، چنانچہ ہم اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ گئے اور اپنے مقصد کو پایا ۱۲۔ ہمارے سلسلہ میں ایک عمل ہے
کہ بعد نماز فجر و مغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ لیا کرے سورہ حشر کا آخری رکوع اذ انزلت الارض، قل یا ہذا الکفر و قل هو اللہ احد تین بار الفلق،
ناس، ہمیشہ اس پر عمل کرے ان شاء اللہ دنیاوی معصیتوں سے محفوظ رہے گا اور ایمان پر قائم نصیب ہوگا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھ لے گا اور قبر
موت کے خواب میں اطلاع دیدی جائیگی کہ تیرا وقت قریب ہے تیاری کر لے، فقیر نے عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور محمد تعلق اس پر عامل ہے اس کے نتائج کی اپنے
رب سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے لگے یعنی تجھ سے ہر آن کے ماننے اور ہر معصیت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی، یا تجھے ہر درد و غیظ سے غنی کر دیں گی، کہ ان کے جوتے
تجھے، فخر کے لئے اور کوئی وظیفہ نہ کرنا پڑے گا اس دوسرے معنی کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ ان سورتوں سے بہتر کوئی تعوذ نہیں ہے بہتر میں تعوذ دامن ہے: ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔

اللہ اقدس سورۃ ہود اوسورۃ یوسف قال کن تقدأشیئاً ابلغ عند اللہ من قل عوذ بدب الفلق رواہ احمد والنسائی والدارمی: الفصل الثالث: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعدبوا القرآن واتبعوا غداً یبہ وغرابہ فدا یضو وودہ وعن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قراءۃ القرآن فی الصلوۃ افضل من قراءۃ القرآن فی غیر الصلوۃ افضل من التسبیح والتکبیر والتسبیح

اشترک میں سورہ ہود یا سورہ یوسف پڑھا کر دل سے فرمایا تم قل عوذ بدب الفلق سے بڑھ کر کوئی ایسی سورت نہیں پڑھ سکتے جو اسان ترادد کے نزدیک تہا ستر ہو۔
(احمد، نسائی، دارمی، ترمذی، ابی ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو خوب ظاہر کر دیا اور قرآن کے عجائبات کی پیروی کر دے۔ عجائب اس کے فرائض اور اس کے اسرار میں کہ روایت حضرت عائشہ سے کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا بیرون نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بیرون نماز قرآن شریف پڑھنا تسبیح و تکبیر پڑھنے سے بہتر ہے اور تسبیح پڑھنا۔

لہذا اقدوس ہجرت استغفار میرد در کردی گئی ہے یعنی کیا میں آفات سے بچنے اور مصیبتوں کے دفع کرنے کیلئے سورہ یوسف دہر دہر رکھوں، المعانہ مراقبہ، غرض کہ یہاں عبادت کی اجازت نہیں چاہ رہے ہیں بلکہ تعویذ کی اجازت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درود وظیفوں میں تسبیح کی اجازت چاہیے درود ثواب قبول جائیگا گمراہی سے بچنے کی حدیث اجازت تسبیح کی اصل ہے لہذا سورۃ فلق پڑھنے میں نہایت اُسان ہے کہ مختصر سی سورہ ہے اور جائیں دفع کرنے میں تیز بہد اور جامع ہے کیونکہ اس میں ہر مخلوق کی شے سے پناہ مانگی گئی ہے اور درود وظیفوں و دعاؤں میں جامع وظیفہ و دعائیں بہتر ہیں مرقات نے فرمایا کہ ممکن ہے اس سے دوسو تین فلق و ناس مراد ہوں، یعنی ایک کا ذکر فرما کر دوزخ کی اجازت دی ہو کیونکہ سورہ ناس سورہ فلق کی ساتھی ہے واللہ اعلم لہذا اے عالم قرآن کرم کی لوگوں میں خوب اشاعت کروا دے چھپانہ رکھو جیسے یہود و نصاریٰ نے اصل تورات و انجیل چھپا دی سورج چھپے کیلئے نہیں نکلتا چکنے کیلئے نکلتا ہے قرآن کو چکنے و دو جگہ خود بھی چکا و اعراب کے معنی میں ظاہر کرنا عربی میں حرکات یعنی ذریعہ پیش کو اکی لے اعراب کہنے میں اس سے کلمات کی قاعدیت، مفعولیت وغیرہ ظاہر ہو کر عبارت کے معنی ظاہر ہو جاتے ہیں لہذا سورۃ سے مراد قرآنی تشابہات نہیں کیونکہ انکی تاویلیں کرنا منع بلکہ مراد قرآنی احکام ہیں جو بہت انوکھے اور نرے ہیں یا فرائض سے مراد کرنے والے کاموں کے احکام ہیں اور حدود سے مراد نہ کرنے والی چیزیں یا فرائض سے مرادداشت کے حصے ہیں اور حدود سے مراد باقی دیگر احکام ہیں یا فرائض سے مراد عام فہم معنی و احکام ہیں اور حدود سے مراد قرآنی اسرار میں یعنی قرآنی احکام اس کے معجزات اس کے وعدے و وعید ہیں طلباء و عوام پر ظاہر کر دے طلباء پر مدرسوں میں عوام پر مجلسوں اور درغللوں میں قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن جیسے انسان کا ظاہر بدن ہے اور باطن قلب و روح، فرائض میں ظاہر کی طرف اشارہ ہے، حدود میں باطن کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کے لئے علم نحو، صرف لغت، بلاغت وغیرہ سیکھا ضروری ہے کہ ان علوم کے بغیر قرآن کے ہر صغیات ظاہر نہ ہو سکتے ہیں رکے جاسکتے ہیں لہذا کیونکہ نماز میں تلاوت سے دعبادتوں کا اجتماع ہے اور ایک عبادت سے دوافضل، نیز نماز میں جو یکسوئی ہوتی ہے وہ بیرون نماز میں جو قرب الہی نصیب ہوتا ہے وہ بیرون نماز نصیب نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ دعبادتوں کا اجتماع افضل ہے لہذا فاتحہ ختم وغیرہ بہترین چیز ہے کہ ان میں تلاوت و خیرات کا اجتماع ہوتا ہے یعنی یہ دعبادتوں کا مجموعہ

أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جَنَّةٌ مِنَ النَّارِ : وَعَنْ
عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ آوُسٍ التَّقْفِي عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قِرَاءَةُ الدَّجْلِ الْقُدَانِ فِي غَيْرِ الْمُصْحَفِ لَفْ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهُ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلَى ذَلِكَ
إِلَى أَلْفِي دَرَجَةٍ : وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ تَصْدَأُ
كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جَلَاءُ وَهَآ

خیرات بہتر ہے لہ اور خیرات روزے سے افضل ہے لہ اور روزہ آگ سے وصال ہے لہ روایت حضرت عثمان بن عبد اللہ ابن اوس تقفی سے
وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کا بغیر قرآن کریم دیکھے تلاوت کرنا ہزار درجہ ہے لہ اور قرآن میں دیکھ کر
تلاوت کرنا اس پر دویس ہزار درجہ افضل ہے لہ اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دل ایسے زنگ
آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے لہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان دلوں کی حقیقت کیا ہے لہ

ہیں لہ کیونکہ تسبیح و تہلیل قرآن کا جزو ہیں اور تلاوت میں کل قرآن ہے اور جزو سے کل افضل نیز قرآن میں وظیفہ بھی ہے اور رب تعالیٰ کے احکام بھی علماء فرماتے
ہیں کہ کچھ حد کر کے تشہد سے قیام افضل ہے کیونکہ قیام میں تلاوت قرآن ہے انکی دلیل یہ حدیث ہے شیخ نے فرمایا کہ بیرون نماز تلاوت ناسخ و تہلیل سے بھی افضل ہے :
لہ یعنی اس خیرات سے بہتر ہے جو ذکر اللہ سے خالی ہو جو ظاہر ہے کہ صدقہ ہے ہمارا کام تسبیح و تہلیل میں ہے رب کا نام ہمارے کام سے رب کا نام افضل ہے
چاہیے کہ خیرات کے وقت اللہ کا ذکر بھی کیا جائے لہ اس وجہ سے کہ صدقہ میں مال راہ خدا میں خرچ کرنا ہے اور روزے میں مال نفس کے لئے روکنا اور بچانا
ہے کہ روزہ میں دوپہر کا کھانا بچا جاتا ہے اور مال بچانے سے خرچ کرنا راہ خدا میں بہتر بعض صوفیائے فرماتے ہیں کہ روزہ وہ وظیفہ جس میں بچا ہوا مال خیرات کو دیا
جائے یعنی جب نفی روزہ رکھے تو دوپہر کا کھانا خیرات کر دے تاکہ روزہ خیرات جمع ہو جائیں بلکہ روزہ میں ذکر اللہ زیادہ کرے تاکہ روزہ وسیع و تسبیح و تہلیل کا اجتماع نصیب
ہو وید وجہ ہے کہ روزہ میں صرف روزہ دار کا نفع ہے اور صدقہ دینے والے کا بھی اور فقیر کا بھی بھلا اور لازم عبادت سے متعدی عبادت بہتر ہے خیال رہے کہ یہ
فصیلت جزوی ہے ورنہ کلیۃً روزہ خیرات سے بہتر ہے لہذا یہ حدیث روزہ کی فضائل کی احادیث کے خلاف نہیں لہ جب روزہ جو ان تمام عبادات میں
سے آخر درجہ کی عبادت ہے اس کا یہ فائدہ ہے تو سوچ لو کہ اس سے اوپر دالی عبادتوں کا کیا فائدہ ہو گا وہ ہمارے خیال و دہم سے در اوہ ہے لہ یعنی
حفظ تلاوت قرآن کا ثواب دیگر عبادات سے ہزار گنا زیادہ ہے اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی تھی یعنی قرآن کریم میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب دوسری
عبادات سے دو ہزار گنا زیادہ یا حفظ تلاوت سے دو ہزار حصہ زیادہ ہے کیونکہ قرآن کریم دیکھنا بھی عبادت ہے اور اسکی تلاوت بھی عبادت تو دیکھ کر پڑھنے والا
دوسری عبادت کرتا ہے اور حفظ تلاوت کرنے والا ایک عبادت کرتا ہے خیال رہے کہ چند چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے قرآن کریم کعبہ معظمہ عالم دین کا چہرہ
ماں باپ کو شفقت کی نظر سے دیکھنا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا تو بری ہی عبادت ہے کہ اس سے مومن صحابی بن جاتا ہے لہ یعنی گناہوں و خیانتوں
الجہنم میں مشغولیت ذکر محبوب سے غفلت وغیرہ دل کے زنگ کا سبب ہے بیزنگ بھی معمولی بخوتی ہے اور معمولی کوشش سے جاتی رہتی ہے اور کبھی بہت سخت

قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْحَادِثُ الْأَرْبَعَةُ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ
وَعَنْ أَيُّغَرِ بْنِ عَبْدِ الْكَلَامِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ سُورَةِ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ قَالَ قُلْهُوَ
اللَّهُ أَحَدٌ قَالَ فَإِنَّ آيَةَ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ قَالَ آيَةُ الْكُرْسِيِّ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
قَالَ فَإِنَّ آيَةَ يَا نَبِيَّ اللَّهُ تَحِبُّ أَنْ تُصِيبَكَ وَأُمَّتُكَ قَالَ خَاتِمَةُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فَإِنَّهَا
مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهِ أَعْطَاهَا هَذِهِ الْأُمَّةَ لَمْ تُتْرَكْ خَيْرًا مِنْ

فرمایا موت کا زیادہ یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ روایت ہے حضرت ایغری بن عبد الکلامی
سے کہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! قرآن کریم کی کونسی سورہ بہت بڑی ہے فرمایا قل ہواشر احدکم عرض کیا پھر قرآن کریم کی کونسی آیت بہت
بڑی ہے کہ فرمایا آیت الکرسی یعنی اشر لا الہ الا ہوا الحی القیوم۔ عرض کیا یا نبی اللہ! کس آیت کے متعلق آپ چاہتے ہیں کہ اس کی برکت آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچے
کہ فرمایا سورہ البقرہ کی آخری آیات کہ وہ اشر نعمائے کی رحمت کے عرش خزانے ہیں جو اشر نے اس امت کو بخشے کہ ان آیتوں نے دنیا

کو بہت دلچسپی کے بعد دور ہوتی ہے اور کبھی ناقابل دفع ہے۔ رب اور ختم کیا جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے کلا بل ران علی القلوب ما کافوا یکبسون خیال رہے کریاں ہذا
القلوب سے مراد عام انسانوں کے دل ہیں انبیاء گرام اور خاص اولیاء اللہ کے دل اس سے مستقیم ہیں جو ہمیشہ حفاظت الہی میں رہتے ہیں ان کے لئے ذکر موت اور تلاوت قرآن
زیادتی اور اذیت کے سبب ہیں کہ یعنی ہر چیز کی صفائی کے آفات الگ الگ ہیں اور ہر ایک کی پالش جدا گانہ ہے تو دونوں کی پالش و صفائی کس چیز سے ہوگی؟
لے کیونکہ موت کو یاد کرنے میں دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے آخرت کی طرف راغب ہو کر گناہوں سے متنفر اور شیعوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو شخص روزانہ موت کو یاد کر لیا
کرے اس کو درجہ شہادت ملے گا اگرچہ طبعی موت سے مرے، شامی، اسی لئے زیارت قبور سفت ہے تاکہ اس سے اپنی موت یاد آتی رہے موت خاموشی و اعظم ہے کہ
کیونکہ قرآن گویا اپنے روحانی دیس کا خط ہے جو ہم پر دلیسوں کو دلوں کی یاد دلاتا ہے اس دیس کی یاد اس جہانی عارضی دیس سے دل سرد کر دیتی ہے یہ بولتا ہوا
واعظ ہے اس سے معلوم ہوا کہ یاد موت کی کثرت دل کا رنگ دور کر دیتی ہے اور تلاوت مطلقاً خواہ زیادہ ہو یا کم یہ اثر کرتی ہے کہ آپ کا نام ایفح ابن ناکور
کلامی ہے ذوالکلاع بن کاہنہ و قبیلہ ہے، شیخ نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں مگر مرقعات نے فرمایا کہ آپ تابعی ہیں کیونکہ آپ یمن سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کے دیدار کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں گئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تھی کیونکہ اس سورت میں رب تعالیٰ کی توحید کا ہدایت جامع اور مکمل بیان
ہے اور کلام کی عظمت اس کے مضمون کی عظمت سے ہوتی ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہوا کہ سورہ فاتحہ بڑی اعظم سورہ ہے، کہ
کہ دلوں کی عظمت اور لحاظ سے ہے کہ وہ بہت سے مضامین کی جامع ہے اور یہاں اعظمیت دوسری حیثیت سے ہے غالباً یہاں سوال بھی اکی اُکثیت کا تھا، لہذا جواب
سوال کے مطابق ہے کہ جس میں رب کی ذات و صفات کا مکمل جامع بیان ہو، پہلے سورہ کے متعلق سوال تھا اب آیت کے متعلق سوال ہے کہ آخر
آیت وهو العلیٰ العظیم تک آیت الکرسی بہت ہی نافع آیت ہے اس کے فضائل عدد عد سے باہر ہیں کہ یہاں برکت سے مراد دائمی ثواب فائدہ ہے
جو کبھی ختم نہ ہو برکت بزرگی سے بنائے میسر جانا نہ ہوتا ہے امن الدوسل سے آخر تک اور بہتر یہ ہے کہ اللہ مافی السموات سے آخر تک پڑھا کرے

خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ وَاهُ الدَّارِ مِي: وَعَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو سَلَا قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ الْبَيْهَقِيُّ
فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ: وَعَنْ عُمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَدَّ أَخَذَ أَلْ عِمْرَانَ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ
لَيْلَةٍ: وَعَنْ مَكْحُولٍ قَالَ مَنْ قَدَّ سُورَةُ أَلْ عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ إِلَى اللَّيْلِ
رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ: وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ خَتَمَ سُورَةِ
الْبَقَرَةِ بَايَتَيْنِ أُعْطِيَتْهُمَا مِنْ كَنْزِهِ الَّذِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوهُنَّ وَعَلِّمُوهُنَّ نِسَاءَكُمْ

و آخرت کی کوئی صلائی ایسی نہ پھیرتی جو اپنے میں لے نہ لی ہو اسے (دارمی اردیت ہے عبد الملک ابن عمر سے مرسلہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ سورۃ مائیں ہر بیماری کی دوا ہے ۳۷ (دارمی بیہقی اشعوب ایمان: روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرمایا ہر بات کو ال عمران کی آخری آیات پڑھے
اسکے لئے تمام رات عبادت کا ثواب کما جائیگا ۳۸ روایت ہے حضرت مکحول سے فرماتے ہیں جو جمعہ دن سورۃ آل عمران پڑھے تو رات تک فرشتے اسے دعائیں کرتے رہتے ہیں (دارمی)
روایت ہے حضرت جابر بن نفیر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے عرش پر خزانہ عطا ہوئیں ہند نہیں سیکھو

ان خزانوں کا نزول عرش سے ہوا اور اس امت کے سوا کسی امت کو اس بھی عظیم الشان نعمت نہ ملی لے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید، ملکیت، عامہ
غفاری استاری وغیرہ صفات کا بھی اظہار بیان ہے، اور جامع دعائیں بھی ہیں اور رب تعالیٰ کو بندے کا مانگنا بہت محبوب ہے، یہ آیت عموماً اور تہجد
کی نماز میں خصوصاً پڑھنا چاہیے اس کے بڑے فائدے دیکھے گئے ہیں ۳۷ یہ حدیث مرسل اس لئے ہے کہ عبد الملک بن عمر تابعی ہیں، امام شعبی کے بعد کوفے کے
قاضی رہے، اہل بڑے عالم و متقی، وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابی کا ذکر نہ کیا اسی کا نام ارسال ہے ۳۸ جسمانی خیالی اور روحانی
تمام بیماریوں کی شفا، مطلق ہے بہت بیماریوں میں مختلف طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے اور بہت مفید ہوتی ہے تجربہ ہے ایمان و یقین منوط ہے
۳۷ یہ حدیث اگرچہ حضرت عثمان پر موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ قرآنی سورتوں کے فضائل عقل سے نہیں معلوم ہو سکتے صرف حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کے فرمان شریف سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں آخر آل عمران سے مراد آیت ان فی خلق السموات والارض سے آخر تک ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات
تہجد کے لئے اٹھتے وقت بھی پڑھتے تھے، آسمان کے تاروں کو ملاحظہ فرماتے جاتے اور آیات پڑھتے جلتے تھے بہترین ہے کہ تہجد کے وقت اٹھنے پر بھی پڑھے اور نماز تہجد میں بھی
مطلب یہ ہے کہ جو کوئی یہ آیتیں رات کے کسی حصہ میں خصوصاً تہجد میں پڑھے تو اسے تمام اوقات نوافل پڑھنے کا ثواب ملیگا، سبحان اللہ رب تعالیٰ کی عطا ہمارے
خیال سے دراز ہے لہذا یعنی حضرت مکحول شامی جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں پوری سورۃ آل عمران پڑھ لے، وہ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق
ہو دعاؤں سے مراد خاص دعائیں کیونکہ ان کی عام دعائیں تو ہر مسلمان کے لئے وقف ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، یہ اگرچہ حضرت مکحول کا قول ہے مگر حدیث
مرفوعہ کے حکم میں ہے لہذا یعنی امن اللہ مول سے آخر سورۃ تک کی دو آیتیں عرشی خزانوں میں سے ہیں اخزانوں سے مراد رحمت کے معنوی خزانہ ہیں
۳۸ یعنی ان دونوں آیتوں کا ایک ایک کلمہ سیکھو اور سکھاؤ اسی لئے حق جمع مونس ارشاد ہوا در نہ دو آیتوں کے لئے ہتھیر تثنیہ آئی چاہیے تھی، رب تعالیٰ

فَانْهَاصَلُوهُ وَقُرْبَانَ وَدَعَاءُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا وَعَنْ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْدِرْ وَاسُورَةُ هُودٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَعَنْ ابْنِ سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ النُّورُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اقْدِرْ وَالْمُنْجِيَّةَ وَهِيَ الْمَرَّةُ تَنْزِيلُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُهَا مَا يَقْرَأُ شَيْئًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيرَ الْخَطَايَا

کہ یہ نماز ابد باعث قرب الہی و دعا میں ہے اور داری امر سے روایت ہے حضرت کعب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا کر دے (داری) روایت ہے حضرت ابوسعید کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن میں سورہ کہف پڑھے تو اسکا نور یانی درجوں کے درمیان چمکتا ہے لے بیہقی دعوات الکبریٰ روایت ہے حضرت خالد بن معدان سے لے کہ انہوں نے فرمایا نجات دینے والی سورہ پڑھا کر جو اللہ تعالیٰ ہے لے مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص یہی سورہ پڑھتا تھا اس کے سوا کچھ نہ پڑھتا تھا لے اور وہ مختار مبرا گنتگا۔

فرماتا ہے ہذاں حتمان اختصموا اور فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الخ عورتوں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ بمقام بل مردوں کے عورتیں گناہ زیادہ کر لیتی ہیں اس لئے یہ دو زنی زیادہ میں یعنی یہ دو آیتیں اپنے سارے گھروالوں کو سکھاؤ کہ ان کے سکھانے سے چھوٹے بچے جلد سیکھ جائیں گے کہ بچوں کا یہ کتب ماں کی گود ہے لے صلوٰۃ سے مراد یا تو استغفار ہے جیسے ان اللہ وملتکنت یصلون علی النبی میں فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد ہے استغفار یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں تلاوت کی جانے والی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز یا خارج نماز ان آیات کے پڑھنے میں بہت فائدہ ہے ہیں ان میں دعا بھی ہے قربت الہی بھی استغفار بھی اور ان سے نماز بھی ہوتی ہے کہ ان میں غفرانک بھی ہے اور والیک المصید بھی یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کا ذریعہ ہے ایسی جامعیت دوسری آیات میں کم ہے معلوم ہوا کہ آیات کے فضائل کبھی ان کے مضامین کی اہمیت کی وجہ سے ہوتے ہیں لے کیونکہ جبر ابن نفیر تابعی ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد کیا صحابی کا ذکر نہ آیا، حاکم نے حضرت ابوذر سے مرقا روایت کی حضور کے فرق سے مرقا اسے ہو موقوف بھی ہے اور غیر موقوف بھی اور جو جیم کے پیش سے بھی ہے اور سکون سے بھی مگر قرآن کریم میں جیم کے پیش سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھنا بہت برکتوں کا باعث ہے جیسے اسی دن سورہ کہف کی تلاوت دفع بلا کے لئے ہے لے یہ چک اس کے چہرہ پر ہوگی یا دل میں زندگی یا قبر میں یا قیامت کے دن اور دوجوں کے درمیان سے مراد اتنی مدت اور اتنا وقت ہے جو شخص ہر جمعہ کو یہ پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ ہمیشہ ہی نور ہے یہ سورہ قنہ جہاں سے امان بھی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا بلکہ یہ نور ہی دجال کی آفت سے بچنے کا ذریعہ ہو گا انشاء اللہ یہ حدیث مختلف طریقوں اور مختلف حصاروں سے حاکم داری انسانی، طبرانی، ہزار نے بھی روایت کی لے آپ مشہور تابعی ہیں سترہ صیبارے آپ کی ملاقات ہے ثقہ میں عالم ہیں دانشور لے یہ سورہ دنیاوی آفات عذاب قبر و حشر سے نجات کا ذریعہ ہے اس لئے اے منجیہ کہتے ہیں جب قرآنی سورہ کو منجیہ کہنا درست ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو منجی ہے یعنی نجات دہندہ کہا جاسکتا ہے لے یعنی صرف اس سورہ کا طبع کرتا تھا اس کے سوائے اس کا کوئی درد و توفیق نہ تھا :

فَنَشَرْتُ جُنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهُ فَإِنَّا كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَتِي فَشَفَعَهَا الذَّبُّ تَعَالَى فِيهِ وَ
 قَالَ أَكْتُبُوا لَهُ بِكُلِّ خَطِيئَةٍ حَسَنَةً وَأَرْفَعُوا لَهُ دَرَجَةً وَقَالَ أَيْضًا إِنَّهَا تُجَادِلُ عَنْ
 صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ تَقُولُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَإِنْ لَمْ أَكُنْ مِنْ كِتَابِكَ
 فَامْحُصْنِي عَنْهُ وَإِنَّهَا تَكُونُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جُنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهُ فَتَمْنَعُهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
 وَقَالَ فِي تَبَارَكَ مِثْلُهُ وَكَانَ خَالِدًا لَا يَبِيتُ حَتَّى يَقْدَأُ كَمَا وَقَالَ طَاوُسٌ فَضَلَّتْ
 عَلَى كُلِّ سُورَةٍ فِي الْقُدَانِ بِسِتِّينَ حَسَنَةً سَأَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَكَانَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رِبَاحٍ

تو اس سورہ نے اس کے اور اپنے پر پھیلائیے بولی یا رب سے بخش دے کہ کیونکہ میری بہت تلاوت کرتا تھا رب تعالیٰ نے اس کے بارے میں شفاعت قبول کی اسے
 اور فرمایا اس کے لئے ہر گناہ کو جس کی گھوڑی درجہ بند کرے اور اس کی گھوڑی یا کہ یہ سورہ اپنے پڑھنے والے کی طرف قبر میں بھیجے گا کہے گا الی اگر میں تیری کتاب ہوں تو اس کے
 حق میں میری شفاعت قبول کر لے اور اگر میں تیری کتاب نہیں ہوں مجھے اس مسئلے سے اور وہ بندے کی طرح ہو جائے کہ میرے پر پھیلائے گا کہ اس کی شفاعت قبول کی جائے گا
 اور یہ ہے عذاب قبر سے بچانے کا اور سورہ ملک بائیں میں کی طرح فرمائیے حضرت طلحہ بن عوف فرمائیے دونوں سورہیں قرآن کا تمام سونے والا کتاب ہے

اس لیے جب وہ قبر میں گیا تو یہ سورت پرندے کی شکل میں نمودار ہوئی اور اس پر اپنے پردوں کا سایہ کر لیا تاکہ اس شخص پر عذاب نہ آسکے ظاہر یہ ہے کہ بغیر حضور اور صلوات اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو
 ہر بعض صحابہ سے بعض گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر ان میں فاسق کوئی نہیں گناہ اور بے فسق کچھ اور ملے یعنی اس شفاعت کی برکت سے عذاب قبر دفع ہی ہو گیا اور اس عذاب قبر سے بچا یا پھر
 کیا کہ یعنی اس کے نار احوال سے سارے گناہ مٹا دو اور گناہ پریشانی کا ثواب دے دینا نہیں ہے کہ گناہ مٹا کر یہ کہہ دو کہ اس نے نیکیاں کیں کہ یہ تو جھوٹ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاُولَئِكَ
 يَبْذُلُهُمُ اللَّهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمْ حَسَنَاتُ بَادِشَاءٍ خَوْشٍ هَوْتِ هِيَ تَوَكَّلِي بِرَأْفَامٍ دَعِي مِثْلِ لَافِي بِرِشَامِ غُلُوتٍ وَهَذَا حَدِيثٌ وَضَحَ فِيهِ خِيَالٌ بِهَيْكَلِ خَيْرٍ مِنْ رَأْيِ حَقِيقِ الْمَذْكُورِ الْكَاهِ
 حَقِيقٌ فِيهِ دَكَّ الْعِبَادِ الْهَذَا اس سے یہ لازم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر پڑھنے والا لوگوں کے مال مارے پوری دیکھتی کرتا رہے اور اس کو ان جرموں پر ثواب ملے کہ اور اس کی قبر
 وسعت اور کور دے اور اسے سوالات نکیر میں کامیاب فرما دے کیونکہ یہ مجھے بہت تلاوت کرتا تھا آج اس کا پھل اسے دے دے یعنی مجھے لوح محفوظ سے مٹا دے
 یا قرآنی ادراک سے اس کے سینے سے نکال دے یہ ناز کی عرض و معروض ہے جیسے ناز پر درود غلام اپنے آقا سے کہے کہ اگر میں تیرا غلام ہوں تو میری بات مان اور نہ
 مجھے خرد وخت فرما دے یا بیٹا باپ سے عرض کرے کہ اگر میں آپ کا فرزند ہوں تو میرے حق کا لحاظ فرما دیں اگر نہیں ہوں تو مجھے اپنے گھر سے باہر
 نکال دیجئے لہذا یہ اگر مگر شک و تردد کے لئے نہیں بلکہ جیسے مرغی یا چڑیا اپنے بچوں کو اپنے پردوں میں لے لیتی ہے جس سے بچوں تک باہر کی تکلیف نہیں پہنچے
 باقی ایسے ہی یہ سورہ اپنے عامل کو قبر و قیامت میں اپنے پردوں میں لے لیتی جس سے اس شخص تک گرمی اور خشک و غیروہ نہ پہنچ سکے گی بلکہ حضرت
 خالد بن معدان نے سورہ ملک کے فضائل بھی تقریباً ایسے ہی بیان کیے ہیں یعنی بعض خصوصی قارئین میں دوسری تمام سورتوں سے ساتھ گناہ
 زیادہ ہیں یا بعض حالات میں ان کی تلاوت دوسری سورتوں کی تلاوت سے ساتھ گناہ زیادہ مفید ہو جیسے نماز وتر میں سبح اسم ربك الاعلى اور قل یا
 ايها الكافرون اور قل هو الله احدا پڑھنا بہتر ہے اور مجموعی قبر میں سورہ مجیدہ ۱۲۰ :

قَالَ بَلَّغْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَدَّأَ لَيْسَ فِي صَدْرِهِ لَهَا رُقِصِيَتْ
حَوَائِجُهُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا؛ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ الْمَدَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَدَّأَ لَيْسَ ابْتِغَاءً وَجَّهَ اللَّهُ تَعَالَى غُفْرَانَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَأَقْرَأُ وَهَذَا
عِنْدَ مُوتِكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ
شَيْءٍ سَنًا وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابًا وَإِنَّ لُبَابَ الْقُرْآنِ

فرماتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شروع دن میں سورہ بقرہ پڑھے اس کا تمام ضرورتیں پوری ہوں گی (مرسل)
روایت ہے حضرت معقل بن یسار مدنی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو روزنامے النبی کے لئے سورہ بقرہ پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے لہذا
اسے مرنے کے پس پڑھا کر لے بہت سی شعبہ بیان روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک بندہ اور قرآن کی بندہ سورہ بقرہ ہے اور ہر چیز کا ایک بندہ ہے۔

اور سورہ دھرم کی تلاوت افضل ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض منہیں کہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے فضائل تو بہت ہیں مگر آپ جلیل القدر تابعی بے مثل
عالم اور بے نظیر فقیہ تھے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے بڑا تو کیا ان جیسا عالم و فقیہ نہ دیکھا، سیاہ رنگ ایک، آنکھیں چوٹی
ناک، ایک ہاتھ مثل تھکا، پاؤں سے ٹکڑے تھے، آخر عمر میں ناجینا ہو گئے تھے، اٹھاسی سال عمر پائی، مسند میں وفات ہوئی، امام احمد بن حنبل
فرماتے ہیں اگر علم نسب یا دوسری خصوصیات سے ملتا، تو عطا کو نہ ملتا، کہ ان میں کوئی ظاہر خصوصیت نہ تھی مگر علم کے خزانے ان کے سینے میں تھے
پاک ہے وہ جس کی عطا کسی کے کمال پر موقوف نہیں بہ شعر بہ

وَادِّقْ رَأْيَ قَابِلِيَّتْ مُشْرَطِغِيَّتْ : بَلْكَ مُشْرَطِ قَابِلِيَّتْ دَادِ مَسْتِ

آپ نے حضرت ابی عباس ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، جابر ابن عمر، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث میں اور ان سے فیوض حاصل کئے
لے بعض بزرگ نماز فجر کے بعد سورہ بقرہ کی تلاوت کرتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، یہ عمل نہایت مجرب ہے اس کا حال انشاء اللہ بھی فقہ و فاقہ یا
دیگر آفات میں نہ پھنسے گا، دفع حاجات کے لئے یہ سورہ اکیس ہے سورہ بقرہ کی آخر دی قانکہ ہے یعنی اس کی تلاوت کرنے والا دیبادی آفات
سے محفوظ رہے گا اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے انشاء اللہ کبیرہ گناہ بھی درمقات، سورہ ظہر یہ ہے کہ یہاں موتی سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل
رہی ہو، قریب الموت ہو، ایسی حالت میں سورہ بقرہ کی تلاوت کرنے کا عام رواج ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، چونکہ اس سورہ سے مشکل بھی حل ہوتی
ہے اور گناہ بھی معاف، اس لئے اس وقت سورہ بقرہ پڑھنا نہایت مناسب ہے، اور ہو سکتا ہے کہ موتی سے مراد میت ہی ہو، یعنی قبر پر یا دفن سے پہلے
سورہ بقرہ پڑھا کر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں (ملحات و درمقات) : بلکہ یعنی ادنٹ کا حسن اونچے کو مان سے ہے مسجد کا حسن اونچے میناروں سے
ہے اور قرآن کا حسن سورہ بقرہ سے ہے، کہ اکثر احکام شرعیہ اسی سورہ میں ہیں اور آیات جہاد بھی اسی سورہ میں ہیں اور جہاد سے اسلام و قرآن
سہ، ہی کی بقا ہے نیز یہ سورہ تمام سورتوں سے بڑی ہے :

الْمَفْصَلُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَدُوٌّ وَعَدُوٌّ لِقُرْآنِ الدَّرْحَمِ، وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَأْمُرُ بَنَاتَهُ يَقْرَأْنَ بِهَا فِي كُلِّ لَيْلَةٍ رَوَاهُمَا الْإِسْمَاعِيلِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ سَبَّحَ بِهَا اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى رَوَاهُ

مفصل ہے (دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورہ الرحمن ہے۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کرے تو اسے تادم کبھی نہ ہوگا۔ حضرت ابن مسعود اپنی روکیوں کو حکم دیتے تھے کہ ہر رات یہ پڑھا کرے۔ یہ دونوں حدیثیں روایتی شعب الایمان میں مروی ہیں۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ بح اسم ربک الاعلیٰ ۵۵

۵۵ سورہ حجرات سے انسان تک کو مفصل کہتے ہیں اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بردج تک طوال مفصل ہے اور بردج سے لم یکن تک ادسا ط اور لم یکن سے والناس تک قصہ مرقات نے فرمایا کہ بقیہ قرآن کے معانی میں تورات و انجیل کے معانی کے مشابہ ہیں، مگر مفصل کے معنی بے مثال ہیں، ایسے ہی مفصل میں اکثر ان معانی کی تفصیل کر دی گئی ہے، جو بقیہ قرآن میں اجمالاً مذکور ہوئے، اس لئے اسے خلاصہ قرآن فرمایا گیا، چند وجہ سے سورہ رحمان کو قرآن کی دولہن، زینت، فرمایا گیا اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر ہے، اور ذات و صفات پر اعتقاد ایمان کی زینت ہے اس سورہ میں جنت کی روحوں ان کے حسن و جمال ان کے زیورات کا ذکر ہے، یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں اس سورہ میں آیت کریمہ فیض الابرار کا تذکرہ ہے، اس کی ساری جگہ ارشاد ہوا اس سے اس سورہ کی زینت زیادہ ہوگی، خیال رہے کہ عربی میں عروس دو لہا کو بھی کہتے ہیں اور دولہن کو بھی یہ عرس سے بنا ہے یعنی شادی بارات چونکہ دو لہا ہیں کو نہایت آراستہ پیراستہ کیا جاتا ہے اس لئے پھر یہ لفظ یعنی زینت و زیبائش استعمال ہونے لگا، یہاں اسی مجازی معنی میں ارشاد ہوا ہے، جنت میں رب تعالیٰ سورہ رحمان کی تلاوت فرمایا گیا جنتی سنیں گے، اس سننے سے جو لذت و سرور حاصل ہوگا وہ بیان بلکہ گمان سے دیرا آج اچھے قاری کی تلاوت سے کم ہوگا، تو رب تعالیٰ کی تلاوت کیسی ہوگی سب بعض شارحین نے اس حدیث کی تائید میں کہا ہے کہ اسے فاقہ میں بے صبری نہ ہوگی یا اسے توکل نصیب ہوگا یا اسے دلی فاقہ یعنی عبادت سے غفلت نہ ہوگی، مگر حق یہ ہے کہ حدیث ظاہر پر ہے سورہ واقعہ ہر رات پڑھنے والا فقر و فاقہ سے محفوظ رہتا ہے، یہ عمل بہت تجرب ہے، اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں، آیتوں میں دنیاوی فائدے بھی رکھے ہیں تاکہ لوگوں کو تلاوت قرآن کی رغبت ہو مختلف آیتوں میں مختلف دنیاوی تاثیریں بھی رکھی گئی ہیں، لمعات ہلکہ تاکہ تلاوت کا ثواب بھی پائیں اور فقر و فاقہ سے محفوظ بھی رہیں معلوم ہوا کہ دنیاوی نفعے و اثر کے لئے بھی قرآن پاک پڑھنا جائز ہے، ہاں ناجائز مقاصد کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا کوئی عمل کرنا جائز ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات اور دوسری دعائیں بیماروں پر استعمال فرماتے تھے شفا کے لئے، چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دتر کی پہلی رکعت میں یہی سورہ پڑھتے تھے اور اسے بھی اس کی تلاوت زیادہ کرتے تھے اس لئے کہ اس سورہ میں حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام اور ان کے پیغمبروں کا

أَحْمَدُ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَتَى رَجُلٌ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقْدَرُ نِي
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَقْدَرُ ثَلَاثًا مِنْ ذَوَاتِ الدَّاءِ فَقَالَ كَبُرَتْ سِرِّي وَأُشْتُدَّ قَلْبِي وَخَلَطَ لِسَانِي
قَالَ فَأَقْدَرُ ثَلَاثًا مِنْ حَمٍّ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِكَ قَالَ لَدَجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْدَرُ نِي سُورَةُ جَامِعَةٍ
فَأَقْدَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زُلْزِلَتْ حَتَّى فَرَّغَ مِنْهَا فَقَالَ الدَّجُلُ وَالَّذِي
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِ أَبَدًا أَنْتُمْ أَدْبَرُ الدَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

اعتماد: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ مجھے قرآن سکھائیے
فرمایا اگر اولیٰ تین سورتیں پڑھا کر دے عرض کیا میری عمر بہت بوچھلی دل سخت اور زبان موٹی ہو چکی ہے فرمایا تو حضرت والی تین سورتیں پڑھا کر دے تو میں نے
پھر وہی غلط کیا پھر وہ بولا یا رسول اللہ مجھے کوئی جامع سورت سکھائیے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اذا زلزلت پڑھائی تھے کہ اس سے ناسخ ہو گئے
تو وہ شخص بولا اے نبی کریم میں آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر کبھی کچھ زیادتی نہ کروں گا کہ اس نے پیٹھ پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بھی ذکر ہے اور مشکلات آسان کرنے کا بھی وعدہ ہے، جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ فتح دنیا و دینا سے زیادہ پیاری ہے کہ اس میں فتح مکہ
کا وعدہ ہے، مغفرت کی بشارت ہے، اوقات میں اس جگہ فرمایا کہ انسان اپنے اوقات کے تین حصے کرے ایک حصہ میں اپنے نفس کا حساب لے کہ میں نے آج کتنے جہنم کے دروازے
کئے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور کرے، تیسرے حصے میں تلاش معاش کرے اس سورۃ میں یہ تینوں چیزیں صراحتاً یا اشارۃً مذکور ہیں :
۱۔ یعنی عبادت قرآن کی اجازت دیجئے یا قرآنی درد و دلخیزے بتائیے جو میں پڑھا کروں یہ مطلب نہیں کہ مجھے قرآنی الفاظ کے بھی یاد دہانہ کرنا سکھائیے جیسا
کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہو رہا ہے بلکہ یعنی جن سورتوں کے اول میں الف لام را، ہے ان میں سے تین سورتیں
ردوانہ پڑھ لیا کرو۔ بہت فوائد دیکھو گے : ۱۔ یعنی یہ سورتیں ہیں لمبی اور بڑی بے کی وجہ سے میرا دل قابو میں ہے نہ زبان، زیادہ لمبے درد نہیں پڑھ سکتا
بہت زیادہ تلاوت نہیں کر سکتا بلکہ یعنی اگر اللہ والی دراز سورتیں ردوانہ نہیں پڑھ سکتے، تو تحکم والی سورتیں پڑھ لیا کرو کہ بیان سے چھوٹی ہیں
۲۔ یعنی ایسی سورۃ بتائیے، جو پڑھنے میں آسان ہو، الفاظ میں مختصر ہو، فوائد میں جامع ہو، کہ بڑی بڑی سورتوں کے فضائل و فوائد کھتی ہو، جامع سے
یہی مراد ہے بلکہ یعنی اس سے یہ سورۃ مکی اور مدنی اس کے ورد کی اجازت دے دی، حضرات صوفیاء دلائل الخیرات شریف وغیرہ دلیلیں مریدوں کو
سکھاتے ہیں، پھر ان سے سنتے ہیں، پھر ان کی اجازت دیتے ہیں جس سے ان کی تاثیر بہت زیادہ ہوجاتی ہے اس سے اجازت دینے کی اصل یہ حدیث بھی
ہے کہ اس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کے عمل کی اجازت لی، حضور علیہ السلام نے اسے اجازت مرحمت فرمائی کلام کے اثر کے ساتھ زبان
کی تاثیر بھی چاہیے، اگر تو اس کی طاقت کے ساتھ رافع کی قوت بھی ضروری ہے بلکہ یعنی صرف اسی سورت کا وظیفہ کیا کروں گا اگرچہ تلاوت سارے قرآن
شریف کی کیا کروں گا یہ مطلب نہیں کہ سوائے اسی سورۃ کے اور کوئی آیت یا سورۃ کبھی نہ پڑھوں گا کہ یہ تو غلط ہے، نماز میں الحمد شریف پڑھنا واجب ہے اور اس
کے بعد سورتیں بدل کر پڑھنا بھی ضروری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مرید شیخ کے بتائے ہوئے درد و دلخیزے میں نہ تو زیادتی کی کرے نہ تبدیلی کرے ورنہ اثر نہ ہوگا

عَلَيْهِ سَلَامُ أَفَلَمْ يَجْعَلْ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ آيَةً فِي كُلِّ يَوْمٍ قَالُوا وَمَنْ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقْرَأَ آيَةً فِي كُلِّ يَوْمٍ قَالَ أَمَّا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ الْمِسْمَةَ التَّكَاثُرَ فَإِنَّهُ الْبَيْهَاتِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُدْسِلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ بَنَى لَهُ بِهَا قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَأَ عَشْرِينَ مَرَّةً بَنَى لَهُ بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَأَهَا ثَلَاثِينَ مَرَّةً بَنَى لَهُ بِهَا ثَلَاثَةَ قُصُورٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا التَّكَاثُرُ قُصُورًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دو بارہ فرمایا یہ شخص کامیاب ہوا اور دو بارہ اس کا نام ہو گیا اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہارا کوئی یہ نہیں کر سکتا کہ روزانہ ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے لوگ کہتے روزانہ ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے کہ فرمایا کیا کوئی یہ نہیں کر سکتا الہکم التکاثر پڑھ لیا کرے یہ بھی شعب الایمان میں ہے حضرت سعید بن مسیب سے اسناد وہی کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو قُلْ ہُوَ اللہ احد دس بار پڑھے اللہ اس کے لئے جنت میں محل تیار کر لگا اور جو بیس بار پڑھے اللہ اسکی برکت سے جنت میں دو محل بنالگا اور جو اسے تیس بار پڑھے اللہ اسکی برکت سے جنت میں تین محل تیار کر لگا یہ حضرت عمر ابن الخطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ تب تو اللہ کی قسم ہم اپنے محل بہت بنوالیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یہ سورۃ زلزلت فصالح و فاجر کے لحاظ سے بھی جامع ہے اور احکام مسائل شریعت و طریقت میں جامع ہے اس کی ایک آیت میں دونوں جہان جمع ہیں فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو جامعہ فاذ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے اکندہ کے عمل اور اس کے خاتمہ کو جانتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس شخص کے متعلق دو خبریں دی ہیں، ایک یہ کہ اسے اس عمل کے بنھانے کی توفیق ملے گی، دوسرے یہ کہ اس کا انجام بخیر ہوگا، کیونکہ کامیابی انہیں چیزوں پر موقوف ہے بلکہ یعنی ایک دودن تو آدمی تمام کام بند کر کے ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے، روزانہ نہیں پڑھ سکتا، درہم دوسرے کاموں کے لئے وقت نہ ملے گا ہم لوگ کلمہ بار بھی کرتے ہیں بلکہ اس کی تلاوت میں ایک ہزار آیتوں کی تلاوت و عمل کا ثواب ہے، قرآن کریم میں چھ ہزار چھ سو تھیاسٹھ ۶۶۶۶۶ آیتیں ہیں، کسر کو نکالو تو چھ ہزار آیات رہتی ہیں، اور مقاصد قرآن چھ ہیں جن میں سے ایک ہے آخرت کی پہچان یہ سورۃ تکوین میں ہے، اس لئے یہ سورۃ گویا قرآن کریم کا تقریباً چھٹا حصہ ہے، اس میں غور کرنے سے دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے آخرت میں رغبت، جس سے نفس گناہوں سے متنفر اور نیکیوں میں راغب ہوتا ہے، بلکہ خلاصہ یہ ہے کہ ہر دس بار پر ایک بے مثل عمل کا علیہ ہے، یہ تکرار اس لئے مذکور ہوئی کہ کوئی شخص یہ نہ خیال کرے کہ محل کی عطا صرف پہلے دس بار پر تو ہے، بعد میں نہیں، وسعت عطا کا ہر فرمانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ جتنے دہائے پڑھو گے اتنے ہی محل پاؤ گے، یہ عرض مجرد من تعجب کے طور پر ہے کہ اگر رب کی عطا کا یہ حال ہے تو ہم میں سے ہر شخص خوب تلاوت سورۃ خلاص کیا کرے گا اور جو محل بنوائے گا

وَسَلَّمَ اللَّهُ أَوْ سَمِعَ مِنْ ذَلِكَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ: وَعَنْ الْحَسَنِ مُسْلَاً أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَدَّأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَةَ آيَةٍ لَمْ يُجَاجِ الْقُدَّانَ لَيْلَةً وَمَنْ قَدَّأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَتَيْنِ آيَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَيْلَةٍ وَمَنْ قَدَّأَ فِي لَيْلَةٍ خَمْسَ مِائَةٍ إِلَى أَلْفٍ أَصْبَحَ وَلَهُ قِنْطَارٌ مِنَ الْأَجْرِ قَالُوا وَمَا الْقِنْطَارُ قَالَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ: بِأَبْوَابِ الْفَضْلِ الْأَوَّلِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُدَّانَ

اللہ اس سے بھی زیادہ وسعت والا ہے لہ دارمی روایت ہے حضرت حسن سے ملے اسلّا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک رات میں سو آیتیں پڑھے تو قرآن شریف اس رات کے متعلق اس سے خصوصیت نہ کر لیا گئے اور جو رات میں دو سو آیتیں پڑھے تو اس کے لئے تمام رات کی عبادت کبھی جاگی اور جو رات میں پانچ سو سے ہزار آیتوں تک پڑھے تو اسے صبح ہونے پر ثواب کا ڈھیر ملے گا عرض کیا پھر کتنا فرمایا بارہ ہزار گئے دارمی باب آداب تلاوت ص ۱۰۰ فصل پہلی روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نگرانی رکھو گئے

ملے یعنی اے عظمیٰ اس عمار پر تعجب نہ کرو، رب کی جنت بہت وسیع ہے اور اس کی عطا بہت زیادہ اگر تمام انسان ایمان لاکر ہزار بار سورہ اخلاص کی تلاوت کیا کریں تو ہر ایک کو اس حساب سے جتنی ملے عطا فرمایا گا اور اسکے خزانوں میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی عطا کے مظہر تہم ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقع پر معمولاً عبادت پر جنبش دی ہے شعر:-
تھو بیاں کھوئے ہوئے یونہی نہ دوڑے آئے :- ہم کو معلوم ہے دولت تیری مدت تیری

ملے محدثین جب حسن مطلق بولتے ہیں تو حضرت خواجہ حسن بھری رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں :- ملے قیامت میں قرآن شریف کی ایک شکل صورت ہوگی اور اپنے ماموں کی شفاعت اور غلاموں کی شکایت کر لیا گا۔

قرآن کریم کی دو شکایتیں ہوئی ایک تو اسکے خلاف عمل کرنے والے کی، دوسرے اس حافظ کی جو قرآن کریم کا دورہ نہ کرے حتیٰ کہ اسے بھول جائے، یہاں دوسری شکایت کا ذکر ہے یعنی جو حافظ ہر شب سو آیتیں تلاوت کر لیا کرے تو قرآن کریم اس حافظ کی یہ شکایت نہ کرے گا، لہذا حدیث بالکل واضح ہے، بلا وجہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں، قرآن سے یہی قرآن مراد ہے جو ہم پڑھا کرتے ہیں اور شکایت سے ظاہری شکایت ہی مراد ہے ملے بارہ ہزار درہم یا دینار یا بارہ ہزار اوقیہ خیرات کرنے کا ثواب ملے گا، اور ایک اوقیہ آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ وسیع، غرض کہ رب تعالیٰ کی عطا ہمارے فہم و سمجھ سے وراد ہے، درقات وغیرہ عربی میں قنطار سمیت مال کو کہتے ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا دان اعطیتکم احداھن قنطارا ۱۰۰ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب ہے یعنی قرآن کریم کے متعلق متفرق مسائل کا

باب ۱۱ در بعض نسخوں میں باب آداب استلاۃ ہے ۱۱ در بعض نسخوں میں ہے باب آداب التلاوة ودرس القدان ۱۲ شعر، ملے تعاهدہ عہد سے بنا ہے حفاظت نگرانی و مضبوط وعدے کو بھی اسی سے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کلام کرتے رہنا، اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا، خصوصاً حافظ صاحبان کے لئے ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن، علوم قرآن اور مسائل قرآن سب ہی ہے یعنی حفاظ اپنے حفظ کی اتاری صاحبان تجویذ کی، علماء علوم قرآنی کی تجدید مکرار کرتے رہیں، اور نہ بھول جانے کا اندیشہ ہے :-

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَشَدُّ تَفَضُّلاً مِّنَ الْإِبِلِ فِي عَقْلِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ ابْنِ مَسْرُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةً كَيْتَ بَلْ نَسِيتُ وَأَسْتَذْكُرُ الْقُرْآنَ فَإِنَّ أَشَدُّ تَفَضُّلاً مِّنْ صُدُورِ الدِّجَالِ مِنَ النِّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ بِعَقْلِهَا. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ مُعَقَّلَةٌ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أُمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا

اسی قسم کے قبضے میں میری جان ہے کہ قرآن رسی میں بندھے اونٹ سے زیادہ بھالک جانیوالا ہے۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا یہ کہنا برا ہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا ہے اور قرآن یاد کرتے رہو کیونکہ قرآن لوگوں کے سینوں و حوشی جانور سے بھی زیادہ بھالک جانیوالا ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن واسے کی مثال بندھے اونٹ دے کی سی ہے اگر اسکی نگہبانی کر لیا تو اسے روک لگا اور اگر چھوڑ دے گا:

اے عقل میں وقاف کے پیش سے ہے عقل کی جمع بچھ رسی جس سے جانور باندھا جائے، یہاں فی بعضے من ہے یعنی جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے غافل نہیں ہوتے، اسی طرح قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنی یاد پر اعتماد نہ کرو، یہ بہت بھول بھول جاتا ہے، کیوں نہ ہو کہ کلام الہی قدیم اور ہم حادث، ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے، یہ رب تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں، اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی عقلیت اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی، پان داسے ہمیشہ پان کے ڈھیر کو ٹوٹے پٹیتے رہتے ہیں، تو قرآن داسے ہمیشہ اس کی ٹوٹ و پٹ رکھیں لے لیتے اگر کسی شخص کو قرآن شریف یا کوئی یاد کی ہوئی سورۃ یا آیت یاد نہ رہے، تو یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا، کیونکہ اس میں اپنے گناہ کا اعلان ہے، اور قرآن شریف کی بے ادبی، اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف سے لاپرواہی برتی کہ اسے چھوڑ دیا، اسی لئے بھول گیا، یہ عیب کفارہ کا ہے اِنَّهَا فَتْسِيْنَةٌ وَّكَذٰلِكَ اَلْيَوْمَ تُنْفَخُ بَلْ یُوْنُ بَیْہُ کہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف بھلا دیا گیا، اس کلام میں اظہار حسرت ہے یعنی اے افسوس میں اس نعمت سے محروم کر دیا گیا، رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا تَنْسَخُ مِنْ آیَةٍ اَوْ نُنسَخْهَا تَاْتِیْ بِخَیْرِ مِنْهَا بھائے اعلان گناہ کے اظہار حسرت کرے، کہ اعلان گناہ بھی گناہ ہے اور اظہار حسرت ثواب اخیال رہے کہ یہ حکم استحبالی ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا جَلِ اِدْقِ آیَةً فَتْسِیْرَهَا یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک آیت کی تلاوت کرتے سنا تو فرمایا لَقَدْ اَذْكُرْنِیْ آیَةً كُنْتُ اَسْقُطُهَا اس جملہ کی اور کئی شریحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہترین ہے لے یعنی جیسے شکاری جانور کا وطن جنگل ہے، وہ تمہاری قید میں جب تک رہی رہے گا جب تک کہ تم اس کی نگرانی رکھو، یوں ہی قرآن کریم کا وطن عالم بالا ہے وہ تمہارے ذہنوں میں جب تک ہی محفوظ رہے گا جب تک کہ تم اسکی نگہبانی کرتے رہو ورنہ یہ چڑیا اس پنجرے سے اڑ جائے گی، یہ تجربہ بھی ہے کہ بڑے سے بڑا حافظ یا عالم اگر کچھ دن یہ مشغلہ نہ رکھے تو بھول جاتا ہے اسی لئے علامہ شامی نے

فرمایا کہ قاضی کو کچھ روز بعد کتب بینی کے لئے چھٹی دی جائے تاکہ علم قرآن شریف بھول نہ جائے

ذَهَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا اتَّخَفْتُمْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَمُؤَاعَدَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلَ أَنَسُ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا أَمَدًا ثُمَّ قَدًّا بِسْمِ اللَّهِ الدَّحْنِ الدَّحْنِ بِسْمِ اللَّهِ وَيَمْدُ بِالذَّحْنِ وَيَمْدُ بِالذَّحْنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَذِنَ اللَّهُ لِنَبِيِّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو بھاگ بھاگ گئے مسلم بخاری روایت ہے حضرت حذیب بن عبد اللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک تمہارا دل لگے قرآن پڑھنے رہو تو کچھ
جب ادھر ادھر مرنے لگو تو اس سے اللہ جادے مسلم بخاری روایت ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں حضرت انس سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کیسی
تھی کہ تو فرمایا مد سے تھی کھینچ کر پھر آپ پڑھے یا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ بسم اللہ کو کھینچتے تھے پھر رحمان کو اور رحیم کو کھینچتے تھے یہ بخاری روایت ہے حضرت ثمر بن
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جتنا خوش الحانی سے تلاوت قرآن کا حکم دیا اتنا کسی اور چیز کا نہ دیا
اللہ مسلم بخاری روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی اونٹ تو مضبوط رسی سے گھونٹے پر رہتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ دکر کرنے اور تکرار کرتے رہنے سے ذہن میں پھیرنا ہے، پھر جیسے اونٹ اگر ٹھہر جائے تو بڑے فائدے پہنچا
ہے سواری ابار برداری، گوشت و دودھ نسل اور وغیرہ سب ہی دیتا ہے ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان عرفان رضائے رحمان وغیرہ سب کچھ اسی میسر ہیں
بلکہ یہ قاعدہ ان خوش نصیب لوگوں کیلئے ہے جنکو قرآن شریف کی تلاوت میں لذت اور حضور قلب میسر ہوتا ہے اور کبھی زیادۃ تلاوت کی وجہ سے دل اتکا جاتا ہے وہ دل
گنگے تک پڑھتے رہیں مگر وہ شخص جس کا دل تلاوت میں گستاخی نہ ہو وہ دل کو غبور کر کے تلاوت کرے دل رنگنے کے حذر سے تلاوت چھوڑ دے پہلے کچھ دن دل پر جب کرنا پڑ گیا پھر
انشاء اللہ دل گنگے لگے گا جیسا کہ تجربہ ہے سنا یعنی کچھ دیر کیلئے تلاوت بند کر دو حتیٰ کہ وہ حالت باقی رہے تمام عبادات کا یہی حال ہے کہ دل لگا کر دعا کرو لکھ لیجئے کیا حضور نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ آہستہ تلاوت فرماتے تھے ٹھہر ٹھہر کر یا جلدی اور تیزی سے، تاکہ تم بھی اسی طرح تلاوت کیا کریں معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کریم میں بھی مسنت کا
محافظ رکھے، گوشش کرے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کرے، کیونکہ طریقہ تلاوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ ہی نے سکھایا
ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ان علیہ جمعہ وقوانہ۔ یہاں مذ سے مراد اصلی وطبعی مذ ہے، کہ اگر الف، ی، واو ساکن کو قدرے کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو یہ حروف
ادا نہیں ہوتے بلکہ زبر، زیر، پیش بن جاتے ہیں اسے مد اصلی کہتے ہیں ایک مد فرعی ہوتا ہے جس کے سبب دو ہیں یا تو ان ہی حروف یعنی الف، ی، واو کے بعد
امزہ آجائے یا حرف ساکن خواہ مشد بہ ہو یا غیر مشد بہ تو انہیں کھینچ کر پڑھا پڑھتا ہے، جیسے لام، میم، نوں کے الف، ی، واو یا دوات یا ضالین کے آیا۔

اسرائیل کا انف جمرہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقع ہو جسے التمام، التوسط، جیحی یا دوسرے کلمہ میں جیسے ما انزل، قالوا مناد وغیرہ نہ کی پوری تحقیق کتب تجوید میں ملاحظہ فرمائیے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام اکامی کتابیں اور صحیفے ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيِّ يَتَعَنَّى بِالْقُرْآنِ : وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِمَّا مَنْ لَمْ يَتَعَنَّ بِالْقُرْآنِ رَوَى الْبُخَارِيُّ : وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَرَّ عَلَى الْمُنْبَرِ قَدْ أَعْلَى قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ قَالَ إِنِّي أَحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأَتْ سُورَةُ النَّسَاءِ حَتَّى آتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ قَوْمٍ بِشَهِيدٍ وَجُنَابِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدٌ

نے کہ اللہ نے کسی چیز کا اتنا حکم نہ دیا جتنا نبی کو خوش الحانی قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن خوش الحانی سے پڑھے وہ ہم میں سے نہیں بلہ بخاری روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ منبر پر بیٹھے میرے سامنے تلاوت کر رہے ہیں عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے کیا پڑھوں آپ پر ہی تو قرآن اتر رہا ہے کہ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں کہ میں سورہ نسا پڑھی جتنے کہ میں اس آیت پر پہنچ گیا کہ کیا سوچا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے ۔۔۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکید کی حکم اس کا دیکھنا اپنی کتب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکید کی حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اور ممکن ہے کہ نبی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور قرآن سے مراد یہی قرآن شریف ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا تاکید کی حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں اتنا تاکید کی حکم دوسرا نہ دیا کیونکہ خوش الحانی قرآن کریم کی نیت ہے جس سے قرآن کا حسن اور بھی بڑھ جاتا ہے اس کی شرح ابھی اوپر والی حدیث میں گذر گئی تھی بالقرآن کے معنی انتشار اللہ ابھی اگلی حدیث میں عرض کئے جائیں گے سہ۔۔۔ یعنی یا تو غناؤ سے بندھے یعنی خوش الحانی اور اچھے لہجے سے پڑھنا یا غنا سے بچنا یعنی بے پردہی بے نیازی یعنی جو شخص قرآن شریف خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے معلوم ہوا کہ بڑی آواز اور اچھی بقدر طاقت ملدگی سے قرآن شریف پڑھے کہ خوش آواز ہی قرآن کریم کا زیور ہے جس سے تلاوت میں کشش پیدا ہوتی ہے لوگوں کے دل مائل ہوتے ہیں اس لئے تبلیغ کا ذریعہ ہے یا جسے اللہ قرآن کا علم دے اور وہ لوگوں سے بے نیاز نہ ہو جائے بلکہ اپنے کو ان کا محتاج سمجھ دے ہمارے طریقہ یا ہماری جماعت سے خارج ہے عالم صرف اللہ رسول کا محتاج ہے اور باقی مخلوق عالم دین کی حاجت مند ہے اس لئے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھ کر عیسک انگلیا یا علما کا مالداروں کے دروازہ چلی پر زنت سے جانا ممنوع ہے اللہ تعالیٰ علمائے دین کو کفایت بھی دے قناعت بھی انعامات اس لئے یعنی تم قرآن پڑھو میں سنوں نہ شکر۔۔۔ خوشتر آن باشد کہ مرد بر اں : گفتہ آید از حدیث دیگران

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا پڑھنا، سننا، سنانا، سب عبادت اور سنت رسول ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھنا نہ تو تعلیم کے لئے تھا نہ اصلاح کے لئے بلکہ صرف سننے کے لئے تھا کہ یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے یا قرآن کریم حکمت سے حضور حکیم ہیں، جنہوں اللہ عز ویز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے مذہب سے سمجھنی ہے میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا ہے کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھنا کہ سننا بھی پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جب چاہا جہاد احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں یہ اس حدیث پر عمل ہے : یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا :

قَالَ حُسْبُكَ الْآنَ فَالتَفْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا جِئْنَاكَ تَذَرُفَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْدَأَ عَلَيْكَ الْقُدْرَانَ قَالَ اللَّهُ سَمَاعِي لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ نَعَمْ فَذَارَفْتُ عَيْنَهُ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْدَأَ عَلَيْكَ لَكُمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَالَ وَسَمَاعِي قَالَ نَعَمْ فَبَكَى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَافِرَ بِالْقُدْرَانِ إِلَى الْأَرْضِ لَعْدُو مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا تُسَافِرُ بِالْقُدْرَانِ فَإِنَّهُ لَا أَمِنْ أَنْ يَنَالَهُ

فرمایا اب بس کر دیجی آپ کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشک بار تھیں اسے مسلم بخاری روایت ہے حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن پڑھوں کہ عرض کیا کیا اللہ نے میرا نام لیا فرمایا یاں عرض کیا کیا رب العالمین کی بارگاہ میں میرا ذکر ہوا ہے نہ یاں تو آپ کی آنکھوں سے اشک نکلے گئے اور ایک سلاطین میں یوں کہ مجھے حکم دیا کہ تم پر لکھی گئی کفر و عداوت کروں عرض کیا کیا رب تعالیٰ نے میرا نام لیا فرمایا یاں مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا مسلم بخاری اور مسلم کی روایت میں میں میں قرآن کے سفر نہ کر دو کہ مجھے اطمینان نہیں کہ اسے

جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام امتیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ سوائے یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے غیروں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کہ عید کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب رحمان اور تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو :-
 اے نبی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی نکلے ہوئی تھی یا تو بیست اٹھویں سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے، مرقعات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مرعبی گئے، معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر مدہ ماسفت ہے بشرطیکہ جادو سے نہ ہو، یہی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم درخ لئے ہوئے آیا ہے، اس لئے تم اس کی تلاوت پر روؤ و مراقبہ، اے اس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ عموماً ہر مسلمان کو سنانا احکام بتانا ہمارا تبلیغی فریضہ ہے، معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآن پاک سنانا بھی سنت ہے سنا یہ سوال تعجب کے لئے ہے کہ کیا مجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالیٰ نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا، کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے کہ یہ ردنا امتہائی خوشی کا تھا اور اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکر کیسے طرح ادا کر سکوں گا حضرت ابی بکر نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی تھے کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اسی بنا پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب جو کہ دنیا ان سے قرأت سیکھنے کی لہذا آپ خصوصیت سے انہیں قرأت سنائیں آپ میرے شاگرد اعلیٰ ہیں یہ آپ کے شاگرد رشید ہوں یہ خصوصیت سے یہ سورۃ تلاوت فرمانے کی وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابی بکر کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورۃ میں علمائے اہل کتاب کا ذکر ہے اس کے سننے سے ان کا ایمان اور بھی قوی ہو گا، اس حدیث سے حضرت ابی بکر کعب کی عظمت کا پتہ لگا یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضل و مفضل افضل کو قرآن کریم سکھائے اس ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہ ہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے، اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد وہ جانا ہے جس

الْعَدُوَّ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسْتُ فِي عَصَابَةٍ مِنْ ضَعْفَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَإِنْ بَعْضُهُمْ لَيَسْتَنْزِعُ بَعْضٌ مِنَ الْعُدِيِّ وَقَارِيٌّ يَقْدَأُ عَلَيْكَ إِذَا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِيُّ فَسَأَلُونِي قَالُوا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَ الْحَدِيثُ لِلَّهِ

دشمن سے ملے لے لے۔ دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں میں کزور مہاجرین کی جماعت میں بیٹھا تھا سلمہ وہ حضرت بکری کے باعث بعض بعض کی آڑ لیتے تھے سلمہ ایک قاری ہم پر تلاوت کر رہے تھے سلمہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم کھڑے ہو گئے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے تو قاری خاموش ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تم کیا کر رہے تھے سلمہ ہم نے عرض کیا ہم اللہ کا کتاب بخود سن رہے تھے سلمہ فرمایا تم کھڑے

میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دارالحرب میں جائے یا اکیلا مسلمان کفار کی اس لئے کروہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں، لہذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سناتا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگرچہ حافظ قرآن اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر شہید کر دیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے کہ دشمن کے ملک میں اکیلے نہ جاؤ کہ اگر یہ برباد ہو گئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہے کا اندیشہ ہے، لغات و روایات نے فرمایا کہ اس میں غبی خبر ہے، کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہو گا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔

سلمہ اور لیکر اس کی توہین کرے یا تم کو داپس نہ دے یا اسے بھار دے یا جلادے سلمہ یعنی صفحہ داپس صحابہ کے ساتھ جو تقریباً ستر تھے جنہوں نے اپنے کو علم دین سکھانے کے لئے وقف کر دیا تھا سلمہ یعنی ان کی غزوی و افلاس کا یہ حال تھا کہ بعض کے جسم پر نقد رتن پوشی بھی پورا کپڑا نہ تھا تو وہ دوسرے کی آڑ میں بیٹھا تھا کہ کچھ ستر پوشی ہو جائے، اللہ اکبر: شہر۔

یہ وہ تھے جن سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا۔ یہ وہ تھے جن سے دنیا میں اجالا ہونے والا تھا۔

سلمہ یعنی اس جماعت میں ایک قاری تلاوت قرآن کر رہے تھے باقی تمام سن رہے تھے سب یکدم نہ پڑھتے تھے کہ یہ ممنوع ہے یہ یعنی جب قاری خاموش ہو گیا، تب آپ نے سلام کیا، اس سے چند منٹے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کسی دینی بزرگ کی تشریف آوری پر تلاوت بند کر دینا، ان کے احترام کے لئے خاموش ہو جانا بالکل جائز بلکہ سنت صحابہ ہے، بلکہ قرآن مجید مذکور کے اس کی تعظیم کو کھڑا ہونا بھی درست ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب عین نماز میں کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر صلی امامت سے پیچھے ہٹ کر مقتدی بن گئے، دوسرے یہ کہ آنے والا بحالت تلاوت سلام یا کلام نہ کرے جب تلاوت بند ہو جائے تب سلام کرے تیسرے یہ کہ اگر آتے وقت سلام کا موقع نہ ہو تو بعد میں بھی آدھ کا سلام کرنا جائز ہے سلمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سوال اگلی خوشخبری کی تمہید ہے، در نہ سرکار نے ان کی تلاوت سن لی تھی اور ان کی کچھلی تھی جیسے رب نے مولے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا

الَّذِي جَعَلَ مِنْ أَقْمِي مَنْ أَمَرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسَطْنَا لِيَعْدِلَ
بِنَفْسِهِ فَبَنَانَتْ قَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا فَيَحْلِقُوا وَبَدَزْتُ وَجُوهَهُمْ فَقَالَ ابْشِرُوا يَا مَعْشَرَ
صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ الثَّامِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ غُنْيَاءِ النَّاسِ بِنُصْفِ
يَوْمٍ وَذَلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَحَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيِّنُوا الْقُدْرَانَ بِأَصْوَاتِكُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَحَنِ

اس خدا کا جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کئے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا پھر سارے درمیان میں تشریف فرما ہو گئے تاکہ اپنے کو ہمارے برابر رکھیں
پھر انھیں اشارہ فرمایا کہ یوں ہوجاؤ لوگ حلقہ بن گئے کہ جس کے چہرے حضور کے سامنے ہو گئے تھے فرمایا اے فقراء مہاجرین کہ ہامت تمہیں قیامت کے مکمل نور کی نشانت
ہو گئے تم بہت ہیں مالداروں کے آدھاروں پہلے جانگے یہ آدھاروں پانچ سو سال میں تھے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو اپنی اوازوں سے زینت دوئے (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) کہہ رہے روایت ہے حضرت

کہ ہمارے ہاتھ میں کیا ہے یہ برکت اور لذت ایمانی کے لئے تلامذہ قرآن بہترین مشغلہ ہے اللہ تعالیٰ کرے اس سے انسان دنیا کے سارے غم بھول جاتا ہے یہ ہی
تأثیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پڑھنے لکھنے اسکی شرح کرنے میں ہے فقیر کا تجربہ ہے کہ یعنی میری امت و صحابہ میں ایسے فقراء و مساکین پیدا کئے جو تہذیب پر متوجہ قرآن
کے حامل ہیں اور مجھے حکم دیا کہ محبوب تم ان ہی غریبوں میں رہو کہ وَالصَّابِرِينَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُخْلَقُونَ ۚ (یہ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
اب بھی ان ہی مساکین کے سینوں میں رہتے ہیں اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنا ہے تو ان سینوں میں تلاش کر دان کے سینے رحمت کے گنجینے ہیں مینے ہیں تھے
یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں ہم میں اس طرح بیٹھ گئے کہ ہم سب قرب میں یکساں ہو گئے نہ اپنی نشست پر جلوہ فرما ہوئے نہ ہم سے علیحدہ ہم فقراء کے زمرہ
میں ہم مساکین کے حلقہ میں ایسے بیٹھ گئے جیسے تاروں کے درمیان چاند قربان اس حلقہ پر یہ حلقہ ہلکے سے افضل تھا تاکہ سب پر حضور کی نظر رحمت یکساں پڑے یہ رب کے اس فرمان
پڑھنا وَلَا تَقْدُ جَنَاتِكَ عَنْهُمْ فَأَنْشُرْ ۖ

جو ہم داں ہوتے خاک گشت لپٹ کے قدموں سے لیتے آتے ہیں مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

عام مجلسوں میں حلقہ بنانا افضل ہے، نماز و جہاد میں صف بنانا بہتر ہے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن فقراء مسلمین کا نور مسلمان مالداروں سے زیادہ ہو گا،
کیونکہ صبر کا نور شکر کے نور سے قوی تر ہے، جیسے چاند کے نور سے سورج کا نور قوی ہے یعنی قیامت کا دن ایک ہزار سال کا اس کا آدھا پانچ سو سال کا،
مالداروں کو حساب دینے دیر لگے گی، مگر ان فقراء سے وہ لوگ مراد ہیں جو صابر متقی ہوں، اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، یہ گفتگو
ایک درجہ کے فقراء و اغنیاء میں ہے، اور نہ غیر صحابی فقیر صحابی غنی کے قدم کی خاک کو نہیں پہنچ سکتا، یوں ہی خلفائے راشدین تک ان کے ماتحت حضرات نہیں
پہنچ سکتے لہذا عثمان مزیبر بن عوام غیر کم بہت اپنی شان دے رہے ہیں کہ یہ حضرات بے حساب جنتی ہیں نہ ان کا حساب ہو گا نہ انہیں دیر لگے گی، خیال رہے اگر قیامت
کا دن ہے تو ایک ہزار سال کا، مگر کفار کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہو گا اور بعض خاص مومنین کو چار رکعت نماز کی بقدر ملے یعنی خوش الحانی اور

سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَمْرٍ يَقْدَرُ الْقُدْرَانُ ثُمَّ
يُنْسَاهُ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَجْذَمٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَ الْقُدْرَانِ فِي أَقَلِّ مِنْ ثَلَاثِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

سعد بن عبادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں جو قرآن پڑھ کر بھلائے مگر وہ نیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے
کوڑھی ہو کر ملے گا اے ابوداؤد، دارمی اورایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تین دن سے کم میں قرآن
کریم ختم کرے وہ مجھے گاہیں ملے (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہترین جیسے غلین آواز سے تلاوت کرو اور ہر حرف کو اس کے مخارج سے صحیح ادا کر دگر اگر تلاوت کرنا جس سے غرض میں فرق آجائے حرام ہے: کچھ اسے نسائی ۱۰ ابن
حبان، حاکم نے بھی روایت کیا ۱۱ ان میں یہ بھی ہے کہ اچھی آواز قرآن کا زیور ہے حکایت ایک بار حضرت عبداللہ ابن مسعود کسی مجلس پر گزرے جہاں
ایک گویا بہت اچھی آواز سے آواز سے گارہا تھا آپ نے فرمایا کاش یہ آواز قرآن شریف پر استعمال ہوتی یہ خبر گونے کو پہنچی اس نے سچی توبہ کی اور حضرت ابن مسعود
کے ساتھ رہنے لگا تھے کہ قرآن کریم کا عالم وقاری ہو گیا مرتبات ۱۲

۱۳ اس حدیث کی بہت شرحیں کی گئیں جن میں قوی ترین یہ ہے کہ جو شخص قرآن شریف پورا یا اس کی کوئی سورۃ حفظ کرے، پھر اس کا دہر چھوڑ دے، جس سے
وہ بھول جائے، تو یہ شخص قیامت میں کوڑھی آئے گا اس کی کوڑھ اس کے اس جرم کی علامت ہوگی، جس سے سب لوگ پہچان لیں گے، بعض نے فرمایا
کہ اجنبی سے مراد دانت گرا ہوا ہے، بعض کا خیال ہے کہ اجنبی سے مراد مقطوع الدلیل ہے جو رب تعالیٰ کے سامنے بول نہ سکے وغیرہ مگر پہلی تفسیر اعلیٰ
ہے ۱۴ یعنی جو شخص ہمیشہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کیا کرے، وہ جلدی تلاوت کی وجہ سے نہ تو الفاظ قرآن صحیح طور پر سمجھ سکے گا ۱۵ در نہ اس کے
ظاہری سنے میں غور کر سکے گا، خیال رہے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے کہ وہ اگر بہت جلدی تلاوت کریں، تو زبان لپٹ جاتی ہے حرف صحیح ادا نہیں
ہونے، خواص کا حکم اور ہے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ بارے پڑھ لیتے تھے، حضرت عثمان غنی نے ایک
رات میں ختم قرآن کیا ہے، ادا اللہ علیہ السلام چند منٹ میں زبور ختم کر لیتے تھے، حضرت علی گھوڑا کسنے سے پہلے ختم قرآن کر لیتے تھے، اموات نے فرمایا کہ شیخ
موتے سعدی شیعہ ابو دین کے اصحاب میں تھے ایک دن درات میں ستر ہزار ختم کر لیتے تھے ایک دفعہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں سنگ اسود چوم
کر دروازہ کعبہ پر پہنچے ختم قرآن فرمایا اور لوگوں نے ایک ایک حرف سنا، اور آج ثلثہ میں مولوی اشرف علی صاحب نے اس کی تصدیق کی کہ مولوی
محمد اسماعیل خاں دہلوی نے ایک بار نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک پورا قرآن ختم کیا کہ ہر حرف الگ الگ سنا گیا، لہذا اس حدیث کی بنا پر نہ تو درجہ
شیعیوں کو حرام کہا جاسکتا ہے اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان صحابہ کرام پر اعتراض کیا جاسکتا ہے جو ایک دن درات میں پورا ختم کر لیتے تھے کہ یہ حکم عوام
مسلمانوں کے لئے ہے جو اس قدر جلد قرآن شریف پڑھنے میں درست نہ پڑھ سکیں ختم قرآن میں عام بزرگوں کے طریقے مختلف رہے ہیں، بعض ایک ماہ میں ایک
کرتے تھے بعض ایک ہفتہ میں ایک ختم ختم ختم کی مشق کے لحاظ سے پہلی منزل سورۃ فاتحہ پر شروع ہوتی تھی اور دوسری ماہانہ تشریری یونس پر پہنچتی تھی اسراہیل پر

قرآن مجید
پہلے

۱۰۰ بیچے قرآن شریف عجمی، عربی، شہری، بددی سب کے لئے آیا ہے، سب ہی عبادت کیا کر عجمی یہ خیال نہ کریں کہ چونکہ ہمارا الحجہ عرب کا سا نہیں ہو سکتا

وَلَا يَتَجَلَّوْنَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ هَبَّاقٍ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِكُنُوزِ الْعَدَبِ أَصَوَاتِهَا وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونِ أَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُونِ أَهْلِ كِتَابَيْنِ وَسَمْعِي بَعْدِي قَوْمٌ يُدْرَجُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيَةِ الْغِنَاءِ وَالتَّوْحِ لَا يَجَاوِزُ حَاجِدَهُمْ مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ وَقُلُوبُ الَّذِينَ يُحِبُّهُمْ شَانُهُمْ رَوَاهُ ابْنُ هَبَّاقٍ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَرَزِينٌ فِي كِتَابِهِ : وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصَوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ

دنیا میں جرت لیں گے آخرت کے لئے نہ رکھیں گے لہذا ابو داؤد و ابی ہبہاق شعب الایمان (روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید عربی لہجوں اور عربی آوازوں سے پڑھو لہذا عشق والوں کی راگیتوں اور توریت و انجیل والوں کے لہجوں سے پڑھو یہاں سے بعد وہ قومیں آئیں گی جو قرآن میں ایسی گلیں بازیاں کریں گے جیسے گانے اور زمرے میں لکھے قرآن اُن کے گلوں نیچے نہ اترے گا لہذا اُنکے اور انہیں پسند کرنے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے لہذا ابی ہبہاق شعب الایمان (اور رزین اپنی کتاب میں روایت ہے حضرت براء ابن عازب فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرماتے تھے قرآن کو اپنی آوازوں کی زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن کا

لہذا ہم تلاوت ہی چھوڑ دیں، جو لہجہ بن پڑے اس میں پڑھو، ہاں صحیح پڑھو لیکن اعتبار نہیں صحت کا اعتبار ہے اور اخلاص کا ثواب شعر ہے۔

اور دونوں راہیں گیم و حال را : ما بردن را منکریم و قال را

یعنی آخر زمان میں محض ریاء و نمود کے لئے قرآن کا لہجہ درست کرنے میں بہت تکلفات کریں گے مگر ثواب سے محروم رہیں گے اس کی وجہ اُنکے اُسی ہے لہذا یعنی ان کی تمام محنتیں صرف لہجہ حسین کرنے کے لئے ہوں گی، تاکہ دنیا دار پسند کریں، "واہ واہ ہو، پیسے خوب ملیں، اخلاص نہ ہوگا پھر ثواب کیسے پائیں، اہان کی قیمت ہوتی ہے نہ کہ محض قالب کی، ہر عبادت کا یہی حال ہے اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب کرے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تاراہی ان کی محنت پر نہیں بلکہ ریاء و نمود پر ہے لہذا عرب کی تمام تلاوت میں صرف آواز کی ننگی، مخارج کی صحت، اداء الفاظ کی نفاست ہوتی ہے تکلف اور زینتی کے طریقوں سے خالی، چونکہ قرآن شریف عربی ہے اسے عربی طریقے سے پڑھو، لہذا کے معنی ہیں خوش و طرب اور آواز کی لچک دہر سٹلہ یعنی نہ تو قرآن گیت کے نمونے کا دھبہ حشاق گوئیے مگر مادی اور دوسرے وغیرہ گاتے ہیں، اور نہ ایسے تکلفات سے پڑھو جیسے یہود و نصاریٰ توریت و انجیل پڑھتے ہیں جس سے اصل عبادت بگڑ جاتی ہے جہاں مذہب ہو وہاں پیدا ہو جاتا ہے جہاں شد ہو وہاں نہیں رہتا، الف زبر بن جانا ہے زبر لعل وغیرہ، فقیر نے بعض قواعد کو قرآنی آیات طبع سازگی پر غموں سے گاتے سنا کہ ان کے گیتوں میں آئینے ہیں انہیں باجوہ پڑھتے ہیں لکھتے قرآن میں گلیں بازیاں، راگ، راگنی و آواز میں بدلنے سے کام لیں گے اسے گیت یا قوافی کا شعر بنا دیا کریں گے جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے اس غیب دان نبی نے پہلے ہی اس کی خبر دی تھی لکھتے صرف زبان پر قرآن کے الفاظ ہونگے دل پر قرآن کا کوئی اثر نہ ہوگا ایمان میں تازگی نہ پیدا ہوگی نہ ان کے دماغ میں کیر نہ جو منہ سے نکلتا ہے وہ کان پر گرتا ہے جو دماغ سے نکلتا ہے وہ دماغ پر گرتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل پر گرتا ہے لہذا یہی خود ان کے اور سامعین کے دل اس تلاوت سے فائدہ نہ اٹھائیں گے بلکہ اس نفع

یہاں اس اچھی آواز کا مطلب وہ ہے جو اگلی حدیث میں آیا ہے یعنی درد والی آواز جو درد دل کا پتہ دے، غشوع و خضوع ظاہر کرے سچے سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے مقصد یہ ہے کہ لوگ اچھی آواز تو سر علی رسی آواز کو سمجھتے ہیں اور نعمہ والی تلاوت کو اچھی تلاوت سمجھتے ہیں، سرکار نے جو اچھی آواز میں تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے کیا اس سے بھی یہ ہی مراد ہے یا کچھ اور ہے یہ حدیث تمام ان احادیث کی تشریح ہے جن میں اچھی آواز اچھی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے یعنی درد دل والی آواز اور خوف خدا والی قرأت اچھی ہے نفس آواز باریک ہو یا موٹی بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ ان کی آواز موی طمعی گمران کی تلاوت سے خود ان کے اور سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، دل کانپ جاتے تھے، اللہ تعالیٰ ایسی تلاوت نصیب کرے آمین لکھ یعنی طلق ابن علی ابن عمر دغنی بیامی اسی طرح تلاوت کرتے تھے کہ خدا یاد آجاتا تھا، آپ قیس ابن طلق یمانی کے والد ہیں مشہور صحابی ہیں حضرت طاؤس نے ان سے ملاقات کی ہے یہ جلد معترف ہے اور امام بیہقی کا قول ہے، یعنی عبیدہ بن مسعود صحابی ہیں کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے خیال رہے کہ صحابی بننے کے لئے ایک آن کی صحبت یا ایک نظر حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کے ساتھ رہنا فیضانِ صحبت حاصل کرنا ضروری ہے لہذا اصطلاح میں اہل قرآن ہر قرآن کے ماننے والے پڑھنے والے اس پر عمل کرنے والے کو کہتے ہیں، اور اہل حدیث وہ خاص جماعت ہے جو اپنی زندگی علم حدیث حاصل کرنے اور سکھانے میں گذاردے یعنی محدث نہ تو اہل قرآن سے چکڑا ہوئی منکر حدیث مراد لگتے ہیں نہ لفظ اہل حدیث سے موجودہ دہائی منکر فقہ مراد ہوتے ہیں یعنی اے قرآن ماننے والے مسلمانو! یہ قرآن شریف پر سر رکھ کر نہ لپیٹو کہ یہ بے ادبی ہے قرآن سے بے فکر نہ ہو جاؤ کہ اس کی تلاوت میں سستی کو دے اس پر اس

وَاتْلُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ أُنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوهُ وَتَغْنُوهُ وَتَدَابَّرُوا مَا
فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ وَلَا تَعْجَلُوا ثَوَابَ قُرْآنٍ لَهُ ثَوَابًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ
بَابُ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ بْنَ جِزَامٍ يَقْرَأُ
سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْدَأَهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْدَأَ يَنْهَا
فَكَدَّتْ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمَهَلَتْهُ حَتَّى أَنْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّيْتُهُ بِرَدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْدَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى

اور روایات اس کی تلاوت کرو جیسا کہ تلاوت کا حق ہے نہ اور قرآن کا اعلان کر دے خوش آواز کی پڑھو اسکے معنی میں غور کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو اور اس کا ثواب
جلدی نہ مانگو کہ اس کا بہت ثواب ہے بیہقی شعب الایمان باب یکم فی فضل روایت ہے حضرت عمر بن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے ہشام ابن حکیم ابن حزام کو سنا ہے کہ وہ سورہ
فرقان اس کے خلاف پڑھ رہے ہیں جو میں پڑھنا تھا اور مجھے یہ سورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی لہذا قریب تھا کہ میں ان پر
جلدی کر بیٹھوں مگر میں نے انہیں مہلت دی تھی کہ وہ فارغ ہو گئے پھر میں نے انہیں ان ہی کی جگہ پر لپیٹ لیا کہ پھر انہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ گاہ میں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے انہیں سنا کہ سورہ فرقان اس کے علاوہ پڑھ رہے ہیں تو

شکر در دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ لکھے مضمون سے ظاہر ہے لہذا جس جگہ میں ہمیشہ قرآن پڑھنا اور درست پڑھنا قرآن کا حق تلاوت یہ ہے کہ اس کی تلاوت صحیح
طریقہ سے کرے اور اس پر عمل کرے رضائے الہی کیلئے پڑھے نہ کہ حق لوگوں کو خوش کرنے کیلئے رب تعالیٰ فرماتا ہے (الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ آلا بِيَابِ
مَرَافِقٍ نَفَرُوا إِلَى الْقُرْآنِ كَرِيمٍ تَرْكِبُوا اس کی طرف پاؤں بھینا نا اس پر کوئی اور کتاب رکھنا سکی طرف سے نہ کرنا اسے بھینکنا وغیرہ سمیت منع ہے قرآن کریم کو چونا سر پر رکھنا مستحب ہے
اس سے فال نکالنا حرام ہے لہذا اخذ اُن کے درمیان پہلے عرض کیے ہیں یعنی قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھو اور قرآن کے ذریعہ لوگوں سے غنی و بے نیاز ہو جاؤ گاغس کے معنی
میں نہیں کہ قرآن شریف کا کر پڑھنا حرام ہے تدبر قرآن علماء کا اور ہے بے علم لوگوں کا کچھ اور علماء تو اسکے معانی احکام میں غور کریں عوام یہ سمجھ کر پڑھیں کہ یہ وہ الفاظ ہیں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے پڑھے تھے اللہ اکبر ہمارے کہاں نصیب کہ وہ الفاظ ہماری زبان پر بھی آئیں لہذا یعنی تلاوت قرآن تعلیم قرآن انجود قرآن
خدمت قرآن کا ثواب آخرت میں ملے گا جو تمہارے علم و فہم سے دراء ہے تم صرف یہاں ہی اس کا ثواب نہ لو یعنی دنیا کو اسی کا مقصد نہ بناؤ لہذا یعنی قرأت
قرآن کے متعلق متفرق مضامین کا باب بعض نسخوں میں یوں ہے باب اختلاف القرآن و جسم القرآن یعنی قرآن شریف کی مختلف قرائتوں اور صحیح
قرآن کا باب جمع قرآن سے مراد کجا کتا بی شکل میں جمع کرنا ہے یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حکیم ابن حزام قرشی ہیں حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کے معتبر
ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ کے ساری اولاد صحابی ہے ان میں سے ہشام بھی ہیں لہذا یعنی مجھے اپنی قرأت کے صحیح ہونے کا یقین تھا کیونکہ میں نے
کسی اور سے نہ سیکھی تھی خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی اس لئے مجھے شبہ نہ ہوا کہ ہشام ویدہ و دانستہ قرآن غلط پڑھ رہے ہیں بلکہ اس سے دوسرے
احسن ہونے ایک یہ کہ وہیں میں کسی کی رعایت نہیں عزیز قریبی ہو یا اجنبی معمولی آدمی ہو یا بڑا دوسرے یہ کہ تلاوت قرآن کا بڑا احترام ہے کسی شخص کو دوران

غَيْرَ مَا أَقْدَاتِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ سِلَّةَ أَقْدَاةِ الْقِدَاةِ الَّتِي سَمِعْتُه
يَقْدَأُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا أَنْذَلْتُ تَمَرًا قَالَ لِي فَقَدَاتُ فَقَالَ هَكَذَا أَنْذَلْتُ
إِنَّ هَذَا الْقُدَانُ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحَدٍ فَأَقْدُوا مَا تَسْرِمُنَّ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ مُسْلَوٌ
وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَدَأَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدَأُ خَلْقَهَا
فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَدَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَدَاهِيَةَ فَقَالَ

جو مجھے حضور نے پڑھا ہے اسے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو ۱۰ شام پڑھو انہوں نے وہی قرأت تلاوت کی جو میں نے
انہیں تلاوت کرتے سنی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں ہی اتری ہے پھر چھ فرمایا پڑھو میں نے پڑھی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآن سات قرأت پر
آنحضرت جبرائیل آسمانی ہونے کی بنا پر ۱۰ اور فقط سلم کے میں لے روایت حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو تلاوت کرنے سنا
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تلاوت کرتے سنا تھا تو میں انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور یہ سب باتوں میں حضور انور کے منہ میں ناراضی تھی

تلاوت میں اس سے لڑنا جگہ ٹانہ نہیں چاہیے نہ اس کی تلاوت میں رکاوٹ ملے دیکھو حضرت عمر قرآن کریم کے الفاظ میں فرقہ دیکھ کر طیش میں آگئے کہ تلاوت ختم ہونے پر حضرت شام
کو گویا گرفتار کر لیا نہ رعایت نہ قرابت کی خدمت لے اس نے میں انہیں گرفتار کر کے ایک خدمت میں لایا ہوں تاکہ آپ اس سے منع فرمادیں اور گذشتہ تصور پر سزا دیں معلوم ہوا کہ
جسے الامکان کسی عزم کو خود سزا دے دھاک سے فیصلہ کو ادا لے چونکہ حضرت عمر کا یہ طیش نفس کیے رہا تھا کہ کئی تھانے حضرت عمر مثل استاد کے تھے اور حضرت شام مثل شاگرد کے
اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عمر پر نقاب فرمایا اور نہ انہیں حضرت شام سے معافی مانگنے کا حکم دیا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت بارون کی بے قصور
حارطی سر کے بال پکڑ لئے انہیں کھینچا کیونکہ مانیاب استیخ اگر غلط فہمی سے کسی کو سزا دیا جائے طور پر بھی دیدیں تب بھی مجرم نہیں بلکہ حد میں فرماتے ہیں کہ قرآن شریف لغت
قریش میں نازل ہوا اگرچہ عرب کے بیت سے قبیلہ تھے جن کی زبانیں مختلف تھیں ہر قبیلہ کی زبان گراں معلوم ہوتی تھی اپنی زبان آسان تھی اور زمانہ بالکل نیا تھا اندیشہ تھا کہ
دوسرے قبیلہ تلاوت قرآن چھوڑ دیں گے اسی لئے سات بلکہ سات سے بھی زیادہ طریقوں سے تلاوت کی اجازت دے دی گئی تھی یہاں سات سے مراد بیان زیادتی
ہے نہ کہ خاص یہ عدد اور حرف سے مراد طریقہ تلاوت ہے خواہ خود حرف کی ذات میں فرق ہو جیسے نَشْرُهَا زے سے اور نَشْرُهَا رائے پہلے سے
یا صفات حرف میں فرق ہو جیسے قَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ اور يَكَلِكِ يَوْمَ الدِّينِ خواہ طریقہ ادا میں فرق ہو جیسے ادغام، اظہار، تغیم، ترقیق، امانہ، مد، قصر
تیسرے وغیرہ مگر ان اختلاف کی وجہ سے معافی نہ بدلیں گے قرآن کریم کی سات قراتیں تو متواتر ہیں اور چودہ شاذ متواتر قراتوں کی تلاوت کرے شاذ کی نہ کرے
جیسے فصیام ثلثہ ایام متوالیات جیسے وصلۃ الوصلی وصلۃ العصر وغیرہ اب ہماری قرات ابوجعفر عن والی ہے قاریوں کو چاہیے کہ اس کی
قراۃ کیا کریں، درنہ عوام میں فتنہ بھیلے گا اور لوگ ان قراتوں کا انکار ہی کر دیں گے لہذا بعض محدثین نے فرمایا کہ بحدیث متواتر ہے اکیس صحابہ سے مروی ہے
شاید متواتر سے مراد متواتر لفظ ہو درمقاہ اسے یہ ناراضی قرآن شریف میں اختلاف کی وجہ سے ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرو تھا کہ کہیں مسلمان کتاب
میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف نہ کرنے لگیں :

كَلَّا كَمَا احْسِنُ فَلَا تَخْتَلِفُوا فَاِنْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوا فَهَلْ كَانَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ
 ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَبَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ
 اٰخَرُ فَقَرَأَ سِوَى قِرْعَةٍ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ هَذَا اقْدَأُ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَأَ سِوَى قِرْعَةٍ صَاحِبِهِ
 فَاَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَحَسَنَ شَأْنُهُمَا نَسَقَطُ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ
 وَلَئِنْ اَذْكُنتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشَيْنِي خَرَبَ

فرمایا تم دونوں ٹھیک ہو رہے ہیں میں مسجد و مت کیونکہ تم سے پہلے لوگ جھگڑے تو ہلاک ہو گئے تھے (بخاری اور ابی بن کعب فرماتے
 ہیں میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص اگر نماز پڑھنے لگا اُسے ایسی قرات کی جس کا میں نے انکار کیا ہے پھر دوسرا شخص آیا تو اُسے بھی اُس پہلے دے کے قرات
 کے سوا اور قرات کی کہ جب ہم نماز پڑھ چکے اور ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ تو میں نے عرض کیا کہ ان صاحب
 ایسی قرات کی ہے جس میں انکار ہی ہوں اور دوسرا صاحب تو انہوں نے ان کے سوا اور ہی قرات کی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو مکرم یا انہوں قرات کی
 ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا اس میرے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا ہے جو زبان جاہلیت میں نہ ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر جھایا ہوا تو وہ مٹا کر اور میرے سینے پر

لے لیے تم نے جو سادہ ٹھیک سنا اور انہوں نے جو بڑا درست پڑھا تمہارا سنا ان کا پڑھنا دونوں ٹھیک ہے چونکہ تمہیں پھر بھی کفران کریم کی قرات مختلف طریقوں سے جاری
 ہے اس سے تم نے انکار کر بیٹھے تمہیں ان صحابی سے اچھا لگا کہ انہیں میرے پاس لانا نہ چاہیے تھا کہ اس طرح کہ یہ تو ریت کے اور دیسی لکڑیوں کے پھل کے مختلف قسم کے ہوتے
 اور ہر جماعت نے دوسرے قسم کے انکار کر دیا اور کلام الہی کا انکار کفر ہے لہذا یہ قرات نماز سے خارج ہو گئی یعنی انہوں نے نماز سے خارج ہو کر قرآن کریم تلاوت کی اس تلاوت میں یہ واقعہ
 پیش آیا انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور طرح تلاوت سیکھی تھی اور یہ دوسری طرح تھی ان کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ تلاوت قرآن مختلف طرح سے درست
 ہے ہمیں انکار سے مراد ولی انکار ہے یعنی میں نے دل میں ان پر اعتراض کیا ہے یعنی ان دوسرے صاحب کی قرات میری قرات کے بھی خلاف تھی اور اس پہلے شخص کی قرات کے
 بھی خلاف اس سے میرا تعجب و انکار اور بڑھ گیا ہے مرقات نے فرمایا غالباً یہ نماز چاشت تھی جو آگے چھے ان بزرگوں نے پڑھی مسجد نبوی میں ان سب
 کا اجتماع ہو گیا فرض نماز ہوئی تو ایک ساتھ جماعت سے پڑھی جاتی لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے بعد نماز یہ حضرات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں
 حاضر ہوئے جہاں اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھے کہ وہ ہی قراتیں کی جو میں نے ان دونوں سے سیکھیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے دونوں کی ان مختلف قراتوں کو بھی فرمایا کہ تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو اور تم بھی کہ ظاہر یہ ہے کہ فقط معروف ہے اس نے اس کے معنی کئے گئے اور تکذیب
 سے مراد ہے اس کے کلام الہی ہونے کا انکار کہ اگر یہ کلام ربانی ہوتا تو ایک ہی طرح ہوتا چند طرح کیسا خیال رہے کہ بے اختیاری برے خیال کو دوسرا کہتے
 ہیں اس پر نہ عذاب ہے نہ سزا یہ دوسرے ہی تھا اس لئے حضرت ابی پر نہ فتوے کفر لگ سکتا ہے نہ فتوے فسق اس لئے فقط فرمایا یعنی غیر اختیاری طور پر
 دل میں بدگمانی کی پیدا ہوئی ہے یعنی کفر کا یہ اختیار غیر اختیاری، اتنا قوی تھا کہ اس سے پہلے حالت کفر میں اس قسم کا اتنا سخت انکار میرے دل میں

فِي صَدْرِي فِضْتُ عُرْقًا وَكَأَنَّمَا انْظُرَ إِلَى اللَّهِ فَرَدًّا فَقَالَ لِي يَا ابْنِي أَرْسِلْ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ
الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي فَدَدْتُ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ أَقْرَأْهُ عَلَى حَرْفَيْنِ
فَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي فَدَدْتُ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ أَقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْجَفٍ وَلَكَ بِكُلِّ
رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مُسَلَّةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَذْتُ
الثَّالِثَةَ لَيَوْمٍ يَدْعُبُ إِلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ حَتَّى ابْدَاهِيهِمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ

دست اقدس ہمارا کہ میں سینے سے چھڑ گیا اور دوسے میں ایسا ہو گیا کہ یا رب کو دیکھ رہا ہوں کہ مجھ سے فرمایا اے ابی قرآن مجھ پر ایک قرأت
میں بھیجا گیا تھا میں نے رب کی بارگاہ میں رجوع کیا کہ الہی میری امت پر آسانی کر رب مجھے دوبارہ جواب دیا کہ دو قرأتوں پڑھ سکتے ہو پھر
میں نے رب کی طرف رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما رب نے تباہ جواب دیا کہ سات قرأتوں پر تلاوت کر سکتے ہو ملے اور اے محبوب تمہیں ہر بار
عرض کیا کہ عرض ایک خصوصی دعا بخشنے ہیں جو تم ہم سے مانگ پینا سنے میں نے عرض کیا الہی میری امت بخش دے الہی میری امت بخش دے لکھ اور میں
تیسری دعا اس سونے کے لئے بجا رکھی ہے جب ساری خلقت جتنے کہ ابداہیم علیہ السلام ابھی میرے درجہ شفاعت کیلئے آئیں گے ملے مسلم روایت حضرت ابن

نہ آیا تھا خیال ہے کہ اس انکار کو اتنا سخت کہنا اس لئے ہے کہ پہلے تو وہ مسلمان تھے ہی نہیں اسوقت انکار کرنا انکار بڑا جرم تھا ہر مسلمان اور مسلمان ہر انکار بڑا جرم ہے خلاصہ یہ
یہ ہے کہ اتنا خطرناک انکار نہ کرنا کہ میں نے دل میں نہ آیا تھا اس انکار کو خطرناک جانتا کمال ایمان کی دلیل ہے اور یہ ندامت بہتر سے عبادت ہو سکتا ہے کہ سقط کا نال پرستیدہ ہوا درمن
انکسب کی تعلیل یہ ہے اس غیر اختیاری تکذیب کی وجہ سے مجھے اتنی خبر زندگی ہوئی اور میرے دل میں ایسی ندامت واقع ہوئی کہ ایسی ندامت اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی دیکھ
میں اسلام میں اس صورت میں معصی بالکل واضح ہیں ملے اسوقت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے ظاہر ہوئے ایک تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی دلی ندامت و شرمندگی
معلوم فرمایا دوسرے دست اقدس رکھ کر اس انکار اور ندامت کو ختم فرمادینا تیسرے حضرت ابی ابن کعب کو احسان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دینا کہ حضرت ابی کو یہ محسوس ہونے
لگا کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں اسوقت جو فیضان ہو گا وہ بیان سے باہر ہے حضرت ابی کو یسینہ آجائے قوت فیض کی بنا پر تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاڑوں کے موسم میں
وحی نازل ہونے پر یسینہ آجائے تھا بعض مشائخ اپنے مریدین کو ان کے سینے پر ملنے لگے کہ فیض دیتے ہیں ان کا مآخذ یہ حدیث ہے ملے سرکار عالی کا یہ ارشاد فرماتا خانی
تسکین عطا فرمانے کے بعد سانی تسکین ہے حضرت ابی کو طمینان تو پہلے ہی ہو چکا تھا مگر وہ بیان میں نہ آ سکتا تھا اب کلاما ارشاد فرمایا جسکی تبلیغ بھی ہو سکتی ہے گویا پہلے
طریقیت سکھائی پھر شریعت بتائی ہے یعنی اے محبوب ہم تو پہلے ہی جلتے تھے کہ قرآن کریم کی قراتیں سات ہونگی مگر ہمارا اشارہ یہ تھا کہ یہ آسانی تمہاری طلب پر دین تاکہ ہمارا
یہ نعمت امت کو تمہاری طفیل ملے جسے پچاس نمازوں کی پانچ رہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض اور تمہاری کوشش سے اور ہم کو تمہاری عرض و معروض ایسی پیاری معلوم ہوئی کہ
ہم تمہیں ہر عرض پر ایک انعام خاص بخشتے ہیں کہ تم نے تین بار عرض کیا ہم تمہیں تین خصوصی دعائیں دیتے ہیں جو مانگو سو پاؤ لگے اس رحمت والے داتا کے قربان اس
کی دین کے صدقے اس وقت حضور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے جو چاہتے مانگ لیتے مگر امت کو یاد فرمایا خیال رہے کہ پہلے بخشش سے کبیرہ گناہوں کی بخشش
مراد ہے اور دوسری بخشش سے صغیرہ گناہوں کی مغفرت مقصود یعنی الہی میری امت کے چھوٹے بڑے سارے گناہ بخش دے چونکہ یہ بخشش صرف مجرم مسلمانوں کے

عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَأْنِي جِبْرِيلُ عَلَى أَحَدٍ فَرَأَيْتُهُ
فَلَمَّا أَزَلَ اسْتَزِيدُهُ وَيَذِيدُنِي حَتَّى أَتَتْهُ إِلَى سَبْعَةِ أَحَدٍ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ بَلَغَنِي أَنَّ
تِلْكَ السَّبْعَةَ الْأَحَدُ إِنَّمَا هِيَ فِي الْأَمْرِ تَكُونُ وَاحِدًا لَا تَخْتَلِفُ فِي حَلَالٍ وَلَا
حَدٍّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: **الفصل الثاني** عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ لَقِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلَ فَقَالَ يَا جِبْرِيلُ إِنِّي بَعَثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أَمِّيَّةٍ مِنْهُمْ الْعُجُوزُ وَالْ
الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالذَّجَلُ الَّذِي لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ

عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مجھے جبریلؑ ایک قرأت پر قرآن پیش کیا تھا کہ میں انہیں داپس بھیجا میں نے زیادہ مانگنا دیکھا کہ زیادہ متیار
تھے کہ سات قرأتوں تک پڑھ گیا اب ابن شہاب فرماتے ہیں مجھے خبر ملی کہ یہ سات قرأتیں تحقیق ایک ہی ہیں جو حلال و حرام میں مختلف نہیں بلکہ مسلم بخاری و دوسری
فصل روایت حضرت ابی اسحق کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریلؑ ملاقات کی تو حضور فرمایا اے جبریل میں نے پڑھی حاجت کی طرف بھیجا
گیا ہوں جن میں بڑھی عورتیں بڑے بوڑھے بچے بچیاں اور بڑے لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھی تھے انہوں نے عرض کیا اے محمد

لے ہی ہو سکتی ہیں اس لئے اپنی امت کا ذکر کیا ہے یعنی خیر دُعایا مت کے لئے اٹھا رکھی ہے اس دعا کا فائدہ کفار، مسلمان، گنہگار، نیک کار، نبیلے
کرام، بدلیئے عظام سب ہی اٹھائیں گے کہ اس دعا سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھولیں گے اس کی برکت سے کفار کو
میدانِ شہر سے نجات، اہم گنہگاروں کو دوزخ سے نجات، نیک کاروں کو دفعِ درجات، مہر ہوئے اور سب کے لئے عرضِ حاجات کا دروازہ کھل جائے گا
اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی دہوم پج جائے گی۔ **شعر:**

گرتے ہوں کو خردہ سجدے میں گرے سولے : درود کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

اللہم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم :

لے یعنی پہلی ایک قرأت توریت کی طرف سے میری بغیر طلب ملی، البقیہ چھ قرأتیں میری طلب پر عطا ہوئیں، یہ قرآنی آیات بلکہ اسلامی احکام کا حال ہے کہ بعض
تو خود رب تعالیٰ نے عطا فرمائیں اور بعض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب و خواہش پر دی گئیں رب تعالیٰ فرماتا ہے قد ندیٰ ثقلیٰ و جہدنیٰ فی
السماء آلاء معلوم ہوا کہ تیری قبلہ کا حکم اور اس کی آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت کا اظہار
ہے بلکہ ابن شہاب نے امام زہری کا مقصد یہ ہے کہ پہلی سب سے مراد احکام قرآنی نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا دہ بولے کہ قصے، مثالیں، امر
نہی، حلال، احرام، حکم، مشابہ وغیرہ مضامین جو قرآن کریم میں وارد ہوئے یہاں وہ مراد ہیں، امام زہری فرماتے ہیں نہیں یہ مراد نہیں بلکہ سات قرأتیں
مراد ہیں کہ ان قرأتوں میں صحتِ حدوت کی ہیئتوں میں فرق ہوتا ہے معانی و احکام وغیرہ میں فرق نہیں ہوتا علما و مہول نے فرمایا کہ قرآن میں مطلق
مفید، عام، خاص، نفس، قول، ناسخ، منسوخ، مجمل، مفسر وغیرہ میں نحووں نے کہا کہ اس میں ذکر، حذف، تقدیم، تاخیر، استعارہ، تکرار، کنایہ،

الْقُدْرَانِ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْدَفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَابْنُ دَاوُدَ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا إِلَّا شَافٍ كَافٍ وَفِي رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ قَالَ إِنَّ جَبْرِئِيلَ وَمِيكَائِيلَ أَتَيَانِي فَقَدَّ جَبْرِئِيلُ عَنْ يَمِينِي وَمِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِي فَقَالَ جَبْرِئِيلُ اقْرَأِ الْقُدْرَانِ عَلَى حَرْفٍ قَالَ مِيكَائِيلُ اسْتِزْدَةٌ حَتَّى أَبْلُغَ سَبْعَةَ أَحْدَفٍ فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ

یہ قرآن سات قراتوں پر آنا گیا ہے اے ترمذی اور احمد و ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے ان قراتوں میں سے ہر قرات شافی کافی ہے کہ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضور انور نے جبریل و میکائیل میرے پاس آئے جبریل تو میری دایسی جانب بیٹھ گئے اور میکائیل میری بائیں طرف بیٹھ گئے جبریل نے قرآن ایک قرات پر تلاوت کی جسے حضرت میکائیل نے کیا یا رسول اللہ زیادتی کا مطالبہ فرماؤ سمجھتے تھے کہ سات قراتوں تک پہنچتے ہر قرات شافی کافی ہے فقہ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ وہ

حقیقت و مجاز وغیرہ میں صوفیاء نے فرمایا کہ قرآن میں نہ ہر قرات، یقیناً ہر قرات، اچھا ہے، مراقبہ، خوف، امید، رضا و شکر و صبر و محبت، شوق، اشتاہ، وغیرہ ہیں، یہاں وہ مراد ہے، اگر امام زہری کا قول قوی ہے کہ یہاں سات قراتیں مراد ہیں سب خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کو ہم بقیامت لوگوں کے لئے آیا اور ان میں سب لائق و فائق ہی نہ ہوں گے بلکہ ہر قسم کے لوگ ہوں گے تو اگر اس کی قرات صرف ایک ہی تو بیت لوگوں کو دشواری ہوگی کہ بعض لوگوں کی زبان پر مالئساں ہوتا ہے بعض کی زبان پر نفیس سہل اس لئے اس میں نرمی ہونی چاہیے جبریل امین سے یہ فرمانا درحقیقت رب تعالیٰ سے عرض کیا کیونکہ حضرت جبریل رب محبوب کے درمیان وسیلہ ہیں جیسے ہمارا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے درد کھنا درحقیقت حق تعالیٰ سے عرض کرتا ہے معلوم ہوا کہ رب کے مقبول بندوں سے عرض مدعا کرنا درحقیقت رب تعالیٰ ہی کو کہنا ہے نہ نبی اسرار کیل کو جو کچھ رب سے کہنا ہوتا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی عرض کرتے تھے، وسیلہ کا ثبوت ہوا:

لے یعنی قرآن کریم سات لغتوں میں نازل ہوا جس کو جو لغت آسان ہو اس میں قرات کر لو اس کی مفصل شرح پہلے ہو چکی ہے لے یعنی ان سات قراتوں میں سے جو قرات پڑھ لی جائے وہ مومن کے لئے باعث شفا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کافی دلیل ہے یا دنیا میں شافی ہے آخرت میں ثواب کے لئے کافی ہر قرات کا ثواب یکساں کیونکہ صرف الفاظ اور طریقہ ۱۲ میں کچھ فرق ہے معنی یکساں ہیں لے سبحان اللہ فرشتے نورانی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نور انوروں نے نور کو گھیر لیا اور مجمع نور صلی اللہ علیہ وسلم نے نور کو گھیر لیا اور حضرت جبریل لائے اور حضرت میکائیل صرف قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف فرشتے مختلف مقاصد سے کمر حاضری دیتے تھے کوئی وحی دینے کو کوئی فیض لینے کو: لے جبریل امین سے، اور وہ عرض کریں رب العالمین سے، تاکہ آپ کی امت کو یہ فیض اور یہ آسانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اور ان فرشتوں کے ذریعہ سے فیض ہو، خیال رہے کہ حضرت جبریل کا عرض کرنا کہ ایک قرات پر تلاوت قرآن کیجئے رب تعالیٰ کی طرف سے تھا، اور حضرت میکائیل کی یہ عرض بھی حقیقتہً رب تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے کہ یہ عرض ان کے دل میں ڈال دی اس کی حکمتیں ہم ابھی کچھ پہلے عرض کر چکے ہیں لے اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر جبریل امین بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوئے اور دو قراتوں کی اجازت لائے پھر دوبارہ فرمان عالی پاکر پھر وہاں پہنچے اور تین قراتوں کی اجازت لائے عرض کہ محب و محبوب کے درمیان سات چکر لگائے، جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں نمازیں کم کرانے کو حضرت کلیم اور بارگاہ

مَا عَلَى قَاصٍ يَقْرَأْتُمْ يَسْأَلُ فَاَسْتَرْجِعْ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ فَإِنَّهُ سَيُجْعَلُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ: **الفصل الثالث** عَنْ مُبَيَّاتَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَاكَلُّ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَوَجْهُهُ عَظِيمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ: وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

ایک قصہ خراں پر گزرتا ہے جو قرآن پڑھتا اور لوگوں مانگتا تھا کہ اپنے ربنا اللہ پر بھی پھر فرمایا اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو قرآن پڑھے تو اس کے ذریعہ میں اللہ سے ملنے کے مقرب ایسی قومیں ہوں گی جو قرآن پڑھیں گی اس کے ذریعہ لوگوں مانگیں گی اللہ (احمد ترمذی) دوسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن پڑھے اس کے ذریعہ لوگوں کاٹے گئے وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کے منہ میں ہڈیاں ہوں گی کہ گوشت نہ ہو گا کہ (بیہقی) شعب الایمان روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

رب العالمین کے درمیان دس دفعہ گردش فرمائی تھی یہ منقرح بھی عجیب ہوتا ہے کہ حدیث کی اصطلاح میں قاص میسرہ در دا غلط کو کہتے ہیں جو اپنی تقریر میں احکام شرعیہ بیان نہ کرے مرن شر اشارت قاصے کہانیاں سا کر لوگوں کو خوش کرینی کو شش کرے اگرچہ قرآن شریف ہی کے قصے سنائے مگر احکام سے غالی جیسے اہل علم کے عام بے علم داعیوں پر سب قاص ہیں دا غلط نہیں کہ دا غلط تو نصیحت کرنا ہے کو کہتے ہیں وہ نصیحت پس کرنا صرف جیسے منکر ہے حاجت مند کسی کو نصیحت نہیں کر سکتا اللہ اس گناہ و بدعت و علامت قیامت کو دیکھ کر اس کو سخت حد سے ہوا اظہار رنج کیلئے آپ ﷺ پر بھی سنا یا تو اس طرح کہ دوران تلاوت میں جب آیت رحمت پر گزرتے تو اس کے حصول کی دعا مانگے اور جب آیت عذات تلاوت کرے تو اس سے پناہ مانگے یا اس طرح کہ تلاوت سے غافل ہو کر غلط مانگے معلوم ہوا کہ تلاوت سے فراغت پر خصوصاً ختم قرآن کے موقع پر دعا ضرور مانگنی چاہئے لکھ جیسا آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ بعض بھکاری مسجدوں میں بلکہ گلی کوچوں میں تلاوت کرتے پھرتے ہیں اور ہاتھ پھیلا دیا ہوا ہوتا ہے یہ حرام ہے کہ اس میں قرآن کریم کی توہین ہے، خیال رہے کہ طلباء سے ختم قرآن شریف کرا کر ان کی دعوت بھی کی جاتی ہے اور کچھ نقدی بھی دی جاتی ہے یا عطائے دین سے جلسوں میں دا غلط کرا کر اسی و نذرانے دیے جاتے ہیں یہ تمام صورتیں اس حکم سے خارج ہیں کہ وہاں ختم اور وعظ فی سبیل اللہ ہے اور ان کی خدمت فی سبیل اللہ جیسے مدرسین و قیہ کی تنخواہیں یا خفائے اسلامیہ کے بھاری بھاری وظیفے نیز دم و تقویٰ کی اجرت بھی اس سے خارج ہے کہ وہ تو علاج کی ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی خفائے راشدین نے خلافت پر تمنا کی اور صحابہ نے سورت فاتحہ پڑھ کر مد گزیرہ پر دم کیا اجرت میں نہیں بگیاں ہیں جن کا گوشت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ملاحظہ فرمایا جیسا کہ اسی مشکوٰۃ شریف کتاب الامارہ میں ان شاء اللہ اے گا لکھا اس طرح کہ بھکاری چند نفیہ حاصل کرنے کے لئے دروازہ پر بجائے صدا دینے کے قرآن کریم پڑھے تاکہ لوگ کچھ دے دیں اسے قرآن پڑھانے والوں کی اجرت مدرسین و علما کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ روش حدیث سے ظاہر ہے:

لکھ یعنی ان کے چہرہ پر ذلت و خواری چھائی ہوگی جیسے آج بھی بعض لوگوں کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فقیر بھکاری ہے، خیال رہے کہ امت محمدیہ کے پیچھے عیب اللہ تبارے بھی چھپائے گا شان ستاری کی جلوہ گری ہوگی اگر جو عیب خود ان لوگوں نے ہی علانیہ کئے ہوں وہ وہاں پر بھی علانیہ طور پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصَلَّ السُّورَةَ حَتَّى يَنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سَأَوَاةُ
أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِصِّ فَقْدَ ابْنِ مَسْعُودٍ سُورَةَ يُوسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّا
هَكَذَا أُنْزِلَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ أَحْسَنْتَ فَبَيْنَا كُنَّا نَكَلِّمُهُ إِذَا وَجَدَ مِنْهُ رِيحُ الْخَمْرِ فَقَالَ أَتَشْرِبُ الْخَمْرَ وَتَكْذِبُ
بِالْكِتَابِ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ

عمر و سلم سورتوں میں نماز پڑھتے تھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اتنی تھی کہ ابو داؤد و روایت ہے حضرت علقمہ سے فرماتے ہیں ہم حِصِّ میں تھے حضرت ابن مسعود سورت
یوسف پڑھی تو ایک شخص بولا یہ اس طرح نہیں اتنی تھی حضرت عبد اللہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے یہ سورۃ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پڑھی تو حضور
نے فرمایا ٹھیک پڑھی ہے جبکہ وہ شخص باقی کہہ رہا تھا کہ اس سے شراب کی بو محسوس کی تو عبد اللہ نے فرمایا تو شراب پیتا ہے اور قرآن کو ٹھیک پڑھتا
ہے پھر اسے حد لگائی گئی مسلم بخاری اور ابوداؤد نے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں مجھے ابو بکر صلی علیہ وسلم نے

ظاہر ہوئے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ بھکاری تو امت مصطفوی میں سے تھا پھر اس کا یہ عیب کیوں نکلا ہر فرمایا گیا کیونکہ یہ اظہار تو خود وہی کر چکا ہے رب تعالیٰ کسی کا
پروردہ ناش نہیں کرے گا یہ حدیث فریب حقیقی کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت کا جزو نہیں ہے بلکہ سورتوں کے درمیان فیصلہ کیلئے نازل فرمائی گئی ہے اکی لے اما آخری
نازوں میں بسم اللہ عزوجل نہیں پڑھتا اور جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی سورۃ مینے اقرار باسم رکبہ اتنی تو بسم اللہ نہ اتنی کہ یہ نزول میں پہلی سورت تھی یہاں فصل
کر نیکی ضرورت نہ تھی اور اس لئے بسم اللہ دوسری آیتوں سے مل کر نہیں لکھی جاتی بلکہ علیحدہ سطر میں لکھی جاتی ہے اور اس لئے سورۃ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیونکہ اس میں پہلی آیت کا
نہ ہوگی سورۃ توبہ کا علیحدہ سورۃ ہونا مشکوک تھا اس لئے وہیں سورۃ کا نام تو لکھ دیا گیا بسم اللہ نہ لکھی گئی بعض علماء نے فرمایا کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورۃ توبہ عذاب
دہر کی سورۃ ہے اس لئے قہر کی سورت میں رحمت کی آیت مناسب نہیں اور متفرقات لمعات مع احادیث سے لے لیتے تو تو کہتا ہے کہ سورۃ یوسف اس طرح نازل نہیں
ہوئی اور خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہی سورۃ سنی اور تصدیق دیکھیں فرمائی تھی، یہ خبر یہ نہ کہا تھا، بلکہ نعمت الہی کے اظہار
کے لئے فرمایا اس لئے اکی کوڑے شراب پینے کی سزا اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ شراب کی بو منہ سے پائی جائے تو اس سے شراب پینے کا
ثبوت ہو جائے گا جرم اقرار کرے یا نہ کرے، گواہی قائم ہو یا نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ بولے شراب ہی کی ہو کھلے سبب یا ہی کی نہ ہو، یہ ہی احناف کا
مذہب ہے، دوسرے یہ کہ شراب کی بو پائے جانے یا شراب کی تہ کرنے پر بھی حد شراب یعنی شراب کی سزا دی جا سکتی ہے، تیسرے یہ کہ نشہ والے کا ارتداد معتبر
نہیں کہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہوتا، دیکھو قرآن شریف کا یا اس کی متواتر قرات مینے طریقہ ادا کا انکار کفر ہے، مگر حضرت ابن مسعود نے اسے مرتد قرار نہ دیا،
بلکہ منزلی قرار دیا ورنہ آپ یا تو اسے قتل کرتے، ورنہ تہید یا یا ان و تہید بد نکاح کا حکم دیتے ایک بار حضرت حمزہ نے نشہ کی حالت میں حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم کو دیکر صیاب سے کہہ دیا تھا لنتم الا جید لاجی، یہ لفظ کفر تھی، مگر انہیں کافر نہ کہا گیا فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر میت سے بجا تہ نزع روح کفر یہ بات
سنی جائے تو اسے کافر نہ مانا جائیگا اس کی نماز جنازہ و دفن کیا جائیگا کہ اس وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہوتے بے ہوشی میں کہہ رہا ہے بعض موفیاء سے سنی کی حالت

صحیح و کران
حدیثی و روایت

مَتَّلَ أَهْلَ لِيَمَامَةٍ فَإِذَا عَزَبَ الْخَطَابُ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ صَدْرًا تَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ
 قَدْ اسْتَحْدَى يَوْمَ لِيَمَامَةٍ بِقَدَرِ الْقُدْرَانِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ اسْتَحْدَى الْقَتْلَ بِالْقُدْرَاءِ بِالْمَوَاطِنِ
 فَيَذْهَبُ كَثِيرٌ مِنَ الْقُدْرَانِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُدْرَانِ قُلْتُ لِعَنْدَ كَيْفَ تَفْعَلُ
 شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ عَمْرُو هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ فَكَمْ
 يَذَلُّ عَمْرُو يَأْجَعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عَمْرُو

جنگ یمامہ کے موقع پر بلا یا نہ تو حضرت عمر ابن خطاب آپ کے پاس ابو بکر صدیقؓ فرمایا کہ جناب عمرؓ میرے پاس آئے تو بولے کہ کیا تم کو قرآن کی قاری بہت شہید ہو
 گئے ہیں میں نے کہا ہاں کہ اگر اور چند جنگوں میں قاری شہید ہوتے رہے تو بت سا قرآن فائز ہو جائے گا لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کر لیا تم
 دیدیں میں نے عمرؓ سے کہا تم وہ کام کیے کر سکتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا لگے فرماتے ہیں کہ تیس حضرت عمرؓ نے کہا رب کی قسم یہ کام اچھا ہے
 حضرت عمرؓ بار بار یہ کہتے رہے تھے کہ اللہ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کشادہ کر دیا ہے اور میں نے حضرت عمرؓ کی رائے میں مصیحت دیکھی ہے

میں کہہ کر ثابت ہیں جیسے انا الحق یا سبحانی ما اعظم مثانی وہ سب معذور ہیں کہ ہوش ہیں، نیند لگ چکی ہے حال ہے ملہ یا ملا ایک سرسبز شہر ہے جو مدینہ منورہ سے سولہ منزل
 پہ واقع ہے یا مدینہ منورہ کے نام پر رکھا گیا وہ ان قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص سیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا اس پر بہت لوگ ایمان لے آئے ان مرتدین سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جیاد کیا بڑے
 کھسارے کا رن پڑا بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حافظ قرآن و قاری صحابہ بھی تھے قرآن کریم کی حفاظت خطرہ میں پڑ گئی حضرت خالد بن ولیدؓ نے مدینہ منورہ پر پہلے
 تھے، آخر حضرت وحشیؓ نے سیلمہ کو ہلاک کیا یہ کہ کہ یہ حضرت حمزہؓ کے قتل کا کفارہ ہے خود نبی جعفر حنیفہؓ کی جنگ میں گرفتار آئیں جو حضرت مرتضیٰؓ کو دی گئیں جن سے محمد ابن حنیفہ پیدا
 ہوئے اس جنگ کی خبر قرآن کریم نے یوں دی سَتَدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ آذَنِي بِهِمْ سَيَذَلُّنَا اللَّهُ لِمَا يَصَاحَبُنَا مِنَ الْقَوْمِ سَيَذَلُّنَا اللَّهُ لِمَا يَصَاحَبُنَا مِنَ الْقَوْمِ سَيَذَلُّنَا اللَّهُ لِمَا يَصَاحَبُنَا مِنَ الْقَوْمِ
 صرف سینوں میں ہے، اگر یہ سیلمہ ہی ختم ہو گئے تو قرآن بھی ختم ہو جائیگا لہذا اسے عذر فاروقؓ نے انہیں ہم سب کی طرف سے جزا و غیرہ دے، تمہیں نے قرآن جمع کیا یا اہل تمہیں نے حفاظت فرما
 کا ذریعہ قائم کیا یعنی باقاعدہ تراویح کی جماعت میں ختم قرآن ہونا، اگر تراویح نہ ہوتی، تو حفظ قرآن کا رواج بھی ختم ہو چکا ہوتا تھا اسے احسان سے مسلمان قیامت
 سبکدوش نہیں ہو سکتے، اللہ تمہاری قبر انور نور سے بھر دے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لگے یعنی جمع قرآن بدعت ہے اور ہر بدعت بری ہوتی ہے، لہذا یہ کام بھی بُرا
 ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں نہ ہو وہ بدعت ہے اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت
 قائم کر کے فرمایا نعمت الابد عہدہ خلد یہ بڑی اچھی بدعت ہے یعنی مسند صحابہ شریفی بدعت ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات
 میں قرآنی آیات کی ترتیب تو دے دی تھی کہ ہر آیت کے نزول پر فرمادیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد رکھو یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترکیب
 کے موافق تھی مگر قرآن جمع نہ فرمایا تھا کیونکہ صحیح ممکن نہ تھا اخصیات شریف تک تو مختلف سورتوں کی مختلف آیتیں آتی رہی ہیں جمع قرآن کی یہ سعادت تو حضرت صدیق
 اکبر و عثمان غنیؓ کے نصیب میں تھی وہ اور میں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جتنے کہ بدعت حسنہ مستحب کبھی واجب
 اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے، اس وقت جمع قرآن بدعت تھا مگر فرض تھا، اس سے بدعت حسنہ کا قوی ثبوت ہوا لہذا مجھے یقین ہو گیا کہ اس وقت جمع قرآن نہ کرنا

نَبِيًّا قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا تَهْمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَّبِعُ الْقُرْآنَ فَاجْعَلْهُ فَوَاللَّهِ لَوْ كَفَرْتُ فِي نَقْلِ جَبَلٍ
مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَنْ ثَقُلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُونَ
شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللَّهُ خَيْرٌ فَلَمْ يَذَلْ أَبُو بَكْرٍ
يَدَا جَعَنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ صَدْرُ أَبِي بَكْرٍ وَعَمَرَ فَتَتَّبَعْتُ الْقُرْآنَ
أَجْمَعَهُ مِنَ الْعُسْبِ وَاللُّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ أَخَذَ سُورَةَ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي

حضرت زید کہتے ہیں کہ جناب ابوبکرؓ نے فرمایا تم جو ان ہو مقلد ہو میں تم پر بدعتاوی نہیں ہے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی لکھتے رہے
ہوئے لہذا تم ہی قرآن کا نسخہ کر دو گے اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑوں میں کسی پہاڑ کے بنائے کا حکم دیتے وہ مجھ پر اتنا گراں نہ ہو جیسا کہ
قرآن جمع کرنے کا حکم مجھ پر بھاری پڑا ہے فرماتے ہیں میں نے کہا آپؓ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا حضرت صدیقؓ نے فرمایا
خدا کی قسم یہ کام بہت اچھا ہے ہر حضرت صدیقؓ بار بار مجھے یہ فرماتے رہے تھے کہ اللہ نے میرا سینہ بھیجی کسی کے کھول دیا جس نے حضرت صدیقؓ و فاروقؓ
کا سینہ کھولا ہے پھر میں نے قرآن کا تلاش شروع کی کہ اسے خرے کی شاخوں، پتھروں اور لوگوں کے سینوں میں جمع کرنے کا کام ہے کہ سورہ توبہ کی آخری آیت حضرت ابو
یاس کے حاکم ہونا سبب ہو گا یہاں مرقعات نے فرمایا کہ جمع قرآن بدعت تھا مگر خیر بدعت ہے یعنی جمع قرآن میں قوت کی بھی ضرورت ہے اور علم و حفظ اور دینداری کی بھی تم میں
میں خدا کے فضل سے یہ سارے اوصاف جمع ہیں لہذا بعض کٹر کتابت دہی تم نے کی ہے مرقعات نے فرمایا کہ کاتبین دہی چوبیس صحابہ تھے جس میں خلفائے راشدین بھی ہیں ہم نے اپنی
کتاب امیر معاویہؓ میں جو اہل صحابہؓ تحریر وغیرہ لکھی ہے کہ کاتبین دہی تیرہ ہیں، یعنی زیادہ تر کھنے والے خلفائے راشدین، عامر بن عبیدہ، عبداللہ بن عمر، ابی بن کعب، ثابت بن
قیس، خالد بن سعید، ابن عباس، عطاء بن ریح، سلمہ بن اکبر، ابن ثابت، معاویہؓ، ابی بن سفیان، اسرجیلؓ، ابی حنظلہؓ، یعنی یہ کام قریباً سارے صحابہؓ کر چکے، اگر اس کے منکر تم ہر گز اللہ اس
جلد پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو قرآن کریم متواتر نہ رہا ایک زید ابن ثابتؓ کی سعادت سے شروع ہوا لکھ یا تو اس نے جمع قرآن کو میں نے بدعت جاننا اور نہ جاننا کھلاس لئے کہ پہاڑ
کا مستقل کرنا جسمانی شقت سے ہے اور جمع قرآن میں جسمانی اور روحانی دونوں شقتیں ہیں یا اس نے کہ پہاڑ ٹھل دینے میں کوئی ذمہ داری نہیں اور جمع قرآن میں قیامت
یک مسلمانوں کے ایمان و اعمال کی حفاظت کی ذمہ داری ہے کہ اگر ایک آیت میں ذرا سی غلطی ہو گئی تو کسی کے نہ ایمان کی خیمے نہ اعمال کی بڑھ بڑھنے لگے اگرچہ
قرآن جمع کرنا بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے خیال رہے کہ ایجادات صحابہؓ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فرمایا ہے عَلَيْنَا مِثْقَالُ ذَرَّةٍ وَنُسْتَنَّا الْخُلَفَاءَ
الذَّائِبِينَ، لغوی معنی سے یعنی طریقہ و مسلک در رب تعالیٰ فرماتا ہے سُنَّةٌ مِّنْ قَدَرٍ أَسَلْنَا قَبْلَكَ مِّنْ رَّسُلِنَا إِنَّهُ أَدْرَأَ مِنْ هَٰذَا لَمَّا جَاءَكَ بِرَبِّكَ
نہیں ہوتی بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جمع قرآن مجید ہے تو بدعت مگر اچھی ہے شہ خیال رہے کہ چار صحابہؓ کو قرآن کریم مکمل حفظ تھا، ابی بن کعب، زید
ابن ثابت، معاویہؓ، ابن جیل، ابوالمرود اور رضی اللہ عنہم، مگر حضرت زیدؓ نے صرف اپنی یاد پر جمع نہ فرمایا بلکہ تمام صحابہؓ سے ہر آیت کی تائید حاصل کی چنانچہ
مختلف آیتیں مختلف صحابہؓ سے مختلف طرح لیں کسی کو صرف یاد تھیں کسی کے پاس یاد کے علاوہ پتوں، پتھروں وغیرہ پر لکھی ہوئی بھی تھیں حضرت زیدؓ ابن ثابتؓ نے

خَزِيمَةُ الْاَنْصَارِيِّ لَمَّا اَجْدَاهَا مَعَ اَحَدٍ غَيْرِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ حَتَّى خَاتَمَ بَدَاةَ فَكَانَتْ
الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ عِنْدَ عَدْرِ حَيَوْتِهِ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بَدَتْ عُمَرَ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلَى عُثْمَانَ وَكَانَ
يُغَارِزِي اَهْلَ الشَّامِ فِي فِتْمِ اَرْضِيَّةٍ وَاذْ رِبِجَانٍ مَعَ اَهْلِ الْعِدَاقِ فَاَقْدَغَ حُذَيْفَتَا
اِخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِدَاةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِيْكَ هَذِهِ الْاُمَّةُ

خزیمہ انصاری کے پاس پایا انکے سوا کسی پاس نہ ملا یعنی لہجہ جہاں رسول نے قسم سورہ برأت تک نہ پھریہ اور حق حضرت ابوبکر کے پاس رہے
تھے کہ ربہ انہیں فات دیدی پھر تاحین جیات حضرت عمر کے پاس پھر حضرت حضرت عمر کے پاس تھے رنجاری انکے روایت حضرت انس ابن مالک
کہ حضرت حذیفہ ابن یمان جناب عثمان کی خدمت میں آئے جب آپ فتح ارضینہ میں آدلوں در فتح آذربایجان میں عراق والوں جہاد کر رہے تھے حضرت حذیفہ
کو لوگوں کی قرأت قرآن کے اختلافات گھرا دیا تھا صحیح پناہ حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے عرض کیا اے امیر المؤمنین اس امت کی اس پہلے مدد کیجئے

ان تمام چیزوں کو جمع کیا پھر اپنی یاد سے مقابلہ کیا پھر انہیں مختلف اوراق میں پرچوں کی شکل میں لپی کر کے انہیں دھاگہ سے باندھ کر ایک تھیلہ میں محفوظ کر لیا صدیق اکبر کے زمانہ میں
جمع قرآن کی یہ ذہنیت ہوئی کہ آیات قرآنہ متفرق تھیں ایک دھاگہ اور ایک تھیلہ میں جمع ہو گئیں حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں یہ تمام پُرزے اور ورق ایک کتابی شکل میں جمع کر کے
ان کی مختلف نقلیں کر کر ہر طرف بھیجی گئیں کتابی شکل میں قرآن کا نا محمد عثمان میں ہوا اس نے حضرت عثمان کو جامع قرآن کہا جاتا ہے علامہ یہ کہ جمع قرآن تین بار ہوا ایک بار نور محمد
بنوی میں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں نے اپنے ذہن میں ترتیب دی میں پھر محمد مدنی میں کہ مختلف اوراق ایک دھاگہ ایک تھیلہ میں جمع ہو گئے پھر عبد عثمانی میں
قرآن شریف کتابی شکل میں آگیا لمعات و رقعات اس تقریر سے تمام شبہات رفع ہو گئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جمع قرآن کیوں نہ کیا یہ کہ جب جامع قرآن ابوبکر صدیق
ہیں تو عثمان غنی کو جامع قرآن کہہ کر ہی کہا جاتا ہے یہ کہ پھر قرآنی آیات متواتر رہیں بعض مشکوک ہو گئیں بعض اوراق یا پتوں یا پتھروں سے لی گئیں وغیرہ :

اس لیے یہ آیت ابو خزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس لکھی ہوئی محفوظ نہ تھی یاد بھی تھی اور دوسرے صحابہ کو بھی گھر میں نے صرف اپنی یاد پر آیات جمع نہ
کیں لہذا اس سے لازم یہ بھی کہ یہ آیت متواتر نہ رہی بلکہ براۃ سورۃ توبہ کا نام کیونکہ اس کے اول میں ہے بَدَاةٌ مِنَ اللّٰهِ یٰۤاَیُّہَا تُوْبَةُ کی آخری آیت
لَقَدْ جَاؤْکُمْ مِّنْ رَّبِّ الْعِزِّ الْعَظِیْمِ تک صرف ابو خزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی ملی مرقات نے فرمایا کہ الفاظ قرآن دلیل قطعی سے ثابت ہیں اور طریقہ کتابت
دلیل ظنی سے ہے چونکہ صدیق اکبر کی حیات شریف میں ہی حضرت عمر خلیفہ ہو گئے تھے اس لیے اوراق آیات کا یہ تھیلہ عرقاروق کو خود صدیق اکبر ہی نے عطا
فرمادیا تھا اور حضرت فاروق کی زندگی میں خلیفہ مقرر نہ ہوا تھا بعد میں چاؤ ہونا تھا اس لیے یہ اوراق جناب عمر کی صاحبزادی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کی نزدیکی میں ام المؤمنین حفصہ کے پاس امانت محفوظ رہے جو پھر حضرت عثمان نے ان سے منگائے جس کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے لہذا یہاں مرقاة
نے حدیث حسن نقل کی کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر احسان عظیم فرمانے والے ابوبکر صدیق ہیں اللہ ان پر رحمتوں کی بارش کرے کہ مسلمانوں کو قرآن
جمع کر کے دے گئے وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خفیہ قرآن جمع کیا وہ روایات کی گھڑی ہوئی ہے در نہ وہ ضرور اس قرآن کی اشاعت کرتے قرآن تو

قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الْكِتَابِ اخْتَلَفَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى حَفْصَةَ
أَنْ أُرْسِلَ إِلَيْهَا بِالصُّحُفِ نَسَخَهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَزَّهَا إِلَيْكَ فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةَ
إِلَى عُثْمَانَ فَأَمَرَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ
الْكَأْسِرِ بْنِ هَاشِمٍ فَنَسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثِ
إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَارْتَدُّوا إِلَيَّ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ

جیکہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کر بیٹھیں اے نبی جناب عثمان نے نبی حضرت کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس وہ اوراق بھیج دو تاکہ ہم انہیں محفوظ
میں نقل کر لیں پھر انہیں واپس کر دیں گے حضرت حفصہ نے وہ صحیفے جناب عثمان کو بھیج دیے آپ نے حضرت زید بن ثابت عبد اللہ ابن الزبیر سعید ابن عاص
عبد اللہ ابن کثیر ابن ہشام کو حکم دیا کہ انہوں نے اسے مختلف صحیفوں میں نقل کیا ہے اور حضرت عثمان قریشی جماعت نے فرمایا جو قریشی صاحب قلم تھے
کہ جب تم اللہ باری تعالیٰ سے ثابت قرآن کی کسی آیت میں اختلاف کرو گے تو اسے زبان قریش ہی میں لکھنا کیونکہ

اشاعت کے لئے آیات کے غار میں چھپانے کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنْ الْاٰيٰتِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰهُمُ الْاَشْقٰى
قرآن چھپانے والے پرانہ کی اور سب خلق کی لعنت ہے یہ بلاد المغرب میں آذربائیجان مشہور شہر ہے اور اسی شہر کے نام سے علاقہ کو بھی آذربائیجان کہا جاتا ہے اس علاقہ
میں آرمینیہ مشہور شہر ہے عثمانی میں یہ علاقہ فتح ہوا اس جہاد میں شام و عراق کے غازی جمع تھے یہ حضرات قرآن کریم مختلف طرح پڑھتے تھے اور ہر ایک کے
مختلف قرآن مجید دوسرے کا غلط ہے یہ اختلاف یا تو مختلف قراءتوں کی بنا پر تھا جو زمانہ نبوی میں مروج ہو چکی تھیں یا اس لئے کہ بعض صحابہ کے پاس قرآنی آیتوں کے
ساتھ کچھ تفسیری نوٹ تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے وہ اسے قرآن کہہ بیٹھے تھے اور قرآن کی طرح ان کی بھی عادت کر بیٹھے تھے یعنی اے ابراہیم
ابھی تو عہد صحابہ ہے اگر اس وقت سے قرآن میں اختلاف پیدا ہو گیا تو اے پسر سیکڑوں قسم کے قرآن جمع ہو جائیں گے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو گا ہر فرقہ کے گامیرا
قرآن درست ہے دوسرے کا غلط جیسا کہ آج توریت و انجیل کے نسخوں کا حال ہے اے حضرت عثمان غنی نے پہلے تو یہی پس ہنر مسلمانوں کو جمع فرما کر ان سے مشورہ کیا سب
نے بالاتفاق جمع قرآن کی رائے دیدی پھر آپ نے حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمر فاروق سے جمع شدہ تھیں لکھا یا یہاں مصحف سے مراد وہ اوراق ہیں جو حضرت صدیق اکبر
جمع فرما کر دھاگے سے باندھ کر لکھا کر گئے تھے اور مصاحف سے مراد قرآن کریم کے مکمل نسخے ہیں جو کتابی شکل میں ہوں لہذا حدیث صحیح ہے کہ حضرت حفصہ کے پاس
قرآن بعضی مانت تھا کہ یہ اوراق قرآن مجید نقل کر کے اوراق انہیں بھیج دیے گئے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت حفصہ کو وہ اوراق واپس کیوں لئے گئے
لے یعنی قرآن کے جمع کے لئے یہ چار حضرات منتخب ہوئے جن میں سے حضرت زید بن ثابت تو انصاری تھے باقی تین حضرات ہماجر قریشی تھے یہ چار یا سات نسخے
قرآن کریم کے جمع کئے جن میں سے ایک نسخہ یہاں مدینہ پاک میں رکھا گیا باقی تمام اطراف میں بھیج دیے گئے اے جن کے نام ابھی ابھی ذکر کئے گئے عبد اللہ
ابن زبیر سعید ابن عاص عبد اللہ ابن کثیر ابن ہشام اس طرح کہ تمہاری قراۃ کچھ اور طرح ہو اور حضرت زید بن ثابت کی قراۃ دوسری طرح اس
اختلاف کی وجہ وہ ہے جو پہلے گزر چکی کہ زمانہ نبوی میں تلاوت قرآن مختلف قراءتوں سے ہوتی تھی

قرآن زبان قریش میں اُترا ہے لہ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تھے کہ جب یہ صحیفہ دیگر مصاعف میں نقل کر لیا تو حضرت عثمانؓ نے یہ اور اراق بی بی حفصہ کو واپس کر دیئے اور ان نقل شدہ میں سے ہر طرف ایک نسخہ بھیج دیا۔ اور ان کے سوا قرآن کے لغتہ اور نسخوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا۔ اسے ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے خارجہ بن زیدؓ ابن ثابتؓ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت زیدؓ ابن ثابتؓ کو فرماتے سنا کہ میں نے سورہ احزاب کی ایک آیت قرآن نقل کرتے وقت گم پائی جو یہیں

لے لیئے نازل قرآن تو قریشی زبان میں ہوا پھر آسانی کے لئے دیگر لوگوں کو اپنی لغتوں میں تلاوت کی اجازت دی گئی تھی اس وقت کے لحاظ سے جیسے نازل ہوا مَالِکِ یَوْمَ الدِّینِ مگر اجازت دی گئی تھَلِیْ یَوْمَ الدِّینِ پڑھنے کی بھی یا نازل تو ہوا خَشْرَہَا زَنْقَہُ دَالِیْ سے مگر اجازت دی گئی خَشْرَہَا پڑھنے کی بھی راہِ ہلہ سے خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے صرف صحیح قرآن کا اہتمام فرمایا لغت قریش پر مویا دوسری لغت پر مگر حضرت عثمان نے صحیح بھی کیا اور دوسری قرائتوں سے چھانٹ بھی دیا صحیح حدیثی اور صحیح عثمانی میں ایک فرق یہ بھی ہے حضرت صفحہ سے ادراق قرآن منگائے کا نشانہ تھا کہ کوئی آیت نہ رہ جائے نہ یہ کہ بعینہ نقل کر دی جائے، لہذا اس واقعہ پر اعتراض نہیں ملے چنانچہ قرآن کریم کے سات نسخے نقل کئے گئے، جن میں سے ایک مدینہ پاک میں رکھا گیا اور ایک کوفہ، ایک بصرہ، ایک شام، ایک بحرین اور ایک مکہ معظمہ کو بھیجے سہ یخدرق خ جملہ سے ہے یعنی جلا دینا، بعض نسخوں میں یخدرق خ منقوطہ سے ہے یعنی پھاڑ پھانتا یعنی اس کے علاوہ قرآن کے دوسرے ادراق کے جلا ڈالنے کا حکم دیا یا پھاڑ دینے کا مگر یخدرق خ جملہ سے زیادہ مشہور ہے خیال رہے کہ بعض صحابہ کے پاس کچھ ادراق تھے جن میں وہ آیات بھی تھیں جو منسوخ التلاوت ہو چکی تھیں مگر انہیں نسخ کی خبر نہ ہوئی تھی، اور بعض تفسیری نوٹ بھی تھے جو حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت کے ساتھ بطور تفسیر ارشاد فرمائے تھے یہ حضرات اس سب کو قرآن ہی سمجھے ہوئے تھے جیسے حضرت ابی ابن کعب یا ابن مسعود کے مصاحف، اگر وہ ادراق باقی رہ جاتے تو مسلمانوں میں بڑا فتنہ بھیتا، ہر فرقہ کہتا کہ یہ قرآن درست دوسرا غلط اس لئے باقی نام نہ ملے جلوا دیئے گئے، بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ فضائل علی و اہل بیت کی آیات جلا دی گئیں اور اب یہ موجودہ قرآن ناقص ہے مگر یہ بعض غلط ہے درنہ حضرت علی مرتضیٰ اس وقت خاموش نہ تھے قرآن کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دینے یا کم از کم اپنے صدر خلافت میں اس اہلی قرآن کو جاری کرتے اور اس قرآن سے غار وغیرہ کبھی ادا نہ کرتے، یہ بھی خیال رہے کہ اس وقت ان نسخوں کا جلا ڈالنا ای بہتر بلکہ ضروری تھا کہ اگر وہ فن ہوتے، تو بعد میں پھر نکال لئے جاتے، اور ان کی اشاعت سے فساد بھیتا اور اتنے ادراق دھونا دشوار بھی تھا اور خطرناک بھی ورنہ بیکار قرآن کے ادراق کا دفن کر دینا بہتر ہے، یا اگر قہمی درق ہو تو اسے دھو کر پی لینا افضل ہے کہ یہ پانی ہر مرض کی شفا ہے رتقا لے اسی شہاب امام زہری کی کیفیت ہے، اور فارحہ زید ابن ثابت کے بیٹے ہیں، مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے:

سامعی ہیں انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ رہنا چاہا۔

برآمدہ سے کہ وہ بجز ان کے کسی دوسرے کی طرف رجوع نہ کیا۔

۱۔ یعنی جب ہم نے حفصہ صدیقی سے صحیفہ عثمانیہ میں قرآن شریف نقل کیا تو اس صحیفہ میں یہ آیت نہ ملی غالب یہ ہے کہ وہ پرچہ اس عرصہ میں گم ہو گیا ہو گا یا لگ گیا ہو گا۔

۲۔ حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں ساری آیتیں مع ساری قراتوں کو جمع ہو چکی تھیں، ان بزرگوں کو یہ آیت بخوبی یاد تھی مگر کوشش یہ کی گئی کہ کہیں سے یہ آیت کبھی ہوئی بھی مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ عہد صدیقی میں جمع قرآن کے وقت کا ہو نہ یعنی کبھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس تھی باقی دوسرے لوگوں کو یاد نہ رہی تھی حضرت خزیمہ کی کفایت ابو عمارہ ہے، اسی ہیں، بدری ہیں، بدر اور اداس کے بعد کے تمام عزادات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اس طرح کہ یہ آیت سورہ احزاب میں اپنی جگہ پر رکھ دی گئی، اوقات نے فرمایا کہ غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ پہلی جمع کے وقت ہوا یعنی زمانہ صدیقی اس وقت سورہ توبہ کی آیت لفظ جاء کھو رسول کا بھی ہوا تھا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زمانہ صدیقی میں تمام قرآن جمع ہو جائے اور پھر یہ آیت اس میں نہ ہو یہ جمع شکوک میں ہوا اوقات نے فرمایا کہ عہد صدیقی کا جمع کیا ہوا قرآن مردان ابی حاکم کے زمانہ میں جلادیا گیا حضرت حفصہ کی وفات کے بعد اشعثہ النخعی نے شیخ نے فرمایا کہ حضرت علی نے بھی منہول کے مطابق قرآنی آیات جمع فرمائی تھیں مگر فتنہ کے خوف سے اس قرآن کی اشاعت نہ کی بلکہ اسے تلف کر دیا تاکہ مسلمانوں میں دو قرآن نہ ہو جائیں کہ یہ سخت فتنہ کا باعث ہو گا لہذا قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اول قرآن کا نام مشانی ہے اس کے بعد میں پھر تو ان باتوابع پھر مفصل سورہ حجرات سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے، مشانی سورہ فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی، اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی، حضرت ابن عباس نے حضرت عثمان سے دو سوال کئے ایک یہ کہ سورہ انفال تمہارے جمع کے مطابق مشانی حصے کی سورہ ہے، اور سورہ توبہ میں حصہ کی سورت آپ حضرات نے (ان دو) سورتوں کو ملا کیوں دیا، نیز سورہ انفال چھوٹی سورہ ہے کہ پچھتر آیتوں کی ہے، اور سورہ توبہ بہت بڑی کہ اس کی ایک سو اسی آیتیں ہیں، مگر آپ حضرات نے مشانی سورتیں بڑی ہیں اور میں چھوٹی، مگر آپ پھر سورت کو مشانی میں داخل کیا اور بڑی یعنی توبہ کو میں میں، چاہئے تھا اس کے برعکس۔

۳۔ یہ دوسرا سوال ہے یعنی تمام سورتوں کو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے، مگر تم نے سورہ توبہ کے اول بسم اللہ نہ لکھی، خلاصہ یہ ہے کہ سورہ کا سورت

ذَلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَابِيَا فِي عِلْيَةِ الزَّمَانِ وَهُوَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ
السُّورُ ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَكَانَ إِذَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُولُ ضَعُوا
هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي السُّورَةِ الَّتِي يَذْكُرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا فَإِذَا أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ فَيَقُولُ ضَعُوا
هَذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يَذْكُرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتْ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَائِلِ مَا أَنْزَلَتْ
بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةً مِنْ أَخِي الْقُدْرَانِ نَزُولًا وَكَانَتْ فَصَتْهَا شَبِيهَةٌ بِقِصَّتِهَا

کیا ہوئی ہے تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زمانہ گزرتا رہتا تھا کہ آپ پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں ۲
اور جیسا بھی آپ پر کوئی آیت اترتی تو بعض کا تبین وحی کو بلائے اور فرماتے کہ یہ آیتیں اس سورہ میں رکھو جن میں فلاں فلاں چیزوں کا ذکر
ہے ۳ پھر جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو فرماتے کہ اس آیت کو اس سورہ میں رکھو میں ایسا ایسا ذکر ہے ۴ اور سورہ انفال ان سورتوں میں
ہے جو مدینہ پاک میں پہلے نازل ہوئیں اور سورہ برات نزول میں آخر قرآن ہے ۵ اور اس کا قصہ سورہ انفال کے قصے سے مشابہ تھا ۶

سے فضل و چیزوں سے ہوتا ہے ایک سورہ کے نام آیتوں، رکوعوں کی تعداد کا ذکر اور دوسرے بسم اللہ آپ نے ان دو سورتوں انفال و توبہ کے درمیان ایک فضل تو رکھا مگر وہ
فضل بسم اللہ والا نہ کیا اس کی کیا وجہ ہے سبحان اللہ دونوں سوال بہت ہی اہم ہیں اس لئے سورہ انفال کو جس کی آیتیں سو سے کم بھی ہیں مثالی میں رکھا جائے گا مثالی سورتوں
کی آیتیں تو میسوں سے بھی زیادہ ہونی چاہئیں خیال رہے کہ میسوں سورتوں کی آیتیں سو سے زیادہ ہیں اس لئے انہیں میسوں کہتے ہیں اور مثالی کی آیتیں تو میسوں سے بھی زیادہ ہیں
ملاحظہ یہ ہے کہ سورہ توبہ پہلے چاہئے تھی کہ بڑی ہے اور سورہ انفال بعد میں کہ یہ چھوٹی ہے اس لئے کبھی تو عرصہ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نہ آتی تھی اور کبھی مسلسل
سورتیں آتی رہتی تھیں پھر آیات کے نزول کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سورہ کی کوئی آیت آگئی اور کبھی دوسری سورہ کی کوئی آیت سورتوں کے نزول کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی کبھی
سورہ پہلے آگئی اور کبھی اگلی سورہ چھٹے نازل ہو گئی، کیونکہ سورتوں، آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوتا تھا یہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں بلکہ لوح محفوظ
کی ترتیب کے لحاظ سے ہے، یہ کلام جواب کے علاوہ ہے اس لئے جب کوئی آیت نازل ہوتی تو فرمادیتے کہ یہ آیت فلاں سورہ کی فلاں آیت کے
بعد رکھو معلوم ہوا کہ ترتیب آیات، توقیفی چیز ہے جس میں عقل کو دخل نہیں، اسی لئے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم اپنے استماع سے ترتیب
دلائی، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر لوح محفوظ پر تھی، دیکھتے تھے کہ وہاں کون سی آیت کس جگہ ہے، اور دیکھ کر اصرار ترتیب دیتے تھے کہ یہ دونوں جگہ
معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں فرق یہ ہے کہ وہاں شے فرمایا گیا جس سے چند آیتوں کا مجموعہ مراد ہے اور جہاں آیتہ ارشاد ہوا یعنی ایک آیت مطلب یہ ہوا کہ اگر چند
آیتیں ایک دم آئیں تو ان میں بھی سرکار خود ہی ترتیب دیتے تھے، اور اگر صرف ایک آیت آتی تب بھی ترتیب دیتے خیال رہے کہ آیتوں کی ترتیب تو بالاتفاق توقیفی ہے
جس میں عقل کو دخل نہیں مگر سورتوں کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ بھی توقیفی ہے بعض کے ہاں نہیں درمات، ۷ سورہ انفال و برات
دونوں مدنی ہیں اس لئے انہیں ایک ساتھ رکھا گیا، پھر سورہ انفال پہلے اتری، اس لئے اسے آگے رکھا گیا، اور سورہ برات بعد ازیں اس لئے اسے پیچھے رکھا گیا،
یہ وجہ جمع و ترتیب کی ہوئی اس لئے سورہ انفال و برات کا مضمون یکساں ہے کہ سورہ انفال میں اکثر دین کی سرحد کی کفر کی نگوں ساری کا ذکر ہے اور

فَقَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَبَيِّنْ لَنَا أَنَّهُمَا مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَدَرْتُ بَيْنَهُمَا
وَلَمْ أَكْتُبْ سَطْرِي سَمِ اللَّهُ الدَّحِينَ الدَّحِيمَ وَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّولِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَاللَّيْثِيُّ
وَأَبُو دَاوُدَ: كِتَابُ الدَّعَوَاتِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَلَا تَأْتِ اخْتَبَاتُ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہو گئی اور یہ صراحت بیان نہ فرمایا کہ یہ سورہ انفال کا جزا ہے لہ اسلئے میں نے انہیں ملا تو دیا مگر بسم اللہ الرحمن الرحیم
کی سطر نہ لکھی اور میں نے اسے سات لمبی سورتوں میں رکھا لہ احمد ترمذی ابو داؤد سلمہ دعاؤں کا بیان لکھنے پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کی دعا خصوصاً قبول ہوتی ہے تو ہر نبی نے اپنی وہ دعا یاں استعمال کر لی تھیں اور میں نے

سورہ براۃ میں مزیدہ تر متفقوں کی رسوائی ان کی پردہ داری و عتاب کا ذکر ہے جو فریق کی جلدی کا نتیجہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی سورت ہیں
لہ یسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کے نزول سے معلوم فرماتے تھے کہ یہ آیات مستقل علیحدہ سورہ میں یہی ہم کو بتا دیتے تھے مگر سورہ براۃ
کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہ دی کہ یہاں بسم اللہ آگئی ہے یہ سورہ انفال سے علیحدہ سورت ہے بلکہ علامہ جواب یہ ہوا کہ ان دونوں سورتوں
کا مدنی ہونا دونوں کے مضامین کا بہت مناسب ہونا اور بیان میں بسم اللہ نہ آنا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورہ ہیں اس لئے
درمیان میں بسم اللہ نہ لکھی گئی مگر دونوں کے نزول میں اتنا فاصلہ ہوتا کہ سورہ انفال شروع ہجرت میں نازل ہوئی اور سورت توبہ آخر میں اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ ایک ایک سورہ میں ہیں اس لئے میں نے ان کی علیحدگی کی ایک علامت تو رکھ دی یعنی درمیان میں لمبا خط سورہ کا نام اس کی آیتوں کو دونوں
کا ذکر اور دوسری علامت نہ رکھی یعنی بسم اللہ اپنے لٹاکر جمع قرآن میں بہت ہی احتیاط سے کام لیا گیا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے
ہیں کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورہ توبہ کفار سے امان اٹھانے کا عذاب آنے کی آیت ہے اسی لئے رحمت کی آیت اس کے اول میں نہ لکھی گئی ترقات
و لمعات اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب محض توقیفی نہیں اس میں کچھ عقل کو بھی دخل ہے بلکہ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ جمع صدیقی
اور جمع عثمانی میں دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ جمع صدیقی کتابی شکل میں نہ تھی اور آقا کو رب کر کے دھاگے سے بلند دیا گیا تھا اور جمع عثمانی میں قرآن
کتابی شکل میں ہوا دوسرے یہ کہ جمع صدیقی میں تمام قرآتیں موجود تھیں مگر جمع عثمانی میں صرف ایک قرآۃ رکھی گئی کیونکہ مختلف قرأتوں کی اب ضرورت نہ
ہی تھی لوگ اس قرأت کے عادی ہو چکے تھے اور اس جمع میں وہ ہی قرأت رکھی گئی جو جبریلی امیں لائے تھے باقی قرأتوں کی لوگوں کو اجازت دیدی گئی تھی
مزورہ کہ انہی زبان میں قرآن پڑھ میں ان قبیلوں کی زبانوں میں کچھ الفاظ میں معمولی فرق تھا جیسے بَلَّ، مَالِك، نَشْر، اور نَشْنَر اور جملہ دُزائے سمجھ
سے لے دعوات دعوت کی جمع ہے یعنی دعا چھوٹے کا اپنے بڑے سے اظہار عجز کے ساتھ مانگنا دعا کہلاتا ہے چونکہ دعائیں صدیقہ قسم کی ہیں اس لئے دعوات
جمع ہوا دعا مانگنا بھی ایک عبادت ہے بلکہ عبادات کا مغز ہے حدیث بعض علماء دعا کو اخض کہتے ہیں یعنی رضا یا بقضاء کو مگر بہتر یہ ہے کہ زبان سے
دعا مانگے اور دل میں رضا رکھے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو طول نہ ہو اس صورت میں دعا درضا دونوں پر عمل ہوگا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عمومی حالت
میں دعا مانگنا بہتر ہے کہ اس میں بدگی کا اظہار ہے اسی لئے تمام انبیاء خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں مگر بوقت امتحان رضا

دَعَوْتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فِي نَائِلَتِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَرِّيجٍ وَصَرَّفَهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنِّي اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَذِيَّتُكَ شَمَمْتُكَ لَعْنَتُكَ جَلَدْتُكَ فَاجْعَلْهَا لِي صَلَوةً وَزَكَاةً وَقُدْرَةً تُقَرِّبُنِي بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ

اپنی دعا روز قیامت کے لئے بجا رکھی اپنی امت کی شفاعت کے واسطے چنانچہ میری دعا انشاء اللہ میرے ہر اس امتی کو پہنچے گی جو اس طرح مرے کہ رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ہو سکے اور بخاری میں کچھ مختصر ہے، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الہی میں نے تجھ سے عہد لے لیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کرے گا سچ کہ میں بشر ہوں لہذا جس مسلمان کو میں ایذا دے دوں اسے بُرا کہہ دوں بددعا کروں کوڑا مار دوں تو تو اس کے لئے رحمت و مہربانی کی اور قربت بنا کہ جسکے ذریعے اسے قیامت کے دن اپنے سے قریب فرما سکے مسلم بخاری

بالفعل افضل ہے اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاجر مرد میں جاتے وقت دعا مانگی بلکہ حضرت جبریل کے عرض کرنے پر فرمایا کھانا من سواری علیہ بحالی لہذا دونوں قسم کے واقعات آپس میں متعارض نہیں ہر دو لفظ مع زیادہ ادعا ترک دعا کی اور بھی تو جیسے کی گئی ہیں مگر یہ توجہ بہتر ہے، احوال مختلف ہیں جیسی حالت و یہ عمل ہے پیچھے یوں تو اخبار کرام کی قریب باری دعائیں ہی قبول ہیں، مگر رب تعالیٰ کی طرف سے ہر نبی کو ایک خصوصی دعا عطا ہوتی ہے جس کے متعلق رب تعالیٰ کا حتمی ارادہ ہو جائے کہ ہم مقرر قبول کرینگے تمام نبیوں نے اپنی اپنی دعائیں دنیا میں استعمال فرمائیں کسی بزرگ نے ہلاکت کھا رکھی ہے جیسے حضرت نوح، صالح، لوط و ہود علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بعض نبیائے کرام نے کسی اور مقصد کیلئے استعمال فرمائیں جیسے حضرت ابراہیم، اسماعیل یعقوب و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی بزرگ نے اپنی دعا کسی مقصد میں استعمال فرما لی یہ بہت وسیع معنوں میں شفعۃ اللغات کہلے بیٹے میں نے اپنی وہ دعا ہاں استعمال کی بلکہ قیامت کیلئے اٹھا رکھی ہے اس سے اپنی امت کی شفاعت کرونگا اور اسی کا نام ہے ہر شخص اٹھائے گا جسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو خیال رہے کہ ایسے موقع پر شرک نہ کرنے سے مراد کفر نہ کرنا ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ الْخَلْق لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مرزا یوں، پیکر اویوں وغیرہ مرتدین کو پہنچے گی کہ یہ لوگ مشرک تو نہیں تھے مگر ہر یہ ہے کہ عہد سے مراد دعا ہے اور یہ کلام اخبار نہیں بلکہ انشاء ہے یعنی اے مولیٰ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں تجھے یقین ہے کہ تو میری دعا نہ فرمائے گا کیونکہ نبی کی دعا رد نہیں ہوتی ان کی دعا شریک عہد الہی کے ہے جس کے خلاف کا احتمال نہیں مرقات سے یعنی چونکہ تو نے تجھ میں بشریت بھی ودیعت رکھی ہے اور بشریت کے لئے غصہ بھی لازم ہے، اگر میں کبھی وقت غصہ میں کسی کو زبانی یا بدنی تکلیف پہنچا دوں تو تو میری بددعا یا میری مار کو اس شخص کے لئے رحمت بنا دیتا میری بددعا کو امی کر کے لگاتا اس فرمان پاک سے دوڑے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بددعاؤں کو جو کسی امتی کے لئے ہو جائیں خود دعا بنا کر دیا کہ عرض کیا خدا یا وہ بددعائیں میری قبول نہ فرما بلکہ ان کے برعکس کر دے اور دوسرے یہ کہ نبی اگر کسی پر بلا دے جتنی فرمادیں بُرا کہہ دیں، مار دیں، اتوان پر قصاص نہیں دیکھو مولیٰ علیہ السلام نے مار دیا علیہ السلام کی دائرہ بھی پکڑ لی اور بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنا بھی، مگر قصاص نہیں دیا تیسرے یہ کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے یہ بددعا یقیناً ان کو دعا ہو کر ملے گی کہ غریب تھے پھرتے بڑے مالدار ہوئے کہ امام حسن و حسین اور حضرت علی کے بھائی عقیل کو لاکھوں روپے نذرانے پہنچے رہتے تھے، دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ خیال رہے کہ ان تمام سے وہ بددعا عین و سزا میں

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ ارْزُقْنِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعِزُّمْ مُسَلِّتُهُ إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مَكْرَهُ لَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلَكِنْ لِيَعِزُّمْ الدُّخْبَةَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَعَاطَى شَيْءٌ أَعْطَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعْبَابُ لِلْعَبْدِ مَا كَرِهَ يَأْتِيهِمْ أَوْ قَطِيعَةً رَحِمَ مَا كَرِهَ يَسْتَجِزِلُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا

روایت ہے انہی سب باتوں میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الہی اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے تو مجھے روزی دے نہ بلکہ پورے عزم سے دعا مانگے کیونکہ رب تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسے کوئی تجویز نہیں کر سکتا بخاری روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الہی اگر چاہے تو مجھے بخش دے لیکن عزم کرے اور خوب غیبت ظاہر کرے کہ کیونکہ رب تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں جو چاہے دیے کہ مسلم روایت ہے الہی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ مانگے کہ جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے عرض کیا گیا یا رسول اللہ

مراد میں جو غیر مستحق کو دے جائیں اور علم ہے کہ عام بد دعائیں و سزائیں مراد ہوں، مقتی کو دی جائیں یا غیر مستحق کو، بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں، اشعہ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز بہت اصرار سے مانگی اور سرکار کا دامن پیچھے سے پکڑ کر کہنے لگی کہ مجھے وہ چیز دے کر جائیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں حضرت ام المومنین عقیلہ بیگم گئیں، تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا مانگی بعض سے فرمایا یا عقیلی حلقی بعض کو فرمایا رجم الف ابی ذرؓ لہ کیونکہ ان دعاؤں سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں، لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی غیبت دیکھی جاتی ہے کہ مجھے تم تو دل کے یقین سے دعا کر دے اور میں کہہ کہ مجھے ضروری عطا فرما دے یہی عطا وہ تو ہر حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو کہ خدا یا یہ چیز مجھے ضرور دے دے مجھے اس کی ضرورت ہے میں تو میرے دروازے سے لے کر ہی اٹھوں گا، تباہیرے سوا میرا دروازہ اور کونسا ہے وغیرہ وغیرہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی مانگو۔

اگر میرا نیم از در میں بمسادر دیگر : کرا خوانم، کجا تا لم اغثنی یا رسول اللہ

کہہ لیجئے جو چیز ہمارے لئے مشکل سے مشکل ہے وہ رب تعالیٰ کو آسان سے آسان ہے، اگر تمام جہان کی ساری تمنائیں پوری کر دے تو یہ تمام اسکے کرم کرم کا ایک قطرہ بلکہ اس سے بھی کم اس کے کئی فرما دینے میں ہمارا بیڑا پار ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دعا نہ مانگے کہ خدا یا مجھے خراب بنانا نصیب کر یا فلاں کو قتل کر دینے کا موقع دے، نیز جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعا نہ کرے کہ خدا یا مجھے میرے باپ سے دور رکھ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنا بھی منع ہے، جیسے خدا یا مجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرادے یا فلاں مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو

الْاِسْتِجَالُ قَالَ يَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرِ لِي مُسْتَجَابًا لِي فَيَسْتَدْحِسُ عِنْدَ ذَلِكَ وَيَدْعُمُ الدُّعَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ الدَّرَدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمُدْعِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكَ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكَ الْمُوَكَّلُ بِهِ آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ لَا تَوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً يَسْأَلُ فِيهَا عَطَاءً فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذَكَرَ

جلد ہائی کیا فرمایا کہ میں دعا مانگی اور بانی مگر مجھے امید نہیں کہ قبول ہو لہذا اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے کہ مسلم روایت ہے حضرت ابو ذر غفاریؓ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کیلئے پشت دعا ضرور قبول ہے کہ اس کے پاس فرشتہ مقرر رہتا ہے کہ وہ جیت بھائی کیلئے دعا پڑھتا ہے تو مقرر فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی ایسا جیسا کہ مسلم روایت ہے حضرت جابرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اپنی جان و پیر و عاقر اور نہ اپنی اولاد اور نہ اپنے مالوں پر دعا مانگنا ناپسند ہے ایسا نہ کہ انفاقا وہ کسی گھڑی کو جس میں اللہ عزوجل کا جائزہ دے اور تمہاری دعا قبول ہو جائے کہ مسلم اور

بخش دے اسی لئے کھلم کھلا مردین کو ہم مغفور یا رحمتہ اللہ علیہ کہنا جرم ہے مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعا نہ کرے ورنہ قبول نہ ہوگی لہٰذا یعنی قبول دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو نہ دل تنگ ہو نہ بانی رحمت سے مایوس ادیکھو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا کہ خدا یا فرعون کو ہلاک کر دے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنی قبول کا اظہار اتنے عرصہ بعد ہوا کہ یعقوب علیہ السلام فرات پر سفر علیہ السلام جس چالیس یا اسی سال تک روئے مگر توبہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا دَلَايَا سَوْمِنْ رَوْحِ اللَّهِ اے بچو اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو غرض کہ ہر کام کا ایک وقت ہے اور دعا مانگنے کا کام ہے دینا توبہ کا کام اپنے کام کو اس کے کام پر موقوف نہ کیجئے شعر :-

حافظ و ظیفہ تزدعا کردن است دلبس : در بند آں مباشش کہ شنید یا نہ شنید

قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں اور دعا کا نام دعا کی برکت سے کوئی آفت مل جائے تا دعا کا ثواب مل جائے اور دعائیں بلند ہو جائیں جو کہجے ہو جائے ہمارا مدعی حاصل ہے کہ کسی کے سامنے اس کے لئے دعا کرنے میں چاہو کسی خوشامداری یا دغیرہ کا احتمال ہے مگر پس پشت دعا میں یہ کوئی احتمال نہیں اس میں اخلاص ہی ہوگا اسی لئے پس پشت کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل ہے یہ فرشتہ کوئی اور فرشتہ ہے جس کے ذمہ یہی خدمت کہ ایسی دعاؤں پر آمین کہا کرے محافظ کا نائب احوال فرشتہ نہیں وہ فرشتے تو اپنے بانیں بروقت رہتے ہیں لہٰذا یعنی تم مسلمان بھائی کے لئے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لئے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا مانگا ہے تو دوسروں کو دعا دو بعض بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کیلئے دعا کرتے ہیں اور اپنے لئے بھی جمع کے میخانے سے دعا کرتے ہیں ان غلوں کا تاخیر حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسرے کیلئے سب اغفر لی ووالدتی ہے دعا کے بعد اگر ملے اے تو وہ دعا بھیجے بد دعا ہوتی ہے اور اگر لگام آئے تو مجھے دعا کے خیر بیان ملے ہے مطلب یہ ہے کہ غصے یا جوش میں اپنی

جان ۱۰۰ کو نہ کو سو مال، جانور و غلام کی طاقت کی دعا نہ کر سیکھو، اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ان بدو عباد کے عادی ہو چکے ہیں، بات، بات میں کہتے ہیں، میں مرجاؤں تو مٹ جائے، تجھے سانپ کاٹے، تجھے گولی لگے، معاذ اللہ، اور اگر کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو پھر سر پکڑ کر روتے ہیں لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گھڑی صرف جمعہ یا شب قدر یا آخری رات ہی میں نہیں ہے اور وقت میں بھی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی برسات لے ہمیشہ بھی دعائیں ہی مانگے، کبھی بدو عامر سے نہ لکائے خیال رہے کہ لعان میں ایسے ہی مبالغہ میں اپنے کو بدو عادیٰ اظہار حق کے لئے ہوتا ہے وہ محض بدو عامر نہیں سمجھتا وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر نہ ہوں تو ہاک ہو جاؤں لہٰذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مبالغہ کے خلاف نہیں وہ آیات اپنی جگہ حق ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے لے کر اللہ سے دعا کرنا بھی عبادت ہے کہ اس میں اپنی ہندگی اور رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، یہی عبادت ہے۔ لہٰذا اس پر بھی ثواب ملے گا، لہٰذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگنا گویا اس کی عبادت ہے، یہ شرک ہے، لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، حاکم سے حکیم سے مالداروں سے کچھ مانگنا یہ اصطلاحی دعا ہے اور کفر و شرک، بندے بندوں سے دار و مدار دعا، مانگنا ہی کرتے ہیں غرضیکہ دعا شرعی اور ہے اور دعائے لغوی کچھ اور ہے صلوٰۃ شرعی اور ہے یعنی نماز دعا لغوی کچھ اور نزول رحمت اور دعائے رحمت وغیرہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے اقموا الصلوٰۃ یہاں صلوٰۃ شرعی مراد ہے، اور صلوا علیہ میں صلوٰۃ لغوی مراد دیا یوں کہو کہ اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ ان بندوں کی، جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی بہر حال یہ حدیث دہائیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ آیت، شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالیٰ نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے، اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے پھر عرض کیا جا چکا ہے کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں، پہلی پورا کر دینا کوئی آفت ٹال دینا درجات بڑھانا وغیرہ اسکے بعد رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یستکبرون عن عبادتی وہاں کے بعد عبادت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے خیال رہے کہ دعا مانگنا اکثر مستحب ہے واجب نہیں لہٰذا آیت کی یہ وعید اس کے لئے ہے جو تم کو سے دعا نہ مانگے، کہ یہ تو کفر ہے، دعائے اسلئے دعائے عبادت کا رکھنا اعلیٰ ہے جیسے مغز کے بغیر ہڈی کی، اگر دے کے بغیر چھلکے کی کوئی قدر نہیں ایسے ہی دعا سے خالی عبادت کی کوئی قدر نہیں، رب تعالیٰ مانگنے کو پسند فرماتا ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحج عرفۃ حج عرفۃ کا نام ہے یعنی عرفات کا قیام حج کا رکھنا اعلیٰ ہے عبادت نام ہے اپنی اتھالی عاجزی رب تعالیٰ کی اتھالی عظمت کے اظہار کا دعا میں یہ دونوں چیزیں اعلیٰ طریقہ سے

وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْبَرُ عَلَى اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدُ الْقَضَاءِ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُنِي الْعَمَلُ إِلَّا الْبُزْرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا أُنْزِلُ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِالْدُّعَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ

روایت حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ہاں دعا بڑھ کر کوئی چیز گراہی نہیں لے ترمذی ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا حدیث حسن غریب روایت ہے حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں دیتی ہے اور نیک سلوک کے سوا کوئی چیز غم نہیں بڑھاتی ہے ترمذی روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا نازل شدہ آنت میں بھی نافع ہے اور اس بلا بھی جو نہ آتری ہو گئے تو اسے اللہ کے بند و دعا کو مضبوط پکڑ دے ترمذی اور

موجود ہیں کہ اس میں بندہ اقرار کرتا ہے کہ میں کچھ نہیں تو کریم ہے غنی ہے اس لئے میں تیرے دروازہ پر ہاتھ پھیلائے آیا ہوں لہ رب خود فرماتا ہے قل ما یجاء ویکم وبی لولا دعاکم اگر تمہاری دعائیں نہ ہوں تو رب تعالیٰ تمہاری پیداہی پر کئے معلوم ہوا کہ اگر ہماری بارگاہ الہی میں کچھ قدر وسعت ہے تو دعاؤں کی برکت سے ہے دعا میں ساری عبادت بھی شامل ہیں کہ وہ بھی بلا واسطہ دعائیں ہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں (اِنَّ اَکْثَرَکُمْ جُنْدًا لِّلّٰهِ اَنۡفَعُکُمْ کَدُّہُمۡ سِیۡرًا یَّجۡلِسُوۡنَ اَمَّا یَسۡتَیۡسِرُوۡنَ فَاُولٰٓئِکَ لَیۡسَ لَہُمۡ اَجۡرٌ وَّہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ) اس آیت کے خلاف نہیں بلکہ اس سے مراد تقدیر معلق ہے یا معلق مشابہ بالبرم کہ ان دونوں میں تقدیر ترمیم ہوتی رہتی ہے تقدیر برم کسی طرح نہیں ملتی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اذ اجاء اجلہم لا یتاخرون ساحة ولا یتقدمون کہا جاتا ہے کہ بجا را گیا تھا دعا سے اگر گیا دعا دوانے تقدیر برم کو نہیں بدل دیا بلکہ اس کے اثر سے چرچا ہوا بجا را گیا تقدیر میں یہ کہا تھا کہ اسے بجا را گیا اگر فلاں دعا کرے تو آج بٹا اس کے اور بھی منے گئے ہیں مگر یہ توجہ بہتر ہے کہ جیسے لوگوں سے خصوصاً اس باب اور اہل قرابت سے بڑھ چا سلوک کرنا عمر بڑھا دیتا ہے اس کی بھی وہ صورت ہے جو اہل عرف کی گئی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وما یجزم من محد ولا ینقص من حدہ الا فی کتاب معلوم ہوا کہ عمر میں زیادتی کی ہوتی ہے اور فرماتا ہے یعو اللہ ما یشاء ویثبت و حدہ ۱۵۵ کتاب معلوم ہوا کہ تقدیر میں محدود ثبات ہوتا ہے یہ غلامیہ ہے کہ ایک ہے اللہ کا علم ایک ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اعلام تحریر سے ہوا بغیر تحریر ان دونوں کا نام تقدیر ہی ہے مگر پہلی تقدیر میں تبدیلی قطعاً ممکن ہے دوسری تقدیر تبدیلی ممکن بلکہ واقع ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب تفسیر نفی جلد سوم میں ملاحظہ کیجئے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر آدم علیہ السلام کی دعا سے ساٹھ سال سے سو سال ہو گئی تھے یعنی دعا کے دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اس کی برکت سے آئی بلائیں جاتی سے دوسرے یہ کہ آنے والی بلا رک جاتی ہے لہذا فقط بلا آنے پر ہی دعا ذکر و بلکہ ہر وقت دعا مانگو شاید کوئی بلا آنے والی ہو کہ اس دعا سے رک جائے اس کا مطلب یہ ہے جو اہل بیان ہوا کہ یہ سب تقدیر معلق کے متعلق ہے اس طرح کہ حال میں دعائیں مانگو و ملائیں بلا آنے کا انتظار نہ کرو کہ جب آفت آگئی تو دعا مانگ لیں گے امام غزالی فرماتے ہیں کہ جیسے طحال اسلحہ یعنی ہتھیار کا داروک لیتی ہے اور جیسے پانی لگی پیاس بجھا دیتا ہے جیسے ڈھال اور پانی ان کے اسباب ہیں ایسے ہی

رواہ احمد عن معاذ بن جبل وقال الترمذی هذا حدیث غریب؛ وعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من أحد يدعوا بدعاء إلا أتاه الله ما سأل أو كف عنه من السوء مثله ما لم يدع عرياً ثم أو قطنه ربحم رواه الترمذی؛ وعن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سألوا الله من فضله فإن الله يحب أن يُسأل وأفضل العبادۃ انتظار الفرج رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب؛ وعن ابن کثیر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يسأل الله يغضب علیه رواه الترمذی؛

احمد روایت معاذ بن جبل و ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب، روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی دعا مانگے تو ضرور اسے شرف عطا ہے اس کی منہ مانگی مراد دیتا ہے یا اس جیسی کوئی آفت در کر دیتا ہے اسے جیت تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دمانہ کرے اسے ترمذی روایت ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نقل سنا کہ اسے شرف عطا ہے یا اسے کوئی شرف عطا ہے اسے اور بہترین عبادت کشائش کا انتظار ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب، روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسے شرف عطا ہے اسے نہ مانگے تو اسے اس پر ناراض ہوتا ہے (ترمذی) ۛ

دعا کی ہوتی بلا کا واروک لیتی ہے اور لگی آگ بجھا دیتی ہے اسباب بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور مسببات بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے و لیس اخذوا حذرکم و اسلحتہم جگ میں اپنا بچاؤ اور ہتھیار لے کر جادو ہذا دنیا میں بھی انسان دعاؤں کا بچاؤ اور نیک اعمال کے ہتھیار لے کر رہے اور آفات کھل دیں گی اسے یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے کہ ادعونی استجب لکم تمہارے دعاؤں میں تمہاری قبول کروں گا اس حدیث نے بتایا کہ قبولیت دعا کی چند صورتیں ہیں، ایک منہ مانگی مراد مل جائے دوسرے اس جیسی آفت مل جائے مثلاً کسی کے ہاں سورویہ کی چوری ہوتی تھی اس نے اللہ سے دعا مانگی کہ خدا یا مجھے سورویہ دے اسے سوروپے توڑنے لگا مگر اتنی چوری مل گئی، بہر حال دعا مانگی گئی لہذا مانگی مراد نہ ملنے پر دل تنگ نہ ہو بعض مرادیں نہ ملتا ہمارے لئے بہتر ہوتا ہے کہ یہ قبول دعا کی شرط ہے کہ انسان بری چیز کی دعا نہ مانگے کہ وہ قبول نہیں اور نہ اس دعا کی یہ تاثیریں ہیں خیال رہے کہ کبھی بندہ بڑی بات بھی مانگ لیتا ہے اور پالیتا ہے مگر یہ اس کی دعا کی قبولیت نہیں بلکہ ہونا بھی ایسا ہی تھا اتفاقاً اس نے مانگ بھی لیا، نیز اس دعا پر ثواب کوئی نہیں بلکہ گناہ ہے لہذا اس کا عدل نہ مانگو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے عدل وہ ہے جو کام کے عوض دیا جائے فضل وہ ہے جو بلا وجہ دے مہربانی سے دیا جائے اگر رب عدل فرمائے تو ہم گناہ بڑی سزا کے مستحق ہیں فضل فرمائے اور بخش دے تو اس کی مہربانی ہے مہربانی کہ اس کا بعض فضل مانگو نہ کہ سدا کیونکہ اس کا فضل غیر فنا ہی ہے اور تمہاری جھولی فنا ہی، پیالی والا سارا سمندر سمیٹنے کی کوشش نہ کرے لکھ عجیب بارگاہ ہے نیاز ہے دوسرے سخی مانگنے والوں سے گھبرا جاتے ہیں رتبہ وہ کہ عیسے کہ مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے، ہر دل کے ساتھ اس کا نیاز ہے اور اس کے دروازے پر ہر بھکاری کا نیاز و انداز شہر ہے۔

اے کہ باہر دل فرار از سے دگر ۛ ہر گدازا برورت ناز سے دگر

ۛ یعنی اگر خار جلا نکالتیں نہ کرتا پھرے بلکہ اس کی مہربانی کا انتظار رکھے، وہاں آس وائے کی آس توڑی نہیں جاتی خیال رہے کہ کسی سے دوا یا دعا کی

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ
فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سَأَلَ اللَّهُ شَيْئًا يَعْزِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ الْعَافِيَةَ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَكَ أَنْ
يَسْتَجِيبَ اللَّهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَايِدِ فَلْيَكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرِّخَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا جائے تو اس کے لئے دہشت دروازے کھول دیئے جائیں گے لے عافیت بڑھ کر کوئی کیسی چیز اس سے نہ مانگی گئی جو اسے زیادہ پیار کا ہو لے ترمذی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے کہ مصیبتوں کے دنت اس کی دعا قبول کرے تو وہ آرام کے زمانہ میں عافیت زیادہ مانگا کرے لے ترمذی اور ترمذی فرمایا کہ یہ حدیث غریبہ روایت انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس سے دعا کرو

دعوات کرنا شکایت نہیں احد و دیر اس انتظار کے خلاف ہے لے بھنے جو شخص عز و کبر اور اپنے کورب تعالیٰ سے بے نیاز کچھ کر دے مانتے وہ غضب و لعنت کا مستحق ہے، ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت دعا مانگی کیونکہ وہ سمجھتے کہ یہ میرے امتحان کا وقت ہے شاید دعا کرنا بے مبری میں شمار ہو، فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اللہ کے ذکر یا درود شریف کی کثرت دعا سے روک دے تو اسے دعا مانگنے والوں سے زیادہ طیارہ صدمہ میں آوے گا اور وہ لوگوں کے خلاف ہنس پڑے یعنی جسے ہر وقت ہر حال میں دعائیں مانگنے کی توفیق ملے، تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کیلئے رب تعالیٰ نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں، اس میں اشارۃ فرمایا گیا کہ دعا کا ہر طرف دل کا رغب ہونا چاہئے دعا کیلئے اچھے الفاظ مل جائیں تو رب تعالیٰ ہی کے کرم سے ہے جب وہ کچھ دینا چاہتا ہے تو ہمیں مانگنے کی توفیق بخشتا ہے شکر:۔

میری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے :۔ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

لے دعوات نے فرمایا کہ عافیت کے معنی سلامتی ہیں، یہاں کامل سلامتی مراد ہے یعنی زندگی موت، قبر حشر کی تمام ظاہری باطنی چھوٹی بڑی آفتوں سے سلامتی و حفاظت ظاہر بات ہے کہ یہ دعا جامع الدعاء ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مصیبتیں پیدا ہی اس لئے کی ہیں تاکہ بندہ ان سے سلامتی، کی دعائیں مانگے، صوفیائے کرام فرماتے کہ عافیت اسی میں ہے جس میں رب راضی ہے، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر میں زہر کھالینا فادق علم کا حصول مصطفیٰ پر خیر کھا کر شہید ہونا عثمان غنی کا قرآن پڑھتے ہوئے ذبح ہو جانا حبیب علیہ السلام کا بے آب دوا نہ مثل پروانہ شمع مصطفوی پر شمار ہو جانا عافیت ہی تھا، لہذا رب تعالیٰ سے وہ عافیت مانگو جو اس کے علم میں ہمارے لئے عافیت ہے نہ وہ جو ہمارے علم میں ہمارے لئے عافیت ہو حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ تجھے کوئی بہترین دعا سکھائیے، فرمایا اے جان، اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو لے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف مصیبت میں دعا مانگنا اور راحت میں رب سے غافل ہو جانا خود غرہنی ہے اور ہر وقت دعا مانگنا عبادت ہے رب کو خود غرہنی ناپسند ہے عبادت پسند نہ فرماتا ہے: وَإِذَا أَفْكُنَّا عَلَى الْإِنْسَانِ آعْدَحْ وَنَا بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَخُذْ دُعَاؤَ عَرَبِيٍّ اِيے خود غرہنے کا حشر ہو تا ہے

مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءَ مَنْ قَلْبُ غَافِلٍ لَدِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
فَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَكَانَ مَالِكُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِطُحُونٍ أَكْفَكُمُ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
سَأَلُوا اللَّهَ بِطُحُونٍ أَكْفَكُمُ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا فَإِذَا فَرَعْتُمْ فَاْمَسَحُوا بِهَا وَجُوهَكُمْ وَرَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ، وَكَانَ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَجِيبُ
مَنْ عَبْدُهُ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّ هُمَا صَفَرًا وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ

قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اے اور جان رکھو کہ اللہ غافل ولا یردہ کی دعا قبول نہیں فرماتا ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے یہ روایت سے حضرت مالک ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم اللہ سے دعا مانگو تو متھیلوں سے مانگو انھوں کی پشت سے نہ مانگو اے اور حضرت ابن عباس کا روایت میں یوں ہے کہ اللہ سے دعا کر رہتے ہیں یاں پھیلا کر نہ لکھتے پشت سے پھر جب مانگے جو جوار ترمنہ پر ہاتھ پھر لوگے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمہارا رب حیا والا ہے کہم والا ہے حیا فرماتا ہے کہ بندہ اسکی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے وہ انہیں خالی فرماتے ہے (ترمذی، ابو داؤد، بیہقی)

کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اس پر مصیبت رہنے دو تاکہ کسی بہانے میرے دروازے پر حاضر رہے لہٰذا جیسے دعا کرتے وقت یہ یقین کر لو کہ رب تعالیٰ اپنے کرم سے میری یہ دعا ضرور قبول کرے گا اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ دعا کے وقت تمام شرائط قبول اور آداب دعا پورے کر دینے سے تمہارے دل کو قبولیت کا یقین خود بخود ہو جائے پھر ساتھ ہی اسکے کرم سے امید رکھو اللہ تعالیٰ اس دالوں کو تا امید نہیں فرماتا اس کا نام ہے دجاہ المسائلین از مرقات و لمعات
لہ قبولیت دعا کی بہت سی شرطیں ہیں جن میں سے بڑی اہم شرط دل لگنا ہے اسی نے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا گیا اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مانگنے کے وقت دل اور طرف ہو منہ اور طرف نہ لگے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پھیلے ہوں خیال بازار وغیرہ میں ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی یہ قبولیت دعا اس شرط سے ہے کہ ہاتھ از زبان اول بعد صیان سب کا مرکز ایک ہو یعنی بارگاہ الہی سے یعنی دعا کے وقت ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلاؤ اور ہاتھوں کی پیٹھ زمین کی طرف رکھو کیونکہ مانگنے والا داتا کے سامنے بیٹے کیلئے ہتھیلی ہی پھیلاتا ہے نیز اس میں اقبال غریزہ زیادہ ہے ہاں جن دعاؤں میں کچھ مانگا جائے کسی آفت سے بچا جائے وہاں سنت یہ ہے کہ پہلے تو ہتھیلیاں پھیلاؤ اور پھر آسمان کی طرف ہاتھوں کی پھیلیں کر دو ابی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار استقار کے بعد ایسے ہی دعا مانگتے تھے اس ہاتھ پٹنے میں اشارہ یہ عرض کرنا ہے کہ مولانا دنیا کا مال بدل دے، خشکی ہے تری کر دے، قحط ہے فراخی کر دے اگرانی ہے ارزائی کر دے لکھ کیونکہ پہلے ہوئے ہاتھوں پر اللہ کی رحمت اترتی ہے ان ہاتھوں کے منہ پر پھر لینے سے رحمت منہ پر پہنچ جاتی ہے ایسی سنت بھی ہے اتباع سنت میں برکت ہے، مرقاۃ
ہاں بعض علما نے فرمایا کہ کھانے کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اگر جمع میں کھانا کھایا جائے تو اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ ان لوگوں کو شرمندگی نہ ہو جو ابھی تک فارغ نہ ہوئے حصین شریف میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے جن احادیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے استقار کے اور دعاؤں میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے وہاں زیادہ اونچے ہاتھ اٹھانا مراد ہے یعنی غار استقار میں ہاتھ سر مبارک سے اونچے اٹھاتے تھے باقی دعاؤں میں سینے کے مقابل، لہذا

الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى: وَعَنْ عُرْقَالٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يُحِطْ بِمَا حَقِّي يَسْمَعُ بِهَا وَجْهَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدْعُ مَا سِوَى ذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ لِجَابَةِ دَعْوَةٍ غَائِبٍ لَغَائِبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ لِي وَقَالَ أَشْرِكُنَا يَا أَخِي فِي دُعَائِكَ وَلَا

دعوت الکبیر روایت ہے حضرت عمر سے نہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھانے تو بغیر منبر پر بھیرے ہاتھ نہ گرائے (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسوا اور دعائیں چھوڑ دیتے تھے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد قبول ہونے والی دعا غائب کی غائب کے لئے ہے (ترمذی، ابو داؤد) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت مانگی تھی تو مجھے اجازت دی اور فرمایا اے میرے بھائی! میں بھی اپنی دعائیں یاد رکھنا

احادیث میں تعارض نہیں ہے اس میں ہاتھ پھیلائے کی حکمت کا بیان ہے انشاء اللہ پھیلے ہوئے ہاتھ رب کا بارہ گاہ سے خالی نہیں ہوئے گی خیال رہے کہ رب تعالیٰ حلال و حرام وغیرہ کے ظاہری معنی سے پاک ہے اس کے لئے ان چیزوں کا نتیجہ مراد ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کرتا نہیں کہ بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو خالی بھیرے اس کے معنی ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مانگنے والے کو مزدور دیتا ہے خواہ اسی طرح کہ اس کی مراد پوری کر دے یا اس طرح کہ اس کی کوئی آفت ٹال دے یا اس طرح کہ درجات بلند کر دے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت دفعہ ہاتھ پھیلا کر دعائیں کی جاتی ہیں اور مراد نہیں مانی: لے دعائیں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبضہ ہے اور رزق و رحمت کے آنے کی جگہ یہ وجہ نہیں کہ رب تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے جیسے تجواہیر دے خزانے پر جمع ہو جاتے ہیں خزانے میں اس کی تنخواہیں ہیں نہ کہ خود بادشاہ لے جامع دعا دے کہلاتی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں، معافی زیادہ جیسے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَآلَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا خَيْرٌ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْخَيْرَ وَالْخَيْرُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ میں عمومی حالات مراد ہیں جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے، خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں جیسے استسقاء میں بارش کی دعا وغیرہ لہذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں ہے یعنی جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعائے خیر کرے تو بہت جلد قبول ہوتی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ شخص مسلمان بھائی کا خیر خواہ بھی ہے اور غافل بھی، سامنے دعا کرنے میں دیار دکھلا دے و خوشامد کا احتمال ہو سکتا ہے لے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی تدریسی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا تندرستی پوری کر دو تب آپ عمرہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ اتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں، مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوا

نَسْنَا فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسِّرُنِي أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَنَّهُ تَرْتَرُ رَوَايَتُهُ
عِنْدَ قَوْلِهِ وَلَا تَنْسَنَا: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا
تُذَدُّ عَوْنُهُمُ الصَّائِمُ يَفْطِرُ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالدَّعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفْتَحُ
لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الذَّبُّ وَحِزِّي لَا نُصْرَتَكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ

ہمیں بھول نہ جانا کہ حضور نے ایسی بات فرمائی کہ مجھے اس کے عوض دنیائی جانا پسند نہیں ہے (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی کی روایت میں قول پر ختم ہو گیا
کہ ہمیں بھول نہ جانا۔ روایت حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کی دعاؤں میں ہوتی ہے ۱۔ روزہ دار کی
جب نماز کرے اور ۲۔ انصاف والے حاکم کی ۳۔ اور مظلوم کی دعا کو تو اللہ تعالیٰ بادلوں کی طرح اٹھا لیتا ہے ۴۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے
جاتے ہیں اور ۵۔ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیرا فریاد ذکر نہ کرے گا اگرچہ کچھ دیر بعد سے ۶۔ ترمذی اور ترمذی نے بھی فرماتے ہیں کہ امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دعائیں بیان فرمائی ہیں

دعاء الرسول کد عاد بعضکم بعضاً اتبع اى لى لى محبا براى حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی بھکر نہ بکارا دعائیت حدیث میں تمام صحابہ یہی کہتے تھے قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یعنی کہ مگر بھیکر مگر قبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لئے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرنا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کیلئے کہنا سنت ہے صوفیائے کرام
اس جگہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اسے عہدہ عاقل ہم پر دو و دشمنین پر صحتا ہمارے درود کو نہ بھولنا تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کیلئے اٹھے درود کی دعا آپ پر درود
شریف پڑھنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم کے پیاروں کو دعائیں دینا در حقیقت اس کے مانگنے کی تدبیر ہے ہمارا بھائی ہمارے درویشان پر اگر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم
بھیک پاتے ہیں ہم بھی بھیک کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالیٰ بھیک میں سے حضرت عمر کا یہ فرمان خیر نہیں بلکہ شکر ہے کہ طور پر ہے یہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے
خطاب سے نوازا معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مومن ہوں پھر تجھے حکم دعا کہ حضور کو دعائیں دوں، معلوم ہوا کہ میرا منہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا تجھے بھولنا نہیں، معلوم ہوا کہ میرا دل کا شانہ یارغبے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قسرباق ہیں :-
۱۔ شخصوں سے مراد مسلمان ہیں مرد ہوں یا عورت کفار اس میں داخل نہیں :- دعاؤں نہ ہونے کا وہ مطلب ہے جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے علانے دعائی درود بلا رافع
درجات لگے کیونکہ یہ عبادت سے فراغت کا وقت ہے بعد عبادت دعائیں قبول ہوتی ہیں اسی لئے نماز، زکوٰۃ سے فراغت پر دعائیں کرنا چاہیے، معلوم
ہوا کہ بعد نماز جہانہ بھی دعا کی جائے کہ وہ بھی رب کی عبادت ہے اور عبادت کے بعد دعا قبول ہے :- مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حاکم کا ایک گھڑی عدل
و انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے کہ اس عدل سے خلق خدا کا نظام قائم ہے :- لہذا مرقات نے فرمایا کہ مظلوم جانور بلکہ مظلوم کافر و فاسق کی
بھی دعا قبول ہوتی ہے، اگرچہ مسلمان مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہے کیونکہ مظلوم مضطرب قرار ہوتا، اور یہ قرار کی دعا عرش پر قرار کرتی ہے رب فرماتا ہے
۲۔ من یجیب المضطر اذا دعاه دعا کو بادلوں پر اٹھانے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائے گا مطلب بہت جلد سنتا اور اس کی دعا کی
عزت افزائی اور اہمیت کا اظہار فرماتا ہے میں عربی میں مطلقاً وقت کو کہتے ہیں مگر اکثر کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ چالیس سال پر بولتے ہیں

دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو ذَاؤُدَّ ابْنُ مَاجَةٍ
 الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَلْ
 أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتُهُ كُلُّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شَيْئًا نَعْلَمُ إِذَا انْقَطَعَ نَادِي سِرَافَةٍ عَنْ ثَابِتِ
 الْبُنَانِيِّ مَرْسَلًا حَتَّى يَسْأَلَ الْمَلِكُ وَحَتَّى يَسْأَلَ شَيْئًا إِذَا انْقَطَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
 عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يَرَى بَيَاضَ إِبْطِئِهِ

ہاپکی دعا کے مسافر کی دعا کے اور مظلوم کی دعا کا ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ ترمذی فضل روایت حضرت انس سے کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص اپنے
 رب سے اپنی ساری حاجتیں مانگے تھے کہ جب جو کچھ مانگے تو اسے مانگے کہ ایک روایت میں بت بنائی مرسلا نیز باقی بھی ہے کہ رب سے مانگے اور جب کچھ مانگے
 مانگے تو وہ مانگے کہ ترمذی روایت اپنی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اتارتے تھے کہ آپ کی بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی تھی

طلب یہ ہے کہ میں عظیم ہوں، لہذا ظالم کو جلد میں پکڑتا، اسے توبہ اور مظلوم سے معافی مانگنے کا وقت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت سے قائد نہ اٹھائے، تو پکڑتا ہوں
 ۸ خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا کرنے والوں کا ذکر تھا، اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنی یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول
 ہیں اور اپنے فاعلوں کے برکت سے بھی لائق قبول، اسی لئے دہاں عدل اور روزے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے یہاں مسافر اور
 باپ کا ذکر ہے جس میں تکلف و مشقت نہیں (مرقات) :

۱۰ اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بد دعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لئے دعا کا ذکر فرمایا، والد سے مراد ماں باپ
 دونوں ہیں داد بھی اس میں داخل ہے، کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے، ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے : ۱۱ یہ یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام
 دعائیں ہی قبول ہیں اگرچہ حق کے لئے دعا، اور اپنے مستانے والے پر بد دعا بہت قبول ہے (مرقات) ۱۲ اسی طرح مظلوم کی بد دعا قبول، مگر ستانے
 والے کے لئے بد دعا، اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لئے دعا بہت قبول ہے سب سے بد دعا یہ خیال نہ کرے کہ اتنے بڑے آستانہ سے چھوٹی
 چیز کیا مانگوں کوئی بڑی حاجت مانگوں گا، نہیں ہر حاجت مانگو چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اس سے بڑی چیز ہی مانگی جائے، تو تباہ و بھوٹی حاجتوں کے لئے کون
 صادر دانہ ہے، اخلاص اپنے آقا سے ہر چیز مانگا ہی کرتے ہیں دیکھو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب تعالیٰ سے میں میں پھپھکے روٹی کا ٹکڑا مانگا، کہ عرض کیا
 رب لما ائذلت الی من خیر فقیر لک یعنی ایک ہانڈی کا ٹکڑا جو چند تیرے ہوتا ہے، ایسے ہی ایک جوتی کا ٹکڑا جو کوڑی دو کوڑی کا ہوتا ہے، وہ بھی
 رب تعالیٰ ہی سے مانگو گے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سر سے اونچے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے، جتنے کہ اگر قبض مبارک نہ پسنے ہوتے تو بے ل شریف
 کی سفیدی نظر آ جاتی بحیال رہے کہ اس قدر اونچے ہاتھ اٹھانا یا تو نماز استسقاء میں ہوتا تھا یا کبھی کبھی بیان جواز کے لئے اور موقعوں پر بھی اور نہ عام
 دعاؤں میں سینے یا کندھے تک ہاتھ اٹھاتے تھے، لہذا یہ حدیث کندھوں یا سینہ تک ہاتھ اٹھانے کے خلاف نہیں اور نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضور
 انور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر قبض کے نماز پڑھتے تھے کہ یہ تو سخت مکروہ ہے، آجکل بعض لوگ بغیر قبض نماز پڑھتے ہیں اور اس حدیث کو اڑ جاتے ہیں مگر غلط

حکام ص ۸

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ أَصْبَعَيْهِ حِذَاءَ مُنْكَبَيْهِ وَيَدْعُوهُمَا وَيَعْنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَّ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ رَوَى كَيْفَهُنَّ فِي الْأَحَادِيثِ الثَّلَاثَةِ فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى وَ عَنْ عِدَّةٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمَسْئَلَةُ أَنْ تَرَفَعَ يَدَايَكَ حِذَاءَ مُنْكَبَيْكَ أَوْ تَحْوَهُمَا وَالْإِسْتِغْفَارُ أَنْ تُشِيرَ بِأَصْبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْآيَةُ هَالُ أَنْ تَمْدَّ يَدَايَكَ جَمِيعًا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ وَالْآيَةُ هَالُ هَكَذَا أَوْ رَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُورَهُمَا مِثْلِي وَجْهَهُ رِوَاةُ الْبُودَاوْدِيِّ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ يَقُولُ إِنَّ رَفْعَهُمَا يَكْمُلُ بِدَعَا مَا زَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت سہل بن سعد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور دعا کے وقت اپنی دو انگلیاں کندھوں کے مقابل کرتے تھے یہ حدیث ہے حضرت سائب بن یزید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دعا مانگتے تو ہاتھ شریف اٹھاتے پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیتے تھے ان کیوں حدیثوں کو بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔ روایت ہے حضرت عمرؓ سے کہ حضرت ابن عباس سے روایت کہ آپ نے فرمایا طریقہ دعایہ ہے کہ اپنے ہاتھ کندھوں کے مقابل یا ان تک اٹھاؤ گے اور طریقہ استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو گے اور عاجزی زاری کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ خوب پھیلا دو گے اور ایک روایت میں فرمایا کہ زاریوں سے اور اپنے ہاتھ اٹھائے ہاتھوں کی بیٹھ چہرہ اور کے سامنے کی گے (البوداودی) روایت ہے ابن عمر سے وہ فرماتے تھے کہ تمہارا زیادہ ہاتھ اٹھانا بدعت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے کندھے نماز پڑھنے کی ممانعت باب الستر میں گذر گئی ہے یہی پہلے آپ ہاتھ شریف اتنے اٹھاتے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں کے مقابل ہو جاتیں پھر دعا مانگتے تھے یہ اکثری حالات کا ذکر ہے اور پہلی حدیث میں بعض خصوص حال کا ذکر تھا گے یعنی جن دعاؤں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھاتے تھے ان میں ہاتھ منہ پر پھیر لیتے تھے اور جن میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے جیسے نماز، طواف اکھانے کے بعد کی دعائیں ان میں ہاتھ منہ پر بھی نہ پھیرتے تھے، بلکہ اذاعا، کان کا طرف ہے نہ کہ خبر اس کی خبر تو مسیح بن یوہانہ ہے لہذا حدیث صاف ہے کہ عام دعاؤں میں ہاتھ سینے تک اٹھانا سنت ہے، کہ عادت بھکاری مانگتے وقت دعا کے سامنے یہاں تک ہی ہاتھ اٹھاتے اور پھیلاتے ہیں المعات، گے یعنی استغفار پڑھتے وقت اپنی کلمہ کی انگلی اپنے نفس کی طرف کر کے عرض کرے کہ یا اللہ یہ نفس نامہ مجرم ہے اور یہ بندہ گنہگار عاصی ہے بخش دے کہ ابتہال کے معنی ہیں اظہار عجز اور انتہائے خشوع، اسی سے ہے سابلہ یہاں اس سے مراد دفع ہلاکی دعا ہے جیسے استغفار میں قسط کے دفع ہونے کی دعا مانگی جاتی ہے، ایسی دعاؤں میں ہاتھ سر سے اوپر اٹھانے چاہئیں گے یعنی ہاتھ پورے اٹھا دیے جائیں گے کہ ہاتھوں کی بیٹھ چہرے کی طرف ہو جائے گے یعنی اسے لوگوں کی بار بار دعا میں سر سے اٹھانے ہاتھ اٹھانا اور دعاؤں میں فرق نہ کرنا کہ کس دعا میں اتنے اپنے ہاتھ اٹھائے جائیں یہ خلاف سنت ہے اسے چھوڑ دینا چاہیے خیال رہے کہ بدعت کے ایک معنی تو ہیں نیا کام یعنی جو کام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہو، اس بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جس کی پوری بحث باب الاعتقاد میں گذر چکی، جمع قرآن کے وقت بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا کہ آپ وہ کام کیوں کر رہے ہیں جو حضور انور صلی

عَلَيْهِ هَذَا يَتَعَنَّى إِلَى الصَّدْرِ رَوَاهُ أَحْمَدُ: وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدًا فَدَا عَالَهُ بِدَأْ بِنَفْسِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا أَحَدِيْثُ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا لَئْمٌ وَلَا قَطِيعَةٌ رَحِمَ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ بِهَا أَحَدًا مِنْ ثَلَاثٍ إِمَّا أَنْ يُجْعَلَ لَهُ دَعْوَتُهُ وَإِمَّا أَنْ يُدْخِلَهُ فِي الْآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يُصْرِفَ عَنْهُ مِنَ الشُّوْرِ مِثْلَهَا قَالُوا إِذَا أَنْكَرَ قَالَ اللَّهُ أَكْثَرُ رَوَاهُ أَحْمَدُ: وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لِهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ حَتَّى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ

اس زیادہ نہ اٹھائے یعنی سیر تک اسے (احمد اور ابی بن کعب) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کر کے اُسے دعا دیتے تو انچندات سے دعا شروع کرتے تھے (ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث سن، غریب، صحیح ہے۔ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں ہو گا کہ ایسی دعا مانگے جس میں نہ گناہ ہو نہ قطع رحمی تھے مگر اللہ تعالیٰ اُسے تین میں سے ایک ضرور دیتا ہے یا تو اس کی دعا یہاں ہی قبول کر لیتا ہے کہ یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے یا اس جیسی مصیبت مال دیتا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا تب تو ہم خوب زیادہ دعائیں کرینگے فرمایا رب کی مطابقت زیادہ ہے کہ (احمد اور ابی بن عباس) روایت ہے حضرت ابی بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ دعا کی جاتی ہے مظلوم کی دعا جسے کہ بدلہ لے لے کہ حاجی کی دعا

اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا یعنی یہ بدعت ہے حضرت صدیق نے فرمایا کہ واللہ ہو خیر: رب کی قسم یہ اچھا کام ہے، یعنی بدعت حسنہ ہے، دوسرے خلاف سنت کام، یہ بدعت ہمیشہ سیر اور بری ہی ہوگی، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عموماً سیر تک ہاتھ اٹھائے اور تم عموماً سر سے ادبچے اٹھاتے ہو تو اس سنت کو چھوڑتے ہو، اس سے باز آ جاؤ اسلئے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سے عام دعا میں مراد میں مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عمومی دعاؤں میں کبھی ہاتھ کم اٹھاتے تھے کبھی زیادہ، مگر زیادتی سینہ سے ادا پڑتی ہوئی، لہذا یہ حدیث گذشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کبھی سر سے ادبچے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ہے بلکہ اس میں اُمت کو تعلیم ہے کہ تم جب کسی کے لئے دعا کرو تو پیسے اپنے لئے کرو پھر اس کے لئے صرف دوسرے کے لئے دعا کرنے میں اپنے استغناء اور بے نیازی کا شبہ ہوتا ہے، مگر یہ قاعدہ بھی اکثر یہ تھا کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا رحمۃ اللہ اس پر رحم کرے یا فرماتے اللہم صل علی ابی ابی ادنیٰ وغیرہ لے لے اس دعا میں نہ تو لازم گناہ ہو نہ متعدی، مثلاً کہے کہ فلاں اجنبی سے وصال نصیب کر یا مجھے دولت دے تاکہ میں اپنے عزیزوں کو اپنا غلام بن کر رکھوں کہ ایسی دعائیں ممنوع ہیں بلکہ کہ اس کی منہ مانگی مراد جلد یا کچھ دیر سے دے دیتا ہے کہ دنیا میں تو اس کی مراد پوری نہیں کرتا مگر آخرت میں اس کے عوض اس کے گناہ معاف فرما دے گا اس کے درجے بلند کر دے گا بلکہ معلوم ہو کہ دعا سے رو بھرتا ہے اس لئے مراد پوری نہ ہونے پر طول نہ ہوتا چاہیے بلکہ کہ اگر سارا جہاں ہمیشہ دعائیں مانگے تو رب تعالیٰ کے ہاں سے محروم نہ ہونگے، مگر شعور جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو: در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا؟ شہ زبان سے یا ہاتھ سے یا حاکم کے

حَتَّٰی يَصْدُرَ دَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتَّٰی يَفْقَدَ دَعْوَةُ الْمَرِيضِ حَتَّٰی يَبْرَأَ دَعْوَةُ الْخَرِّ لِاخِيْبِ
بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَاسْرِعْ هَذِهِ الدَّعَوَاتُ اِجَابَةٌ دَعْوَةُ الْخَرِّ بِظَهْرِ الْغَيْبِ رَوَاهُ
الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى يَا بَذَكَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبُ اِلَيْهِ الْفَصْلُ
الْاَوَّلُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ
يَذْكُرُونَ اللّٰهَ اِلَّا احْتَفَتُهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَ

حے کہ لوٹ آئے لہ غازی کی دعا حے کہ جنگ بند ہو جائے لہ بیمار کی دعا حے کہ بیمار ہو جائے مسلمان بھائی کی پس پشت دعا پھر فرمایا ان سب میں مسلمان
بھائی کی دعا پس پشت زیادہ قبول ہوتی ہے لہ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کیں باب اللہ عزوجل کا ذکر اور اس قرب حاصل کرنا کہ فصل اول
روایت ہے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی جماعت نہیں جو اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھے لہ گھر میں
فرشتے گھیر لیتے ہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے لہ ان پر سکینہ اترتا ہے لہ اور:

ہاں فرما کر کے جس سے اس کی مظلومیت ختم ہو جائے لہ خواجہ اکبر یعنی جگرے یا جگہ صغریٰ عمر کرے دونوں کی دعائیں اپنے وطن آنے تک قبول ہیں اس لئے حجاج سے
دعائیں کرتے ہیں لہ یا غازی اپنے گھر لوٹ آئے مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں حے یغفر ہے یعنی عباد جہاد سے پیٹھ ہے یعنی یا تو فراغت جہاد کی وجہ سے یا درمیان جہاد اپنے
گھر آجائے لہ کیونکہ اس دعائیں غلوں میں بہت ہوتا ہے نیز یہ شخص و مردوں کیلئے مفید ہے لہ ذکر کے چند معنی ہیں یاد کرنا یاد رکھنا سچا کرنا یا غیر خواہی عزت و شرف وغیرہ قرآن
کریم میں ذکر ان تمام معنوں میں وارد ہوا یہاں ذکر کے پہلے تین معنی ہو سکتے ہیں یعنی اللہ کو یاد کرنا یا یاد رکھنا سچا کرنا یا چھنا ذکر اللہ تین قسم کا ہے ذکر لسانی، ذکر خفائی
ذکر ارکائی ہر معنی کا ذکر طبعی ہے آنکھ کا ذکر ہے خوف خدا میں ردنا کان کا ذکر ہے اس کا نام سنا وغیرہ ذکر اللہ بالواسطہ بھی ہوتا ہے اور بلا واسطہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات
کا تذکرہ یا انہیں سچا بلا واسطہ ذکر اللہ ہے اس کے محبوبوں کا محبت سے چرچا کرنا اس کے دشمنوں کا برائی سے ذکر کرنا سب بالواسطہ ذکر اللہ کا ذکر ہیں دیکھو سارا قرآن ذکر اللہ
ہے مگر اس میں کہیں تو خدا کی ذات و صفات مذکور ہیں کہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و مجاہد کہیں کفار کے تذکرے ذکر اللہ بہترین عبادت ہے
اسی لئے رب تعالیٰ نے اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکید حکم دیا رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذا ذکر فی الذکر کم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرو نگاہوں سے
فرماتے ہیں

گر تو خواہی زیستن با اُبرو : ذکر او کُنْ ذِکْر او کُنْ ذِکْر او
ہر گھرا ذکر او سلطان کند : ذکر او بس زیور ایمان بود
ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق : زیر پائش عرش و کرسی نہ طبع

حضرات نقشبندیہ کے نماں ذکر خفی افضل ہے دوسرے سلسلوں میں ذکر بالجہر بہتر، فریقین کے دلائل ہماری کتاب جلال الحق حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے تقریب
الی اللہ سے مراد مکانی قرب نہیں کہ رب تعالیٰ مکان و جگہ سے پاک ہے بلکہ قبولیت کا قرب مراد ہے مردود دور ہے محبوب در حضور شہ ظاہریہ ہے کہ بیٹھنے
سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر اللہ مجید کرنا افضل ہے با کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے دوسرے

وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي طَرِيقٍ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ جَمْدَانُ فَقَالَ سِيرُوا هَذَا أَجْمَدَ أَنْ سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفْرَدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الذَّاكِرُونَ لِلَّهِ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الذَّائِرِ يَذْكُرُ

اپنے پاس والے فرشتوں میں اللہ کا ذکر کرتا ہے کہ مسلم روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ پر گزرے جسے جمْدان کہا جاتا ہے مکہ پہلویہ جمْدان ہے مکہ سبقت لے گئے جمْدان بنے والے مکہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ الگ رہنے والے کون لوگ ہیں کہ فرمایا اللہ کی بہت یاد کرنی والے مرد و عورت کہ مسلم روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مثال جو رب کا ذکر کرے

یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے ممکن ہے کہ سبھی سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو سکتی ہے ہمیشہ کرنا افضل ہے مکہ یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا پیکر لگاتے رہتے ہیں، ذکر الہی کے طبقے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الہی ہے جو ذاکرین کیلئے مخصوص ہے لہذا اس جگہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے عافین ہیں مکہ سبکی شرح باب فضائل القرآن میں گزری کہ یا تو اس سے مراد خاص مکہ میں بلذلی کا ذکر یاد دہی میں دسکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِي يَذْكُرُ اللَّهَ يَنْقُطُ الْعُقُوبُ وَيُفْرِتُ اَبُو الْاَزْهَرِ اَلَّذِي اَخْلَا لِسِيْنَتِي قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ اے یعنی اللہ تعالیٰ ملا کہ مقربین ہیں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتقام عالم کے لئے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام داو لیاے عظام نہیں لوگوں کا ذکر فرسے عزت و عظمت سے کرتے ہیں (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فاذا ذكرني اذكر كسر بفتح حین طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندہ کو نشا بندہ کہتا ہے کہ موٹے میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفارشوں وغیرہ مکہ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے مکہ معظمہ کے راستے پر یہاں سے مدینہ منورہ پیدل ایک رات کے فاصلے پر ہے، طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر گزرا اگر کوئی پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں تجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو عوارف المعارف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح و شام زمین کے بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گذرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گذرا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں تو ہم سب سے افضل ہے، مرقات، مکہ یعنی اے جماعت صحابہ یہ جمْدان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرنے پہلو کا کل قیامت میں تمہارا گواہ ہو مکہ مفردون تقریب سے ہے یعنی الگ کرنا اجدار کھٹا یعنی جنہوں نے اپنے کو دنیاوی الجھنوں، اغیار کی مجلس سے الگ رکھا یا جنہوں نے تمام ذکروں سے اللہ کے ذکر کو چھانٹ لیا، جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں یہاں سوال احوال کے لئے ہے نہ کہ سوال ذات کے لئے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا دعاب العفین یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات کیا ہیں اسی لئے یہاں من نہ بولا ہا بولا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی وہ عنایت فرمایا جو سوال کے مطابق ہے مکہ چونکہ اللہ کا ذکر مرد زیادہ ہیں عورتیں کم، اس لئے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں مرقات نے فرمایا کہ اللہ کا بہت ذکر کرنے والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے غلوں سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر و تشکر میں حریص ہو جو خدا سے غافل کرے اس سے

رَبِّهِ وَالَّذِي لَا يَذْكُرْ مَثَلًا الْحَيِّ وَالْمَيِّتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَكَانَ ابْنُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٌ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور جو نہ کرے زندہ و مردہ کی کسی بات، مسلم بخاری، اسے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو مجھ سے رکھے مگر جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں مگر اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اکیلے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں صلی اللہ علیہ وسلم بخاری :

دور رہے اللہ کے ذکر میں ایسی لذت پائے جو کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالیٰ فرماتا ہے دَقَبَسَ التَّيْبَةَ بَقِيَّةً. یعنی تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہوجاؤ گے یعنی جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد، ایسے ہی ذکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل دیران یا جیسے شہروں کی آبادی زندوں سے ہے مردوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذکر میں غافلین سے نہیں، یا جیسے زندہ و مردوں کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے مردہ نہیں، ایسے اللہ کے ذکر سے نفع و نقصان خلق حاصل کرتی ہے غافل سے نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مضید نہیں، ایسے ہی غافل کو کوئی عمل وغیرہ مضید نہیں اللہ کا ذکر کر دو پھر دوسرے اعمال کا ذکر کر بھی جتنا ہے غافل زندہ رہے مگر بھی مردہ ہے، مرنے والے فرمایا کہ اس میں اشارۃ ارشاد ہوا کہ سی لا موت کا ذکر ذکر کو حیات غیر فانیہ بخش دیتا ہے اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں رقاۃ اللہ مسلم شریف میں ہے کہ جو گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہو وہ زندہ ہے اور جو گھر کسی ذکر سے غالی ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد میں کا دل ہے کہ اللہ کا گھر ہے مبارک ہے جو اس گھر کو آباد رکھے خوش ہے وہ جو اسے دیران کر دے، شجرہ آباد وہ ہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے : جو یاد سے غافل ہوا دیران ہے برباد ہے،

کے یہاں عہد سے مراد بندہ مومن ہے اور ظن مجھے یقین بھی آتا ہے جیسے یَقْنُونَ أَنَّهُمْ مُلْقَوْنَ رَبَّهُمْ اور مجھے گمان نیک بھی جیسے ظَنَّتِ الْكُفْرَانُونَ فِي الْأَنْفُسِ هُمْ خَيْرًا اور مجھے بدگمانی بھی جیسے إِنَّ بَعْضَ الْفِتَنِ إِثْمٌ لِّبَنِي دُونِ مَعْنَى دَرَسْت میں یعنی بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھے گا میں ویسا ہی معاملہ اس سے کروں گا یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ قبولیت کی امید یا یقین پر عبادت کرے گا تو میں اسکی دعا و عبادت ضرور قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ کر کے بخشش کی امید رکھنا ظن نہیں بلکہ نفس کا دھوکا دہر دہر ہے ظن و ضرور میں فرق چاہیے جو ہو کر گندم کاٹنے کی امید ٹھنڈا لوبہ کو ٹٹا بیکار ہے : مولانا فرماتے ہیں شجرہ :-

گندم اگر گندم، برید جو ز جو : از مکافات عمل غافل مشو

بعض لوگ امید دھوکے میں فرق نہیں کرتے، وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں، حدیث واضح ہے کہ رحمت و کرم، توفیق و مہربانی : خیال ہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے، جو ہر وقت ذکر کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے، شہ بہر مجمع سے مراد ارادہ انبیاء و اولیاء میں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، اور ہو سکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب فرشتوں کا مجمع ہو چونکہ بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک و بد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں، فرشتے صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لئے انہیں خیر امنہم کہا گیا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتے سے افضل ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا مسئلہ مائیت انسان مائیت فرشتہ سے افضل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْمَانِهَا وَازِيدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلَهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ يَاعَا تَانِي يَمِشُّ أَيْتُهُ هَرُولَةً وَمَنْ يَقْنِ يَفْرَأَبِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَخْفَرَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ

روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا ثواب ہے اور زیادہ بھی دو گنا سہ اور جو ایک گناہ کرے تو ایک برائی کا بدلہ اس کے برابر ہی ہے یا اسے بخش دوں سہ اور جو تجھے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کے ایک گز نزدیک ہوتا ہوں اور جو تجھ سے ایک گز نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باغ قریب ہوتا ہوں سہ جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے میں اس کی طرف دوڑتا ہوں سہ اور جو کسی کو میرا شریک نہ سمجھائے پھر زمین بھر گناہ لیکر تجھ سے ملے تو میں اتنی ہی بخشش کے ساتھ اس سے ملوں گناہ مسلم روایت ہے

اوم اسی لئے انسان کو ان شرع المخلوقات کہا جاتا ہے۔ ہر افراد اس میں تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء و اولیاء خاص و عام تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمانوں سے خاص فرشتے افضل۔ ہر کفار وہ تو گدھے گتھے سے بھی بدتر ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ هُمُ الشِّرْكَاءُ الْبُذْرِيَّةُ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ آہستہ ذکر کرنے والوں کا ذکر دیاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور مجمع لاکر اور نچا ذکر کرنے والوں کا دیاں بھی علانیہ ذکر ہی ہوتا ہے جیسے فرشتے و انبیاء و اولیاء سنتے ہیں ذکر بالجہر والوں کی یہ حدیث قوی دلیل ہے کہ نیکی کر نیواے مسلمان کو ایک کا دس تو قافلاً و عدلاً دیا جائیگا اور اسکے علاوہ فضل و کرم سے بطور انعام عطا ہوگا جو ہمارے گمان و دہم سے وراہے خیال رہے کہ ایک کا دس گنا عام حالات میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْمَانِهَا اور کسی زمانہ یا جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا عوض سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے كَمْثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَائِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَتَةٌ وَاللَّهُ يُضَكِّعُ لَكُمْ يَتَشَاءُ بِرِ مَنَ نِيكَى كَا عَوْ مَنَ نِيَسَ بَلَا اسوقت یا جگہ کی خصوصیت بھی ہے لہذا نہ تو گدھے ذکر و آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ سہ ہزار بھی ہے اور عام گناہ مراد ہیں، عام حالات میں مومن کے ایک گناہ کا عوض ایک ہی ہے یا وہ بھی بخش دیا جائے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے سہ جب انسان دونوں ہاتھ سیدھے کر کے پھیلائے تو داہنے ہاتھ کی انگلی سے بائیں ہاتھ کی انگلی تک کو باع کہتے ہیں یہ کلام تشبیلی طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ حضور پر عمل کے ذریعے قرب الہی حاصل کرو تو رب تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہوگا لہذا اہل کئے جاؤ حضور بہت نزدیک ہو گئے یہ کلام بطور مثال سمجھانے کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے، اگر تم ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدیر تم تک پہنچ سکو تو تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامن رحمت میں لے لیں اگر تم سے قرب ہماری کوشش سے ہو تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے، اس تک رسائی اس کی رحمت سے ہے سہ یہاں شرک سے مراد کفر ہے اور بخشش سے مراد مطلقاً بخشش ہے جلد ہو یا دیر سے یعنی مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو، اس کی بخشش ضرور ہوگی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ سزا دے کر اور ظاہر ہے کہ بخشش بقدر گناہ ہوگی، ایک گناہ کی بخشش بھی ایک، اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں، مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمت الہی سے ناامید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید پر توبہ کرے، یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لئے خوب گناہ کرے کہ یہ تو خدا پر اس ہے اور اس کفر ہے لہذا یہ حدیث گناہوں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُمَا اقْتَرَضْتُ عَلَيْهِ مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَّافِلِ حَتَّى أَجِبْتَهُ فَإِذَا أَجَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ

حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی دلی سے عداوت رکھ میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں
میں اور میرے کسی بندہ کا تقابل فرماؤں عبادتوں کے دوسرے ذریعے سے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں آتا اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے قریب ہونا تمہارے جتنے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں مجھ پر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اہل اسکی انگلیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن کو چلتا ہے اے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے دیتا ہوں

کی آزادی دینے کیلئے نہیں بلکہ توبہ کی دعوت دینے کیلئے ہے رب فرماتا ہے لا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ خِالَ رُكُوكِ رَبِّ تَعَالَى کی رحمت بھی وسیع ہے اور اس کا عذاب بھی سخت ہے رحمت کے پیچھے عذاب کے پکڑے، لہذا امید و خوف دونوں رکھو اس معبود مرکب کا نام ایمان ہے سہ دلی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی وارث ہو گیا کہ اسے ایک آن کیلئے بھی اس کے غصے کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ تَوَلَّى الصَّالِحِينَ اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالیٰ کی عبادت کا مقول ہو جائے پہلی قسم کے دلی کا نام مجتہد یا مبرا ہے اور دوسرے کا نام سالک یا مرید ہے وہاں ہر مراد مرید ہے اور ہر مرید فرق مرید ابتدا میں ہے یہ مقام خال سے درجہ حاصل سے معلوم ہو سکتا ہے سہ بیٹے جو میرے ایک دلی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے خدا کی پناہ، یہ کلمہ اتھائی غضب کا ہے صرف دو گنا ہوں پر جب کہ رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے ایک سو خور و دوسرے دشمن اور رب تعالیٰ فرماتا ہے قَاتِلُوا جِبْرَ بْنَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ علماء فرماتے ہیں کہ دلی کا دشمن کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے و مَرَاتِ انبیاء رہے کہ ایک سہ دلی اللہ سے اس لئے عداوت و عناد کہ دلی اللہ ہے، لیکر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی دلی سے اختلاف ملے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہذا اس حدیث کی بنا پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا جاسکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا، عناد نہ تھا عداوت و اختلاف میں بڑا فرق ہے، اس کے لئے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھئے جتنے کہ حضرت سارا کو اس بنا پر برا نہیں، کہا جاسکتا کہ انہوں نے حضرت

ہجرت و اسماعیل علیہما السلام کی مخالفت کی، اس لئے یہاں عادی فرمایا مخالف نہ فرمایا اور لی فرمایا دلی اللہ نہ فرمایا :
سہ یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعہ ہیں، مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ اداۓ فرائض ہے اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کی مانند یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ، چرس، حرام کھانے بچانے کو خدا کی کا ذریعہ سمجھیں نماز روزے کے قریب نہ جائیں لکھ یعنی بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے جتنے کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے (مرقات)، اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے عجز سے مراد کامل محبت ہے :
ہے اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ دلی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا بھول میں رنگ و بو، کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں، ایک یہ کہ دلی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے نیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات

کی کسی
شخص سے
شکایت
الاعتراف
فہم

وَلَنْ اُسْتَعَاذَ اِنِّیْ لَا عِیْدَانَهُ وَمَا تَدَدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهُ تَدَدْتُ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ
یُکْرَهُ الْمَوْتُ وَاَنَا اَکْثَرُ مَسَاعِنَةٍ وَلَا یَدُلُّهُ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِکَةً یَطُوفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلًا لِذِکْرِ قَاذَا

اور اگر میری پناہ لیتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں ملے اور جو مجھے کرنا ہوتا ہے اس میں کمی میں تعد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس مومن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو
موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا اور ہر موت بھی اس کے لئے ضروری ہے صلہ بخاری روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں ذکر اللہ والوں کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں سب بھر جب کسی قوم کو اللہ کا ذکر ہے :

اسان ہوتی ہیں، گویا ساری عبادتیں اس سے میں کر رہے ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضا کو دنیا کے لئے استعمال نہیں کرتا صرف میرے لئے استعمال کرتا ہے ہر چیز
میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے یا یہ کہ وہ بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور دوسرے کام کر لیتا ہے
جو عقل سے وراد ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کھان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیض یوسفی کی خوشبو سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السلام
نے تیلی میل کے نامل سے حیویتی کی آواز سن لی حضرت عاصف برغیانے پلک تھپکنے سے پہلے مین سے تخت بلقیس لاکر شام میں حاضر کر دیا حضرت عمر نے مدینہ منورہ
سے خطیر پڑھتے ہوئے ہناوند تک اپنی آواز پہنچا دی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات پچشم ملاحظہ فرمائے یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں اسی تار
کی طاقت سے رب پو تار، دائر لیس، طبعی و غیر طبعی کرشمے دکھا رہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت ادویا کے شکر میں بعض
صرف اوجوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہ گئے بعض نے کہا مافی حیثی الا اللہ یہ سب اسی قوت کے آثار تھے مولانا فرماتے ہیں : **شعر :-**

چوں ردا باشد انا اللہ از درخت : کے ردا نہ بود کہ گوید نیک بخت

یعنی وہ بندہ مقبول الدعا بن جاتا ہے کہ مجھ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرورت نہا ہوں معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص
ان سے دعا کرے اس کی قبول ہوگی اور حجاب کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے گا مولانا جامی فرماتے ہیں : **شعر :-**
یا رسول اللہ بدر گاہت پناہ آوردہ ام : بچو کا ہے آدم کو ہے گناہ آوردہ ام

صلہ سبحان اللہ کیا ناز و انداز والا کلام ہے بیٹھے میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل جو چاہوں حکم کر دوں اگر ایک موقع پر ہم توقف
و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی دلی کا وقت موت آجائے اور وہ دلی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے ادلا موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں
جنت اور دہان کی نعمتیں اسے دکھا دیتے ہیں اور بیماریاں پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر
وہ خود گناہا ہوتا ہے اور خوش خوش ہوتا ہمارے پاس آتا ہے ایسا تردد کے معنی حیرانی پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ سے پاک ہے، بلکہ مطلب
وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا مونس علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے
وہ حضرات اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور بار خنداں رو دیکھنا بار کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں : **شعر :-**

نشان مرد مومن با تو گویم : قصا، آید تبسم بر لب دوست

انکشاف الہی
دلی کی قوت
نار و نور

وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادًا وَاهْلَكُوا إِلَى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحْفُظُونَهُمْ بِأَجْنَحَتِهِمْ إِلَى
السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُولُ عِبَادِي قَالَ يَقُولُونَ يُسَبِّحُونَكَ وَ
يُكَبِّرُونَكَ وَيُحَمِّدُونَكَ وَيُتَجَدَّدُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ مَا رَأَوْكَ
قَالَ فَيَقُولُ كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمَجُّدًا
وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا قَالَ فَيَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونَ قَالُوا يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا

کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آؤ گے چنانچہ وہ فرشتے ان ذاکرین کو اپنے پرزوں میں ڈھانپ لیتے ہیں آسمان و دنیا ملک ہو جاتے
ہیں اسلئے حضور نے فرمایا کہ رب تعالیٰ تو عظیم و خیر ہے مگر ان سے پوچھنا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کہتے تھے کہ فرمایا عرض کرتے ہیں کہ تیری بیسیج و تکبیر تیری حمد اور
تیری بزرگیاں بیان کر رہے تھے کہ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے تجھے دیکھا ہے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں تیری قسم انہوں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا ہے فرمایا
رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت
ای بیسیج کریں اسلئے فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے وہ مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تجھ سے جنت مانگ رہے تھے فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے

غرض کہ ہماری موت تو چھوٹے کلموں ہے اور اولیاء و انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لئے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
اللہ تعالیٰ کے ارادہ مشیت ارغما کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں اسلئے یہاں فرشتوں سے
وہ فرشتے مراد ہیں جو ذکر اللہ سننے پر مقرر ہیں راستوں سے مسلمانوں خصوصاً ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی زیارت
کریں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر سنیں یعنی وقت سے پہلے وہ حضرات مجلس ذکر کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذاکرین اور ان کے مخلصوں کی خبر نہیں ہے خبری میں ڈھونڈتے
پھرتے ہیں اسلئے آؤ ڈھونڈو ان ذاکرین کی زیارت کرو ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنو معلوم ہو کہ دوسروں سے رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے اور محفل میلاد شریف گیارہویں
شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں **شعر :-**

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں : رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کے پہلے مصرع کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرع کی اصل آئندہ احادیث میں آئے گی اسلئے یعنی یہ فرشتے پیر سے بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا
جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پیرے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ نیچے ایک پرہ اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا اسلئے مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے
گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہ الہی میں حاضر ہو جاتے ہیں تب رب تعالیٰ ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں
کو اگلے محفلوں پر گواہ بنانے کے لئے ہوتا ہے کہ یا تو بلا واسطہ یا بالواسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کر رہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت
سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا ہے بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالیٰ محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس
کا پر تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں عاشق جانا باز کر دوں اسلئے یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لئے
ہیں کہ جب میرے بندے تجھے بغیر دیکھے صرف میرے اوصاف سن کر میری ایسی والہانہ عبادت کر رہے ہیں تو اگر تجھے دیکھ لیں تو ان کی محبت و عبادت

فَيَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ يَارَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَيَكْفُ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا
كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهِ حَادِصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلِبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ قَبِيضٌ يَتَعَوَّذُونَ قَالَ يَقُولُونَ
مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُولُ فَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ يَارَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ
فَيَكْفُ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِدَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ
فَيَقُولُ فَأَشْهَدُكُمْ أَنِّي غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيهِمْ فَلَنْ لَيْسَ

عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی سہ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اس کے بہت حیرتیں اور بہت طلبگار اور اس میں بہت رغبہ ہو جائیں سہ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں آگ سے سہ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے تو کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے فرمایا عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی فرمایا رب فرماتا ہے اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا عرض کرتے ہیں اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں اس سے بہت ڈریں لکھ فرمایا پھر رب فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے فرمایا کہ ان فرشتوں میں سے ایک عرض کرتا ہے کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ذکر دہانوں سے نہ تھا :۔

کا کیا حال ہو اس میں اشارہ فرمایا جارہا ہے کہ اسے فرشتوں نے تو کہا تھا انسان تو نرمی قاسد ہو گا دیکھو انہیں انسانوں میں ایسے نمازی ذکر بھی تو ہیں جس سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزار ہا بیجا لوگوں میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی رب کے ذکر و پرستار میں معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے لہذا حق سن کر اس پر ایمان لائے اور اس کے طلبگار ہو گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حجت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد قیامت پیدا ہوگی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری تفسیر فی جلد اول اور اسرار الاحکام میں ملاحظہ فرمائیے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے جنت مانگنا برا نہیں، ان عرق جنت حاصل کرنے کے لئے عبادت کو نا برا ہے عبادت تو صرف رضائے الہی کے لئے ہے یہاں جنت اس کے فضل سے ملے گی سہ یعنی پھر تو یہ لوگ جنت کی طلب میں تارک الدنیا ہو جائیں زن و فرزند کو بھول جائیں کیونکہ معائنہ خبر سے زیادہ قوی ہے معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزار حکمتیں ہیں اگر جنت دکھادی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرنا سہ یعنی دوزخ کی آگ سے خیال رہے کہ فرشتے یہ نہیں کہتے کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے کیونکہ دوزخ میں داخلہ تو قیامت کے بعد ہو گا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیے قرآن کریم نے جو جامع و عام کو سکھائی ہے اس کے آخر میں ہے وَقَدْ عَذَّبْنَا النَّارَ يَزِيدُ دُوزَخِ كَيْفَ تَطْبِقُونَ طَبَقُونَ میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طَبَقُونَ میں آگ کے قرب سے عذاب ہے طَبَقُونَ میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم سرد موسموں میں سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے لکھ اس طرح کہ پھر تو دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں ہمیشہ روتے رہیں کبھی نہ منہیں معلوم ہوا کہ اگر وہ ظالم ظاہر کر دیا جائے تو یہ عالم نپا ہو جائے اگر رب تعالیٰ کا نظارہ یہاں ہو جائے تو کوئی کافر نہ رہے :۔

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے :۔ تو اگر پردہ اٹھا دے تو قی تو ہو جائے

ہے گزشتہ ساری گفتگو اسی آخری جملہ کے لئے تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر مومنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشا ہوں کہ اس میں شبہ ہو تا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشا ہوں یعنی آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دوں گا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو

مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ لَهُمُ الْمَلَكُ لَا يَشْفِي جَلِيسُهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٌ قَالَ
 إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةٌ فَضُلَا يَتَّبِعُونَ بِحَالِ السَّائِلِ لِذِكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا قَبِيزُكَرٍ قَعَدُوا وَأَمَامَهُمْ
 وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ يَأْجُنَحْتُهُمْ حَتَّى يَكْمَلُوا وَأَمَّا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا اتَّفَقُوا
 عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ

وہ تو کسی کام کے لئے آیا تھا کہ رتبہ فرما لیا کہ ان کے لئے ہمیشہ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں اور ان کے حرم نہیں رہنا ہے بخاری، اور مسلم کی روایت میں
 ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے پہلے پھرنے گھومنے والے ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے رہتے ہیں جب کوئی ایسی مجلس پائیں جہاں ذکر ہو تو ان کے
 کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں تاکہ اور بعض بعض کو اپنے پردوں سے گھیر لیتے ہیں حتیٰ کہ ان لوگوں اور آسمان دنیا کے درمیان فضا بھر دیتے ہیں تاکہ پھر جب لوگ بکھر
 جاتے ہیں تو وہ فرشتے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں تاکہ فرمایا کہ رب تعالیٰ عظیم و خیر ہے مگر ان سے پوچھا ہے کہاں سے آ رہے ہو تو وہ عرض کرتے ہیں : : : :

بھی جائے گا تو اس کی بخشش کا آج ہی فیصلہ کئے دیتا ہوں، گناہ بخشا اور بے گناہ کو بخشا کچھ اور یہاں گناہ کو بخشا گیا ہے
 لہٰذا یعنی ذکر اللہ سنتے رہا تھا بلکہ کسی کام کو جاری رکھا، راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی تو کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر سن لیا یہ عرض و مغرور من اس کو
 بخشوانے کے لئے ہے معلوم ہوا کہ فرشتے ذکر کریں کے بڑے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیے کہ ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں، دلائل الخیرات میں بعض دعائیں فرشتوں کے لئے بھی آتی ہیں،
 ہمیں ان سے کام پڑنا ہے ان سے تعلق رکھنا چاہیے تاکہ یعنی ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا موصوفیہ
 کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں کیوں، اس لئے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم میں اصحاب کعبہ کا کتنا بھی بہتر ہو گیا اور لیا کی صحبت کی برکت سے، مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کر دو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کر دو،
 مولانا فرماتے ہیں شفعہ

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا : : : : : او نشیند در حضور اولیاء

تاکہ یعنی ان فرشتوں کے ذمہ سوائے اس گھومنے پھرنے کے اور کوئی ڈیوٹی نہیں بعض موصوفیہ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں جہاں عرس و غیر مجلس ذکر ہوتی ہیں شرکت کرتے ہیں
 ان کا لہذا یہ حدیث ہے، مرقات، افضل بعض نوحوں میں ن کے پیش من کفر سے ہے یعنی دوسرے فرشتوں سے افضل تاکہ اس طرح کہ اس ڈیوٹی چٹائی پچھے فرش پر بیٹھ
 جاتے ہیں ذکر میں بیٹھے ہیں کوئی اعلیٰ جگہ نہیں ڈھونڈتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں تاکہ یعنی بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں
 کو اپنے پردوں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ نیچے دلیہ اوپر والوں کے پردوں کے سایہ میں ہو جاتے ہیں تاکہ معلوم ہوا کہ ذکر کریں کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ دہاں
 تک کے فرشتے سنتے ہیں جب بھلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزار ہا میل پہنچتی ہے تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی تاکہ اس طرح کہ مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے
 گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں تاکہ کیونکہ یہ فرشتے تو مرتب مجلسی ذکر سنتے آتے ہیں، اکیلوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں اس

کے لئے دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہے

یہ حدیث حضرات قادر بہ حیثیتہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلائل دوسری احادیث و آیات ہیں : : : : :

جَنَّا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ فِي الْأَرْضِ لِيَسْئَلُونَكَ وَيَكْفُرُونَكَ وَيَهْلِكُونَكَ وَيُجَاهِدُونَكَ وَيَسْئَلُونَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْئَلُونِي قَالُوا يَسْئَلُونَكَ جَنَّتِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا لَا أَيْ رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا وَيَسْتَجِيرُونَكَ قَالَ وَمَا يَسْتَجِيرُونِي قَالُوا مِنْ نَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا يَسْتَغْفِرُونَكَ وَقَالَ فَيَقُولُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَاعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَاجْدُثُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا قَالَ يَقُولُونَ رَبِّ فِيمَهُمْ فَلَانْ عِبْدًا حَظَاءُ وَلَا نَمَّا مَرْفَاسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُولُ وَلَكِنَّ غَفَرْتُ لَهُمُ الْقَوْمَ لَا

ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آگے میں جو زمین میں تیری تسبیح و تحمید پھیل کر رہے تھے کہ اور تیری حمد و ثنا کرتے تھے تجھ سے دعا کیں مانگ رہے تھے رب فرماتا ہے وہ مجھے مانگے کیا تھے عرض کرتے میں تیری جنت مانگتے تھے کہ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے عرض کرتے ہیں یا رب نہیں فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو کیا پھر عرض کرتے ہیں مولانا تیری پناہ مانگتے تھے کہ فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری آگ فرماتا ہے انہوں نے میری آگ دیکھی ہے عرض کرتے ہیں نہیں فرماتا ہے اگر میری آگ دیکھ لیں تو کیا پھر عرض کرتے ہیں تجھ معافی مانگتے تھے کہ فرماتا ہے میں انہیں بخش دیا جو مانگتے ہیں انہیں دیدار اور جس پناہ مانگتے ہیں میں اسے انہیں بحال کیا کہ فرمایا نہ تھے عرض کرتے ہیں یا رب ان میں فلاں بندہ بڑا گنہگار تھا وہ ان پر گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا فرمایا یا رب فرماتا ہے میں اسے بھی بخش دیا وہ ایسی قوم ہے جن کا :

لے وہ فرشتے ان بندوں کے نام اور جگہ کا پورا پر عرض کرتے ہیں، سبحان اللہ ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاگ جاگتے ہیں کہ ذکر الہی کی برکت سے معصوموں کی زبان پر بارگاہ الہی میں ان کے نام آجاتے ہیں، مبارک ہیں وہ نبی و مرسل اور خائف ہیں جہاں ہمیشہ ہی اللہ کا ذکر رہتا ہے۔ **شعر:**
زہے مجھ کو مکتب و خانقا ہے کہ دردے بود قیل و قال محمدؐ

لے خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ہوتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم علیہ السلام جنت کے مالک ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّا آخِطِبْنَاكَ الْكَوْثَرُ اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر نبائی گئی ہے۔ **شعر:**

مسلمانوں کو کوئی غلط سے روکے تو کیوں روکے یہ امت ہے محمدؐ کی وہ جنت ہے محمدؐ کی

سے مسلم بخاری کی روایتوں میں فرق یہ ہوا کہ بخاری کی روایت میں تعجب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب مذکور نہیں صرف اظہار تعجب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا انشاء اللہ خود بخود مل جائے گی پھول پتے انشاء اللہ خود مل جائیں گے گلدستہ میں پھول بغیر ہتھ کے نہیں ہوتے ہے معلوم ہوا کہ فرشتے ہر بندہ کو بھی بھیجتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بد اعمال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ہر ارادے سے باخبر ہیں ورنہ انہیں کیا خبر ہوتی کہ یہ بندہ کون ہے نیک ہے یا بد ہے یہاں کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا :

يَشْفِيهِمْ جَلِيسُهُمْ ۖ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَسَدِيِّ قَالَ لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ
أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافِقٌ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا تَقُولُ قُلْتُ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا أَيْ عَيْنٍ فَإِذَا أَخْرَجَنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّبَعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللَّهِ
إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا فَأَنْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مفتیشیں بھی بد نصیب نہیں ہوتا تاملہ روایت ہے حضرت حنظلہ ابن ربیع اسیدی سے ملے فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام نے پوچھا حنظلہ کچھ ہو میں بولا کہ حنظلہ تمنا مفتی ہو گیا تاملہ فرمایا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو کہ میں بولا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں حضور جنبت و دوزخ کا ذکر ہمیں سناتے ہیں گویا وہ دوزخ کے حامی و آئینہ کے سامنے ہیں مجھے پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں کل ملکر بہت سا بھول جاتے ہیں اے حضرت ابو بکر بولے اللہ کی قسم ہم سب ہی کو یہ در پیش رہتا ہے کہ پھر میں اور حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کے ساتھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچے ۛ

اے جب عام ذکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کسی بابرکت ہوگی ان کا نام لیوا کبھی بد نصیب نہیں ہوتا۔ شعر۔

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے میری نہیں ہوتی ۛ سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی

دیکھو ایک گنہگار ان ذاکرین کی مجلس میں ایک ان کے لئے آیا تو بخشا گیا، تو جو حضرات سایہ کی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں شک کیسا ان کے متعلق رب تعالیٰ نے اعلان فرما دیا و کلاً و عد اللہ الخ یعنی یہ حنظلہ غلیل ملا کہ نہیں ہیں، بلکہ دوسرے صحابی ہیں، جو کاتب وحی تھے اسید ابن عمر ابن قیس کی اولاد سے ہیں، بڑی عربی حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی تھی یعنی میری حالت منافقوں کی سی ہوتی کہ میں کیسا نیت نہیں یہاں نفاق سے اعتقادی نفاق مراد نہیں جیسا کہ اگلے معنوں سے معلوم ہو رہا ہے اور نہ اس کلام میں کفر یا نفاق کا اقرار ہے آپ کا یہ قول اتہابی خوف خدا پر مبنی ہے، اقرار کفر تو کفر ہے، مگر اقرار گناہ جو خوف خدا سے ہو میں تقویٰ ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا تھا اے کنت من الظالمین حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے اظلمنا انفسنا، جیسے ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جاسکتا، ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بنا پر حامی یا منافق نہیں کہا جاسکتا، لہذا یہ حدیث رد افض کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ تم سے نفاق کو کیا نسبت تم صحابی رسول ہو کاتب وحی ہو اپنے کلام کا مطلب خود بیان کر دے یعنی اس وقت ہم کو خوف و امید اس درجہ کی ہوتی ہے گویا ہم جنت و دوزخ دیکھ کر اس سے ڈر رہے ہیں اور اسے چاہ رہے ہیں معلوم ہو کہ صحابی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عین یقین نصیب ہو جاتا تھا نہ معلوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ان کی نماز کیسی ہوتی ہوں گی، اللہ تعالیٰ ان کی تجانی کچھ ہم کو بھی نصیب کرے، اے فیعات صیدۃ کی جمع ہے فیعہ وہ چیز ہے جس سے روزی وابستہ ہو اکثر زمین، باغات کھیتی باڑی کو منیعہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم پر گھنڑ سنبھل کر کچھ عقلت طاری ہو جاتی ہے، دل کا حال وہ نہیں رہتا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں ہوتا ہے، دل کا کیسا حال نہ رہتا ہی حال کی منافقت ہے کہ یہ اختلاف حال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ ہم تمام صحابہ کا ہے، تو کیا ہم سب منافق ہو گئے کیسے ہو سکتا ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں ۛ

فَقُلْتُ نَافِقٌ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَكُونُ عِنْدَكَ تُدَكُّ دَنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ فَإِذَا أَخَذَ جَنَانٌ مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالصَّبِيغَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي تَفْسُ بِيَدِهِ لَوُتَدُّ وَمُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَاحَتُكُمْ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرْشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْتُمْ كُمْ خَيْرٌ أَعْمَالِكُمْ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدہ کیلئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت و دوزخ کا ذکر یوں سناتے ہیں گویا وہ ہماری آنکھوں کے آگے ہیں بلکہ جب آپ کے پاس ہم نکلتے ہیں تو پوری بچوں مال و اسباب میں مشغول ہو جاتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان جو تمہارا حال میرے پاس ہوتا ہے اگر اس پر ہمیشہ ہر گز توفیق نہ تمہارے بے سزوں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں گے لیکن حنظلہ تو توفیق لکھی تین بار فرمایا ہے مسلم، فصل، دوسری روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتا دوں

اسے یہ حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا معجزہ تھا کہ آپ کے بیان سے عالم غیب گویا عالم شہادت بن جاتا تھا بعض علماء کی تقریر میں سامعین کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے واقعہ کے مورخ ہے، بار بار ذکر معراج، ذکر ہجرت وغیرہ میں ایسا دکھایا گیا ہے یہ بیان و اخلاص کا کمال ہے اسے بھول جانے سے مراد ہے تو جو نام نہ رہتا کہ حفظ کا مقابل، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب محمد کا حلقہ انکار و تمنا کر فوراً حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول جاتے تھے تو ان سے روایت حدیث کیونکر درست ہوئی اسے دینی الذکر کا دوا و مافطہ ہے اور یہ حلقہ کا بیان ہے اور ذکر سے مراد ہے مشاہدہ و توجہ نام یعنی تمہارے قلب کا جو حال میری مجلس میں ہوتا ہے اور جب کشف و مشاہدہ تیغ و سیداری یہاں ہوتی، اگر ایسی ہی ہوتی ہے کہ یعنی توفیق سے تم سے علانیہ طور پر واقفیت مصافحہ کیا کریں ورنہ صحابہ کرام سے فرشتے مصافحہ بھی کرتے تھے اور ملاقاتیں بھی مگر دوسری شکلوں میں ہے یعنی زندگی کی بعض گھڑیاں دینی اہلک کیلئے رہیں اور بعض گھڑیاں دنیاوی کاروبار کیلئے مگر دونوں جہاں آباد و قائم رہیں، ایک ہندی شاعر نے کیا خوب کہا تشعیرہ۔

تو دنیا میں ایسا ہو رہا جوں مرغابی سا گرمی : ڈگر پہ اپنے ایسے جاں بچوں چت ناری گا گرمی

مرقاۃ دریائے اکر تیرنے والا جانور بن جاتی ہے اور ہوا میں پہنچ کر پرندہ بہنہاری عورت دو گھڑے سر پہ ایک گھڑا بغل میں لیے دوسرا ہاتھ میں لٹکائے اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی راستہ طے کرتی ہے، ایک وقت راستہ پر بھی نظر رکھتی ہے اور گھڑوں کا دھیان بھی اور سہیلی کی طرف توجہ بھی، ایسے ہی مسلمان مسجد میں پہنچ کر فرشتہ صفت بن جائے، بازار میں جا کر اعلیٰ درجہ کا تاجہ دنیا و دین دونوں کو سمجھائے، خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرتا ہو ان زندگی کا راستہ طے کرے، سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے سو فیائے کرام فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی ہر ساعت اللہ کے ذکر میں گزرتی ہے کہ دنیاوی کاروبار انہیں ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتے اور بعض لوگوں کے ہاں تقسیم ہوتی ہے کہ بعض گھڑیاں رب تعالیٰ کے ذکر میں اور بعض گھڑیاں دنیاوی مشغولہ میں، صحابہ کرام میں بھی انہیں دو قسم کے حضرات تھے حضرات عین

وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعَهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنَ الْفَنَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَيْرٌ لَّكُمْ
مِنْ أَنْ تَلْفُوا عَادَكُمْ فَتَصِيرُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيُضْرَبُوا عَنْقَهُمْ قَالُوا بَلَىٰ قَالَ ذَكَرْتُ اللَّهَ وَآلَهُ مَالِكٌ
وَأَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلَّا أَنَّ مَالِكًا وَقَفَّ عَلَىٰ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ
قَالَ جَاءَ أَحَدُنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ آتَى النَّاسَ خَيْرٌ فَقَالَ طُوبَى لِمَنْ طَالَ
حُمْدُهُ وَحَسَنَ حَمْدُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ آتَى الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِنْ تَفَارَقَ الدُّنْيَا وَ

جو رب کے نزدیک بہت سترے اور تمہارے درجے بہت بلند کرتے والے اور تمہارے لئے سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر ہیں اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر
ہو کہ تم دشمنوں کے جہاد کرو کہ تم انکی گردنیں مار دو اور وہ تمہیں شہید کریں صحابہ عرض کیا ہاں فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے ملکہ مالک احمد ترمذی ابن ماجہ مگر مالک ہی حدیث
حضرت ابو الدرداء پر موقوف کی ملکہ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے کہ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نبی کو کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کون
شخص اچھا ہے فرمایا اللہ ہے جس کا عملی ہوا دلالت ہے ہوں کہ عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا یہ کہ دنیا کو اس حال میں چھوڑ دو کہ ۰ ۰ ۰

دوسری جماعت سے تھے اس لئے اُن سے یہ فرمایا گیا اسی لئے حضرت حنظلہ سے خطاب فرمایا، صدیق اکبر سے خطاب نہ فرمایا کہ حضرت صدیق پہلی جماعت سے تھے ۰
لے یعنی بدنی و ملی عبادات سے افضل ہوں ملکہ اگر یہاں ذکر اللہ سے مراد زبان سے ذکر ہے تو اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ذکر اللہ بلا واسطہ رب تعالیٰ تک پہنچاتا ہے
اور دوسری عبادتیں بالواسطہ اور ظاہر ہے کہ بلا واسطہ پہنچانے والا بالواسطہ سے افضل ہے، اور اگر ذکر سے مراد قلبی و دلی ذکر اللہ ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ ذکر
دلی عبادت ہے اور دوسری عبادات بدنی عبادات اور ظاہر بادشاہ ہے اصحاء اس کی رعایا، بادشاہ کا عمل بھی رعایا کے اعمال سے افضل ہے، اسی لئے رب تعالیٰ
نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بڑے درجے بیان فرمائے کہ فرمایا فاذا کرونی اذکرکے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا حدیث قدسی ہے ۱۰ نا جلیس میں
ذکر فی میں اپنے ذکر کا انگشتیں ہوں ۱۰ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آسان عمل مشکل عملوں سے درجہ میں بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار
مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر یہ اس جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو لیکن اگر باتھ میں تلوار اور زبان پر ذکر یا رب تو سبحان اللہ سب سے بہتر
شیخ نے فرمایا کہ بعض لازم عمل متعدی عمل سے بہتر ہو جاتے ہیں جیسا یہاں ہوا ۰ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاد میں کافروں کو مارا جاتا ہے اور ذکر اللہ میں نفس
شیطان کو اسی لئے ذکر اللہ جہاد اکبر ہے کہ اس میں دل کا تزکیہ ہے پھر ذکر میں بعض ذکر دوسرے ذکروں سے افضل ہیں جیسے تلاوت قرآن شریف و ذکر
شریف دوسرے اذکار سے بہتر ہیں ملکہ یعنی موطا امام مالک میں تو یہ حدیث موقوف ہے، اور بانی محدثین کے ہاں مرفوع اسے حاکم نے بھی مستدرک میں مرفوعاً
اسی نقل فرمایا ملکہ آپ خود اور آپ کے والد کبر آپ کے بھائی علیہ آپ کی بہن صحابہ تمام صحابہ ہیں یہ حضرات ایک ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
حاضر ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانا کھلایا اور ان کے لئے کدوئے خیر فرمائی شام میں سب سے آخر صحابی آپ ہی ہیں راستہ ۱۰ ملکہ
ظاہر یہی ہے کہ یہ فرمان خیر ہے اور طوبی سے مراد مژدہ و خوشخبری ہے بعض نے فرمایا کہ یہ کلام دعائیہ ہے اور طوبی سے مراد محبت کا مشہور و رخت طوبی ہے
یعنی جس کی عمر دسرا اور اعمال نیک ہوں، خدا کرے اسے طوبی و رخت ملے مگر یہ خلاف ظاہر ہے (مرقات ۱) ۰

لِسَانَكَ رُحْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ؛ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِجَالٍ لُجْنَةٍ فَارْتَعُوا قَالُوا وَمَا رِجَالُ لُجْنَةٍ قَالَ حَلَقُ الذِّكْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ؛ وَكُنْ ابْنُ كَهْرَبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدَ الْمَذْكُورِ فِيهِ كَانَ تَعَلُّقًا مِنَ اللَّهِ تَزِيدُهُ وَمَنْ ضُطَّجَ مَضْطَجًّا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تَزِيدَةٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ وَثِلٍ يَجِيفُ حِمَارٌ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَصَرَةٌ

تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو جائے احمد ترمذی روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم جنت کی کیا ریاں سے گزر دو تو کہہ چریا کر دینے لوگوں کو چھ جنت کی کیا ریاں کیا ہیں فرمایا ذکر کے حلقے سے ترمذی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کئی مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ اسکے لئے اس کی طرف گھسرت و خسارہ ہوگی اور جو کسی خواب گاہ میں بیٹھے کہ انہیں اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہ بھی اس پر اللہ کی طرف سے عداوت ہوگی اسے ابو داؤد روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی قوم یا جماعت نہیں جو کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کے اٹھ جائے مگر وہ مراد اگر گدھ کی مثل سے اٹھتے ہیں وہ اور یہ ان پر حسرت ہوتی ہے

لہذا دنیا پھر ملنے سے مراد مرنا ہے یعنی جب تمہیں موت آئے تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں چل رہی ہو یا بھی ایسی چل چکی ہو لہذا اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کی زبان مرتے وقت بند ہوتی ہے مگر بند ہوتے وقت ذکر اللہ پر بند ہوتی تھی تب سے مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام بے اسانی اس کی زبان پر جاری ہو تو رکڑی کو آگ نہیں جلتی اور ترمذی زبان کو دوزخ کی آگ نہ جلا سکی اللہ تعالیٰ ایسی موت نصیب کرے، بعض علما نے فرمایا کہ ذکر قلبی سے ذکر زبانی بہتر ہے اکی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ذکر زبانی نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے جبکہ ذکر قلبی گواہ ہوتے ہیں اور ذکر قلبی کی تحریر ہوتی ہے نہ گواہی مرقات نے یہاں فرمایا کہ طبرانی میں روایت ہے کہ حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر خشک و تر چیزوں کے پاس ذکر اللہ کرنا کر یہ چیزیں تمہارے ایمان کی گواہ ہوں لہذا معلوم ہوا کہ ذکر اللہ خدا اور روحانی ہے اور ذکر کے حلقے روحانی سبز و زار جب انسان باطن کھیت سے گزرتا ہے تو کچھ کھاتا ہے لہذا جب ذکر اللہ پر گزرتا ہے تو کچھ ذکر کرے یا سب سے سب سے دو سب سے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر الہی کے مجلسوں میں جانا وہاں شرکت کرنا بہتر ہے، لہذا اسلحا شریف، درس قرآن گیارہویں پاک اور دسویں بزرگان میں شرکت افضل، دوسرے یہ کہ ذکر اللہ کے لئے حلقے بنا کر بیٹھا افضل ہے، نماز میں صف بستہ کھڑے ہو کر فرشتے صف بستہ حاضر رہتے ہیں اور ذکر اللہ کے حلقے باندھ کر صوفیوں کو حلقے بنا کر بیٹھا کر گئے رب تعالیٰ قربان ہے و لطاف علیہم بائیں من فضیلتہ و اکواب، تیسرے یہ کہ اکیلے ذکر سے جماعت میں ذکر کرنا اور مستافضل ہے اس سے ذکر بالجہر کا ثبوت ہوا، اگر مجمع کے ذکر میں ایک کا ذکر بھی قبول ہوا تو سب کا قبول ہو گا لہذا اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گنتی وغیرہ سے خالی ہو لہذا افضل ہے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوردن کی مجلس اس سے مستثنیٰ ہے ان موقعوں پر خدا تعالیٰ کا نام لیتا ہے ادبی ہے، مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لئے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کر لو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جانے پر کف افسوس ہوگے بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مومن کی

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ قَبْلَهُ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تَذَرَّةٌ فَإِنْ شَاءَ عَذَابُهُمْ وَإِنْ شَاءَ غُفِرَ لَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامٍ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَاحَهُ إِلَّا أَمْرٌ مَعْرُوفٌ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرُ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: وَعَنْ ابْنِ عَدْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الحمد ابو داؤد و مرداؤی ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بھی کوئی قوم کسی مجلس میں نہ تو اللہ کا ذکر کرے اور نہ اپنے نبی پر درود پڑھے نہ مگر مجلس اُن پر حسرت ہوگی اگر رب چاہے انہیں اس پر عذاب اور اگر چاہے بخش دے سکے ترمذی روایت ہے حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا ہر کلام اس پر وبال مفید نہیں ہے سوائے اچھے باتوں کے یا بری باتوں سے منع کرنے کے یا اللہ کے ذکر کے سکے ترمذی ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے ہے یعنی گو یا یہ غافل لوگ مرد اگر کھا کھا کر بے حوصلہ ہو جائے ہیں اور حقیر بھی اور اپنی زندگی حقاقت میں مشہور بھی ہے اور شیطان کا منظر بھی کہ اس کے بولنے پر لا حول پڑھی جاتی ہے، غرض کہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مرد اگر کھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں، الحمد للہ جس کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی، وعدے پر اس اللہ کہتا ہے چھیک پر الحمد للہ، چٹائی پر لا حول ولا قوۃ الا باللہ، غم کی خبر پر ان اللہ غرض کہ بات بات پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے درود ہو اس واقع مشر جن دانس پر صلوٰۃ ہو اس غمخوار امت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد کر دیں صلی اللہ علیہ وسلم

اے اگرچہ ذکر اللہ میں درود مشرعی بھی داخل تھا، مگر چونکہ درود مشرعی ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا، کیونکہ درود پاک میں اللہ کا نام بھی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دعائیں بھی ملے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں حضور غیبت وغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، اگر ان میں حمد و صلوٰۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس ان خیر ذکر وں سے خالی ہو تو گناہ تو پائیگا، کفارہ نہ ادا ہوا لہذا اب پکڑو اور سزا کا سخت اندیشہ ہے، اوقات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ أَذْهَبُوا أَنْفُسَهُمْ أَلَا يَصْغُرُونَ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معاف گناہ کا ذریعہ ہے، اس جملہ سے اشارہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کیونکہ ہمارے کلام یا تو گناہ ہوتے ہیں جن کا مغفر ہوتا ظاہر ہے یا عبت و بے فائدہ جو دو عیب میں داخل ہیں یہ بھی وبال ہوتے اور جائز کلام بھی جب فائدہ اور ثواب سے خالی ہوئے، تو آخرت میں ہم کو وبال محسوس ہونگے جیسے سفر میں غیر ضروری سامان، لہذا حدیث بالکل واضح ہے خیال رہے کہ کل قیامت میں عبت کام ہم پر سوار ہونگے اور نیک کاموں پر ہم سوار ہونگے لہذا عبت بھی وبال ہے لہذا کہ یہ تینوں نیکیاں وبال نہیں بلکہ نیک اعمال ہیں، پہلی دو نیکیاں متعدی ہیں اور آخری تیسری نیکی لازم اگرچہ تبلیغ بھی اللہ کا ذکر ہی ہے مگر وہ بالواسطہ ذکر ہے اور یہاں بلا واسطہ ذکر مراد ہے، اس لئے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا ذکر اللہ میں سارے اذکار الہی داخل

لَا تَكْثُرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنْ أَبْعَدَ
النَّاسَ مِنَ اللَّهِ الْقَلْبُ لُقَاسِي وَاهُ الذِّرْمِذِيُّ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ مَا نَدَلْتُ وَالَّذِينَ يَكْثُرُونَ
الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ سَفَارِهِ فَقَالَ بَعْضُ صَحَابِهِ
نَدَلْتُ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ نَوْعَيْنَا أَيْ الْمَالِ خَيْرٌ فَتَتَّخِذُهُ فَقَالَ أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَا كَرٍّ وَ
قَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تَعِينُهُ عَلَى إِيْمَانِهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ الْفَصْلُ

نے ذکر اللہ کے بغیر زیادہ باتیں نہ کر دے کیونکہ بغیر ذکر اللہ سے زیادہ باتیں دل کی کھتی ہے سب سے زیادہ اللہ سے دور سخت دل والا ہے سب سے ترمذی
روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں الخ تو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے بعض صحابہ
نے فرمایا کہ سونے چاندی کے متعلق تو یہ آیت نازل ہو گئی تھی کہ اگر ہمیں پتہ لگ جاتا کہ کونسا مال اچھا ہے تو ہم وہ ہی جمع کرتے تھے حضور نے فرمایا بہترین مال ذکر زبان

شکر دل اور مومنہ بیوی ہے جو ایمان میں اس کی مدد کرے سب احمد، ترمذی، ابن ماجہ، فضل

ہیں تلاوت قرآن ہو یا روز و شریف یا کوئی اور ذکر خیر و عزات اسے یہاں زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو لہذا تجارتی باتیں گھر پر مفید
باتیں جتنی بھی ہوں زیادہ باتوں میں شامل نہیں سب کھتی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ و نصیحت اثر نہیں کرنا کہی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر رونا نہیں آیت
اللہ میں پکڑ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے زیادہ کلام اور بہت ہنسنا دل کو سخت کرتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت موت کی یاد، آخرت کا دھیان
قبرستان کی زیارت دل میں رہی پیدا کرتی ہے سب یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی نے اللہ
تعالیٰ سے قرآن کریم میں کھتی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے ثم تستقلو بکفر فحیٰ کالحیرة اور فرماتا ہے اَلَمْ يَكُنْ لِلَّذِينَ آمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ
اللّٰهِ حَتّٰى تَكُوْنُ لَوْ اَمَحَتْ هَکَیْہ بن سکنا ہے مگر جب نرم ہو گیا تو ایسے جس طرح چاہو ڈھال لو اور جو چاہو اس کا بنا لو یوں ہی سخت دل نہ مومن بن سکے
نہ عارف نہ متقی نہ پرہیزگار مگر دل نرم ہو کر دی غوث و قطب سب کچھ بن جاتا ہے، لو ہا نرم کرنے کے لئے یہ آگ چاہیے اور دل نرم کے لئے عشق کی آگ درکار ہے
رب تعالیٰ نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں، بلکہ ساتھ میں کسی کاریگر کے ہتھوڑے کی جوڑ بھی ضروری ہے، مصرع
چوں بھاحب دل رسی گو ہر شوی، غرض کہ دل کے لئے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے صحبت نیک عمدہ سانچہ ہے،
نگاہ مرد کا دل کاریگر کا ہنر ہے ان تین چیزوں سے قلب کچھ کا رامد بنتا ہے سب یعنی اس آیت سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ سونا چاندی جمع
کرنا دوزخ کا ذریعہ ہے اور ان چیزوں کے بغیر دنیاوی کام چلنا نہیں اب کیا کریں وہ اور ضرورت کے وقت ایسی کام نکالنے کہ دنیاوی ضروریات
بغیر مال پوری نہیں ہوتیں، یہ حضرات غالباً یہ سمجھے تھے کہ مطلقاً سونا چاندی جمع کرنا حرام ہے، حالانکہ آیت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ذکر ہے انہی کی برائی بیان
ہو رہی ہے سب یہ جواب حکیمانہ ہے کہ سائلین نے تو مال کے متعلق سوال کیا تھا مگر جواب میں وہ چیز ارشاد ہوئی جو مال سے بھی زیادہ مفید ہے کیونکہ مال سے
جسم کا نفع ہے اور ان چیزوں سے روح و ایمان کو فائدہ خیال رہے کہ ایمان سے مراد دینی کام ہیں یعنی وہ بیوی جو مرد کو زنا، چوری، بدکاری، جوئے وغیرہ
سے بچائے، نماز و روزے کا پابند بنادے، وہ بیوی بھی اللہ کی رحمت ہے :-

الثَّالِثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ خَرَجَ مَعُوذَةُ عَلَى حَلْقَتِي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا
 جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ قَالَ اللَّهُ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ قَالُوا اللَّهُ مَا أَجْلَسَنَا غَيْرُهُ قَالَ أَمَا إِنِّي
 لَمْ أَتُحَلِّفُكُمْ تَهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ
 عَنْهُ حَدِيثًا مَنِيَّ وَإِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا
 أَجْلَسَكُمْ هُنَا قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ وَنُحَمِّدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ بِهِ عَلَيْنَا قَالَ

تیسری روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر گزرتے رہے پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے
 بیٹھے ہیں یہ فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے بولے اللہ کی قسم ہیں اس کے سوا کسی اور چیز نے نہ بٹھایا یہ فرمایا میں نے تم پر تہمت کی بنا پر تم سے قسم نہ لی
 لگے ایسا کوئی نہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ جیسا قرب ہو وہ پھر وہ آپ کے احادیث مثلاً کہ کہہ کر روایت کرے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ ایک حلقہ تشریف لائے
 تو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں اسکا شکر کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی ہم پر بڑا احسان کیا یہ فرمایا

کہ کچھ لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لئے حلقہ بنائے بیٹھے تھے نماز کے انتظار میں نہ بیٹھے تھے کیونکہ اس وقت صوفیہ بیٹھنا چاہیے حلقہ بنانا منع ہے، لہذا یہ حدیث
 حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں لگے اس طرح کہ ایک صاحب ذکر خیر کر رہے ہیں اور باقی حضرات سن رہے ہیں گو یا مجلس و خطبہ کی مجلس ہے یا باری باری سے ہر شخص ذکر و
 حمد رہے یا سب مل کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں سب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اللہ تعالیٰ سے استغاثہ اور تقسمہ، واد کو الٹ سے بدل دیا گیا اور لفظ اللہ کو جبر ہے بعض نسخوں
 میں زبر بھی ہے اسکی دوسری توجیہ ہے یعنی کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کے لئے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت یہ ہے اوی یا نعم تقسم باللہ لگے یعنی میں آپ حضرات
 کو جو بٹھا رہا ہوں کہ قسم نہ لی ہے آپ حضرات صحابہ میں صحابہ سب عادل ہیں بلکہ ادائے سنت کے لئے یہ قسم لی ہے کہ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالابھی ہوں کہ حضرت ام
 حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہوں اور کاتب وحی بھی ہوں اسی لئے مولانا مردم نے حضرت امیر معاویہ کو مسلمان کاموں فرمایا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے لئے
 دیکھو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے مگر آپ نے نواہت حدیث بہت کم فرمائی، اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت
 امیر معاویہ کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو، بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں یا جو آپ کے
 زمانہ میں صحابہ موجود تھے ان کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرما رہے ہیں خیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ احادیث
 زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ بہت کم روایت کرتے تھے، حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں لگے معلوم ہوا
 کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے، اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ہاتھ آجاتا ہے، خود فرماتا ہے قبل اللہ
 یمن علیکم ان ھذا کلمۃ الایمان اور فرماتا ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً، ایمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
 آوری کے سوا کسی اور نعمت پر رب تعالیٰ نے لفظ من ارشاد نہیں فرمایا شعر
 رب اعطانی نعمتہ یا اعطی درود : حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

اللہ مَا اجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَلِكَ قَالُوا اللّٰهُ مَا اجْلَسَنَا اِلَّا ذَلِكَ قَالَ اَمَّا اِنِّیْ اَمْ اسْتَحْلِفُكُمْ تَهْمَةً لَّكُمْ وَلَیْکنَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلٌ فَاخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یُبَاهِیْ بِكُمْ الْمَلَائِکَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرِ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ شَرَّ اَنْعَامِ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاخْبَرَنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّتُ بِهِ قَالَ لَا یُذَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هَذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَعَنْ ابْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اَنْبِیَّ الْعِبَادِ اَفْضَلَ وَارْفَعَ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ قَالَ اَلَّذِیْ اَکْدُوْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَ

کیا خدا کی قسم تمہیں مرنے سے بچایا ہے وہ بولے اللہ کی قسم ہم کو اس کے سوا کسی اور چیز نے نہیں بچایا یا فرمایا میں نے تم پر نہمت رکھنے ہوئے تم سے قسم منیٰ لے لیکن میرے پاس جبریل آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تم سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے سہ مسلم روایت ہے حضرت عبداللہ بن بسر سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام شرعیہ بہت ہیں مگر مجھے کوئی ایک بات ایسی بتادیں جسے میں مضبوط نفاذ ہوں فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں تر رہے لکھ ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے یہ روایت ہے حضرت ابو سعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کون بندے اللہ کے نزدیک افضل اور قیامت دن بلند درجہ والے ہیں کہ فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے اور

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے شکریہ کے لئے مجلسیں کرنا صحیح بنا کر بیٹھا سنت صحابہ ہے یہ حدیث قیلس، میلاد خزیلی کی اصل ہے لہٰذا کیونکہ ہر مومن پر عموماً اور صحابہ کرام پر خصوصاً بدگمانی کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ قسم نہیں تمہاری عظمت و عزت کے اظہار کے لئے ہے لہٰذا اس طرح کہ فرشتوں سے فرما رہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس و شیطان کے تسلط میں ہیں، دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں، شہوت و غضب رکھتے ہیں اتنی رکاوٹیں ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کر رہے ہیں، یقیناً تمہارے ذکر سے میرا ذکر افضل ہے، چونکہ فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی کہ وہ خون ریز و فسادى ہو گا اس لئے انہیں کو یہ سنایا جا رہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فسادى ہیں تو ایسے نمازی و غازی بھی ہیں جو نفس و شیطان و طغیان کفار سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں یہ جو تفصیل دار مجھے یاد نہیں ہو سکتے وہ تجھ پر غالب ہیں، معلوم ہوا کہ مکمل عالم بننا فرض نہیں بلکہ فرض کفایا ہے، ورنہ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سکھنے کا حکم دیتے لکھ غالباً مسائل کا سوال نوافل کے متعلق تھا، اس لئے انہیں یہ جواب دیا گیا، مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے معلوم موت کب آجائے، جب بھی ملک الموت تمہاری جان لکانے آئے تو تمہیں غافل نہ پائیں، اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب کرے، مطلب فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے ترک مری آگ میں نہیں جلتی، ایسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس سے بندہ و درخ میں نہ جل سکے گا یہ حدیث ابن حبان، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کی لکھ سبحان اللہ کیسی پیارا اور جامع سوال ہے کہ ایسا بندہ کون ہے جس کا ثواب بھی زیادہ ہو اور قرب الہی بھی زیادہ خیال ہے کہ ثواب اور ہے قرب و درجہ کچھ اور اگر بادشاہ کسی موقع پر ایک سپاہی کو لکھ یہ انعام دیدے اور وزیر کو کچھ نہ دے اس وقت اگرچہ انعام سپاہی نے فرمایا مگر درجہ زیر ہی کا زیادہ ہے +

الذَّاكِرَاتُ قَبْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَمِنْ الْغَازِي فِي سَبِيْلِ اللهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَ
 الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّى يَنْكَبِرَ وَيَخْتَصِبَ دَمًا فَإِنَّ الذَّاكِرَةَ لَافْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً وَاهُ أَحَدُ
 التِّرْمِذِيِّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الشَّيْطَانُ جَائِثٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللهَ خَسَّ وَإِذَا خَفَلَ وَسَّوَسَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
 تَعْلِيْقًا وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ ذَاكِرُ اللهِ فِي

بہت ذکر کرنے والی عورتیں ملے عرصہ میں کیا گیا یا رسول اللہ اللہ کی راہ کا غازی کون ہے سے فرمایا اگر غازی مشرکین اور کفار پر تلوار اترتی چلائے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور فتنوں
 میں رہے چلائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنا والا اس سے درجہ میں زیادہ ہو گا کہ احمد و ترمذی اور ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے
 فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان انسان کے دل پر چڑھتا رہتا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرتا تو وہ ٹوٹ جاتا اور جب انسان غافل ہوتا تو وہ دوسرے
 ہے کہ بخاری تعلیقاً روایت ہے حضرت مالک فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے ۴

۱۔ ذکر سے مراد زبان و دل کے سارے ہی ذکر میں خصوصاً وہ ذکر جو احادیث خریفہ میں مذکور ہیں کہ وہ دوسرے ذکروں سے بہتر ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ زیادتی
 ثواب کا بھی ذریعہ ہے اور زیادتی قرب الہی کا بھی وسیلہ دین و دنیا کی نعمتیں ذکر اللہ سے ملتی ہیں، زیادتی ذکر سے مراد ہے کہ اسکے اکثر اوقات ذکر میں گھرے ہوں دوسرے
 مشغلوں کیلئے بہت کم وقت بچے، مرقات و لمعات ۱۷ بعض غازی قیامت کے بعض ملک جہنم کی سزوں سے بعض اپنی شجاعت دکھانے بعض اسلام پھیلانے کیلئے کفار پر
 جہاد کرتے ہیں ان سب میں فی سبیل اللہ غازی کون ہے ۱۔ اس طرح کہ غازی اپنے خون میں تھک جائے بیچے شہید ہو جائے، غلامہ یہ کہ یہ شخص غازی بھی درجہ اول کا ہوا اور
 شہید بھی اچھے مرتبہ کا کہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ذکر مخصوصی عبادت ہے اور جہاد غیر مقصودی عبادت کیونکہ جہاد اللہ کا ذکر پھیلانے کیلئے تو ہوتا ہے نیز جہاد ہے غازی کا کام اور
 ذکر اللہ میں ہے اللہ کا نام اور یقیناً رب تعالیٰ کا نام ہمارے کام سے بہتر ہے نیز جہاد کی جزا ہے جنت اور ذکر اللہ کی جزا ہے ذکر عبدہ رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذا ذکرنا ذکرکم ہما
 درجہ سے مراد جہنمی درجہ ہے نہ کہ شخصی درجہ یعنی ذکر جہاد سے بدرجہا بہتر ہے اشارۃً یہ بھی فرمایا گیا کہ بوقت جہاد غازی اللہ کا ذکر کرتا رہے کوئی نماز حتی المقدور نہ چھوڑے
 بلکہ میں تلوار زبان پر ذکر یا رب ہو پھر سبحان اللہ کیا پوچھنا ہے ظاہر یہ ہے کہ شیطان ہے مراد قرین شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ الگ الگ ایک شیطان
 رہتا ہے، ابلیس مراد نہیں، وہ تو ان تمام شیاطین کا منظم ہے، یعنی شیطان کی منزل انسان کا دل ہے جہاں وہ ایسا چمڑا رہتا ہے، جیسے شہید سے نفسی خیال
 رہے کہ غافل کے دل پر شیطان کی منزل ہے اور کافر کے دل میں شیطان کا گھر ہے، اس جگہ ابن آدم سے مراد غافل مسلمان ہے نہ کہ کافر جیسا کہ اگلے معنیوں
 سے ظاہر ہے ۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے سے غفلت نہیں آتی بلکہ غفلت سے دوسرے آتے ہیں، لہذا ذکر اللہ دوسروں کا علاج ہے یہاں ذکر سے
 مراد مسلمان کا ذکر اللہ ہے نہ کہ کافر کا ذکر اللہ لیں سے شیطان تو ایمان سے نکلے گا، بغیر ایمان اگر سارا قرآن بھی پڑھ لے شیطان نہ نکلے گا، کیونکہ مسافر کو
 منزل سے ہٹانا آسان ہے مگر کسی کو اس کے گھر سے نکلنا مشکل، غلامہ یہ ہے کہ مومن کا دل مالا مال گھر ہے شیطان چور ہے غفلت تار کی ہے اور ذکر اللہ نور
 و روشنی اچور ہمیشہ اندھیرے میں آتا ہے اُجیالا ہوتے ہی بھاگ جاتا ہے، مومن کو چاہیے کہ اپنے دل کے گھر میں ذکر اللہ کا اُجیالا رکھے تاکہ اس چور سے اس

الْغَافِلِينَ كَالْمُقَاتِلِ خَلَفَ الْغَارِينَ وَذَكَرَ اللَّهُ فِي الْغَافِلِينَ كَفُصْنِ أَخْضَرٍ فِي شَجَرِ يَابِسٍ وَ
فِي رَايَةِ مَثَلِ الشَّجَرَةِ الْخَضِرَاءِ فِي وَسْطِ الشَّجَرِ وَذَكَرَ اللَّهُ فِي الْغَافِلِينَ مَثَلُ مَصْبَاحٍ
فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَذَكَرَ اللَّهُ فِي الْغَافِلِينَ بِرَبِّهِ اللَّهُ مَقْعَدُكَ مِنْ لُحْنَةٍ وَهُوَ حَيٌّ وَذَكَرَ اللَّهُ فِي
الْغَافِلِينَ يُغْفِرُ لَهُ بَعْدَ كُلِّ قَبِيحٍ وَأَعْجِمَ وَالْقَبِيحُ بَنُو آدَمَ وَالْأَعْجَمُ الْبَهَائِمُ رَوَاهُ سَائِرُ
وَكُنْ مَعَاذِينَ جَبَلٍ قَالَ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذَكَرِ اللَّهِ رَوَاهُ مَالِكٌ

والا ایسا ہے جیسے بھاگ جانے والوں میں مجاہد ملے اور غافل نہیں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درخت میں ہری شاخ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے
دھڑنوں میں سبز درخت ملے اور غافل نہیں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ ملے اور غافل نہیں اللہ کا ذکر کرنے والے کو رب زندگانی میں انکو جنت
کا گھر دکھاتا ہے لہذا اور غافل نہیں اللہ کا ذکر کرنے والے کی تمام بولنے والوں اور گونگنوں کی بقدر بخشش ہوتی ہوئے دے انسان ہیں اور گونگے جانور سے زمین روایت ہے
حضرت معاذ بن جبل سے فرماتے ہیں بندے نے بڑا کٹا ہوا لعل نہ کیا جو ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الہی سے نجات دے لے مالک

رہے، یوں تو ہر ذکر اللہ دفع دوسرے کے مفید ہے، مگر لا حول شریف اور اذان دفع شیطان کے لئے اکیر ہے، اسی لئے بعد از من قبر پر اذان کی جاتی ہے کہ مرے سے شیطان دور رہے اور
اسے دوسرے نہ دے تاکہ مردہ امتحان میں کامیاب ہو سکے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں لہذا اس حدیث میں اول کے دوراوی چھوٹ گئے تابعی اور صحابی مگر کوئی حرج نہیں امام
مالک جیسے محدث کی ایسی احادیث مقبول ہیں جب امام بجای کی تخلیق معتبر ہے تو امام مالک کی تفسیر و ترجمہ ہے کہ یہ سب سے غریب کا کہے مقابہ ہے لہذا یہ تابعی صحابی کی جگہ دہار ہے جتنے کہ مارتے
مارتے خود شہید ہو جائے وہ بڑے درجہ والا ہے ایسے ہی عاقل مسلمان بھگدڑ سے غازی ہیں ان میں اکیلا یہ ذکر بڑا بہادر تھا ہر جہ ذکر کیا میں ذکر اللہ کرنا
آسان ہے مگر جب ماحول گندہ ہو چھوڑاں رہنا بہت مشکل ہے لہذا جیسے باغبان کے دل میں اس ہری شاخ دہرے درخت کی بڑی قدر ہے ایسے ہی رب تعالیٰ کی
بارگاہ میں ایسے ذکر کی بڑی منزلت ہے اندھیرے گھر اور غافل دل میں غفلت و غیبت و غور ہے، اچانک گھبراہٹ اور ذکر دل میں نذر ہے، حضور ہے اور سرور ہے الابدان کہ
اللہ تعالیٰ اللہ بکلمہ یا خواب میں یہاں گئے ہوئے، جیسے بعض صحابہ نے جہاد میں شہادت سے پہلے جنت دیکھی اور لوگوں کو بخیر دی یا بوقت جاگنی کہ ملک الموت
پہلے سے اس کا منی گھر دکھاتے ہیں پھر جان نکالتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے أُولَئِكَ تَتَذَكَّرُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخْفُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا تُبْشِرُوا بِأَلْحَنَةِ
الَّتِي كُنْتُمْ مُوْعَدُونَ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے، خیال رہے کہ ذکر دروں کو مرنے وقت جنت دکھائی جاتی ہے، اور عاشقوں کو نزع میں محبوب
صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھاتے ہیں جس سے میت شدت نزع بالکل محسوس نہیں کرتا، جیسے مصری عورتوں کو جمال یوسفی دیکھ کر ہاتھ کٹے کا درد محسوس
نہ ہوا ہے کیونکہ ذکر اللہ کی برکت سے انسانوں کو عذاب سے امن ملتی ہے اور جانوروں کو بھی، لہذا فکر سے سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے ان
سب کی بقدر اسے ثواب ملتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ ذکر اللہ دفع عذاب کے لئے اکیر ہے، اسی لئے بعد موت میت کو زیادہ تر ختم شریف وغیرہ کا ثواب
پہنچاتے ہیں کہ اگر میت عذاب میں ہو تو اس ذکر کی برکت سے نجات پا جائے ذکر اللہ یہاں مطلق فرمایا گیا خواہ انسان خود کرے یا کوئی دوسرا ذکر کر کے
سے بخشے حدیث شریف میں ہے کہ اگر بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھے کہ کسی کو بخشا جائے تو اسے عذاب سے رہائی ملتی ہے اسے مولوی محمد قاسم صاحب دیوبند

وَالْتَرْغُذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ: وَكَانَ ابْنُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتُمْ تَعَالَى يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي وَتَحَدَّثْتُ بِي شَفَعَتَاهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِفَاتٌ وَصِفَاتُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَجْحَى مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنْ يُضْرَبَ بِسَيْفٍ حَتَّى يَنْقُطَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى كِتَابُ أَسْمَاءِ

ترمذی ابن ماجہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جبکہ وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے بونٹ بٹے ہیں بخاری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے تھے کہ ہر چیز کی صیقل ہے اور دونوں کی صیقل اللہ کا ذکر ہے سہ اور کوئی چیز ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الہی سے نجات نہیں دیتی صی بنے عرض کیا کہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا بلکہ نہ یہ کہ غازی اپنی تلوار سے کفار کو مارے جتنے کہ تلوار ٹوٹ جائے سہ سہقی دعوات کبیر اللہ تعالیٰ کے ناموں ۛ ۛ ۛ ۛ

نے بھی اپنی کتب تحذیر اناس میں نقل فرمایا ہم بھی پہلے بحوالہ مرقات عرض کر چکے ہیں یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مرفوع کے حکم میں ہے جیسا کہ محدثین کا قاعدہ ہے یہ حدیث احمد طبرانی ابن ابی شیبہ نے قزوفا روایت کی سہ بیٹے جب تک بندہ میرا ذکر نہ پاتا رہتا ہے میں رحمت کرم سے محبت سے توفیق خیر سے اس کے ساتھ رہتا ہوں خیال رہے کہ خدا تعالیٰ ربوبیت سے ہر بندے کے ساتھ ہے قبر و غضب سے بے دنیوں کے ساتھ ہے رحمت عامہ سے ہر مومن کے ساتھ ہے رحمت خاصہ سے ہر ذاکر کے ساتھ ہے اور اپنے نور و تجلی سے حضور را نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہونے میں بہت وسعت ہے یہ ہر ایمان قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں مذکور ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذاکرین کے پاس رہنا خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہے سہ دنیاوی الجھنیں اور گناہ آئینہ دل کو میل کرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ اس میں کو دور کر کے اس آئینہ کو شفاف بناتا رہتا ہے اگر انسان گناہ نہ کرے اور پھر ذکر اللہ کرے تو دل پر ایسی پالش ہوتی ہے کہ سارا عالم اس دل میں نظر آتا ہے جیسے کہ گھر کا سامان دیوار میں لگے ہوئے شفاف آئینہ میں پھر بندہ عالم کے ہر ذرہ کو کفن وسعت کی طرح دیکھتا ہے حضور غوث پاک فرماتے ہیں **شعر :-**

نظرت الی بلاد اللہ جمیعاً کخرد لیت علی حکو اتصال

قرآن کریم فرما رہا ہے کہ آصف برخیا نے شام سے پیچھے ہوئے تخت بلقیس گھوڑیں میں نقادیکہ بھی لیا اور اٹھا بھی لائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہادند کی جنگ کو دیکھ بھی لیا اور حضرت ساریہ کو نقشہ جنگ کجا بھی دیا یہ سب صفائی دل کے کرشمے ہیں ہر چیز کی صفائی علیحدہ ہے کپڑے کی صفائی صابن سے سوچے کی صیقل سے اور دل کی صفائی ذکر اللہ سے سہ یعنی تم تو صرف جہاد کو کہہ رہے ہو، اگر مجاہد اول درجے کا غازی بھی ہو شہید بھی ذاکر اللہ کے درجے کو نہیں پہنچتا اس کی وجہ یہ ہے بیان کی جا چکی ہے، یہاں منقطع کا فاعل یا تو تلوار ہے یا غازی یعنی تلوار ٹوٹ جائے یا غازی کی زندگی کا تلوار ٹوٹ جائے ذکر اللہ کے جو معنی عرض کئے گئے ہیں وہ یاد رکھنا کہ اللہ کا ذکر یہ بھی ذکر اللہ اس کے محبوب بندوں کا عظمت سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے، اس کے دشمنوں کا برائی سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے، لہذا ہر وقت درود شریف پڑھنے والا کبھی اکی میں شامل ہے اور قرآن کریم، تعلیم حدیث

کامیابان سے پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے سنانوں کے نام ہیں یعنی ایک کم سونٹھہ جو ان ناموں کی حفاظت کرے جنت میں جائیگا اور ایک روایت یہ کہ اللہ تعالیٰ طاق طاق کو پسند کرتا ہے کہ مسلم تجارتی، دوسری فصل روایت حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے سنانوں کے نام ہیں جو ان کی حفاظت کر لیا جنت میں جائیگا وہ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں فرمایا ہے۔

وقت سب اس میں داخل ہے اللہ تعالیٰ کے بہت نام ہیں جن میں سے ایک نام ذاتی ہے اللہ باقی نام صفاتی، صفاتی نام تین قسم کے ہیں صفت سلبی پر دلالت کرنے والے جیسے سچا، قدوس، اولیٰ وغیرہ صفت ثبوتیہ حقیقیہ پر دلالت جیسے علیم، قادر، یا ثبوتیہ اضافیہ پر دلالت جیسے حمید، ملک، مالک، الملک وغیرہ، یا صفت فعلیہ پر دلالت جیسے رازق، خالق وغیرہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام توصیفی ہیں کہ شریعت نے جو تیلے ان ہی ناموں سے پکارا جائے، اپنی طرف سے نام ایجاد نہ کئے جائیں اگرچہ ترجمہ ان کا صحیح ہو لہذا رب کو عالم کہہ سکتے ہیں عاقل نہیں کہہ سکتے، اسے جواد کہیں گے نہ کہ سخی حکیم کہیں گے نہ کہ طیب، خدایا رب کا نام نہیں بلکہ ایک صفت یعنی مالک کا ترجمہ ہے جیسے پروردگار، پالنے والا وغیرہ، خدا تعالیٰ کے بعض نام مخلوق پر بھی لڑے جاتے ہیں جیسے مدد رحیم اللہ کا نام بھی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی، مگر مخلوق کے لئے ان ناموں کے اور معنی ہوں گے جب کسی صفت الہی کی تعجبی بندے پر پڑتی ہے تو اس وقت اس پر وہ نام بولا جاتا ہے جسے حق تعالیٰ کے دوسوا ایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں اور مدارج النبوۃ میں نسخے نے رب تعالیٰ کے ایک ہزار نام گنائے، یہاں تو خانوے نام وہ گنائے گئے جہاں کا یاد کرنا جتنی بونے کا ذریعہ ہے کل نام یہ نہیں ہیں ان ناموں میں سے بعض ذاتی ہیں بعض صفاتی بعض اضافی، لہذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حق تعالیٰ کے نام ستائش سے زیادہ ہیں، اور نہ یہ کہ رب کی صفات کمالیہ تو آٹھ ہیں پھر صفاتی نام زیادہ کیوں ہوئے جسے یعنی جو مسلمان یہ نام یاد کرے اور روزانہ ان کا ذکر کیا کرے، وہ انشاء اللہ اول ہی سے جنت میں جائے گا جسے حق تعالیٰ ذات و صفات میں وحدۃ لا شریک ہے، وہ ان اعمال کو پسند فرمائے گی جن میں اخلاص ہو، شرک کا شائبہ نہ ہو، اور اس بندے کو پسند فرمائے، جو دنیا سے کٹ کر اس کا ہو رہے، غرض کہ دوسرے درجہ میں بہت احتمالات ہیں جسے چونکہ رب تعالیٰ کے صفات و افعال بہت ہیں اس لئے اس کے نام بھی بہت ہیں، نیز اس کے بندوں کی حاجتیں بہت ہیں لہذا رب کے نام بھی بہت کہ بندہ جو حاجت لے کر آئے اسی نام سے لے پکارے، یا پکارے یا شافی لاہ من گہ کار پکارے یا غفار، یا کار پکارے یا ستار وغیرہ، یہاں رہے کہ جتنے نام رب کے ہیں اتنے ہی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جیسا کہ کتب تصوف دیکھنے والوں پر ظاہر ہے، ان ناموں میں رب تعالیٰ کے بہت سے مشہور نام نہیں آئے جیسے قدیم، و زہر، شدید، کافی، رب

بندہ شکروہ کہتا ہے جو بڑا نہ ہو، اور اپنے کو بڑا جانے یعنی شیخی خورا کہ یہ تینوں لفظ قریب المعنیٰ ہیں خالق کے معنی ہیں اندازہ لگانے والا باری کے معنی ہیں نسبت کو مست کرنے والا جو کچھ نہ ہو اسے سب کچھ کر دینے والا۔ معصوم کے معنی ہیں مریض کو اس کے لائق صورت و نقش عطا فرمانے والا، لہذا خلق پہلے ہے پھر رب پھر تصور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا و اخلق لکم من الطین کیمۃ لعلہم یعرفوا ربہم تعالیٰ فرمایا ہے و مخلقون انکا اور فرماتا ہے فختارہ اللہ احسن الخالقین تمام آیتوں میں خلق بمعنی اندازہ کرنے کا ہے غفار غفر سے بنا بمعنی چھپانا غفار کے معنی ہیں دنیا میں بندے کے گناہ چھپانے والا اور آخرت میں معاف فرمانے والا، معافی بھی چھپانے ہی کی ایک قسم ہے، خیال رہے کہ غفار بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اور غفور بھی اور یہ دونوں رب تعالیٰ کے نام ہیں، مگر غفار میں مقدار کے لحاظ سے مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کے لحاظ سے مبالغہ، کہ دوڑوں گناہوں کو چھپانے و بخشنے والا اور ہر طرح چھپانے بخشنے والا کہ تمہارے بنا بمعنی جائز غلبہ، ناجائز دیا و کو ظلم کہا جاتا ہے، تمہارے مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ایسا عظیم الشان غالب ہے کہ بڑی سے بڑی مخلوق اس کے دربار میں عاجز و سرنگوں ہے دیاب اس سے بنا جس کے معنی ہیں بغیر عوض و بغیر غرض و لالچ دینا، دیاب مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ہر مخلوق کو ہر چھوٹی بڑی نعمت بغیر معاوضہ بغیر کسی طمع ہر وقت دیتا ہے معطلی عا ہے دیاب خاص، رب کی عطا بالواسطہ بھی ہے اور بلا واسطہ بھی فرماتا ہے دعا بکم من نعمۃ من اللہ، ولہذا ہمیں بذریعہ انبیاء اولیاء یا بذریعہ اعیان کچھ مٹا اس کی دعا بیت کے خلاف نہیں شہد رزاق رزق سے بنا بمعنی حصہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے و تجعلون دوزخکم انکم تکتذبون مذاق کے معنی ہیں ہر ایک کا حصہ پیدا فرمانے والا اور اس کے مستحق کو پہنچانے والا۔ رزق دو قسم کا ہے، رزق صوری جس کا تعلق سے ہے اور رزق معنوی جس کا تعلق روح و دل سے

الْقَابِضُ لِبَاسِطِ الْخَافِضِ لِرَافِعِ الْمَعْدُ الْمَذَلِّ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

تنگی و فراخی دینے والا، نیچا اُچھا کرنا والا، عزت و ذلت دینے والا، سننے دیکھنے والا، حکمت و انصاف والا، مہربانی کرنا والا، خبر رکھنے والا، کم ہے مدنی پانی، مہربانی روزی ہے ایمان عرفان قرآن وغیرہ روحانی روزی جیسے جسمانی روزی میں لوگ مختلف ہیں، کسی کو زیادہ ملی، کسی کو کم، ایسے ہی روحانی روزی میں لوگ مختلف ہیں، یعنی اپنی رحمت کے دروازے اپنی مخلوق پر کھولنے والا اور ہر مستحق کا حال و استحقاق خوب جاننے والا، علم کا مبالغہ ہے اور علیم بھی مگر ان میں وہی فرق ہے جو غفار و غفور میں عرس کیا گیا، غفار کا تعلق علیم سے بہت ہی نفیس ہے، جو رب تعالیٰ کے علیم و خبیر مہربان کا پردہ حیلان رکھے وہ گناہ پر دلیری نہ کر سکے گا۔

اس طرح کہ جس بندے کا رزق حسی یا معنوی جب چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بڑے ہنرمند کبھی فقیر ہو جاتے ہیں اور بڑے بے ہنر کبھی امیر ہو جاتے ہیں، فیض و بسط ہر چیز میں ہوتا رہتا ہے، انبیاء و اولیاء کبھی عالم کی خبر رکھتے ہیں، کبھی اپنی بھی خبر نہیں پاتے، **لَقَدْ**

بُكَفْتُ أحوالِ أُنْ بَرَقَ جہاں است : دے بیدار دیکھو دم نہاں است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم : گہے پر پشت پائے خود نہ بینم

اس کا فرد کو ذلت سے اُچھا اور مومنوں کو عزت سے اُچھا دشمنوں کو بد بختی سے نیچا، دوستوں کو خوش نصیبی سے اُچھا کرنے والا، یا غفلوں کو نفس میں پھنسا کر نیچا، عاشقوں کو اپنی محبت کے اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اُچھا کرنے والا، بندے کو چاہیے کہ اپنے کسی صل پر بھروسہ نہ کرے، مگر رب کے ہاتھ میں مخلوق پتنگ کی طرح اس کے قبضے میں ہے، یعنی اپنے دوستوں کو دنیا میں گناہوں سے بچا کر نیکیوں کی توفیق دے کر پھر ان کی مغفرت فرما کر پھر انہیں دایر کر امت تک پہنچا کر، پھر انہیں اپنا بیدار دکھا کر عزت دینے والا اور اپنے دشمنوں کو دنیا میں توفیق خیر سے محروم رکھ کر اپنی معرفت سے آشنا کر کے آخرت میں دار عقوبت میں داخل کر کے پھر اپنی رحمت کا طوق لگے میں ڈال کر ذلت و خواری دینے والا، حقیقی عزت و ذلت یہ ہے کہ یعنی ہر ایک کی ہر طرح ہر وقت زبان و دل خطرات کی آواز سننے والا ہر حال دیکھنے والا، مگر کان و آنکھ سے دورا کہ کان و آنکھ بدلتے رہتے ہیں پھر ان کی طاقتیں محدود ہیں، رب تعالیٰ بدلتے اور محدود ہونے سے پاک ہے، خیال رہے کہ یہ صفتیں صفتِ علم کے علاوہ ہیں، ایسا حکم کہ اس کے حکم کی کہیں اپیل نہیں اس کے فیصلہ میں غلطی کا احتمال نہیں ایسا عادل کہ کسی پر کسی طرح ظلم نہیں، خیال رہے کہ رب تعالیٰ کے حکم دو قسم کے ہیں، مکتوبی و تشرعی، مکتوبی احکام میں ہم مجبور ہیں، تشرعی احکام میں ہم با اختیار اس لئے مکتوبی پر سزا و جزا ہیں، تشرعی احکام پر سب کچھ ہے، اور عدل مصدر ہے مجھے عادل یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کہ رحم کا، اللہ تعالیٰ کا عدل پر عدل فرماتا گا، مومن گنہگار پر عدل نہ کرے گا بلکہ فضل و کرم کرے گا، لہذا صریحاً یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ عادل ہے تو رحم کیسے ہوا، اللہ لطیف کے بہت معنی ہیں اسکی ذات فہم و ادراک سے دراعا، مولا تا فرماتے ہیں **لَتَشْعُرَنَّ**

یا خفی الذات محسوس العطاء : امت کالماء و نحن کالوحی

امت کالدیجی و نحن کالغبار : یختفی الدیج و عنداء جہاد

ایسی مہربانیاں فرمانے والا جو ہماری عقل و راہ میں شہر ہو

تجربیاں سب کی بھرتی رہتی ہیں : دینے والا نظر نہیں آتا

الحَکِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُورُ الشَّکُورُ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَبَلُ الْکَرِیْمُ الذَّاقِبُ

حکم و عظمت والا ہے بخشنے والا قدر دان ہے بلند و بزرگی والا ہے حفاظت فرمانے والا قوت دینے والا کلمہ حساب لینے والا بخلت و بخشش والا نگہبان ہے

ایسی نعمتیں دینے والا جو بندے کو دلوں جہان میں کام آئیں، یا الطیف و باریک چیزوں کا دیکھنے سنانے والا چیز کے معنی ہیں ہر وقت ہر ظاہر و باطن پر اطلاع رکھنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے ہر حال سے خبردار ہے حکم کے معنی ہیں آہستگی و بردباری، یعنی رب تعالیٰ مستحقِ مزا کو جلدی نہیں پکڑتا، تو بہ کی مہلت دیتا ہے یا دنیا میں بدوں پر بھی کرم و مہربانی فرماتا ہے، عظیم عظمت سے بنا بمعنی بڑائی، بڑائی جسمانی بھی ہوتی ہے اور رتبہ و عزت کی بھی یہاں عظمت و عزت کی بڑائی مراد ہے یعنی ایسی عظمت والا کہ کسی کا گمان دوسم وہاں کام نہ کر سکے: **شعر:-**

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا: پہچان گیا میں تری پہچان نہ ہی ہے

یعنی غفار کے معنی بھی ہیں بخشنے والا اور غفور کے معنی بھی ہیں بخشنے والا، بہت سے گناہوں کو بخشنے والا غفار، ہمیشہ بڑے گناہوں کو بخشنے والا غفور یعنی غفار میں مقدار کا مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کا مبالغہ: **شعر:-**

گنہگار کا حساب کیا وہ اگر چہ لاکھوں سے ہیں سوا: مگر اے غفور تو اے عفو کا حساب ہے نہ بے شمار ہے

شکر جب بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہیں انعام پاکر منعم کی حمد و ثنا بجا لانا اور جب رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں غفور سے عمل پر بہت فضل فرمانا جس کا ترجمہ قدر دان بہت مناسب ہے کہ وہ کریم و بندہ کے لائق جزا و دیتا ہے نہ اس کے کام کے لائق بلکہ اپنی شان کے لائق دیتا ہے ایک نیکی پر ہزاروں جزا میں ایک نماز پڑھ کر کرنے کی جزا، علیحدہ مسجد کے ہر قدم کی جزا، علیحدہ پھر مسجد میں اگر انتظار نماز کی جزا، علیحدہ پھر نماز میں قیام کی جزا، علیحدہ رکوع کی سجود کی قرأت و تسبیح کی جزا، علیحدہ بعد نماز دعا مانگنے کی جزا، علیحدہ غرض اس کی عطا کا شمار نہیں، ہر عبادت کا یہی حال ہے اسے شکور اس بندہ گنہگار کی یقینت قبول فرما اور اسے صدقہ جاریہ بنا آئی بجائے حبیب اکبریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفائی رکھنے والا علی اور بلندی ذات والا کبر، صوفیا فرماتے ہیں کہ علی وہ جس کے صفات تک عقل نہ پہنچ سکے، کبیر وہ جس کے تصور ذات سے ذہن عاجز ہو علی کا مقابل حقیر ہے کبیر کا مقابل صغیر حتیٰ تعالیٰ کا رتبہ سب سے اونچا سارے رتبہ والے اس سے نیچے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تمام صفات کی عموماً اور ان دو صفات کی خصوصاً تجلی ڈالی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات ہمارے دہم گمان سے دریا ہیں: **شعر:-**

اللہ اللہ آپ کا رتبہ صلی اللہ علیہ وسلم: پڑھتی ہے دنیا رتبے کا خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی کہ تمام عالم اور عالم کی چیزوں کا بربادی سے محفوظ رہنا اس کی حفاظت کے باعث ہے، ہمارے مزاج میں چار دشمنوں کو جمع فرما دیا پھر ان میں سے ہر ایک محفوظ یہ ہے اس کی شان حقیقی مقبوت سے بنا بمعنی روزی یعنی جسمانی جنائی روحانی روزیاں پیدا فرمانے والا اور ہر ایک کو اس کے لائق روزی دینے والا کہ حیوانی کو کھانسی کو من دیتا ہے، رزق و قوت میں فرق ہے، اسی طرح رزاق اور مقبوت میں فرق ہے، عہدِ حبیب مجھے کافی بھی ہے یعنی اللہ ہر بندے کو ہر طرح کافی بھی ہے اسی واسطے بندے کہتے ہیں جسی اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن توکل علی اللہ فهو حسبہ یا بمعنی حساب لینے والا کہ ساری خلق کا حساب چار گھنٹے میں لے لوں گا ان اللہ سریم الحساب یا دنیا میں ہر بندے کو حساب سے روزی دے رہا ہے، جلیل کے معنی ہیں صفات جلالہ سے: **شعر:-** بھون یعنی بزرگی، جلالت و قدر والا، امان غزالی نے فرمایا کبیر کمال ذاتی اور جلیل کمال صفاتی پر دال ہے کریم وہ ہے جو مجرم پر قادر ہو مگر معافی دیدے وعدہ کر کے

اَنْجِبِ الْوَاسِعَ الْحَكِيمَ الْوَدُودَ الْحَيُّدَ لِبَاعِثِ الشَّهِيدِ لِحَقِّ الْوَكِيلِ الْقَوِيَّ الْمَتِينِ الْوَلِيَّ الْحَمِيدَ

وہا میں قبول کرنا والا فراخی دینے والا اسے حکمت والا بزرگی والا اٹھانا والا حاضر والا کارساز توت واستواری والا اسے مددگار لائق تعریف والا

پورا کرے اور امید سے زیادہ دے اور اپنے پناہ لینے والے کو ضائع نہ کرے تمام وسیلوں سے بے نیاز ہو، عزت کا ایک لفظ کریم محمد کا مجموعہ ہے، رزقت وہ حافظ جس کی حفاظت سے کوئی چیز ایک لمحہ کے لئے باہر نہ ہو سکے، رزاقیت میں علم و حفظ ہے نزد م ہے لہٰذا حبیب کے معنی ہیں پکارنے والے کو جواب دیتے والا یا مانگنے والوں کی دعا میں، آرزو میں پوری کرنا والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہماری ضروریات پوری فرمانے والا **تسبحہ**۔

مانہ ہویم و تقاضائے ما نمود : طاعت تو یا کفہ نامے شنود

واسع وسعت سے بنا بمعنی فراخی یا احاطہ رب ایسا واسع ہے کہ اس کا علم اس کی قدرت، رحمت، حکمت اس کی عطا فرشت کو گھیرے ہے۔ **وَمِيعَ كَسْرٍ سَيِّئَةٍ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** کہ کسی کی بنائیت نفیس تفسیر ہماری تفسیر غمی میں ملاحظہ کیجئے آیت الکرسی کے ماتحت اسے حکیم حکم سے ہے یا حکمت سے لینے بر چیز پر اعلیٰ عالم کہ اس کے فیصلہ پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں یا اس کا ہر کام حکمت سے ہے کوئی چیز عینت نہیں بنائی، وود و دود سے بنا بمعنی صحیح محبت لینے اپنے دوستوں سے ان کے اچھے اعمال سے محبت فرمانے والا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو پسند فرمانے والا تجید تجدد سے بنا بمعنی بزرگی لینے ایسی بزرگی والا کہ اس کی بزرگی تک کسی کے وہم کی رسائی نہیں یا ہر طرح بزرگ کہ اس کے ذات و صفات و افعال سب بزرگ، باعث باعث سے بنا بمعنی اٹھانا لینے سوتوں کو بند سے مردوں کو قبروں سے مردہ دلوں کو علم سے اٹھانے والا، عزت کا باعث میں بہت وسعت ہے سب شہید شہادت سے بنا یا شہود سے لینے رب تعالیٰ بندے کے بڑھل کا گواہ ہے کہ وہ ہر وقت بڑھل کو مشاہدہ کر رہا ہے یا ہر جگہ حاضر ہے مومنوں کے ایمان میں حاضر، حاضرین کی جان میں حاضر، خیال رہے کہ رب تعالیٰ کا نام شہید ہے حاضر نہیں کیونکہ رب کی ذات جسمانی یا مکانی حضور سے پاک ہے اور اس کا علم و قدرت و رحمت ہر جگہ موجود ہے حضور و شہود میں بڑا فرق ہے رب کی خلقت ہر جگہ میں نہیں کہ مکان سے پاک و منزہ ہے لہٰذا حق باطل کا مقابل ہے، باطل بمعنی معدوم ہے تو مجھے ثابت و موجود، رب تعالیٰ ایسا موجود ہے کہ اس کے وجود کو فنا نہیں اور تمام موجودات اس کے کرم سے موجود ہیں، جیسے تمام دھوئیں اور سلیے آفتاب کے فیض سے ہیں، رب تعالیٰ گو یا سورج ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم گو یا دیوار ساری خلق اس دیوار ساری خلق اس دیوار کا سایہ کہ اگر درمیان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جٹ جائے تو رہی رب ہو خلقت ختم ہو جائے مصرع اصل ہے ظل بندہ تم پر کروڑوں درود صلی امام عزالی نے فرمایا کہ توت کے معنی ہیں کامل قدرت اور منانیت کے معنی ہیں اس قدرت کی پختگی و مضبوطی، رب تعالیٰ فرماتا ہے **ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينِ** یعنی وہ مضبوط قدرت و طاقت والا ہے، حول، توت، قدرت میں بڑا فرق ہے، جسے مرقات نے اس جگہ بہت تفصیل سے بیان کیا ہے ولی یا توتوی سے ہے بمعنی قرب یا ولایت سے بمعنی والی ہونا یا مددگار ہونا لینے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی ان کے دشمنوں کے مقابل مدد فرمانے والا ہے یا ان کا ظل دارت و متولی مور ہے فرماتا ہے اللہ ولی المتقین اور فرماتا ہے ولی الذین آمنوا یا اللہ تعالیٰ

اپنے دوستوں کے قریب ہے حمید حمد سے بنا بمعنی اسم فاعل یا بمعنی اسم مفعول یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی حمد فرماتا ہے اسی لئے اس کا

نام حامد ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد بنیال ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے

یعنی بہت ہی حمد کئے ہوئے اور رب کا نام ہے محمود یعنی حمد کیا ہوا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

تو اللہ کے محمد ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا محمود و درخشاں ہے کہ اللہ کی حمد بہت اعلیٰ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محمودیت بہت اعلیٰ ہے

الْمُحْصَى الْمُبْدِئُ الْمُعِيدُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاحِدُ الْمَلِكُ الْوَاحِدُ الْقَدُّ الْقُدُّوسُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُنْعَالِي الْأَبَدُ التَّوَابُ

سب کی جانتے والا شروع کرنے والا ٹولنے والا زندہ زندگی موت بخشنے والا زندہ ہمیشہ قائم رکھنے والا سب وجود سستی والا بزرگی والا سب ایک کیلئے لائق
بھر مہر قدرت و نفوذ اقتدار والا سب آگے بھی کرنے والا سب پیچے سب آخرت کھلا چھپانے مددگار عظمت والا احسان فرمانے والا سب توبہ قبول کرنے والا

نہ محض احد سے بنا مجھے شمار کرنا اور گننا یعنی اللہ تعالیٰ ایسا علیم ہے کہ سب کو تفصیلی عدد وار جانتا ہے اس کا علم گول مول اجمالی نہیں جیسے عظیم الشان مجمع دیکھ کر
ہم کو مجمع کا اجمالی علم ہو جاتا ہے کہ دس ہزار آدمی ہیں مگر ان کی تفصیلی نہیں معلوم ہوتی بلکہ اس کا علم تفصیلی ہے اس نے خلق کو پہلے پیدا کیا لہذا وہ مبدئ ہے
وہ قیامت میں سب کو دوبارہ اٹھائے گا لہذا وہ معید ہے یا اس نے ہم کو پہلے مٹی سے بنا یا لہذا وہ مبدی ہے اور وہ ہی ہم کو موت دے کر پھر مٹی ہی میں لوٹا
وہی ہے لہذا وہ معید ہے خیال رہے کہ مردہ خواہ دفن ہو یا جلادیا جائے یا اسے جانور کھا جائے یا خر کا رہنما مٹی ہی ہے کہ جل کر راکھ بنا یا جانور کے پیٹ میں
پاخانہ بنا یا پھر وہ راکھ یا پاخانہ مٹی بن گئی رب تعالیٰ نے فرمایا مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ ذَرِّبْنَا نَعِيمًا كُفِّرْ بِالْكَفْرِ حَتَّى يَكُونَ سَمَكٌ كَسَمَكِمْ كُفِّرْ بِالْكَفْرِ حَتَّى يَكُونَ سَمَكٌ كَسَمَكِمْ كُفِّرْ بِالْكَفْرِ حَتَّى يَكُونَ سَمَكٌ كَسَمَكِمْ كُفِّرْ بِالْكَفْرِ حَتَّى يَكُونَ سَمَكٌ كَسَمَكِمْ
جنان کو عرفان سے انسان کو علم و معرفت رحمان سے زمین کو سبزوں سے زندگی بخشا ہے پھر کفار کو کفر سے غفلت سے موت دیتا ہے سب یعنی وہ
خود زندہ و قائم ہے اور مردوں کو زندہ و قائم رکھتا ہے کفام کی بقا راسی سے ہے اگر اس سے نسبت نہ رہے تو کوئی کچھ نہ رہے صوفیاء کی اصطلاح میں
ولایت کا ایک درجہ بھی قیومیت کہلاتا ہے جس پر پہنچ کر بندہ قیوم کہلاتا ہے وہاں قیوم کے معنی ہیں باعث قیام عالم فقط قیوم ایک ہے مگر رب تعالیٰ کیلئے
ایک معنی میں اور بندے کیلئے دوسرے معنی میں جیسے جی، سمیع، البصیر اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اس کے بندوں کی بھی مگر مختلف معنی سے اسی لئے اولیاء اللہ کو
قیوم اول، قیوم ثانی وغیرہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہی واجب الوجود ہے سب اسی کے موجود کرنے سے موجود ہیں حقیقی بزرگی اسی کی ہے اور سب اس کے بنانے
سے بزرگ بنے، واحد معنی کامل وجود و سستی والا سب واحد معنی ایک اور احد معنی کیلا و لیگانہ یعنی ذاتا بھی ایک کہ اس کے سوا دوسرا نہ ہیں صفاتاً بھی ایک
کہ اس جیسا کوئی نہیں، افعالا بھی ایک کہ اس جیسا کوئی جمیل افعال والا نہیں، لہذا واحد اور احد میں تکرار نہیں لہذا محمد کے بہت معنی ہیں وہ مالک جہاں
سرواری و مالکیت ختم ہے وہ بے خون جیسے کسی کا ڈر نہیں حاجت و آفت سے منزہ و بری، وہ باقی جسے فنا نہیں وہ مولے جس پر سارے بندے بھروسہ توکل
محمود سے مشتق یعنی مقصد و ارادہ یعنی لائق توکل و بھروسہ اسی کی ذات ہے شیخ نے فرمایا کہ اس اسم کی تجلی جس پر پڑ جائے وہ کوئین سے بے نیاز ہو جاتا ہے دیکھو نور
الزہر صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و ایمان و عرفان کسی سے حاصل نہ کیا سب نے سب کچھ حضور سے حضور نے اپنے پردہ گار سے صلی اللہ علیہ وسلم رہے
محمد کی تجلی کے قادر و مقتدر و نون قدرت سے بنے، مگر مقتدر میں مبالغہ ہے قادر جو مختار ہو چاہے کہے یا نہ کہے دے یا نہ دے مقتدر وہ کہ اپنے کام میں کسی کی مدد کا
حاجت نہ ہو شہ باذات آگے سمجھے کرنے والا جیسے اسباب کو آگے کر دیا مسببات کو پیچھے پاں باپ کو آگے، اولاد کو پیچھے فرما دیا یا صفاتاً کہ انبیاء و اولیاء کو
درجے و مراتب میں سب سے آگے فرما دیا یا دوسروں کو ان کے پیچھے لگا دیا یا ہمارے حضور کو آگے بھی کر دیا کہ حضور ہی کا نور سب پہلے پیدا ہوا صلی اللہ علیہ وسلم اور
پیچھے بھی فرما دیا کہ آپ کا ظہور بھی ہوا صلی اللہ علیہ وسلم اس آگے سمجھے کہ لذیذ معانی ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ فرمائیے کہ اس طرح کہ
ہمیشہ سے جس کی ابتدا نہیں، لہذا وہ آگے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا جس کی انتہاء نہیں، لہذا وہ سب کچھ بھی ہے یا وجود میں اول ہے سلوک میں آخر یا سب
کی ابتدا بھی اسی سے ہے لہذا اول ہے اور سب کی انتہاء بھی اس پر لہذا وہ آخر ہے سب اسی کی طرف لوٹیں گے۔۔۔

بدینے والا معافی دینے والا اسے رافت والا ملک کا مالک ہے غضب و کرم والا اسے انصاف والا جمع فرما دینا والا ہے پرواہ اور بے پرواہ کر دینا والا ہے دینے والا نہ دینے والا نفع نقصان کا مالک ہے رخصت کر دینا والا بدایت دینے والا کلمہ ہے مثال ہمیشہ باقی دارت کہ بدایت دینے والا صبر والا ہے و ترمذی

نہ گل چمن میں رہے گلچاہنے گل میں بو باقی : مٹیں گے سارے غم بھی پر رہے گا تو باقی

نہ صفات، رحمت، عطائے سب پر کھلا ذات سب سے جھپی شہرہ:-

بے حجابی میں یہ کہ ہرزہ میں جیلوہ آشکار : اس پر یہ پردہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے : ایک تو ی دیدہ ہے تیرے سوا نا دیدہ ہے

اللہ یعنی سب کا والی وارث سب کے خیال و وہم سے بالا انتقام عیوب سے منزہ نسب پر احسان فرمانے والا کہ جسے جو دیا اپنے کرم سے دیانہ کہ اس کے استحقاق سے بڑے بڑے گنہگاروں کی توبہ قبول فرما کر انہیں بخشے والا بار بار توبہ کی توفیق دینے والا بلکہ گنہگاروں کو یکایک بار بار توبہ دلا کر لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جلیلاً جبکہ توبہ کی توفیق دیتا ہے تو بندہ توبہ کرتا ہے فرماتا ہے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ فَيَتُوبُوا توبہ بندے کی بھی صفت ہے مجھے گناہوں سے رجوع کرنا اور رب کی صفت ہے مجھے ارادہ عذاب سے رجوع فرمالینا :

۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

وَالْبَيْهَقِي فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ وَقَالَ لَتُرْمِذِي هَذَا حَدِيثٌ غَدِيبٌ وَعَنْ بَرِيدَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لِلَّهِمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ دَعِيَ اللَّهُ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا أُسِيلَ بِهِ أُعْطِيَ إِذَا دُعِيَ بِهِ أُجَابَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَنَسٍ

میں ہی دعوات کبیرہ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث عربیہ ہے یہ روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ نبی میں سے مانگتا ہوں اس لئے کہ تو معبود ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں ایک لائق بھروسہ ہے جس نے جہاں کیا اور نہ کوئی اسکا ہمسر ہے تو حضور انور نے فرمایا اس نے اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے اس لئے جب اسم اعظم سے مانگا جائے تو دیتا ہے اور جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے لکھ ترمذی ابو داؤد نے روایت ہے حضرت انس سے

محبوبوں کو نور نیا والا ہے فرماتا ہے اللہ نور السموات والارض اور فرماتا ہے قد جاءكم من الله نور . ہدایت کے معنی راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا بھی اللہ تعالیٰ دونوں معنی سے باری ہے کہ بدیع کے معنی ہیں خود بے مثال کہ کوئی ذات صفات میں اس کا مثل نہیں، فرماتا ہے لیس کمثلہ شئی و غیر مثال عالم بنانے والا یعنی موجد فرماتا ہے بدیع السموات والارض یا اپنے بندوں میں سے بعض کو بے مثال کرنے والا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثال پیدا فرمایا باقی کے معنی ہیں دائم الوجود کہ کبھی فنا نہ ہو وراثت کے معنی ہیں بندوں کی فنا کے بعد باقی رہنے والا جب کوئی دعویٰ دائر نہ رہے تو بھی وہ رہے، فرماتا ہے اَنَا نَحْنُ قَدِيتُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وراثت کے دوسرے معنی رب تعالیٰ پاک ہے یعنی مخلوق کے بعد وہ پاک ہو چکے نہ ہو معاذ اللہ رشید و باری دونوں کے معنی ہیں ہدایت دینے والا۔ مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ الہامی فطری ہدایت کو رشید کہتے ہیں اور اختیاری ہدایت کو ہدایت سارے انسان بلکہ تمام جانور کھلنے اور نہ کھلنے کی چیزوں کو پہنچاتے ہیں یہ رشید ہے اور ہدایتیہ انبیاء کرام بعض کو ایمان لگاتا ہے یہ رب کی ہدایت ہے رشید کا مقابل غوا تیر ہے اور ہدایت کا مقابل ضلالت ہے، رشید، غنی، اور مستدی، اہل آپس میں مقابل ہیں، صبور صبر سے بنا یعنی روکنا، ٹھہرنا، اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گھبراہٹ سے اپنے کو روکنا اگر رب کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں تجربوں کے عذاب میں جلدی نہ فرمانا وقت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا صبور وہ جو جلدی نہیں مگر دیر سے سزا دے حلیم وہ بچہ سزا نہ دے رب تعالیٰ کفار کے لئے صبور ہے اور گنہگار مومن کے لئے حلیم ہے کریم ہے، رحیم ہے ۛ

ۛ یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام اسماء الہیہ آیات و دیگر احادیث میں بھی آئے ہیں مگر صبور اس روایت کے سوا نہ کسی حدیث میں آیت میں، ہاں ایک حدیث میں یہ ہے مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَىٰ أَذَىٰ مِمَّنْهُ مِنَ اللَّهِ ۚ یعنی مولا تیرے ناموں کے حمل و سہل سے تجھ سے دعا مانگ، رہا ہوں، ان ناموں کے صدقہ سے میری سس لے یہ دعا مانگنے والے حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے، اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے وسیلہ خواہ اسمائے الہیہ کا ہو خواہ اس کے کسی محبوب بندے کا اسے بعض علما نے فرمایا کہ اللہ اسم اعظم ہے کیونکہ یہ اسم ذات ہے جو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی پر نہیں بولا جاتا بعض نے فرمایا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے، بعض کے خیال میں رب تعالیٰ کے بعض نام بعض کے مقابلہ میں اسم اعظم ہیں جیسے رحمن بقا بلکہ رحیم کے اسم اعظم ہے لکھ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ دعا میں اللہ تم گناہت بہتر سے کہ اللہ اسم ذات ہے اور رحیم میں تمام ان ناموں کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں رحیم ہے جیسے ملک، مالک، منان، وغیرہ ترے یہ کہ دعا کے آداب سے یہ ہے کہ پہلے حمد الہی کرے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف، پھر اپنے گناہوں کا اعتراف، پھر عرض حاجات، تیسرے

قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يُصَلِّي فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا اللَّهُ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي
إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ فِي هَاتَيْنِ
الْأَيْتَيْنِ وَاللَّهُمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الدَّحُّنُ الرَّحِيمُ وَفَاتِحَةُ آلِ عِمْرَانَ اللَّهُمَّ لَا
إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ

فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا اے نبی میں تجھ سے مانگتا ہوں کیونکہ تیری ہی تفریح ہے میری
ہے میری سوا کوئی معبود نہیں تو میرا بھائی تھیں دینے والا ہے اے آسمان وزمین کا موجد ہے اے جلالت و کرم والے اے زندہ رہنے والے قائم رکھنے والے میں تجھ سے
مانگتا ہوں اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رکعت کے ساتھ دعا مانگی کہ جب اس نام سے دعا مانگی جائے تو قبول فرماتا ہے اور جب اس نام سے کچھ مانگا جائے تو دنیا
سے ترمذی، ابو داؤد، النسائی، ابن ماجہ، ترمذی، ابی داؤد، ابن ماجہ، دارمی اور ابن ماجہ سے حضرت سعد سے فرماتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ قائم رکھنے والا ہے
تفریحی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی اور ابن ماجہ سے حضرت سعد سے فرماتے ہیں کہ

کہ اللہ یا اللہم یا لا الہ الا انت اسم اعظم ہے اے احسان کے معنی بہت مہربان، متان کے معنی ہیں بہت احسان کرنے والا اس میں اشارۃً عرمن کیا گیا کہ تو مجھے جو
دعا کے استحقاق سے نہ دیا ہے کرم سے دیا خیال رہے کہ بندے کا بندے کو احسان جتنا ناگہان طعنہ زنی کیلئے ہو تو بڑا ہے اگر مطیع کرنے کے لئے ہو تو چھوٹا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت
جگہ اپنی نعمتوں کے احسان بخلے میں تاکہ بندے کی اطاعت کریں اس کا احسان مانیں یہی نام کرم ہے متان کے ایک معنی یہ بھی ہیں یعنی احسان جتنا ہے والا لے تیرے سوا کسی سے نہیں مانگتا
تو یہ میرا رب ہے میں تیرا ہی بندہ ہوں خیال رہے کہ انبیاء، اولیاء، افضیاء، اطلباء سے کچھ مانگنا یا اللہ اس پر تعالیٰ ہی سے مانگنا ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت
مانگی ہے اے ان دونوں حدیثوں میں اللہ اور لا الہ الا انت مشترک طور پر موجود ہیں، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ ان دونوں میں کوئی نام اسم اعظم ہے
بعض نے فرمایا کہ جمع کی ساعت قبولیت دعا اور شب قدر کی طرح اسم اعظم بھی مخفی ہے تاکہ بندے اس کی تلاش میں رہیں، یہ تلاش بھی عبادت ہے لہذا اس کا حمد
ابن حبان، حاکم، ابن ابی شیبہ نے کچھ فرق سے روایت فرمایا و مرقات، یہ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا اسم اعظم لا الہ الا هو
ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں ہی مشترک ہے امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ اسم اعظم الحی القيوم ہے امام جزیری نے فرمایا کہ اسم اعظم لا الہ الا هو
الحی القيوم ہے امام نے حضرت عبداللہ بن عباس و ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اسم اعظم رب ہے حضرت امام زین العابدین نے خواب
میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اسم اعظم اللہ الذی لا الہ الا هو رب العرش العظیم ہے، بعض نے فرمایا کہ طیبہ اسم اعظم ہے غرض کہ اسم

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذَا دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ لَمْ يَدْعُ بِهِمَا رَجُلٌ مَسْلُومٌ فِي شَيْءٍ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ: الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دے پیغمبر کی دعا جب انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب کی دعا یہ ہے نیز سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں مانوئے ہوں اللہ کوئی مسلمان آدمی کی حاجت میں یہ دعا مانگے گا مگر قبول ہوگی اللہ احمد قرنی تفسیری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ :

اعظم میں بہت روایات ہیں جن میں امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ میں اور مولانا علی قاری نے مرقات میں جمع فرمایا خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے ہی نام عظیم ہیں کوئی ناقص نہیں، مگر بعض نام اعظم یعنی بہت بڑے ثواب و تاثیر دے ہیں، بعض صوفیاء نے فرمایا کہ جو نام خلوص دل اور عشق و محبت سے لیا جائے وہ ہی اسم اعظم ہے یہی امام جعفر صادق کا قول ہے لے ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ آپ کچھ روز مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے، مگر اس کی غذا بن کر نہیں، کہ نبی کا جسم تو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی، چہ جائیکہ مچھلی کھائے بلکہ امانت الہی بن کر اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا خالقیہ المحدث انہیں مچھلی نے نکل لیا جیسے موتی کو نکل لیتی ہے یہ نہ فرمایا کہ فرمایا کہ مچھلی نے انہیں کھا لیا عطا فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہے کہ ایک پیغمبر کا کچھ دن تجلی گاہ رہ جب مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہو گیا، تو حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا وہ شکم پاک جس میں سید الانبیاء نوناہ تک جلوہ افروز رہے، وہ تو عرش سے کہیں افضل ہے اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی جلد اول ملاحظہ فرمائیے، قیمتی موتی قیمتی ڈبی میں رکھا جاتا ہے اللہ اس سے بھی ارشاد معلوم ہوا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے اور یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی طرف سے العاف ہوئی، اسی دعا کی برکت سے آئی آفتیں حل جاتی ہیں، اٹری مشکلیں حل ہو جاتی ہیں خیال رہے کہ ظلم کے نین معنے ہیں، کفر و شرک رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الشراک لظلم عظیم گناہ، خطا، بھول چوک یہاں تیسرے معنے مراد ہیں، کیونکہ حضرات انبیاء و عقیدگی و بدعملی سے معصوم و معصون ہیں، نیز حضرت یونس علیہ السلام سے اس موقع پر صرف خطا، ہی سرزد ہوئی تھی جیسا کہ ان کے واقعے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو مقام ینوی موصول کا نبی کیا جب قوم نے آپ کی اطاعت نہ کی، تو آپ نے حکم پر دو گارا نہیں خبر دی کہ میں دن بعد تم پر عذاب آجائے گا اور آپ ینوی سے جو موصول کا ایک شہر ہے بغیر حکم الہی آئے بروانہ ہو گئے، یہ سمجھ کر کہ عذاب کی جگہ سے پیغمبر کو چلا جانا چاہیے پھر عذاب کا بادل ینوی پر چھا گیا، وہاں کے باشندوں نے سچی تو بہ کر لی اور آیا ہوا عذاب ٹل گیا میں دن کے بعد آپ نے دُور سے اس شہر کو دیکھا تو آباد تھا آپ شہر میں اس لئے نہ آئے کہ میں نے تو انہیں عذاب کی خبر دی تھی اور عذاب آیا انہیں اب میری وہاں بڑی ہے سزائی ہوگی اور دوسری جگہ چلے گئے، جاتے ہوئے دریا سامنے آیا کشتی میں بیٹھے، درمیان سمندر میں کشتی ٹھہر گئی، ملاحوں کہا کہ شاید اس کشتی میں کوئی سہاگا ہو اعلان ہے جس کشتی آگے نہیں چلتی آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں اور دریا میں چھلانگ لگا دی ایک مچھلی منہ کھارے بیٹھی تھی وہ آپ کو نگل گئی اور دریا نیل پھر دجلہ میں ہوتی ہوئی شام کے علاقہ میں جانگلی وہاں دریا آپ کو زمین پر اُگل دیا پھر کدو کی بیل نے آپ پر سایہ کیا ہرنی آپ کو دودھ پلاتی رہی مرقات وغیرہ، اسلئے کیونکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فرمایا خَاسِجِينَآلَہٗ وَنَجِّیْنَاہٗ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نَجِّی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی اس دعا کی برکت سے ہم نے انہیں بھی غم سے نجات دی اور تاقیامت مسلمانوں کو بھی اس کی برکت سے نجات دیا کہ جس کے مرقات، معلوم ہوا کہ بزرگوں کی زبان سے نکلی ہوئی دعا،

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ عِشَاءً فَإِذَا رَجُلٌ يَقْدَرُ وَيُدْفَعُ صَوْتَهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 اتَّقُولُ هَذَا أَمْراً قَالَ بَلْ مُؤْمِنٌ مُنِيبٌ قَالَ وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ يَقْدَرُ وَيُدْفَعُ صَوْتَهُ
 فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَمِعُ لِقِدْرَاتِهِ ثُمَّ جَلَسَ أَبُو مُوسَى يَدْعُوهُ فَقَالَ
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُ إِنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَحَدٌ أَحَدٌ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهُ بِاسْمِهِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ وَإِذَا
 دُعِيَ بِهِ أَجَابَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِمَا سَمِعْتَ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي أَنْتَ الْيَوْمَ لِي أَخٌ صَدِيقٌ حَدَّثْتَنِي بِحَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کے وقت مسجد میں گیا تو وہاں ایک شخص بلند آواز سے تلاوت کر رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضور فرماتے ہیں
 کہ یہ ریاکار ہے کہ فرمایا بلکہ جو روح الی اللہ الامتدہ ہے اسے فرمایا اور ابو موسیٰ اشعری خوب بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکی قرأت
 غونے سے سننے لگے کہ پھر ابو موسیٰ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے یوں کہا الہی میں گواہ ہوں کہ تو اللہ ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا لائق عبادت ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں
 تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اللہ کے اس نام سے دعا مانگی کہ جب اس نام سے کچھ مانگا جائے تو رب دیتا ہے جب اس نام سے دعا کی جائے تو
 قبول کرتا ہے یہ عرض کیا میں انہیں وہ تبادوں جو میں آپ سے سنا رہا ہوں میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی
 انہوں نے مجھ سے فرمایا تم آج سے میرے بھائی ہو کیونکہ تم نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچائی ہے

بہت تاثیر والی ہوتی ہے کیونکہ یہ وہاں کہ الفاظ دعا گوئی، زبان مائل جب دونوں توفیق جمع ہو جائیں تو شکار یقینی ہے کہ یعنی یا رسول اللہ یہ شخص آپکی مسجد شریف میں پہنچ کر ذکر
 و تلاوت کر رہے ہیں کیا حضور عالی قوت نے دیتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے اگر غفلت ہوتا تو اسے اس قدر پہنچنے کی کسرورت یعنی یہ لوگوں کو دکھا سنا رہا ہے کہ اس کے دوسرے معلوم ہونے ایک مسئلہ
 کہ کسی پر بدگمانی بلا وجہ نہ کرنی چاہیے مومن کا ہر عمل حق الہی کا مکان اخص پر محمول کرنا چاہیے دوسرے یہ ذکر بالجمہر سنت صحابہ ہے اسے حرام کہنا سخت غلطی ہے کہ بعض یہ صاحب
 حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے آپ پر طے ہی خوش الحان تھے حضرت بریدہ آپ کو پہچان نہ سکے اس لئے آپ پر ریاکار ہونے کا احتمال کیا اور آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ پر ریاکاری کا
 الزام بہت بعید ہے (مرقات) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قرأت سے بہت ہی خوش ہوتے تھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھنا چاہیے یہ بھی معلوم ہوا کہ
 دوسرے کی تلاوت سننا سنت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ تلاوت کے بعد دعا مانگنا سنت صحابہ ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے رب تعالیٰ کے اچھے اچھے نام لینا اور
 ان کے وسیلے سے دعا کرنا سنت ہے کہ یعنی ان ناموں میں رب تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور اسم اعظم کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں
 رب تعالیٰ کی جناب سے بھیک ملتی ہے اس بنا پر بعض نے فرمایا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے کیونکہ اس میں یہ نام شریف موجود ہے کہ یعنی چونکہ تم نے
 مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پہنچائی، لہذا تم آج سے میرے محسن بھائی ہو اور چونکہ تم نے مجھے ایک خوشخبری بھی سنائی لہذا آج سے تم
 میرے بہت دوست بھی ہو اس سے معلوم ہوا کہ محدثین و فقہاء سے محبت کرنا چاہیے کیونکہ یہ حضرات ہمارے محسن ہیں کہ ہم تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ رَوَاهُ رِزْقِيُّ: بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ
 الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَفِي رِوَايَةٍ أَحَبُّ
 الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّ هِنٍّ
 بَدَأْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَكَانَ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ أَقُولَ
 سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(رِزْقِيُّ) سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنے کا باب ہے پہلی فصل روایت ہے حضرت سمرہ بن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل کلمات چار ہیں سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ کو پیارے کلمات چار ہیں سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر جس کلمہ سے بتا دو کہ وہ مضر نہیں مسلم اب روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سبحان، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنا مجھے اس سے پیارا ہے جس پر سورج طلوع ہو (مسلم)۔

کے فرمان پہنچاتے ہیں سنت ہے، برے بد نصیب ہیں وہ جو محدثین یا علماء سے نفرت یا عداوت رکھیں: ۱۰ یہ تعظیم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ پہلے باب میں ذکر اللہ کے فضائل ہوئے، ذکر اللہ میں یہ تسبیح وغیرہ بھی داخل تھی، مگر چونکہ دیگر اذکار سے یہ ذکر افضل ہیں، اسی لئے ان کے ثواب کے لئے علیحدہ باب بنادھا: خیال ہے کہ تسبیح کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو تمام نقصان و عیوب سے پاک جانتا یا پاک بیان کرنا، اسمائے الہیہ ورد کرنے والے پر اس نام کی تجلی وارد ہوتی ہے، تو جو سبحان اللہ کا ورد کیا کرے تو انشاء اللہ خود یہ بندہ برائیوں سے پاک ہو جائیگا، تسبیح بہت اعلیٰ ذکر ہے اسی لئے نماز شروع کرتے ہیں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سے، رکوع میں سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْعَظِيمُ، سجدہ میں سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْأَعْلَى خبر عجیب پر سُبْحَانَكَ اللَّهُ کہتے ہیں، ۱۱ یعنی انسانی کلمات یا دوسرے ورد و طیفول سے یہ چار کلمے بہت ثواب کا باعث ہیں، کیونکہ ان کلمات میں رب تعالیٰ کی بے شمار حمیدیں مذکور ہیں سبحان اللہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو سوائے عیوب سے پاک ماننا ہوں: الحمد للہ کے معنی ہوئے تمام ہی تعریفیں رب تعالیٰ کی ہیں کہ وہ تمام صفات کا لیہ کا جامع ہے۔ لا الہ الا اللہ وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر بندہ مسلمان بنتا ہے اور اللہ اکبر میں اس کی کبریائی اور تمام مخلوق سے بڑے ہونے کا اعتراف ہے، لہذا یہ کلمات رب تعالیٰ کی جامع صفات ہیں: اب حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سب سے افضل تو قرآن شریف ہے پھر یہ کلمات کیسے افضل ہو گئے: خیال ہے کہ یہ چاروں کلمات قرآن شریف میں موجود ہیں: لکھتے ہیں تو صریحہً جو تھا کلمہ اشارہ دیتے، دوسری روایت میں ہے کہ یہ کلمات باقیات صالحات سے ہیں: یہ بھی خیال ہے کہ ان کلمات کو کلام فرمایا اللہ ہے نہ کہ اصطلاحاً لہذا اگر کوئی شخص کلام نہ کرنے کی قسم کھائے، وہ ان کلمات کے پڑھنے سے حادث نہ ہوگا، کہ قسم میں کلام سے مراد انسان کا کلام ہے جسے اصطلاح میں کلام کہا جاتا ہے: ۱۲ اللہ اکبر کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری حمد و ثنا بلکہ ہمارے خیال و دہم سے بڑا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ يَا تَبَرُّي ثَنَا لَكَ حَقٌّ: ۱۳ مرقات میں فرمایا کہ یہ تزیین عزیت ہے، اس کے خلاف نسخہ:

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةً مَرَّةً مَرَّةً حَطَّتْ خطاياهُ وَلَنْ كَانَتْ مِثْلُ زَبَدٍ الْبَحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِرُ وَحِينَ يُمَسِي سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةً مَرَّةً لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِأَفْضَلٍ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدًا قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ نَزَادَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ

روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دن میں سو بار سبحان اللہ و بحمدہ پڑھے تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی اگرچہ کف ریہ یعنی سمندر کے جھاگ برابر ہوں (مسلم بخاری) روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبح و شام کے وقت سبحان اللہ و بحمدہ سو بار پڑھ لیا کرے تو قیامت کے دن کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہ لائے گا اسکے سوا جو اس طرح یا اس سے زیادہ پڑھا کرے (مسلم بخاری) روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں ترار و میں بھارے

یعنی بہتر ہے کہ اس نزدیک سے ان کو در کرے، اگر اس کے خلاف بھی کیا تو حرج نہیں ہے۔ یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی، نیز دینا رب تعالیٰ سے فاضل کرنے والی ہے اور یہ رب تعالیٰ کی یاد دلانے والے، خیال رہے کہ ما طلعت علیہ الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں، رہا قرآن و حدیث ہماری عبادات وغیرہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں نہ ان میں دنیا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے، اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں، صوفیاد فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں کھو کر دل میں دنیا نہ رکھو نہ ہلاک ہو جاؤ گے کشتی دریا میں ہے تو خبر ہے کہ کشتی میں آگ لگے تو ہلاکت ہے، لے غواہ بیک وقت یا مختلف اوقات میں صبح کے وقت پڑھے یا شام کو یا کسی در وقت میں، غرض کہ کوئی پابندی نہیں، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ صبح یا شام پڑھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے، لے یعنی بے مدد و بے شمار مگر خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں جو حقوق اللہ کے متعلق ہوں، حقوق شرعیہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں، لہذا فوت شد نماز روزے، بندوں کے قرض اس وظیفہ سے معاف نہ ہو جائیں گے وہ تو ادا ہی کرنے ہوں گے، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، لے یا اس طرح کہ کچھ تو صبح کے وقت پڑھ لیا کرے کچھ شام کے وقت یا اس طرح کہ صبح کو سو بار پڑھے اور شام کو بھی یعنی روزانہ دو سو بار، یہ ہی بہتر ہے، صبح سے مراد پوچھنے سے زوال تک وقت ہے اور شام سے مراد زوال سے لیکر صبح صادق تک ہے، صوفیاد کی اصطلاح میں شام و سوبیرے کے یہ ہی معنی ہوتے ہیں، مگر عالمین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد از فجر اور بعد نماز مغرب پڑھا کرتے ہیں، لہذا یہ ہی افضل ہے، لے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن نہ تو کوئی اسکے برابر نیکیاں لائے گا نہ اس سے زیادہ، ہاں جو کوئی اس کے برابر یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ تو اسکے برابر نیکیاں لائیگا یا جو اس شخص سے زیادہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ اس سے زیادہ نیکیاں لائیگا، مثلاً یہ شخص روزانہ دو سو بار یہ کلمات پڑھتا ہے اور دوسرا چار سو بار پڑھ لیا کرے یا یہاں یہ لفظ اور معنی داتا ہے جو شخص اس شخص کے برابر بھی پڑھے اور اس سے زیادہ بھی، لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ برابر پڑھنے والا اس شخص سے زیادہ کیوں گیا، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ وظیفوں کی تعداد میں زیادتی کمی نہ چاہیے جس قدر منقول ہوں اتنی ہی پڑھے جائیں، جیسے فرض نماز کی رکعات

فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْعُجِزُ أَحَدُكُمْ
أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ
حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيَكْتُبُ لَهُ أَلْفَ حَسَنَةٍ أَوْ يُحِطُّ عَنْهُ أَلْفَ خَطِيئَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
فِي كِتَابِهِ فِي جَمِيعِ الرِّوَايَاتِ عَنْ مُوسَى الْجُهْدِيِّ أَوْ يُحِطُّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَ

رحمن کو پیارے ہیں سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیمؑ مسلم بخاری اور ترمذی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کر لیا کرے ہمنشینوں میں سے کسی نے پوچھا کہ کوئی روزانہ ہزار نیکیاں کیسے کر سکتا ہے فرمایا ایک سو دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے اس کیلئے ہزار نیکیاں بھی جائیں گی اور اس کی ہزار خطائیں معاف کی جائیں گی۔ اس کتاب میں ابو موسیٰ جعفی سے تمام روایات میں یوں ہے کہ یا معاف کی جائیں گی۔ ابو بکر برقانی فرماتے ہیں کہ اسے شعبہ و

اور زکوٰۃ کی مقدار: خیال رہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو باندی سے یہ پڑھا کرے، اُسے اللہ تعالیٰ اس قدر نیکیوں کی توفیق بخشے گا کہ قیامت میں وہ دوسرے سے زیادہ نیکیاں لے کر آئے گا: یہ مطلب نہیں کہ صرف یہ کلمات پڑھنے والا عاجیوں، نازیبوں، شہیدوں، علماء، مجتہدین، محدثین سے بڑھ جائیگا لہذا حدیث واضح ہے: ۱۔ سبحان اللہ کی پیاری فصیح و بلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلی اللہ علیہ وسلم: خیفقان، ثقیلین یعنی بھارے ہلکے اس میں متضادین کا اجتماع ہے: لسان و میزان اس میں متضادین کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور میزان کو زبان کو بھی، جو ہاتھ کی مٹھی میں بروقت تولنے کے ہستی ہے: حبیبستان و رحمن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ، محبت و رحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دونوں کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں، مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ ہمارے کام سے رب تعالیٰ کا نام و زنی ہے، پھر خوبی یہ کہ رب تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں، تو جو ان کا ورد کرے گا، وہ بھی پیارا ہوگا اس کی زبان پیاری ہوگی: ۲۔ یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی دونوں قسم کی حمدوں کو علی وجہ الکمال جامع ہے، عروج و پاکی کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کمالہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان و سجدہ میں ہے: اسی لئے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں: ۳۔ یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے: یہ عام انسانوں کا حال ہے، ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں: ۴۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں آؤ بمعنی واؤ ہے یعنی سوار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس سے ہزار گنا بھی معاف ہونگے اور اگر آؤ اپنے ہی معنی میں ہو، تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے، چاہے اس کے ہزار گنا معاف کر دے، خطیئہ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہونگے، حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہوگی: ۵۔ یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰؑ جعفی سے بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں آؤ ہے: یہ موسیٰ جعفی ابن عبد اللہ ہیں قبیلہ جنہیہ سے ہیں، کوئی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد، مصعب ابن سعد سے روایت لیں، اور ان سے شعبہ، یحییٰ ابن سعید قطان نے احادیث نقل کیں: ۶۔ آپ ابو بکر احمد ابن محمد خوارزمی برقانی ہیں: برقان خوارزم کی ایک لبتی کا نام ہے:

ابوعوانہ و یحییٰ بن سعید القطان عن موسیٰ فقالوا ویحط بغیر الف کذا فی کتاب الحمیدی: وعن ابی ذر قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائی الکلام افضل قال ما اصطفی اللہ الملائکۃ سبحان اللہ و یحمده رواہ مسلم: وعن جویرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدعہ من عندھا بکدۃ حین صلی الصبح وھی فی مسجدھا ثم رجع بعد ان اخلی وھی جالستۃ قال ما زلت علی الحال الی فارتکت علیہا قالت نعم قال النبی

ابوعوانہ اور یحییٰ ابن سعید قطان نے حضرت موسیٰ سے روایت کی ان سب نے ویحط فرمایا الف کے بغیر کتاب حمیدی میں اسی طرح ہے روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا کلام افضل ہے فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا سبحان اللہ و یحمده (مسلم) روایت ہے حضرت جویرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس سے گزے جبکہ نماز فجر پڑھ رہے تھے اپنی مسجد میں تھیں پھر وہاں کے بندہ آپ سے وہاں ہی بیٹھیں فرمایا کیا تم اسی طرح بیٹھی ہو جیسے میں نہیں چھوڑ گیا تھا عرض کیا ہاں تب نبی کریم

یعنی ان روایات میں وہ نہیں بلکہ واؤ ہے یعنی اس کو ہزار نیکیاں بھی ملی ہیں، اور اسکے ہزار گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، لیکن اگر پہلی روایت میں واؤ یعنی واؤ ہو یا یہاں واؤ تنویر یعنی بیان نوعیت کے لئے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں، اور ہو سکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا: رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَنَا بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا: دوسرے مقام پر فرماتا ہے وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ ۱۵ یعنی سائے فرشتے ہمیشہ یہ پڑھائے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ: اسی لئے فرشتوں نے عرض کیا تھا نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ: فرشتوں کا ہمیشہ یہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہے ذکر اپنی رائے سے: قرآن کریم میں ہے لَا إِلَهَ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا: یعنی یہ کلمات بہت افضل ہیں، کیونکہ یہ فرشتوں کا ذکر ہے: اس سے وہ مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان فرشتوں کی عبادات کو بھی جانتے ہیں اور ان کے حالات سے بھی خبردار ہیں جو آسمانوں میں رہتے ہیں عرش ہوں یا کرسی والے، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش والے انسانوں کے اعمال کی بھی یقیناً خبر ہے: دوسرے یہ کہ جو دو وظیفے بزرگوں سے منقول ہوں وہ دوسرے وظیفوں سے افضل ہیں دیکھو فرشتوں کے وظیفے افضل قرار دیا گیا: ایک فقہا سے فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں، اگرچہ انسانیت ماہیۃ فرشتے سے افضل ہے: جب فرماتا ہے وَلَقَدْ كُذِّبْنَا بِحُجَّتِ اللَّهِ ۚ ۱۶ حضرت جویرہ بنت حارث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، مسلمانوں کی اللہ آپ کا نام برہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویرہ رکھا آپ شہر میں مغزوہ مریسہ میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئے، پھر آپ کو مکات کر دیا ان کا بدل کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا: ۲۵ سال عمر شریف ہوئی: ربیع الاول ۱۳ شہر میں فات پائی رضی اللہ عنہا: ۱۷ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے: اس وقت آپ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی ذکر اللہ اور وظیفہ پڑھ رہی تھیں، مسجد سے مراد مصلے ہے یعنی مسجد گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لئے خاص کر لی جائے:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دو پہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصلے پر اسی طرف رکھا: اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوق عبادت: ۱۸ خیال ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنا ریا نہیں

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أَقْلْتُ بَعْدَكَ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثُ مَدَاتٍ لَوْ وَرِنْتَ بِمَا قُلْتَ مُنْذَ الْيَوْمِ
لَوْزَنْتُهُنَّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَيَحْدِيهِ عَدَدُ خَلْقٍ وَرِضَا نَفْسٍ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ
لَهُ عَدَلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَحُجِبَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِرْدًا
مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَ ذَلِكَ حَتَّى يُمَسِّيَ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ كَثْرًا
مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پیچھے چار کلمے تین دفعہ پڑھ لئے اگر انہیں تمہارے تمام وظیفوں سے تو لاجائے جو تم نے سائے میں پڑھے تو ان پر بھاری ہو جائیں سبحان اللہ و بحمدہ عدد خلقہ و رضا نفسہ و زینۃ عرشہ و مداد کلماتہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک دن میں سو بار کہے اللہ کے ایک لے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں سی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور اسکے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اسکے سرگناہ معاف کئے جائیں گے اور اس دن دن بھر اس کی شیطان سے حفاظت ہوگی حتیٰ کہ شام پائے اور کوئی شخص اس سے بہتر افضل عمل نہ کر سکیگا اس کے سوا جو اس سے زیادہ یہ پڑھے۔ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بلکہ ذریعہ قبولیت ہے، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ دری نہیں بلکہ معافی کا ذریعہ ہے۔ لے یعنی ہم نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے۔ لے یعنی اگر کل قیامت میں رب تعالیٰ میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سا سے دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات رکھے تو ثواب میں یہ کلمات بڑھ جائیں گے۔ لے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضا کا باعث ہو، اس کی عرش کی زینت ہو، اور کلمات الہیہ کی جو روشنائی ہے اس کے برابر ہو۔ اس جامع الفاظ میں ساری چیزیں آگئیں، کوئی چیز باقی نہ رہی، لہذا یہ جامع وظیفہ ہے۔ اس لئے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔ لے خواہ ایک دم ایک ہی مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں غرض کہ جو ہیں گھنٹے میں یہ شمار پوری کرے (مرقات)۔ لے یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مِثْلُ كَلِمَةِ طَيْبَةٍ كَتَبَتْ لَهُ بِهَا مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفُتِّرَ عَنْهَا فِي السَّمَاءِ۔ لے اس سے اشارۃ معلوم ہو ہو رہا ہے کہ اگر بندہ رات میں یہ پڑھ لیا کرے، تو صبح تک شیطان سے محفوظ رہے مگر چونکہ بندہ دن میں جاگتا ہے اور چلتا ہے ہی میں شیطان زیادہ گناہ کراتا ہے اس لئے دن کا ذکر فرمایا، اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا علیحدہ علیحدہ ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت ایک دم پڑھنا افضل ہے تاکہ دن بھر شیطان سے محفوظ رہے، یہ تاثیر تو سو بار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا، غرض کہ یہ عمل بہت ہی پُر تاثیر ہے (مرقات)۔ لے اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے یعنی کوئی ورد وظیفہ پڑھنے والا اس جہاں وظیفہ پڑھ سکے گا نہ اس جیسا ثواب وظیفہ پاسکے گا یہ یقیناً ہوگا۔

فِي سَفَرٍ فَجَعَلَ لِنَاسٍ يَجَاهِدُونَ بِالتَّكْبِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
ارْجِعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْتُمْ لَا تَدْعُونَ أَحَدًا وَلَا غَائِبًا أَنْتُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا وَهُوَ مَعَكُمْ
وَالَّذِي تَدْعُونَ أَقْدَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهِ قَالَ أَبُو مُوسَى وَأَنَا خَلْفُ أَقُولُ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فِي نَفْسِي فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ لَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ
الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ الْفَصْلُ

ایک سفر میں تھے تو لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو تم
لوگ نہ ہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سب بھیر کو پکار رہے ہو جو تمہارے ساتھ ہے جسے تم پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی
سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پیچھے تھا اپنے دل میں کہہ رہا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو
حضور نے فرمایا اے عبد اللہ ابن قیس کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ پر رہبری نہ کر دوں میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا لا

حول ولا قوۃ الا باللہ ہے (مسلم بخاری) ۝ فصل

۱۔ اس طرح کہ جوش کے ساتھ تعبیر کے نعرے لگانے لگے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر! یہ نعرے برکت کیلئے تھے نہ کہ کسی خوشی کی وجہ سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے: یہ سطر
غزوہ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے خیر فریق فرماتے تشریف لے جا رہے تھے جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے: ۱۔ یہاں شیخ نے لمعات
اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس نعرۂ تکبیر سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لئے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اسلئے تھا کہ صحابہ پر سفر کرتے ہوئے یہ نعرے تکلیف
کا باعث تھے، اسی لئے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو، در نہ بہت موقع پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الہی کرتے تھے، چنانچہ
جماعت نماز کے بعد صبح کر ذکر کرتے تھے، صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرۂ تکبیر لگاتے تھے: نیز اس سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ
یہ تھا کہ خیر پر ہم اچانک جا پڑیں، لوگوں کو اس سملہ کی خبر بھی نہ ہو سکے، تاکہ کفارتیاری نہ کر سکیں در بہت کم خون خرابہ ہو اور خیر فریق ہو جائے: اس نعرے سے یہ مقصد تو
ہو جاتا، بہر حال ذکر بالجہر منع کر نیوالوں کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جلال الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے: ۲۔ یہاں ذکر بالجہر
منع نہیں، رتبہ الی تو آہستہ ذکر بھی مستحب ہے، بلکہ ہمیں نقصان دہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے تنگ جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہو جائے گا! اسلئے آہستہ ذکر کرو: ۳۔
۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس لئے صبح کر اشر کا ذکر کرنا غلط ہے آہستہ ذکر نہیں سکتا منع ہے بلکہ بدعتیہ کی ہے: ذکر بالجہر تو اپنے نفس و دوسرے فافلوں کو جگائے شیطان
کو جگانے درود دیار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کیلئے ہوتا ہے، مگر اس منزل پر ضرر ہے، خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہماری شررگ سے زیادہ قریب ہونے
کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم، قدرت، رحمت قریب و نہ حق تعالیٰ قریب مکانی سے پاک ہے، اس کی تفسیر وہ آیت ہے إِنَّ دَحْمَةَ اللَّهِ قَدِيبٌ مِنَ
الْجَنَّةِ ۝ ۵ یعنی تم جو اپنے دل میں لا حول و شریف پڑ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں، اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں، خیال ہے کہ لا
حول و شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے، یہی بندگی کا مدار ہے، اسی لئے یہ جنت کا خزانہ ہے
حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت، یا حول سے مراد ہے دفع شر کا جیلہ، اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے

الثانی پکن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال سبحان الله العظيم و
 بحمده غُفِرَتْ لَهُ نَحْلَتُهُ فِي الْجَنَّةِ رواه الترمذی: وكن الذبیڑ قال قال رسول الله صلى
 الله عليه وسلم ما من صباح يصبح العباد فيبدا بآدابي سبحو الملك القدوس رواه
 الترمذی: وكن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الذكر لا اله الا الله

دوسری روایت سے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سبحان اللہ العظیم و بحمدہ پڑھے اس کے لئے
 جنت میں رخت بربا جائیگا (ترمذی) روایت سے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی صبح نہیں جسے
 بندے پائیں مگر ایک پکائے والا پکارتا ہے کہ پاک بادشاہ کی تسبیح پڑھو (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزرگ ترین ذکر لا اله الا اللہ ہے

میں بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے، اس سے معلوم
 ہوا کہ اللہ کی دین اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے: حضرت میلان نے
 تین میل دوسرے چوٹی کی آواز سن کر سمجھ لی حضرت آصف بر خیال بھرمین سے تخت بلقیس لے آئے، یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطائے یحییٰ کے بلب
 پنکھے مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں: پاور آجائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں: بھلی کا تارادی کی ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے، قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی
 برائیاں آتی ہیں، یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ و دور ہیں، رب تعالیٰ نے فرمایا وَجَدَ مَنْ دُونِهِمْ اَعْدَانِيْنَ تَذُوْدَانِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں
 سے الگ و دور عورتوں کو دیکھا تو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں: بیکسو دون کے محنی الگ یا دور ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی
 فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں: یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں کے کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے غیر میں سے چھپائے جاتے ہیں: اس
 جنت کی بعض زمین تو زمین سے پھولوں کے درختوں سے بھری ہے بعض زمین خالی، اس خالی زمین میں ہمارے نیک اعمال مثل درختوں کے نمودار ہوتے ہیں: یہاں اس خالی
 زمین کا ذکر ہے: جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں، کیونکہ کھیت میں دانے ہوتے ہیں جو غذا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ غذا کی ضرورت: باغوں میں پھول
 ہوتے ہیں جن سے لذت لی جاتی ہے: تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اسلئے لا حول شریف سے رخت کھجور ہوتا ہے: بلکہ یعنی ہر صبح کو فرشتہ یاد داز
 دیتا ہے کہ اس وقت تسبیح پڑھو یا آج دن بھر بڑھتے رہنا، چونکہ صبح کے وقت ہر مخلوق تسبیح کرتی ہے، اسلئے خصوصیت سے انسانوں میں یہ ملان ہوتا ہے کہ تم اشرف المخلوق ہو دوسری
 مخلوق سے پیچھے نہ رہو، نیز چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میندار ہم تک پہنچادی، اسلئے فرشتہ کا پکارنا راہبگاہ نہ گیا، لہذا حدیث پر یہ اقرار نہیں کہ جب ہم فرشتے کی آواز
 سنتے ہی نہیں تو اس کے پکائے سے کیا فائدہ: بادشاہ کے فرمان عوام تک اخبارات، حکام وغیرہ کے ذریعے پہنچا کرتے ہیں، تسبیح کرنے سے مراد یا تو مطلقاً
 کوئی سی تسبیح پڑھ لینا ہے یا یہ پڑھنا ہے سبوحان الملك القدوس یا یہ پڑھنا ہے سُبُّوْهُ قَدْ وُسْ دَبْنَا وَرَبِّ الْمَلَايِكَةِ وَالذُّوْجِ یا
 یہ پڑھنا ہے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم (مرقات) بلکہ لا اله الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ کے، درہ صرف لا اله
 الا اللہ تو بہت سے موجد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے وہ مشرک نہیں موجد ہے: جس چیز سے مومن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور

وَأَفْضَلُ لَدَعَاءِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَمْدُ لِمَنْ لَشُكْرٍ مَا شَكَرَ اللَّهُ عَبْدًا لَا يَحْمَدُهُ: وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَنْ يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ أَوْ أَدْعُوكَ بِهِ فَقَالَ يَا مُوسَى قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ

اور بزرگ ترین دعا الحمد للہ ہے (ترمذی و ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد شکر کا سر ہے جس سے اللہ نے خدا کی حمد کی اس نے رب کا شکر ہی نہ کیا: روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائیگا وہ ہونگے جو خوشی و غم میں اللہ کی حمد کرتے ہیں یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں: روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا یا رب مجھے وہ چیز سکھا جس سے تجھے یاد کیا کروں یا جس کے ذریعہ تجھ سے دعا کروں رب نے فرمایا اُمّی کہ لا الہ الا اللہ پھر عرض کیا یا رب یہ تو میرے سارے بندے ہی

ہوتی ہے، اسے پروردگار کا فرمان ہوتا ہے، اس سے دل کی رنگ دہر ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے، دل میں بیداری آتی ہے، یہ حمد الہی و نعمت مصطفوی کا مجموعہ ہے، اس لئے یہ افضل الذکر ہوا: صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لئے کلمہ طبر اکیر ہے: ۱۔ دعا میں کریم کی تعریف اور اپنی عرض حاجت ہوتی ہے: الحمد للہ میں یہ دونوں چیزیں موجود، اسی لئے الحمد کو بہترین دعا فرمایا گیا: جب مسکین سخی کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کی تعریف کرنے لگے تو سمجھ کچھ مانگ رہا ہے: یوں ہی جب ہم فقیر رب کریم کے دروازے پر اس کی حمد و ثنا کریں، تو درپردہ اس سے مانگتے ہی ہیں: سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں، کیونکہ یہ الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے: ۲۔ لہذا جو شکر حمد کے بغیر ہو وہ شکر صحیح نہیں جیسے بغیر سر کے جسم درحقیقت جسم ہی نہیں: ۳۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ شکر کی اصل جگہ دل و اعضاء ظاہری ہیں، دل سے رب کی نعمتوں کا اقرار، اعضاء سے عبادت شکر ہے: اور حمد کی اصل جگہ زبان ہے: اور دل وغیرہ لوگوں سے مخفی ہیں، زبان لوگوں پر ظاہر اور شکر میں اظہار اصل مقصود ہے: اسی لئے حمد کو شکر کا مترادف دیا گیا کہ مقصد شکر سے ادا ہوتا ہے (مرقات) ہر حال میں اللہ نہایت نفیس تحقیق ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَأَمَّا مِنْ نِعْمَةٍ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو، یہ ہے کامل شکر، اور چرچہ زبان سے ہوتا ہے: ۴۔ اس طرح کہ ہر حال میں رب کی حمد کرتے رہتے ہیں، تبدیلی حالات ان کو نہیں بدلتی، راضی برضا رہتے ہیں، چونکہ یہ لوگ سب راضی رہے لہذا رب بھی ان سے راضی رہا، وہ رب کے مقصود سے رزق سے راضی، نور رب ان کی مقوری عبادت سے راضی وہ رب کے جیسے ہوئے رنج و غم پر راضی تو رب ان سے گناہ سرزد ہونے پر بھی راضی: فرماتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اللہ تعالیٰ یہ درجہ نصیب کرے: ۵۔ یعنی اے مولیٰ مجھے خصوصی ذکر و دعا بذریعہ وحی یا الہام سکھا: عمومی ذکر و دعائیں تو تو نے مجھے بہت عطا فرمائی ہیں، لہذا حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ کیا اب تک موسیٰ علیہ السلام کو ذکر و دعا بھی معلوم نہ تھی، اس کی تائید اگلے مضمون سے ہو رہی ہے:

يَقُولُ هَذَا اِنْ مَّا اَرِيدَ شَيْئًا تَخْصُنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسَى كَوْنَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ
غَيْرِي وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ وَضِعْنَ فِي كَفِّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كَفِّهِمَا لَتَبْرَهَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ صَدَّقَ رَبُّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ وَإِذَا قَالَ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ يَقُولُ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي وَإِذَا قَالَ لَا

کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی خاص چیز چاہتا ہوں جس سے تو مجھے خاص کئے فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کی آبادی
اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو ان سب پر لا الہ الا اللہ بھاری ہوگا (شرح سنن) روایت
ہے حضرت ابو سعید حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو رب تعالیٰ اس کی تصدیق
کرتا ہے کہتا ہے کہ واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں بہت بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسکا کوئی شریک
نہیں تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میں کیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں درجندہ کہتا ہے۔

۱۔ چونکہ فطرت بشری ہے کہ عام نعمت کے مقابل میں خاص نعمت سے زیادہ خوش ہوتے ہیں اگرچہ عام نعمت کا نفع زیادہ ہی ہو، دیکھو ہوا پانی، نمک وغیرہ کے مقابل سونے
چاندی جو اہر سے زیادہ خوش ہوتے ہیں، نازنجنگا نہ سے زیادہ نازعید کی خوشی ملتے ہیں، اسی لئے آپ نے یہ سوال فرمایا: لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ
السلام کلمہ سے خوش نہ ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خود ہی ڈالا تھا تاکہ اس کے جواب کو کوئی طیبہ کے مسائل کا پتہ چلے، خیال ہے
کہ یہاں لا الہ الا اللہ سے مراد صرف یہی الفاظ ہیں کیونکہ شریعت موسیٰ ہیں کلمہ میں محمد رسول اللہ داخل نہ ہوا تھا یہ جزد تو دین محمدی کی خصوصیات سے ہے؛
۲۔ علامہ جواب یہ ہے کہ لے موسیٰ تم کوئی خاص عمل و وظیفہ ایسا چاہتے ہو جو لا الہ الا اللہ سے افضل ہو، ایسا کوئی وظیفہ نہیں، نام سے بہتر افضل یہ ہی کلمہ ہے: ساتوں زمین
و آسمان اور ان کے باشندوں میں انسان حیوانات اور ان کے سائے عمل افضل ہیں لہذا تمام وظیفے، اوراد و عبادت سے کلمہ طیبہ افضل ہوا، کیونکہ ربکا نام مخلوق سے افضل
و بہتر ہے: ہاں اس کلمہ سے مختلف لوگ مختلف فائدے اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی فہم و عمل زیادہ وہاں تک اس کا فیض زیادہ: ہمارے کلمہ پڑھنے سے حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم کا کلمہ پڑھنا کہیں افضل و بہتر ہے: یہی حال ہماری عبادات کا ہے (ازمقات) ۳۔ یعنی اس کلمہ کا مضمون اور اسکا ثواب تمام مخلوق سے زیادہ و ذی ہے بشریکہ اعلیٰ
سے پڑھا جائے ورنہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے، اب بھی بعض مشرکین کلمہ پڑھ لیتے ہیں انکے کلمہ کا نہ وزن ہے نہ ثواب، وزن صرف الفاظ کا نہیں: اسکا مضمون کیلئے اللہ تعالیٰ
و عدایت ایہ تمام صفات الہیہ سے اعلیٰ صفت، یعنی ساری خلق سے اعلیٰ ہے: فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ انبیائے کرام حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تو شرف الملق افضل
الملق ہیں، اور یہ الفاظ لا الہ الا اللہ بھی خلق میں داخل ہیں، تو فی ان سے بھی افضل ہونے چاہئیں، کیونکہ یہ الفاظ خلق ہیں مگر انکا مضمون یعنی رب کی وحدانیت خلق نہیں رب
کی صفت ہے، جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے الفاظ سے افضل ہیں مگر قرآن کلام الہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کہ وہ صفت الہی ہے
اسی طرح الفاظ قرآن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں تو قرآن بھی عربی، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مکی
تھے تو آیات آؤ مکہ ہوئیں، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدنی ہو گئے تو آیات قرآن بھی مدنیہ ہو گئیں، مگر مضمون قرآن کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا إِلَى الْمَلَائِكَةِ وَالْحَمْدُ وَإِذْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَكَانَ يَقُولُ مَنْ قَالَهَا فِي
مَرَضٍ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ وَاهُ الذَّرِيزَةُ وَابْنُ مَاجَةَ وَكَانَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ
دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نُورٌ وَحَصَى تَسْبِيحُ بِهِ فَقَالَ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرا ہی ملک ہے میری ہی تعریف ہے جب بندہ کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے بغیر نہ قوت ہے نہ طاقت حضور فرماتے تھے کہ جو یہ کلمات اپنے مرض میں کہے پھر مر جائے تو اسے آگ نہ جلائے گی (ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد) ہے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بی بی کے پاس گئے جن کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں تب حضور نے فرمایا

اتباع کہتے ہیں اے یعنی رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ یہ پڑھ رہا ہے اور وہ سچا ہے سچ کہہ رہا ہے سبحان اللہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اسی کی حمد و ثناء کی حرکت سے اس کا ذکر بارگاہ رب العالمین میں فرشتوں کے سامنے آجائے اور ساتھ میں خود رب تعالیٰ تصدیق بھی فرمادے ۵۵ یعنی یہ بندہ وہ گواہی دے رہا ہے جس کی میں اور میرے فرشتے اور میری تمام خلق گواہی دیتے ہیں: خیال ہے کہ ماری نیکیاں صرف بندے کے لئے ہیں مگر گواہی توحید حضور پر درود صلی اللہ علیہ وسلم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد خوانی وہ اعمال میں جو رب تعالیٰ فرشتوں اور تمام مخلوق کے عمل ہیں: رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهٗ يَبْسُطُوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اَللّٰهُ تَعَالٰی نے کسی نیکی کے حکم میں پنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا سوا درود شریف کے سبحان اللہ کلمہ توحید ایسی پاکیزہ نعمت ہے کہ رب تعالیٰ بھی اس میں شرکت فرماتا ہے: اے ملک و ملکوت کا فرق پہلے بیان ہو چکا ہے، ملک تو عجزاً بادشاہ کا بھی ہو جاتا ہے، مگر ملکوت وہ چیز ہے جو رب تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں: یعنی اللہ میں حقیقت کے لحاظ سے ہے یعنی حقیقت ملک میرا ہی ہے عارضی طور پر مجازاً جسے ملک ملا وہ میری عطیہ سے ملا شعور۔

در حقیقت مالک ہر شے خداست ایں امانت چند روزہ زردا است

۵۵ حول و قوت کے نفیس فرق ابھی کچھ پہلے بیان ہو چکے اور لا حول و شریف کے فوائد عرض کئے جا چکے بندہ رب سے کٹ کر کچھ نہیں نہ اس میں حول بہتی ہے نہ قوت مگر رب سے واصل ہو کر سب کچھ بن جاتا ہے کہ اس میں حول بھی آجاتی ہے اور قوت بھی، قطرہ دیا سے الگ ہو تو کچھ نہیں مگر دریا میں جاتے ہی اس میں مانی طغیانی، فراوانی سب کچھ آجاتی ہے، شیشہ سایہ میں ہے تو کچھ نہیں مگر آفتاب کے مقابل ہو کر اس میں شعلیں، روشنی، تیزی، دھوپ سب کچھ آجاتی ہے: الا باشر میں ب الصاق کی ہے یعنی اللہ سے مل کر بندے میں حول و قوت سب کچھ آجاتی ہے: ۵۵ یعنی اسے قبر حشر اور حشر سے ناسع ہونے کے بعد کبھی آگ کا عذاب ہوگا، اور جب وہ پل مراط سے گذر گیا تو آگ کا اس پر اثر نہ ہوگا سبحان اللہ یہ کلمات ایسا روحانی معالجہ ہیں جس کے لگ جانے سے جہنم کی آگ اثر نہیں کرتی: ۵۵ یہ بی بی ماجہ یا تو حضرت سعد کی محروقات میں سے مل رہی تھیں یا وہ پردہ فرض جسنے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس پہنچنا ہے نہ کہ انہیں بے پردہ دیکھنا: شیخ نے لمعات اور اشعار میں فرمایا کہ یہ بی بی صابہ جناب ام المؤمنین جو یہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ۵۵ یعنی تیسریں ان دونوں پر شمار کر رہی تھیں: یہ حدیث مروجہ دعا گوہر والی تسبیح کی اصل ہے کہ کچھ بڑے انوں اور دھانگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فسق نہیں

أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكَ مِنْ هَذَا وَأَفْضَلُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذَلِكَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ ثَلَاثٍ غَرِيبٌ وَكَانَ عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِي عَن جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللَّهَ مِائَةً بِالْخَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ وَمَنْ حَمِدَ اللَّهَ مِائَةً بِالْخَدَاةِ وَ

کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں جو تم پر اس سے آسان بھی ہو اور تمہیں بھی اشر کی پاکی بولنا ہو اس کی برابر جسے آسمان میں پیدا فرمایا اور اشر کی پاکی بولنا ہو اس کی برابر جسے زمین میں پیدا فرمایا اور اشر کی پاکی بولنا ہو اس کی برابر جو ان کے درمیان ہے اور اشر کی پاکی بولنا ہو اس کی برابر جسے وہ پیدا فرمایا والا ہے اور اشر میت بڑا ہے (اسی قدر) تمام نعمتیں اشر کی ہیں (اسی قدر) اور اشر کے سوا کوئی معبود نہیں (اسی قدر) اور اشر کے بغیر قوت (اسی قدر) (ترمذی) ابو داؤد (ترمذی) نے فرمایا یہ حدیث غریبہ ہے روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشر کے لئے صبح کو سو بار سبحان اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہوگا جو سو حج کرتے اور جو صبح کو سو بار الحمد للہ پڑھے اور

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسّع بھی استعمال نہ کی، آپ ہمیشہ بطریق عقدا ناں انگلیوں پر شمار فرماتے تھے، مگر ایک صحابیہ کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا لہذا تبسّع صحابی کی سنت علی بن ابی طالب اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مسکونی، مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تبسّع کو بدعت کہا غلط کہا، مشائخ فرماتے ہیں کہ تبسّع شیطان پر کڑوا ہے حضرت جنید دلائی کی انتہا پر پہنچ کر بھی تبسّع پڑھا کرتے تھے کسی نے اس کی وجہ پوچھی جواب دیا کہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑیں (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لئے تھیلوں دروہیوں بادل بادل یا گھٹلیاں جمع کر رکھتے ہیں ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے کہ یہ آؤ یعنی واؤ ہے، مطلب ہے کہ اس دعا میں ہمارا وقت بھی کم خرچ ہوگا اور ہمیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور ان کلمات کا ثواب ہماری ان سے زیادہ ہوگا یا آؤ یعنی بلی ہے تب تو مطلب ظاہر ہے کہ غلام مطلب یہ ہے کہ رب کی تبسّع میری گنتی شمار سے دراد ہے، کیونکہ آسمان و زمین کی یہ چیزیں میرے علم و ادراک سے خارج ہیں، رب کی عطائیں ہمارے شمار سے باہر ہیں، تو اس کی تبسّع بھی ہماری شمار سے باہر ہونا چاہئے، بلکہ یعنی گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کی بقدر اشر اکبر بھی کہتا ہوں اور اسی قدر الحمد للہ بھی اور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی، اور اسی قدر لا حول الا بحی، اس طرح یہ کلمات میرے پڑھنے میں تو ایک ہیں، لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر ہے

۱۷ یعنی شروع دن میں سو بار سبحان اللہ کہے اور شروع رات میں بھی سو بار تو اسے نقلی سو حجوں کی برابر ثواب ملے گا یہاں مرقات نے فرمایا کہ تبسّع سے مراد حضور ﷺ کے ساتھ تبسّع پڑھنا ہے اور حج سے مراد وہ حج ہیں جو غفلت سے کئے جائیں، مطلب یہ ہے، حضور قلبی کے ساتھ آسان کی غفلت کے مشکل اعمال سے افضل ہوتا ہے، خیال ہے کہ حج کا ثواب ملنا اور بے حج کی ادائیگی اور یہاں ثواب ذکر ہے نہ کہ ادائے حج کا، جیسے طباطبائی کہتے ہیں ایک گرم کھجور کے پتے میں ایک روٹی کی طاقت ہے، مگر پیٹ روٹی ہی سے بھرتا ہے، کئی شخص دو دن تین دن متعلقہ کھا کر زندگی نہیں گزار سکتا، واقعی ان تبسّیوں میں اتنا ہی ثواب ہے، مگر حج ادا کرنے ہی سے ہونگے حوا۔

مِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ جَمَلَ عَلَى مِائَةٍ فَدَسَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَنْ هَلَكَ اللَّهُ بِمِائَةٍ بِالْعَدَاةِ
فَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ مِائَةً رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَنْ كَبَّرَ اللَّهُ بِمِائَةٍ بِالْعَدَاةِ
فَمِائَةً بِالْعَشِيِّ لَمْ يَأْتِ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ أَحَدٌ بِأَكْثَرِ مِمَّا أَتَى بِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ أَوْ
نَادَى عَلَى مَا قَالَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُهُ
وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُونَ اللَّهِ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا

سوار شام کو تو اس جیسا ہوگا جو اس کی راہ میں سو گھوڑے خیرات کرے اور جو صبح کو سوار لا الہ الا اللہ پڑھے اور سوار شام کو تو اس کی
طرح ہوگا جو اولاد حضرت اسماعیل سے سو غلام آزاد کرے اور جو صبح کو سوار لا الہ الا اللہ پڑھے اور سوار شام کو تو کوئی اس کے زیادہ نیکیاں
اس دن نہ کر سکے گا بجز اس کے جو اتنی ہی بار یہ کلمات کہے لے یا اس سے زیادہ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے
غریب بھی: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سبحان اللہ آدمی میزان ہے اور الحمد
اللہ اسے بھر دے گی اور لا الہ الا اللہ کیلئے رب سے کوئی آدھ نہیں سیدھا اس تک پہنچتا ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ

باجرے کے ایک اند سے پانچ سات بایاں دے سکتا ہے جن کے دانے ہماری شمار میں نہیں ہوتے وہ ب تیسویں پرتا ثواب بھی دے سکتا ہے اس قسم کے ثوابوں
کا وعدہ قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے رَبُّ تَعَالَى فَرَمَانَا هُوَ خَلَّ الَّذِينَ يُفَقُّونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفِّيهِمْ أَجْرَهُمْ خَيْرًا مِمَّا خَرَفُوا لَهُمْ انْزِلَ فِي هَؤُلَاءِ
الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ اس کی طرح ہے جس سے سات بایاں پیدا ہوں ہر بانی سے سود لے اور اللہ سے چاہے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرمائیگا: اس قسم کی احادیث
اور آیتوں کو مبالغہ یا جھوٹ سمجھنا بے دینی ہے رب تعالیٰ مومن ہمارے خیال سے دراز ہے اسے روکنے والا کون ہے: یعنی سرفانیوں کو جہاد کرنے
کے لئے سو گھوڑے جو ان پر سوار ہو کر جہاد کریں: خیال ہے کہ جہاد وغیرہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ کی اشاعت ہے مومن: نیک گیری کے لئے نہیں لڑتا بلکہ ذکر سے
مردوں میں دور کرنے کے لئے لڑتا ہے اور حمد الہی یقیناً سو جہادوں سے افضل ہے کہ جہاد مقصود غیرہ اور یہ مقصود یعنی اللہ کہ دیگر غلاموں سے اولاد
اسماعیل علیہ السلام کا آزاد کرنا افضل ہے: مرقات نے فرمایا کہ اولاد اسماعیل سے مراد اہل عرب ہیں کہ وہ سب ان کی اولاد ہیں، چونکہ عرب حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم سے قرب رکھتے ہیں اس لئے ان پر احسان کرنا افضل اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد خصوصاً سادات کرام سے ملوک کرنا بہتر ہے: یہ حدیث
تیسرے قادری کی اصل ہے، سلسلہ قادریہ میں روزانہ صبح شام سبحان اللہ سو بار، الحمد للہ سو بار، لا الہ الا اللہ سو بار، اللہ اکبر سو بار پڑھا جاتا ہے: یہ
وظیفہ اس حدیث سے لیا گیا: اللہ یعنی میزان کی نیکی کا پلہ آدھا سبحان اللہ سے بھرے گا اور آدھا الحمد للہ سے، یہ دونوں کلمے ملکر اسے پورا بھر دیئے، کیونکہ اللہ
کے ذکر و قسم کے ہیں منتر بہ اور تحمید: سبحان اللہ میں منتر بہ ہے یعنی رب تعالیٰ کو سارے عوالم سے پاک جانا: اور الحمد للہ میں تحمید یعنی اسے تمام کمالات سے موصوف
ماننا، میزان تو ان دونوں سے ہی بھر گئی، باقی نیکیاں زیادہ ہیں جن کا ثواب علامہ ہوگا: خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں کلموں نے سارے گناہوں کو
تو ختم کر دیا کہ سب گناہوں کے مقابلہ میں تو یہ دونوں کلمے ہی کافی ہو گئے باقی نیکیاں نفع میں ہیں: یہ اس میں اشارہ فرمایا کہ لا الہ الا اللہ ان دونوں

حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ بِإِسْنَادِهِ بِالْقَوِيِّ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ إِلَّا لِلَّهِ مُخْلِصًا قَطْرًا لَا فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى يُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكِبَايِرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقْدَأُ أَمْتِكَ مِنِّي السَّلَامُ وَأَخْبِرُهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةٌ التُّرْبَةُ عَذْبَةٌ الْمَاءُ وَأَنْهَا قَيْعَانٌ وَلَنْ

حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں: روایت سے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کبھی غلوں سے لالہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ کلمہ عرش تک پہنچ جاتا ہے جب تک کہ بندہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریبہ: روایت سے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں ہماری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی کہ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ اپنی امت کو میرا سلام فرمادیں اور انہیں بتا دیں کہ جنت کی زمین بہت زرخیر ہے وہاں کاپانی بہت شیریں جنت میں سفید زمین بہت ہے وہاں کے

کلموں سے بھی افضل ہے کیوں نہ ہو کہ یہ ساری منزلیں تہجد کو شامل ہے: مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ بہت جلد قبول ہوتا ہے براہ راست جب تعالیٰ تک پہنچتا ہے جس قدر ہمارا اخلاص زیادہ اسی قدر کلمے کی قبولیت اعلیٰ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کلمہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے تو کیا وہ مقبول ہاں گاہ تھے: لے مرقا نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد واقعی ضعیف ہے مگر چونکہ اس میں حرام و ملال کے احکام مذکور نہیں، صرف کلمہ طیبہ کے فضائل کا بیان ہے، اس لئے مقبول ہے: لے گناہ کبیرہ سے بچنے کی شرط کمال ثواب اور کمال قبولیت کے لئے یعنی متقی مسلمان کا کلمہ اعلیٰ درجہ کا مقبول ہوتا ہے، اور فاسق و فاجر کا کلمہ قبول نہ ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں، تمام ذکر شل کا رتوس ہیں، اور مذاکر کی زبان شل رائفل کے کشکار واقعی کار توس کرتا ہے، مگر رائفل کی طاقت سے قلب کا اخلاص گویا بارود ہے کہ کشکار گولی سے ہوگا مگر بارود کی امداد سے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گناہ نیکی کو نہیں مٹاتا بلکہ نیکی گن ہوں کو مٹا دیتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الْيُسْرَاتِ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں، متقی کی نیکی فاسق کی نیکی سے افضل ہے بلکہ جیسا عامل کا درجہ ویسا ہی اسکے عمل کا ثواب، صحابہ کا ساڑھے چار سیر جو غیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل، کیوں؟ اس لئے کہ وہ عامل افضل ہیں: لے خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر وہاں ہی گفتگو ہوئی، عمومی ملاقات کو سائے انبیاء سے بیت المقدس میں ہو چکی تھی، مگر وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی، وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جو انشاء اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی: لے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات میں ایک دوسرے سے بھی ملتے ہیں، اور زندہ مقبول بندوں سے بھی: دوسرے یہ کہ وہ حضرات بندوں کا سلام سننے بھی ہیں ورنہ انہیں سلام کہلاتے بھی ہیں: تیسرے یہ کہ وفات یافتہ بندوں کو اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلواتا جائز ہے جبکہ ان کو پہنچ سکے: ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلویا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا، سلطان العارفين بايزيد بطلاني خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا ہو گئے جو انہیں پائے میرا سلام پہنچائے: مولانا فرماتے ہیں شہد

آن شہیدی داستان با یزید کہ از حال ابوالحسن از پیش دید

خَدَّاسَهَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ غَرِيبٌ إِسْنَادًا وَعَنْ يُسَيْدَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّقْدِيسِ وَأَعْقِدَانِ بِالْأَنَامِلِ فَإِنَّهُنَّ
مَسْئُولَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفَلَنَّ فَتُنْسِينَ الرَّحْمَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ
الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ أَعْدَائِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

درخت یہ کلمات ہیں شریک ہے اسی کی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں شریعت بڑا ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث
اسناد سے حسن و غریب ہے روایت سے حضرت یسیرہ سے آپ مہاجر بیویوں میں سے ہیں فرماتی ہیں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
اے بیسیو تسبیح و تہلیل و تقدیس کی پاکی بولنے کو لازم کرو انگیلیوں پر گنا کرو عقدا نال کہ انگیلیوں سے سوال ہوگا انہیں گناہ بخشی جائے گی اور
کبھی غافل نہ ہونا ورنہ تم رحمت سے محلا دی جاؤ گی (ترمذی و ابو داؤد) تیسری فصل: روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی

آخر میں مولانا فرماتے ہیں: شعد

بلکہ قبل از زادون تو سالہا : مرزا داند مجملہ حالہا

صحابہ کرام قریب اوفات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام عرض کرنا چھتے یہ کہ ہم کو بھی چاہئے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ
سلام کا جواب دینا ضروری ہے: ۱۵ یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے، اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں، اسی حصہ میں دم میلہ الصلوۃ
والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفید ہے جس میں تمہارے وظیفوں و اعمال سے درخت لگیں گے، جب تم یہاں آؤ گے تو دونوں قسم کے باغ پاؤ گے: لہذا اس حدیث
پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفید ہے تو اسے جنت کیوں کہتے ہیں، جنت کے معنی تو ہیں باغ، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
معراج میں وہاں باغ اور پھل سب کچھ ملاحظہ فرمائے: ۱۶ آپ کا نام یسیرہ بنت یاسر مشہور صحابیہ ہیں: ۱۷ اس طرح کہ کسی حال میں متوجہ قنات دس
دینا و دویہ المثلثۃ والدوس: ۱۸ سبحان الملک القدوس یا دیگر تسبیحیں اسی قسم کی کبھی نہ چھوڑو، اپنا منہ ان ذکروں سے سر رکھو: ۱۹ اس طرح کہ
ان کی شمار انگیلیوں کے پوروں پر کیا کرو، یا عقدا نال کے ذریعہ پوری انگیلیوں پر کیا کرو: معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیبیاں عقدا نال جانتی ہوں گی، اسی لئے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقدا نال کا حکم تو دیا مگر اس کا طریقہ نہ بتایا: ۲۰ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْکُمْ
السُّنَّتُمْ وَأَیْدِیْہُمْ وَأَرْجُلُہُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ یَشْہَدُ عَلَیْکُمْ وَتَسْمَعُکُمْ وَالْأَبْصَارُ کُفْرًا وَلَا جُنُودُ کُفْرًا: اس سے
معلوم ہوا کہ بقاء دلوں پر شمار کرنے کے انگیلیوں پر شمار کرنا افضل ہے، اور یہ کہ اعضاء کو اچھے کاموں میں لگانا چاہیے، ورنہ یہ ہمارے خلاف گواہی
دیں گے: ۲۱ یعنی اگر تم خدا کو بھول گئیں، تو رب تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دد کر دے گا، اگر اس کی رحمت چاہتی ہو تو اسے یاد رکھو، رب تعالیٰ
بھول چوک سے پاک ہے، اس لئے بھلائی جاؤ گی، وہ ہی معنی ہیں جو عرض کئے گئے یعنی رحمت سے دوری: رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذکرونی اذکد کھر
تم مجھے یاد کرو میرے ذکر سے میں تمہیں یاد کروں گا اپنی رحمت سے، مولانا فرماتے ہیں شعد: گرتو خواہی رستن با ابرو : ذکر اذکرن ذکر اذکرن ذکر اذکرن

اللہ علیہ وسلم فقال علمنی کلاماً اقولہ قال قل لا اله الا الله وحده لا شریک لہ، الله اکبر کبیراً والحمد لله کثیراً وسبحان الله رب العالمین لا حول ولا قوۃ الا بالله العزیز الحکیم فقال فہو لایدری فالی فقال قل اللهم اغفر لی وارحمنی واهدنی وارزقنی و عافنی شدک الداوی فی عافنی رواہ مسلم، وعن انس بن رسول الله صلی الله علیہ وسلم مد علی شجرة یابست الورق فصر بہا بعصاہ فتناثرت الورق فقال ان الحمد لله وسبحان الله ولا اله الا الله والله اکبر تساقط ذنوب العبد کما یتساقط ورق هذه الشجرة رواہ الترمذی

حاضر ہونے والے مجھے کوئی وظیفہ سکھائیے جو میں پڑھ لیا کروں فرمایا کہو اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں شریعت ہی بڑا ہے اللہ کی بہت حمد ہے اللہ پاک ہے جہانوں کا پالینوالا اللہ غالب حکمت والے کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت وہ بوسے یہ تو رک کے لئے ہوئے میرے لئے کیا ہے فرمایا یوں کہو الہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما مجھے ہدایت دے مجھے رزقی دے مجھے امن نصیب کرے راوی کو عافنی میں کچھ شک ہے (مسلم) راویت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک پتوں والے درخت سے گذرے تو اس میں اپنی لاشی شریف ماری پتے جھڑ گئے فرمایا الحمد للہ سبحان اللہ اور لا اله الا اللہ اور اللہ اکبر بندے کے گناہ یوں جھاڑ دیتے ہیں۔
جیسے اس درخت کے پتے جھڑ گئے تھے (ترمذی)

۱۔ بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا جیسے ہی اوقات مقرر ہیں معلوم ہوا کہ شائع سے وظیفے پوچھا اور اکی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت سے خاص تاثر پیدا ہو جاتی ہے ثواب حاصل کرنے کیلئے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں: یہی معلوم ہوا کہ ملاوۃ نماز و تلاوت قرآن کے اور درود وظیفے بھی کرنے چاہئیں: نماز و تلاوت تو روحانی غذا ہیں اور یہ وظیفے روحانی سبک: غذا اور سوسے دونوں ہی فائدہ مند ہیں: ۲۔ سبحان اللہ کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب اللہ ان الفاظ میں رب تعالیٰ کی حمد تو ہو گئی، کچھ دعائیں کھلے آئے ہیں اس کی حمد بھی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے بھیکتا مانگتی بھی: ۳۔ یعنی میرے گناہ بخش دے، مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر کہ مجھے طاعتوں کی توفیق دے اچھی زندگی گزارنے کی توفیق دے: ہدایت دے، مجھے حلال رزقی عطا فرما: ۴۔ یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کر جس کا انجام میرے لئے برا ہو (مرفاۃ) عاقبت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں اصل عاقبت مصیبت سے امن ہے: ۵۔ غالباً راوی سے مراد صحابی ہوں یعنی اسناد کے آخری راوی، ہو سکتا ہے کہ کوئی اور راوی ملے ہوں انہیں یہ شک ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عافنی فرمایا یا نہیں، بہتر یہ ہے کہ عافنی بھی پڑھا جائے، ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جزا ہو: عاقبت میں دین و دنیا کی ساری امتیاز داخل ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے مصیبت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا رَبِّ السَّجُنَ احَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنِیْ اِلَیْہِا کیونکہ مصیبت کے مقابلے میں مصیبت عاقبت ہے: ۶۔ ظاہر ہے کہ وہ درخت جنگلی تھا جس کا کوئی مالک نہیں، اس کے پھل پھول پتے ہر شخص لے سکتا ہے اور ممکن ہے کسی کے گھر یا باغ کا درخت ہو، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی جان و مال کے مالک ہیں اسلئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت درخت کے پتے جھاڑ دیئے، ورنہ کسی کے ملک درخت پر چڑھنا، لاشی سے اس کے پتے جھاڑنا ہمارے واسطے ممنوع ہے کہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف ہے: ۷۔ سبحان اللہ کی نفیس تشبیہ یعنی گناہوں میں گرفتار انسان سوکھے ہوئے درخت کی طرح ہے اور اس کے گناہ مثل پتوں کے، اور یہ کلمات گویا

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: وَعَنْ مَكْحُولٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّمَا مِنْ كُنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُولٌ فَمَنْ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَمَنْجَا مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ كَشَفَ اللَّهُ عَنْهُ سَبْعِينَ بَابًا مِنَ الْخَيْرِ أَدْنَاهَا الْفَقْرُ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَمَكْحُولٌ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةِ وَتِسْعِينَ دَاءً أَيْسَرُهَا أَلْهَمْتُ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے: روایت ہے حضرت مکحول سے: وہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ پڑھا کر دو کہ یہ جنت کے خزانہ سے ہے مکحول فرماتے ہیں کہ جو کوئی پڑھا کرے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور لا منجا من اللہ الا الیہ تو اللہ تعالیٰ اس سے ستر معیبتوں کے در بند کر دیکر جن میں سے ادنیٰ مصیبت فقیری ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں مکحول نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا نہیں: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں ادنیٰ بیماری غم ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

حصائے محبوبی ہیں جس سے وہ گناہ جھڑتے بھتے ہیں: اس میں مویانہ اشارہ اس جانب بھی ہے کہ یہ کلمات گناہوں سے اس وقت پاک کرینگے جب یہ کسی کامل کے ذریعہ کہے جائیں گے، کیونکہ اگرچہ رخت میں لگی لاکھی می تھی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے: لے آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حبشی النسل ہیں، شام کے مفتی ہیں: امام نہ ہری فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء بڑے کامل ہیں مدینہ منورہ میں ابن مسیب اور کوفہ میں امام شعبی، بصرہ میں خواجہ حسن بصری، شام میں مکحول: لے اس کی شرح پہلے گذر چکی یعنی یہ جنت کی نفیس نعمتوں میں سے ہے جو اس دن کام آئیں گی جب مال والاد کچھ کام نہ آئیں، کہ محفوظ خزانے خاص ضرورت کے وقت ہی کھولے جاتے ہیں: لے مرقاتے فرمایا کہ یہاں فقیری سے مراد دل اور مال دونوں کی فقیری ہے، یعنی اس کا مال کا بھی غنی ہوگا اور دل کا بھی، کیونکہ جو اپنے کو رب کے سپرد کر دے وہ یقیناً غیر سے متنفعی ہوتا ہے، اس شخص پر اگر کبھی مال کی غریبی آجی گئی، تو وہ دل کا فقیر نہ بنے گا: لے کیونکہ جناب مکحول نے حضرت انس ابن مالک اشلہ ابن اسحق اور ہندوزان صحابہ سے ملاقات کی ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مکحول جیسے جلیل القدر تابعی کا ایک اوی کا چھوڑ دینا کوئی مضر نہیں، جب ہم سناری کی تعلیق مبتدئہ جس میں ایک اوی کا ذکر بھی نہیں ہوتا، تو ایک حضرت مکحول کا ایک اوی چھوڑ دینا کیوں مضر ہوگا: لے ہماروں سے مراد جسمانی، روحانی، دنیاوی، اخروی بیماریاں ہیں کہ لاحول شریف ان سب کا کل علاج ہے: لے غم دنیاوی ہو یا دینی و اخروی لاحول شریف کی برکت سے ہر طرح کا غم دور ہوتا ہے، معاش و معاد کی فکر سے بندہ آزاد ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ غم سے آزادی حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ حق تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر بڑا کرم یہ فرمایا کہ مچھلی کے شکم سے انہیں غم سے نجات دی، فرماتا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَخَيَّرْنَاهُ مِنَ الْغَمْرِ: خیال ہے کہ غم آخرت رحمت بھی اور عذاب بھی وہاں غم سے مراد دوسری قسم کا غم ہے شیطان کو بھی رب سے خوف ہے وہ کہتا ہے إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ دَبَّ الْعَالَمِينَ۔ اور میں کو بھی مگر شیطان

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَدْلَكُ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كُنْزِ الْجَنَّةِ لِأَحْوَلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَسْلَمَ عَبْدِي وَأَسْتَسْلِمَ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي دَعَوَاتِ الْكَبِيرِ؛ وَعَنْ ابْنِ
عَمْرٍو قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ هِيَ صَلَوةُ الْخَلَائِقِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَلِمَةُ الشُّكْرِ وَاللَّامُ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةُ
الْإِخْلَاصِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَعْلَامَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لِأَحْوَلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَسْلَمَ وَأَسْتَسْلِمَ رَوَاهُ رَزِينٌ: **بَابُ الْإِسْتِغْفَارِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ:**

اللہ علیہ وسلم نے کیا میں نہیں وہ کلمہ نہ بتا دوں جو عرش کے نیچے سے آیا جنت کے خزانوں سے ہے وہ لا حول الا بالہ ہے ربنا الی فرماتا ہے
میرا بندہ فرمانبردار ہو گیا اور اس نے اپنے کو میرے سپرد کر دیا یہ دونوں حدیثیں جتنی نے دعوات کبیر میں نقل کیں: روایت ہے حضرت ابن عمر سے
کہ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور الحمد للہ کلمہ شکر ہے اور لا الہ الا اللہ اخلاص کا کلمہ ہے اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے
درمیان کی فضا بھر دیتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہو گیا اور اپنے کو میرے
سپرد کر دیا (رزین) بخشش مانگنے اور توبہ کرنے کا باب پہلے فصل:

کا خوف عذاب ہے جیسے مجرم کو حاکم سے ڈر لگتا ہے اور مومن کا یہ غم رحمت، جیسے مطیع غلام کو آقا سے بہت ہوتی ہے: ۱۔ یہ ترجمہ بہت بہتر ہے کیونکہ میں تَحْتِ
الْعَرْشِ میں لفظ مِنْ ابتدا شیعہ ہے، روزی کے خزانے آسمان میں ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ دِخْلُكُمْ، مگر خاص رحمت کا خزانہ عرش اعظم کے نیچے ہے،
اسی خزانہ سے سورہ بقرہ کی آخری آیات آئیں اور اسی خزانہ سے لاحول شریف آئی، معلوم ہوا کہ حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم کو ربنا الی کے تمام خزانوں کی خبر ہے تب
ہی تو فرماتے ہیں کہ یہ فلاں خزانہ کاموتی ہے: ۲۔ یعنی لا حول شریف نبی عرش کے نیچے ہی، جنت کے خزانہ میں اس کا خزانہ نکوینی و تخلیقی زیر عرش ہے خزانہ امانت جنت ہے
جیسے حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیل و فرات جنت کی نہریں ہیں: ۳۔ یعنی جو بند لا حول شریف کی کثرت کے توبہ تبتا الی اسکے متعلق فرشتوں فرماتا ہے کہ اس بندے نے
اپنے کو بالکل میرے سپرد کر دیا، اب میں اس کی ہر بات کا دالی وارث ہو گیا، بلا تشبیہ جیسے بچہ اپنے کو ماں کے حوالے کر دیتا ہے، تو اس کی ساری فکریں ماں اٹھا لیتی ہے اور بچہ
ہر فکر سے آزاد ہو جاتا ہے، یہ ربنا الی کی بڑی نعمت ہے کسی کو میرے ہوتی ہے: ۴۔ یعنی ہر مخلوق ربنا الی کی تسبیح زبان قال کرتی ہے ربنا الی فرماتا ہے وَانْ شِئْنَا لَا يَسْتَعِجِرُ
الْحُجُودُ وہ دوسری جگہ فرماتا ہے كُلُّ قَدَّمَ صَلَوةً وَتَسْبِيحًا حق یہ ہے کہ ہر چیز کو ربنا الی کی معرفت حاصل ہے اور وہ زبان قال نہ کہ فقط حال سے تسبیح کرتی ہیں اور یار اللہ ان کی
کو سنتے ہیں صحابہ کرام کھاتے وقت حق کی تسبیح سنتے تھے، حتیٰ کہ سبزہ کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے: ۵۔ یعنی شکر کا ستون ہے یا شکر کی چوٹی ہے جس کے
بغیر شکر مکمل نہیں ہوتا (از معرفات): ۶۔ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے، اخلاص سے مراد ہے چھٹکارا اور رہائی یعنی اس کلمہ طیبہ کی برکت سے بندہ دنیا میں
کفر سے اور آخرت میں دوزخ سے رہائی پاتا ہے، یا اخلاص زیادہ کا مقابل ہے یعنی خلوص نیت یعنی یہ کلمہ اگر خلوص نیت سے پڑھا جائے تو مفید ہے: ۷۔ کہ
اس کا ثواب و اس کی عظمت ان تمام چیزوں کو مجبوتی ہے یہ میں سمجھانے کے لئے ہے کہ ہماری کوتاہ نظر میں ان آسمان زمین تک ہی محدود ہیں ورنہ رب تعالیٰ کی
کبریا کی مقابل آسمان و زمین کی کیا حقیقت ہے، یہ ایسے جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا اَلَمْ نَعْمَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالَمًا لَمْ نَكُنْ اس کی ملکیت آسمان و زمین
محدود نہیں: ۸۔ استغفار کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنا، اور توبہ کی حقیقت ہے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کر لینا یا زبان سے گھر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ الْأَعْدَاءِ الْمَذْنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَيْفَانُ عَلَى قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةً مَرَّةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَبُّوا إِلَى اللَّهِ فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةً مَرَّةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی قسم میں یکتا میں ستر بار سے زیادہ رب سے مغفرت مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں (بخاری) یہ روایت ہے حضرت اعمر زنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے دل پر پردہ اتار رہا ہے حالانکہ میں ان میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں (مسلم) یہ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو دیکھو میں ان میں بار توبہ کرتا ہوں (مسلم) یہ روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ کرنے کا بعد استغفار ہے اور دل سے عہد توبہ استغفار غفر سے بنا یعنی چھپا یا چھلکا و پست ہو چکا استغفار کی برکت سے گناہ ٹھیک جلتے ہیں اس لئے اسے استغفار کہتے ہیں: توبہ کے معنی رجوع کرنا، اگر یہ حق تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ارادہ عذاب سے رجوع فرالینا، اور اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف لوٹ جانا: توبہ صحیح یہ ہے کہ بندہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہو، آمند نہ کرنے کا عہد کرے، اور جس قدر ہو سکے اسی قدر گزشتہ گناہوں کا عوض اور بدلہ کرے، نمازیں ہوں تو قضا کرے، کسی کا قرض رہ گیا ہے تو ادا کرے، حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذت گناہ بلکہ گناہ بھول جائے:

لے توبہ و استغفار روئے نماز کی طرح عبادت بھی ہے، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عامل بنے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا، سو فیاد فرماتے ہیں کہ ہم دگ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کر کے توبہ کرتے ہیں: شہد زہد ہلال از گناہ توبہ کنند عارفان از عبادت استغفار

سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے دنیا میں دو ایمان ہیں، ایک نے پردہ فرمایا اور دوسری قیامت تک ہمارے پاس ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور استغفار: لے یخاں غین سے بنا یعنی پردہ، اسی لئے سفید بادل کو غین کہا جاتا ہے: اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے، بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں، مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے: اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لئے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت اپنی امت کے سائے حالات پر مطلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے، اس صدمہ کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں (لغات مرقات، اشع وغیرہ) اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے عَزَّيْزٌ عَلِيمٌ مَّا عِدْتُمْ لَے مسلمانوں تہا رہی تکلیفیں ان پر گراں ہیں: شہد آنچہ نہ کردی کسے با خود نہ کرد + روح پاک مصطفیٰ آمد بدرد

توبہ کرنا
بخشش مانگنا

۱۰ ظاہر یہ ہے کہ لوگ سے مراد مسلمان ہیں: رب تعالیٰ فرماتا ہے تَوَجُّدًا إِلَى اللَّهِ سَجِدًا أَيْهَا الْمُؤْمِنُونَ اور ہر مسکتا ہے کہ سائے انسانوں سے خطاب ہو یعنی اے کافر و کفر سے توبہ کرو اے گنہگار روگن ہوں سے باز آ جاؤ، اے نیک کار و اپنی نیکی کو کم جانو اور توبہ کرو: معلوم ہوا کہ ہر شخص توبہ کا حاجت مند ہے ۱۱ جو پہلے عرض کیا گیا تھا اس کی تائید اس جملے سے ہو گئی، یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تعلیم کے لئے توبہ کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ جب ہم معصوم ہو کر روزانہ سو بار توبہ کرتے ہیں تو تم کو چاہیے کہ تم ہزاروں بار توبہ کیا کرو: ۱۲ یہاں حرمت سے مراد شرعی حرمت نہیں: کیونکہ حق تعالیٰ پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی احکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے بزرگوار ہونا، منزہ ہونا، پاک ہونا، رب تعالیٰ کے لئے کوئی شے ظلم ہو سکتی ہی نہیں، کیونکہ ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں زیادتی کرنا، یا کسی چیز کو بے عمل استعمال کرنا ان دونوں سے پروردگار پاک ہے، کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے استعمال کے لئے جو جگہ مقرر فرمائے وہی اس کا صحیح مصرف ہے اس کے افعال یا عدل ہیں یا فضل، اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے منزہ اور پاک ہوں، میرا کوئی کام ظلم نہیں ہو سکتا، بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد بے تصور کو سزا دینا ہے و اللہ اعلم: ۱۳ لہذا تم کسی پر جانی، مالی یا آبروریزی کا ظلم نہ کرو، یہ تمام چیزوں سے بڑا جرم ہے کہ یہ حق العباد ہے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا: ۱۴ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری پیدائش تاریکی میں ہوئی، پھر ہم پر نور کا چھینٹا دیا گیا، اگر ہم کو ہمارے نفس پر چھوڑ دیا جائے تو ہم عقیدۂ علملادی ہی کرینگے اگر وہ اپنا فضل کر تو ہم نیکی کریں، ہم بول کا درخت ہیں، ہمارے پاس سوا گنا ہونیکے کاٹوں کے اور کیا ہے، ہماری صفت ہے إِنَّكُمْ كَانَتْ خُلُوفًا لِّجَهَنَّمَ لَہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بچہ فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں ہماری اصل پیدائش کا، خیال رہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء بھی رقبائے ہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہیں، مگر وہ ہمارے لئے ہدایت کا مرکز ہیں کہ ہم ان سے ہی ہدایت لے سکتے ہیں، جیسے سورج کو نور رب تعالیٰ نے دیا ہے، مگر چاند سائے اور زمین اس سے ہی نور لیتے ہیں: رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ: ۱۵ یعنی تم روحانی و جسمانی غذاؤں میں میرے محتاج ہو اسی طرح قلب غالب، روح کے لباس میں میرے حاجت مند ہو، غذا کا ہر حیوان حاجت مند ہے اور لباس کا صرف انسان، خیال

جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ مَا عِبَادَتِيْ اَنْتُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا خِيَرَتِيْ فَتَضُرَّنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ
فَتَنْفَعُوْنِيْ يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاُخْرَكُمْ وَاَنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ كَانُوا عَلٰى اَتَقٰى قَلْبِ
رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِىْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاُخْرَكُمْ وَاَنْسَكُمْ
وَجَنَّتُمْ كَانُوا عَلٰى اَفْجَدِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ
لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاُخْرَكُمْ وَاَنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ قَامُوا فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَاَنْتُمْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ
اِنْسَانٍ مِّسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْخَيْطُ اِذَا دُخِلَ الْبَحْرُ يَا عِبَادِيْ

مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچا دو اور نہ میرے نفع تک پہنچا دو
رسائی ہے کہ مجھے نفع دے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے کسی بڑے پرہیزگار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہارا یہ متفقہ
تقویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھائے گا نہیں اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو
جائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کرے گی اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن ایک میدان میں
کھڑے ہو کر مجھ سے بھیگنا لگیں پھر میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں یہ میرے خزانوں کے مقابلہ ایسا حقیر ہو گا جیسے سوئی کی تری جب دریا میں بونی جائے میرے بندو

ہے کہ تمام انبیاء اولیاء اور بادشاہ رب تعالیٰ کے عاجز ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اللہ غفی و انتہم الفقراء مگر اس کے محبوب بندے مخلوق کے حاجت روا ہیں
بازن پروردگار رب تعالیٰ فرماتا ہے اَعْتَمِدُوا اللہَ وَرَسُولَهُ عَيْنَ فَضْلِهِ بادل بھی رب کا محتاج اور زمین بھی، مگر بادل زمین کا محتاج ایسا ہے کہ ہر وقت
زمین کو بادل کی ضرورت ہے بلکہ خطا کے معنی ہیں غلط راستہ پر چلنا بھول کر ہو یا جان بوجھ کر لہذا اس میں خطائیں، بھول چوک، عدا گناہ سب داخل ہیں
علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں سے سخن عام بندوں سے ہے مضمون حضرات جیسے فرشتے، انبیاء اس حکم سے خارج ہیں کہ اگرچہ بعض انبیاء سے خطائیں
سرزد ہوئیں مگر عمر بھر میں ایک دن نہ کہ دن رات اور ہر وقت: میزان کی وہ خطائیں بھی ان کی شان کے لائق ہیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، سارے عالم
کا ظہور حضرت آدم کی ایک خطا کی برکت سے ہے، لہذا اس سے عصمت انبیاء پر اعتراض نہیں ہو سکتا: ۱۰ اس کی شرح اگلے جملے سے ہو رہی ہے کہ تمہاری عبادتوں
سے میرا نفع نہیں اور تمہارے گناہوں سے میرا نقصان نہیں بلکہ ان میں نفع نقصان خود تمہارا ہے: ۱۱ یعنی دنیا کے کسی بڑے پرہیزگار کے لئے جو پھر سوچو کہ اگر تمام
جہان کا دل اس پر ہیزگار کا سا ہو جائے اور ساری دنیا اس نیک صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے: اس ترجمہ سے یہ جملہ بالکل واضح ہو گیا، اس پر کوئی
اعتراض نہ رہا: ۱۲ لہذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب تعالیٰ کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانہ
پر بلایا: ۱۳ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے جملہ میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے، آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے
خزانہ خالی رہ جاتا ہے: مگر رب تعالیٰ وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں، خیال ہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ
فرماتا ہے کہ اگر تمہارے اولاد ہوتی، تو پہلے میں ہی اسے پوچھتا، نہ رب کے اولاد ممکن ہے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پوچھنا ممکن ایسے ہی تمام بندوں کا گناہ کا
ہو جانا غیر ممکن ہے فرشتے انبیاء معصومین اور اولیاء محفوظین بفضلہ تعالیٰ گناہ کرتے ہی نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادَتِيْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنٌ

مستغفر کرنا

خوشنود

إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُخْصِيَهُ عَلَيْكُمْ ثُمَّ أَوْفَيْكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمِدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَكُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ رَجَعَ يَسْأَلُ فَإِنِّي رَأَيْتُهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ أَلَا تَتُوبُ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ وَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ

میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دے گا لہذا جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرتے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمی مار ڈالے تھے پھر ملکہ پوچھنے نکلا تو ایک پادری کے پاس پہنچا اس سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے وہ بولا نہیں اس نے اسے بھی مار دیا اور مسئلہ پوچھتا پھر اسے کسی نے

غرض کہ اس جملے سے عصمت انبیاء کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جاسکتی ہے ۱۵ اس جملے کا یہی ترجمہ درست ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطا ہوا خزانوں کو رسول کی تبری کی قدر کم کر دیں گے، وہاں کی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا: سوچ ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے، مگر اس کی روشنی میں مطلقاً کمی نہ ہوتی، جب رب تعالیٰ کی تجلیوں کا یہ حال ہے، تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا: اور یہ نسبت بھی فقط سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ رب تعالیٰ کے خزانے غیر محدود ہیں، اور اس کی عطائیں محدود، کیونکہ لینے والے محدود اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی؟

۱۶ اس طرح کہ نیک کار کی جزا میں کمی نہ کرونگا، اور بدکار کی سزا میں زیادتی نہ کرونگا: اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں اور گنہگار کو معاف نہ کروں: یہاں عدل کا ذکر ہے، عدل فضل کے خلاف نہیں، لہذا حدیث واضح ہے، نہ آیات قرآنی کے خلاف ہے اور نہ دیگر احادیث کے مخالف: ۱۷ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کو رب تعالیٰ کی توفیق سے سمجھے، اور گناہوں کو اپنی شامت نفس سے جانے، بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے، اور کمال کو رب تعالیٰ کی طرف ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا قَدْ أَهْرَاضُ قَهْوَتِ شَيْخَيْنِ، بیمار میں مبتلا ہوں، شفا درود دیتا ہے: ورنہ ہر خیر و شر کا خالق و مالک رب تعالیٰ ہی ہے، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں وَالْقَدْ زَخِيرُهُمْ وَشَرُّهُم مِّنَ اللَّهِ تَعَالَى: ۱۸ ظلماً و کبتی سے یا کسی اور طرح: ۱۹ یعنی جب اس کی موت قریب آئی، تو رحمت خداوندی نے دستگیری کی، اپنے کئے پر پشیمان ہوا، اور اس گناہوں کے شہر سے نکل کھڑا ہوا، مسئلہ پوچھنے عالم وقت کے پاس گیا راہب راہب یعنی خوف اصطلاح میں راہب وہ پادری جو لگے کہلاتے تھے، جو خوف خدا میں تارک دنیا ہو جاتے تھے، گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اشتہی کرنے سے انہیں سے اکثر عالم بھی ہوتے تھے، یہود و نصاریٰ کے ہاں ترک دنیا بہترین عبادت تھی، ہمارے اسلام میں منوع ہے: ۲۰ یا تو وہ راہب توبہ کے مسئلے سے جاہل تھا، اور یا اس کا مطلب یہ تھا کہ قتل حق العباد ہے، مقتول کے ورثہ سے اس میں معافی مانگنا ضروری ہے، اتنے بیت سے مقتولوں کے وارثوں کے پاس یہ کیسے پہنچے گا اور انہیں کیسے راضی کرے گا: بہر حال اس راہب نے مسئلہ غلط بتایا:

۲۱ بخشش سے مایوسی کی وجہ سے وہ گناہ پر دیر ہو گیا: مایوس بنی گئے پر حملہ کر دیتی ہے: اسی لئے اسلام نے بڑے سے بڑے عزم کو بھی بخشش سے مایوس نہ کیا پھانسی والے عزم کو تمام قیدیوں سے الگ کال کوٹھڑی میں رکھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر اور دوچار کو قتل نہ کرے: آریوں کے ہاں توبہ کوئی چیز نہیں، ان کے مذہب گناہ پر دیر کیا ہے:

رَجُلٌ آيَتْ قَدِيَّةً كَذًا وَكَذَا فَادْرَكَهُ الْمَوْتُ فَتَاءَ بِصَدْرِهِ لَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ
الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقْدَرِي وَإِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعِدِي فَقَالَ
قِيْسُوا مَا بَيْنَهُمَا فَوَجَدَا إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشَبْرٍ فَخَفِلَتْ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ وَ
لَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ

بتایا کہ فلاں بستی میں جیسا مال میں اسے موت آگئی تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا اس کے متعلق رحمت و عذاب کے فرشتوں نے جھگڑا کیا رب نے
اس بستی کی طرف حکم بھیجا کہ قریب جا اور اس بستی کی طرف کہ دور ہو جا پھر فرمایا ان دونوں بستیوں کے درمیان نا پوچھو وہ اس بستی کی طرف ایک ہالشت قریب
پایا گیا چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی و مسلم بخاری یہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری ہاتھ ہے اگر
تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں ایسا مال دے گا کہ تم اس سے توبہ کرنا نہ کرنا کہیں تو اللہ انہیں بخشے گا (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا

۱۔ پہلا کذا نام بتانے کے لئے ہے، اور دوسرا کذا بیان اوصاف کے لئے یعنی فلاں نام کی بستی جو فلاں طرف ہے جس میں اللہ کے بہت نیک بندے رہتے ہیں تو وہاں جا اور
فلاں سے مسئلہ پوچھ، ۲۔ یعنی اس طری کر کر مر کہ اس کا چہرہ اور سینہ تو اس عالم کی بستی کی طرف تھا، جہاں جا رہا تھا اور بیٹھ اس گناہوں کی بستی کی طرف جہاں سے آ رہا
تھا اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند آگئی، اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے کے لئے عالموں کے پاس جانا عبادت ہے، نیز عالم کے شہر کی تعظیم اور اس
طرف منہ کر کے سونا یا مرنا بھی رب تعالیٰ کو پسند ہے، سنت یہ ہے کہ مومن کعبہ کو منہ اور سینہ کر کے سرے، میت کو کعبہ کے رخ و فن کرو، بعض عشاق
مدینہ منورہ یا بغداد شریف کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگتے ہیں، نماز غوثیہ میں بعد نماز گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف منہ کر کے چلتے ہیں اور ادھر ہی منہ کر کے
دعا مانگتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث ہے، دیکھو اس شہر میں کعبہ یا بیت المقدس نہ تھا، صرف ایک عالم کی بستی تھی جس کے ادب کی برکت سے غشا
گیا، رب تعالیٰ نے توبہ کرنے والے نبی اسرائیل سے فرمایا تھا اَدْخُلُوا الْبَابَ مَجْتَدًا وَتَوَلَّوْا حِطَّةً اس میںوں کے شہر میں سجدہ کرتے جاؤ اور وہاں
ہم سے معافی مانگو، ۳۔ یعنی یہ شخص بالکل بیچ میں تھا کہ اسے موت آگئی، اس کی روح کو لینے کے لئے رحمت کے فرشتے بھی آگئے اور عذاب کے بھی، عذاب والے
فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، بڑے گناہ کر کے آیا تھا، رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے توبہ کرنے جا رہا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے لئے رب تعالیٰ
کی طرف سے قانون مقرر کر دیا گیا ہے، کس قسم کی میت کو عذاب کے فرشتے لیں و کس کو رحمت کے، وہ اسی قانون کے تحت ہر میت تک پہنچ جاتے ہیں، لہذا اس حدیث
پر اعتراض نہیں کہ فرشتے تو خدا کے حکم سے آتے ہیں، یہاں رب تعالیٰ نے دونوں قسم کے فرشتے بھیجے ہی کیوں، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَمَا
تَقْنُذُلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ کیونکہ وہاں امر سے مراد کئی امر ہے جیسے رب تعالیٰ نے ہم کو نمازوں وغیرہ کا کئی امر دے رکھا ہے، ۴۔ یعنی اس کی موت بالکل
درمیان میں واقع ہوئی تھی، رب تعالیٰ نے ارادہ توبہ کی وجہ سے اس کا اتنا احترام فرمایا کہ اس کی لاش کو اس بستی کی طرف نہ سرکایا بلکہ دونوں بستیوں کو حرکت
دی کہ اس کو جیسے ہٹایا اس کو آگے بڑھایا، خیال ہے کہ رب تعالیٰ جب بندے سے راضی ہو جائے تو اپنے حقوق تو خود معاف کر دیتا ہے اور بندوں کے حقوق
حق والوں سے معاف کر دیتا ہے، اس موقع پر بھی رب تعالیٰ نے مقتولوں کو کچھ دے کر معاف کر دیا لہذا حدیث پر نہ توبہ اعتراض ہے کہ ظلماً قتل حق العباد

اَسْوَلُ لِلّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہُ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیُّ النَّہَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہُ
بِالنَّہَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیُّ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِہَا وَآدَہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَہَ
قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْہِ مُتَّفَقٌ
عَلَیْہِ وَعَنْ اَبِی ہُرَیْرَہَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ مَنْ تَابَ فَبَلَّ اَنْ تَطْلُعَ
الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِہَا تَابَ اللّٰهُ عَلَیْہِ وَآدَہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ اپنا دست کرم رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور دن کو پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرے یہ کرم نوازی اس وقت تک ہوگی جبکہ سوچ بچم سے نکلے (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب اقرار گناہ کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سوچ کے مغرب کے نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

تھے بغیر بندوں کے معاف کئے، اس کی بخشش کیے ہو گئی، اور نہ یہ کہ دو بیٹیوں کو کیوں ہٹایا، لاش کو ہی کیوں نہ سرکا دیا؟ ۵۵ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سادے ہی معصوم گناہ ہوتے، تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی و خطا سے گناہ کر لیا کرتی پھر توبہ کر لے، اے رب تعالیٰ معاف کرنا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے سب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے رزاقیت کا ظہور رزق و مرزوق سے ہوتا ہے، غفارت کی جلوہ گری گناہ اور گناہگار سے ہوتی ہے، جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلبر ہو اور پھر گناہ کئے تو کا فر ہوا، اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا، خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار رب کی رحمت سے یا اوس نہ ہو بلکہ توبہ کر لے وہ غفور رحیم تجھ سے گناہ کا صدور تقاضاے حکمت الہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے، یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں ایمانوں پر پہنچا دینا، فرشتہ کیسا تھکھٹا اور زمین پر دوسری قوم قابل گناہ کو بسانا مراد ہے ۵۶ ہاتھ پھیلانے سے مراد غفور و رحیم کا وسیع کر دینا، پھیلا دینا ہے مقصد ہے کہ رب کا کرم بہت وسیع ہے گنہگار کو بہت کرم میں لینے کو طیار ہے کوئی آنے والا ہو ۵۷ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ یَاقِیُّ بَعْضُ آیَاتِ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا اِلَّا مَرْقَاةً نَّہَاں خرابا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہوگی جو سوچ کو بچم سے نکلے دیکھیں لیکن جو لوگ اس واقعہ کے بعد پیدا ہوں ان کی توبہ کفر بھی قبول ہوگی اور توبہ گناہ بھی، کلاہر نے یہ علامات قیامت کی بھی ہیں، حضرات اذ و مرشد صد الافضل ملو آبا دی قدس سرہ فرماتے تھے کہ اس وقت کے بعد انسان کی پیدائش ہی بند ہو جائیگی، غرض کہ آیت و حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو پہلے گناہ کرتے رہے توبہ نہ کی، یہ علامت دیکھ کر توبہ کرنے لگے، ان کی توبہ قبول نہیں کر فیہ کھل جانے کے بعد توبہ کیسی؟ ۵۸ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبول توبہ کی دو شرطیں ہیں، ایک اپنے گناہ کا اقرار، دوسرے توبہ یعنی اٹھ نہ کرنے کا عہد اور کئے ہوئے گناہ کے بدلہ کی کوشش، اعتراف اور توبہ میں یہ فرق ہے ۵۹ شاید یہاں توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے یعنی آفتاب کے بچم سے نکلنے پر سادے کفار ایمان قبول کریں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہ ہوگا، کیونکہ ایمان بالیقین نہ رہا، گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہوگی، جیسے عزرہ کی حالت میں کفر سے توبہ قبول نہیں

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدٍ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ رَاحِلَتُهُ بِأَمْرِ خِصْلَةٍ فَلَا تَقْلَعَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامٌ وَشَرَابٌ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيْسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هَوِيَهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخَطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأُ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ رِوَاةُ مُسْلِمٍ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عَبْدًا أَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ

اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری پیپر زمین میں ہو وہ سواری بھاگ جائے اس پر اس کا کھانا پانی ہو یہ اس سواری سے مایوس ہو کر کسی رخت تک پہنچے اپنی سواری سے مایوس ہو کر درخت کے سایہ میں لیٹ رہے وہ اس حال میں ہو کہ ناگاہ اس کی سواری اس کے پاس آکھڑی ہو وہ اس کی جہار پکڑے پھر انتہائی خوشی میں یوں کہ بیٹھے الہی تو میرا بندہ اور میں تیرا رب بہت خوشی سے بندہ خطا کر گیا تھ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے مولیٰ

گناہوں سے توبہ قبول ہے: بعض کے ہاں حبث اپنے اطلاق پر ہے کہ اس وقت نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ گناہوں سے، وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا ایمان قبول نہ ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے، اور توبہ قبول نہ ہونا حدیث سے ثابت، دونوں برحق ہیں واللہ ورسولہ اعلم (لمعات و مرقات) ۱۵ ایسے مقامات پر خوشی سے مراد رضا ہوتی ہے، کیونکہ اصطلاحی فرحت و خوشی سے رب تعالیٰ پاک ہے، خیال ہے کہ رضا اور ہے امر اور مگر ارادہ کچھ اور اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ایمان و شکر سے افسی ہے، فرماتا ہے اِنْ تَشْكُرُوا يَزِدَّكُمْ مِنْهُ فَكُلُوا مِنْهُ حَتَّى تَذَكَّرُوا اور ہر شخص کو اس نے ایمان کا حکم بھی دیا ہے، کہ فرمایا اَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، لیکن ہر شخص کے ایمان کا ارادہ نہیں کیا، ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہ ہوتا، بعض کے کفر کا ارادہ کیا ہے اور بعض کے ایمان کا: ان ارادوں میں صدمہ حکمتیں ہیں جو علم کلام میں مذکور ہیں، دیکھو ذریعہ اسمعيل (عید الصلوٰۃ والسلام) کا حکم تھا ارادہ نہ تھا، یہاں اس کی رضا کا ذکر ہے نہ کہ ارادے کا: ۱۶ یعنی جیسے اس شخص کو یاس کے بعد اس سے انتہائی خوشی ہوتی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی، کیونکہ اس بندے کو یاس بھی انا امیدی (جان سے ہو چکی تھی، ایسے ہی رب تعالیٰ کی یہ رضا ہم بیان نہیں کر سکتے، یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی جاتی ہے نہ کہ ہر حال کو ہر حال سے: لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا، کہ رب تعالیٰ مایوس بھی ہوا ہو، اور بعد میں اس کی آس بندھی ہو: مقصد یہ ہے کہ رب تعالیٰ ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہے: جتنی خوشی ہم کو اپنی جان بچنے سے ہوتی ہے، اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو بندے کے ایمان بچنے سے ہوتی ہے: ۱۷ یہ کلام بھی انتہائی خوشی بیان فرمانے کے لئے ہے نہ کہ تشبیہ کے لئے: کیونکہ رب تعالیٰ غلٹیوں اور خطا سے پاک ہے، یعنی بندہ کی خوشی سے متکثر نہیں، وہ کہنا چاہتا تھا یا رب میں تیرا بندہ تو میرا رب، لیکن اَلَا کہہ گیا: اس سے معلوم ہوا کہ خطا و منہ سے کفر نکل جانے پر بندہ کافر نہیں ہوتا نہ اس سے اس خطا کار کی بیوی نکاح سے خارج ہو، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حکم کفر نہ فرمایا، مگر یہ جب ہے جبکہ بندے کو اس خطا پر اطلاع نہ ہو اطلاع ہونے پر فوراً توبہ کرے، اطلاق کا حکم نہیں: لہذا اس حدیث سے وہ حضرات لیل نہیں پکڑ سکتے، جو کلمہ یوں پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ: اور پھر بے اختیار زبان کا بہانہ کر دیتے ہیں:

أَذْنِبْتُ فَأُغْفِرُهُ فَقَالَ رَبُّ أَعْلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاخُذُ بِهِ غَفَدْتُ لِعَبْدِي
ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَذْنِبُ ذَنْبًا فَقَالَ رَبُّ أَذْنِبْتُ ذَنْبًا فَأُغْفِرُهُ فَقَالَ أَعْلِمَ عَبْدِي
أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَذْنِبُ ذَنْبًا
قَالَ رَبُّ أَذْنِبْتُ ذَنْبًا أُخَرَفَاغْفِرُهُ لِي فَقَالَ أَعْلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاخُذُ
بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جُنْدُبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللَّهِ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لِفُلَانٍ وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ مَنْ ذَا الَّذِي

میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دیدے کہ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر قنار ب چاہے بندہ پھر ارہنہ ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے کہتا ہے یا رب میں نے گناہ کر لیا بخش دے رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر ارہنہ ہے قنار ب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے عرض کرتا ہے یا رب میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے کہ (مسلم بخاری) یہ روایت ہے حضرت جندب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا رب کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں کو نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ کون ہے

اسے یعنی زبان سے بھی کہتا ہے اور عمل سے بھی کہ گذشتہ پر نام ہوئے اور آئندہ کے لئے بچنے کا ہند کر لے اور بقدر طاقات گذشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کر دیتا ہے لہذا حدیث پر یہ قرائن نہیں کہ لوگوں کے مال مار کر فقط کہہ دو معافی ہو گئی: اسے یہ کلام فرشتوں سے ہوتا ہے اظہار کرم کے لئے مقصد یہ ہے کہ چونکہ بندے نے اپنے کو گناہگار اور مجھ غفار سمجھا اسے دروازے پر معافی مانگنا ہوا آیا میں نے اسے معاف کر دیا: اسے یعنی توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کر ونگا مگر پھر کر بیٹھا لہذا حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں و کھر یصیروا علیہ افعالہ گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہو جانا اور توبہ کرنے نہ پانچ اور اسے یعنی گناہ کرنے کا عادی رہیں بخشنے کا عادی جب تو گناہ سے باز نہیں آتا تو میں اپنے بخشنے کی عادت کیوں چھڑوں تو کرتا جا میں بخش جاؤں: یہ فرمان گناہوں کی اجازت دینے کیلئے نہیں بلکہ وسعت مغفرت کے اظہار کے لئے ہے: یعنی اس طرح بندہ اگر لاکھوں بار گناہ کر لیا میں بخش دوں گا کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کر لیا ہی جہد ہو مگر پھر کر بیٹھے لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے توبہ کے ارادے سے گناہ کرنا کفر ہے کہ چلو گناہ میں حرج ہی کیلئے کہ توبہ کر لیں گے یہ توبہ نہیں بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدا تعالیٰ پر امن یہ دونوں باتیں کفر ہیں: یا یہ مطلب ہے کہ ایسے توبہ کرنے والے کو رب تعالیٰ اپنی امن میں لیتا ہے کہ پھر اس سے گناہ ہوتے ہی نہیں پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کر جیسے پرندے کے پر کاٹ کر اس سے کہو کہ جاؤ تا پھر: ۵۵ جندب حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام بھی ہے جو مشہور صحابی ہیں اور دوسرے صحابہ کا بھی یہاں غالباً دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جندب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہو سکتا ہے کہ ابوذر غفاریؓ ہی مراد ہو مرقاۃ دوسری توجہ کو توجہ دی: ۵۵ یا اس لئے نہ بخشے گا کہ اس نے گناہ بہت ہی بڑا کیا یا اسلئے کہ اس نے پھر پڑیا توئی کی ہے اور میں بڑا مقبول خدا ہوں مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شہین بھی:

يَتَّالِي عَلَىٰ أَنِّي لَا أُغْفِرُ لِفُلَانٍ فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَاجْبَطْتُ عَمَلَكَ أَوْ كَمَا قَالَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَكُنْ شَدَّادُ بْنُ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْإِسْتِغْفَارِ أَنْ تَقُولَ
اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَىٰ عَهْدِكَ وَدَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ
أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُو لَيْسٍ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ

جو محمد پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا میں نے فلاں کو بخش دیا اور تیرے عمل ضبط کرنے یا جیسے حضور انور نے فرمایا (مسلم) روایت ہے حضرت
شداد ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کا سرحداریہ ہے کہ تم کہو اے الہی تبارک و تعالیٰ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے
مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور بقدر طاقت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں میں اپنے گنہگاروں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کا جو مجھ پر
ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار ہی ہوں مجھے بخش دے تیرے سوا

۱۵ یَتَّالِي تَالِي سے بنا جتنے قسم کھانا، اسی سے ایک لکڑی ہے، یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے، پہلا فاسق تھا اور دوسرا متقی، مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ
عابد اپنے زہد و تقویٰ پر نازاں تھا اور از اشعار اس بارگاہیے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں، وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شاعر
او گنہاریاں بھر دکھاؤں قرب حضوری پاؤں
عمللاں والیاں ناز دکھاؤں دور کالیاں جاؤں

۱۶ یعنی اس شخص کی شہنی کی دوسری فیرت کا دیر باجوش ہو گیا، اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی جس سے اسکے سائے گناہ بخشے گئے اور اس تکبر ناپاک کی توفیق سلب
کر لی جس سے یہ کافر ہو کر مراد اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہو گئیں، اس شرح کی بنا پر حدیث بالکل واضح ہو گئی، نہ آیات قرآنیہ کے خلاف ہی نہ دیگر احادیث کے، ضبطی عمل کفر سے ہوتی ہے نہ کہ
معمولی گناہ سے، مرقا نے فرمایا کہ یہاں ناز دہ کے عمل ضبط معنی سے مراد اس کی اس قسم کا جھوٹا کر دینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا، اذہم کی قسم کو جھوٹا کر دیا، اس صورت میں بھی یہ مشابہت مذہب اہلسنت کے
خلاف نہیں، اس معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی لٹے سے فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فلاں ضعیف ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے، آمین، ہر شخص ڈرتا ہے۔ شاعر
پانی بھر پھٹاڑیاں رنگہ رنگے گھر سے
بھریا اس کا جانے جس کا توڑ چڑ سے

۱۷ یہ شک لاری کی طرف سے ہے یعنی الفاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تھے یا کچھ اور مگر مضمون یہ ہی تھا: معلوم ہوا روایت بالمعنی جائز ہے ۱۸ عربی میں سید وہ ہے
جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں جمع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے، کیونکہ اس میں گذشتہ پر ندامت آئندہ کے لئے عہد، رب تعالیٰ
کے انعامات اپنی احسان فراموشی، بے وفائی سب کچھ ہی ہے: ۱۹ معلوم ہوا کہ استغفار توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی حمد، اپنی بے کسی بیان کرنا، ہمت پر بھروسہ جیسی عاہدہ
دلیسی ہی حمد چاہئے، دیکھو یہاں توبہ کرنے سے توبہ اللہ کی روبرو اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی توبہ لے والے ہم پلنے والے، پلنے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں، پلنے والے غمناک ہی کرتے ہیں
بچے کھڑے اور بستر گندے کیا ہی کہتے ہیں، انہیں پاک صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ رب نہیں بلکہ نبی ہے: ۲۰ یعنی جہانک محمد سے بن پڑ گیا میں نے عہد پورا کر دیا جو مشاق
دن تھم سے کیلے: یا اسلام لائے وقت تھے سایے حبیب کیا، یا بارش ہوتے وقت تھے کمی ملی سے کیا، کیونکہ یہ سایے عہد تھم سے ہی ہیں بقدر طاقت کی اسلئے قید لگائی کہ طاقت سے
زیادہ کی پروردگار بھی تکلف نہیں دیتا۔ ۲۱ شیخ نے اشعار میں فرمایا کہ گئے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی، گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے

الذُّنُوبِ لَا أَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنْ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ فَهُوَ
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ
الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَ
لَا أْبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ تَوْبَلَّغْتَ ذُنُوبَكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أْبَالِي
يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ تَوَلَّيْتَنِي بِقَرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَا تَبْتَكَ

گناہ کوئی نہیں بخش سکتا نہ حضور نے فرمایا کہ جو یقین قلبی کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے پھر اسی دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ
جنتی ہوگا اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہوگا (بخاری) دوسری فصل: روایت ہے
حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے اولادِ آدم جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور
مجھ سے اس ننگے تو میں تجھے تیرے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا میں بے پرواہ ہوں اے ابنِ آدم اگر تیرے گناہ کنارہ آسمان تک پہنچ جائیں
پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا کچھ پرواہ نہ کروں گا اے اولادِ آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے
کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا ہو تو میں زمین بھر

اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر و غرور نہ ہو جائے: خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ و زاری، عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو، اس نیکی سے بہتر ہے جس کے
بعد تکبر و غرور ہو، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطا و گندم کھا لینا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا: اے سبحان اللہ کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں
اقرار ہی ہوں کہ گناہ میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس، خطائیں میری طرف سے، عطا میں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظہور و جہول میں ہوں، غفور و رحیم تو
ہے جس لائق میں تھا وہ میں نے کر لیا، جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کر لی، ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کر لی غفاری تو کر: تیرا ایک چھینٹے
ہمارا بیڑا پایا ہے۔ شعر
ما ايم پر گناہ تو دریا ئے رحمتی
آجنا کہ فضل تست چہ ہا شد گناہ ما

اے یقین کی قدر گناہی تاکہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین رکھے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ نے اپنے دروازے پر بلایا ہے تو آیا ہوں اپنے آپ
بہیں آیا اور کرم بھکاری کو بلا کر دیا ہی کرتے ہیں، خالی نہیں پھرتے، جسے یہ یقین ہوگا انشاد اللہ بخشا ہی جائے گا۔ اے علمائے کرام عکلیٰ صا کے معنی (باوجود)
کرتے ہیں یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا: صوفیا
کرام اس کے معنی کرتے ہیں مطابق یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق بخشوں گا، چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش، بڑے گناہ کی بڑی بخشش: لاکھوں گناہوں کی
لاکھوں بخششیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ شعر

گنہ رفا کا حساب کیا وہ اگر چہ لاکھوں سے ہیں مگر اے کرم تیرے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

اے عنان عین کے فتح سے بھنے بادل: اور عین کے زیر سے بھنے ظاہر: اور اعنان عین کی جمع بھنے کتارہ، بعض نسخوں میں اعنان بھی ہے: مطلب یہ

بِقَدَرِهَا مَغْفِرَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ عَلِمَ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى مَغْفِرَةِ الذُّنُوبِ غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أَبَالِي مَا لَمْ يُشْرِكْ بِي شَيْئًا رَوَاهُ فِي تَرْجِمَةِ السُّنَنِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ إِلَّا سَتَغْفَرَ مَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ رَوَاهُ

بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤنگا (ترمذی احمد دارمی عن ابی ذر) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو جانے کہ میں گناہ بخش دینے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دوں گا کچھ پرواہ نہ کروں گا جب تک کہ وہ میرا کسی کو شریک ٹھہرائے (شرح سنن) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استغفار کو اپنے پر لازم کر لے تو اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے چھٹکارا اور ہر غم سے نجات دیگا اور وہاں سے اسے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو سکے

ہے کہ اگر تو گناہوں میں ایسا گھر جائے جیسے زمین آسمان سے گھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں، بیچ میں تو ہو، پھر مجھ سے معافی مانگے، تو میں تیرے سائے گناہ بخش دوں گا، بلکہ آسمان زمین کی چمکی سب کو پسینہ دیتی ہے، اس کے سوا جو رب سے لگ جائے، کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا: شعور چکیا چکیا سب کہیں اور کلیا کھنہ کوئے جو کلیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے

۱۔ قربان کے ذریعہ باپیش سے یعنی قریب المقدار مشرق میں فرمایا کہ قربا کسر سے تلوار کی میان اور سوار کا ہلکا توشہ، اور فتر سے یعنی قرب بطلب ہے کہ جسے رازق ہر روز رزق کو بقدر حاجت روئی دیتا ہے، ہاتھی کومن اور جیونٹی کو کن دیتا ہے ایسے ہی وہ ظفار بقدر گناہ مغفرت عطا فرمائیگا، مگر شرط یہ ہے کہ گناہگار ہر قدر نہ ہو اسی لئے شرط لگائی گئی کہ میرا شریک ٹھہرانا ہو: خیال ہے کہ جیسے مقامات پر شرک یعنی کفر ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ اور نبی یا کتاب یا اسلامی احکام میں سے کسی کا انکار و حقیقت رب تعالیٰ کا ہی انکار ہے: لہذا حدیث باطل و واضح ہے۔ اور اس میں کفار کی مغفرت کا وعدہ نہیں، کفر و مغفرت میں تضاد ہے: ۲۔ سبحان اللہ بہت ایدہ انرا حدیث ہے یعنی جو مومن رب تعالیٰ کو عذاب و مغفرت پر قادر بنانے، پھر اس سے گناہ سرزد ہو جائے، رب تعالیٰ اپنے فضل سے اسے بخش دے گا، مالویشرک پہلے جملہ کی تاکید ہے، کیونکہ جو رب تعالیٰ کو نبی کے بتانے سے ہر چیز پر قادر بنانے وہ مومن ہی ہوگا احمدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کی بخشش توبہ پر موقوف نہیں: اسی طرح حقوق العباد کی معافی خود حق دالے سے معاف کرانے پر موقوف نہیں، کہ رب تعالیٰ اس کے بغیر بخش ہی نہ سکے قانون اور ہے قدرت کچھ اور: قانون کے ہم پابند ہیں تعالیٰ پابند نہیں: اس حدیث میں تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے و حقوق العباد والی حدیث میں قانون کا ذکر، لہذا احادیث آپس میں متعارض نہیں اور نہ اس میں بندوں کو گناہ پر دلیہ کرنا ہے ۳۔ اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کلمے زبان سے ادا کیا کئے گناہ کسے باند کرے بہتر یہ ہے کہ نماز فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے شرابا پڑھا کرے کہ یقیناً استغفار کیلئے بہت ہی موزوں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَحْسَبُوا أَنَّكُمْ مُسْتَغْفِرُونَ ۴۔ ۵۔ یہ عمل بہت ہی محرب ہے: روزی سے مراد مال، اولاد عزت سب ہی ہے: استغفار کرنے والے کو رب تعالیٰ یہ تمام نعمتیں غیبی خزانہ سے بخش دیتا ہے:

راحمہ، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ایسے حضرت ابوبکر صدیق سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑیل نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے (ترمذی، ابو داؤد) یہ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان خطا کار ہیں بہترین خطا کار رجوع کر لینے والے ہیں (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) یہ روایت ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرے اور معافی مانگے تو اس کا دل صیقل پڑتا ہے ورنہ اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ دل پر سجھا جاتی ہے یہ بھی ہر گناہ جس کا رب تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ان کے

فرمان کریم فرماتا ہے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّكُمْ أَنْتُمْ كَانْتُمْ عَظَامًا وَذُرِّيَّةً مِنْ نَسْلٍ وَنَحْوٍ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَرَبُّكُمْ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٠٠﴾

حدیث نے نین نمتوں کا انگریزی اس شرح سے وہ پانچوں نعمتیں ان میں لگیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴿١٠١﴾ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے: ۱۔ یعنی وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَمَقْتُلُوا الْكَافِرِينَ أَكْثَرًا وَلَٰكِنْ يَعِزُّوهُمُ اللَّهُ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿١٠٢﴾ کہ وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اُڑتے نہیں، وہاں اُڑنے سے مراد یہ ہے کہ گناہ بار بار کرے اور توبہ کبھی نہ کرے جو توبہ کرتا ہے وہ اڑیل نہیں: توبہ کے معنی پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ بوقت توبہ گناہ سے باز رہنے کا پورا ارادہ ہو، اور اگر توبہ کے وقت ہی یہ خیال ہے کہ گناہ کرتا ہی رہوں گا، توبہ توبہ نہیں بلکہ اسلام کا مذاق ہے: ۲۔ یہاں کل مجموعی ہے نہ کہ کل افرادی یعنی تمام انسان گنہگار ہیں نہ کہ ہر انسان، کیونکہ حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں کہ گناہ کر سکتے ہی نہیں، اور بعض اولیاء محفوظ کہ گناہ کرتے نہیں اور اگر یہ کلی افرادی ہو تو خطا میں لغزشیں بھی داخل ہوں گی یا یہ عام مخصوص بعض ہے جس سے وہ پاک حضرات مستثنیٰ ہیں لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے خلاف ہے نہ ان احادیث کے جن میں اُن مقبولوں کی عصمت کا ذکر ہے اور نہ اس حدیث کی بنا پر حضرات انبیاء کو گنہگار کہا جا سکتا ہے: عصمت انبیاء کی تحقیق ہماری کتاب جہاد الحق کے تتمہ میں ملاحظہ کیجئے: ۳۔ یعنی لوٹنے والے گناہ سے نیکی کی طرف، خطا سے معافی کی طرف غفلت سے بیداری کی طرف، خلق سے خالق کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف، افس سے رب غفور کی طرف، غرض کہ جیسی خطا ویسی توبہ: یہ حدیث توبہ کی تمام اقسام کو جامع ہے: رب تعالیٰ توبہ کی توفیق دے: ۴۔ خیال ہے کہ انسان کا دل صاف شفاف آبِ زندہ کی طرح ہے، ذرا سے غبار سے دھنلا ہو جاتا ہے: گناہ دل کے غبار ہیں اور کفر دل کا زنگ، قلب کا قالب سے گہرا غلبہ ہے جیسے جو کا شاخوں سے، اس لئے گناہ جسم کرتا ہے اور سیاہ دل ہوتا، دیکھو غم و فکر دل کو ہوتا ہے اور جسم کو دھنلا پڑ جاتا ہے، جسم کو صاف رکھنے، غسل کرنے، اچھی ہوا لینے سے دل کو شفا ہوتی ہے: یہ بھی خیال رہے کہ جیسے گناہ بہت آہستگی سے

رَأَى عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغْخَرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِذَّتِكَ يَا رَبِّ لَا أَبْذُرُ أُغْوِي عِبَادَكَ
مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِذَّتِي وَجَلَالِي وَإِنْ نَفَعْتُ فَمَا كَانِي

اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دئی (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے: روایت ہے حضرت ابن
عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے غرغره سے پہلے (ترمذی، ابن ماجہ): روایت ہے حضرت ابو
سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان نے عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاؤں گا
جب تک ان کی جانیں ان کے جسموں میں رہیں رب عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلالت اور بندگی درجات کی قسم

دل کو میلا کرتے ہیں، ایسے ہی توبہ اور نیک اعمال بہت آہستگی سے پہلے دل کو صاف کرتے ہیں مگر نبی کی عداوت یکدم شفاف دل کو میلا نہیں بلکہ زنگ آلود کر
دیتی ہے جیسے شیطان کا حال ہوا کہ لاکھوں سال کی عبادت ایک سینکڑوں میں برباد ہو کر اس کا دل ناقابل علاج زنگ آلود ہو گیا، اور مقبول بندے
کی ننگا و کرم ایک گن میں زنگ آلود دل کو صاف کر کے اس پر پالش کر دیتی ہے، موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے برسوں کے مجرم جادوگر، مومن، صحابی،
صابر اور شہید ہو گئے، حضور غوث پاک کی ایک نظر سے چور قطب ہو گئے، اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں شاعر

یکے مانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء یکے مانہ صحبتے با مصطفیٰ بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریاء
لے مسلسل گناہ بغیر توبہ کی وجہ سے دل میں زنگ بلکہ کٹھ لگ جاتی ہے جو پھر صرف نیکوں سے صاف نہیں ہوتی بلکہ نگاہ کامل سے صاف ہوتی ہے، اسی لئے رب
تعالیٰ نے عرب جیسے کٹھ لگے ہوئے ملک میں ایسے شاندار رسول کو بھیجا: اندھے شیعوں میں کوئی خاص چمک والا ہی چمکتا ہے، وہاں چمکنا ہر ایک کا کام نہیں
ران رین سے بنا جیسے کٹھ یا بہت موٹی تہ والا پردہ: لے نزع کی حالت کو جبکہ موت کے فرشتے نظر آجائیں غرغره کہتے ہیں، اس وقت کفر سے توبہ قبول نہیں
کیونکہ ایمان کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے، اب غیب مشاہدہ میں آگیا، اسی لئے دوسرے وقت فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی، مگر گناہوں سے توبہ اس
وقت بھی قبول ہے، اگر توبہ کا خیال آجائے اور الفاظ توبہ بن پڑیں: اسی لئے مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ عہد سے مراد بندہ کا فرہے، کہ غرغره کے وقت
اس کی توبہ قبول نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي بُدِّلْتُ مِنَ الْإِلَهِ: بعض علماء نے فرمایا کہ ملک الموت ہر مرتبے
والے کو نظر آتے ہیں مومن ہو یا کافر، خیال ہے کہ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے، تاکہ بندہ کی اس حالت میں دل و زبان چلتے رہیں
گنہگار توبہ کر لیں۔ کہا سنا معاف کر کرالیں، کوئی وصیت کرنی ہو تو کر میں، یہ بھی خیال ہے کہ غرغره کے وقت گناہوں سے توبہ کے معنی میں گذشتہ گناہوں پر
شرمندہ ہو جانا: اب آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بیکار ہے، کہ اب تو دنیا سے جا رہا ہے، گناہ کا وقت ہی نہ پاسکے گا، مگر یہ توبہ اس وقت کی قبول ہے کہ رب
تعالیٰ غفار ہے: لے شیطان سے مراد ابلیس ہے اور یہ کمانے سے مراد اچھے عقیدوں یا اچھے اعمال سے الگ کر دینا ہے، یعنی میں بندوں کے مرتے تبت

لَا اَنْزَلَ اَعْفُوْلَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِي رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُهُ مَسْبِیةٌ سَبْعِیْنَ عَامًا
 لِلنُّوْبَةِ لَا یُغْلَقُ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قَبْلِهِ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ یَاتِیْ بِعُضْ
 اٰیَاتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ

میں انہیں بخشا ہی رہو نہ گناہ تک مجھ سے معافی مانگتے رہیں (احمد)؛ روایت ہے حضرت صفوان بن عسال سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کیلئے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب
 تک کہ سورج مغرب کے طلوع نہ ہو یہی عزوجل کا فرمان عالی شان ہے جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے نفس
 کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو (ترمذی، ابن ماجہ)

تک کوشش کروں گا کہ وہ بدعت نہ ہو جائیں، اگر یہ نہ کر سکا تو کم از کم ان سے گناہ ہی کرا دوں گا، اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو انہیں نیکی سے روک دوں گا، اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو
 بڑی نیکی سے روک کر چھوٹی نیکی میں مشغول کروں گا؛ ابلیس کی یہ کوشش بندے کے مرتے وقت تک ہتی ہے؛ بعد موت یہ کوشش تو ختم ہو جاتی ہے اب قبر کے سوالات کے
 جوابات میں بہکا تا ہے؛ اسی لئے بعد دفن میت کو ملحق کرنے کا حکم ہے؛ لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد
 دفن میت کے لئے شیطان سے حفاظت کی دعا فرمائی؛ اور نہ اس آیت کے خلاف ہے کہ ان حیادی یس لکن علیہم سلطان؛ بہر حال کوئی شخص کسی
 حال میں اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے لے اور نہ اپنا پناہ مانگے؛ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم تھے، اور جنت میں تھے جو جگہ محفوظ تھی، مگر پھر بھی شیطان
 نے وہاں اپنا دادر چلا دیا تو ہم نہ معصوم ہیں نہ دنیا جگہ محفوظ، پھر ہم کس چیز پر شکی ماریں، یا اللہ تیری پناہ ہے؛ یعنی اگر جان نکلتے نکلتے بندہ
 توبہ کرے تو معافی ہو جائے گی؛ معلوم ہوا کہ مغرغہ کی توبہ گناہ قبول ہے جیسا پہلے عرض کیا گیا ہے؛ آپ مشہور صحابی ہیں کہ فرمیں قیام رہا، دس غزوات
 میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آپ سے احادیث روایت کیں؛ لے یعنی آسمانوں میں بہت درد آزیں۔ بعض
 دروازے فرشتوں کے اترنے کیلئے، بعض رزق عباد ذائل ہونے کے لئے، بعض اعمال عباد چڑھنے کے لئے، ایک دروازہ وہ ہے جس سے بندوں کی توبہ جاتی
 ہے اور بارگاہ الہی میں پیش ہوتی ہے، یہ دروازہ مدینہ منورہ سے جانب مغرب کسمان میں واقع ہے، اس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے، تو اس کی لمبائی اور اونچائی
 کتنی ہوگی یہ ہی جانے؛ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی قسم کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، آسمان کے دروازے قرآن کریم سے ثابت ہیں و فتحت
 السماء فکانت ابواباً الخ؛ لے یعنی آسمان کے اور دروازے تو مخصوص اوقات میں بند ہو جاتے ہیں جیسے بندہ کے مرجانے پر اس کی روزی اعمال
 کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، مگر توبہ کا دروازہ قریب قیامت ہی بند ہوگا؛ لے اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ شخص پہلے نیامیں موجود ہو اور کافراور اب سورج کو
 پچھم سے نکلتے دیکھ کر ایمان لائے، تو اس کا ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان میں غیب پر ایمان معتبر ہے، اور آج ایمان بالمشاہدہ ہو گیا جیسے کہ مغرغہ کی حالت میں یارب کا عاری
 عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں، جو اسکے بعد پیدا ہوا اسکا ایمان معتبر ہوگا؛ تو یہی گنہگار مسلمان کی توبہ قبول ہوگی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں بعض آیات سے
 مرد آفتاب کا پچھم سے نکلنا ہے؛ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کے بعد گناہوں سے توبہ بھی قبول نہ ہوگی، کیونکہ یہاں فرمایا اَوْ کَبْتُ فِیْ اِیْمَانِهَا

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقُطُ الرِّجَّةُ حَتَّى تَنْقُطَ
التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقُطَ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِي بَيْتٍ إِسْرَئِيلَ
مُتَحَابَّيْنِ أَحَدُهُمَا لِحَبِّهِمَا فِي الْعِبَادَةِ وَالْآخَرُ يَقُولُ مُذَانِبٌ فَجَعَلَ يَقُولُ أَقْصَرُ عَمَّا أَنْتَ
فِيهِ فَيَقُولُ خَلِّني وَرَبِّي حَتَّى وَجَدَاكَ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ اسْتَعْظَمَ فَقَالَ أَقْصَرُ فَقَالَ
خَلِّني وَرَبِّي أَبْعَثْ عَلَيَّ نَقِيبًا فَقَالَ وَاللَّهِ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ أَبَدًا وَلَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ

روایت سے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت بندہ ہو گئی تھی کہ توبہ بند ہو اور توبہ بند نہ ہوگی تھی کہ
سورج اپنے مغرب کی طرف سے نکلے (احمد، ابوداؤد، دارمی) یہ روایت سے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ نبی اسرائیل میں دو محبت والے دوست تھے جن میں سے ایک توحیدت میں کوشاں تھا اور دوسرا کہتے ہیں گنہگار تھا عابد کہنے لگا کہ ان کاموں
سے باز آجن میں تو چھنسا ہے وہ کہنے لگا مجھے میرے رب پر چھوڑ دے ایک دن عابد نے اسے ایسے گناہ پر پایا جسے اس نے بہت ہی بڑا
جانا تو بولا باز آ جا وہ بولا مجھے میرے رب پر چھوڑ کیا تو میرا دروغ مقرر ہوا ہے یہ بولا اللہ کی قسم تجھے رب تو کبھی بخشے اور نہ جنت میں داخل کرے

خیراً، مگر یہ قول کچھ کمزور سا ہے: خَيْرٌ فِي الْإِيمَانِ كَچھ اور ہی ہے: ۱۔ ہجرت کے معنی ہیں چھوڑنا یا منتقل ہونا: یہاں اس سے مراد کفر سے ایمان کی طرف
دارِ شرک سے دارِ اسلام کی طرف، گناہوں سے توبہ کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، کفران سے غفران کی طرف منتقل ہونا ہے: یہ ہجرت قریب قیامت
تک ہوتی رہیں گی، مگر معظمہ سے ہجرت غلبہ کفر کی بنا پر ختم ہو چکی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بَعْدَ الْيَوْمِ اور حضرت عباس کو
خاتم المہاجرین قرار دیا گیا یعنی مکہ معظمہ سے آخری مہاجر، لہذا احادیث میں تعارض نہیں: ۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ توبہ اور ہجرتوں کا سلسلہ قریب قیامت تک
قائم رہے گا: خیال رہے کہ اسلام میں نہ زمین گھومتی ہے نہ آسمان بلکہ چاند سورج اور نائے آسمان پرتیر رہے ہیں جیسے سمندر میں کشتیاں، رب تعالیٰ
فرماتا ہے كُلُّ فِي فَلَكَ يُسَبِّحُونَ اور حورِ باہیں ہمیشہ مشرق سے مغرب کی طرف تیرنے پر قادر رہے وہ اس کے برعکس بھی تیرا سکتا ہے: ۳۔ جن کی محبت رشتہ
داری یا شرکت کا رو باری کی وجہ سے تھی نہ کہ دین و تقویٰ کی بنا پر، کیونکہ مومن کا قرابتی فاجر میں یہ محبت نہیں ہو سکتی، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَتَّخِذُ قَوْمًا
يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَآيَاتِهِ الْآخِرَةِ قِيَادُونَ الْإِنَّمَا حَقَّ يَسْأَلُ كَمَا يَقُولُ كَا فاعل یا تو خود وہ بندہ ہے یعنی وہ بندہ کہتا تھا میں گنہگار ہوں یا اس زمانہ کے لوگ
ہیں یعنی کہنے والے کہتے تھے کہ وہ گنہگار ہے، اس کے فاعل حضور نہیں کیونکہ حضور کو تو ان دونوں کے انجام کی خبر تھی کہ گنہگار سجدہ ہے اور وہ عابد شفیق اسی
لئے حضور اور نے اس عابد کو صلح نہ فرمایا بلکہ مجتہد فی العبادت فرمایا یعنی عبادت میں کوشاں (مرقات) بعض کے خیال میں يَقُولُ كَا فاعل حضور ہی ہیں
یہ مطلب یہ ہو گا کہ حضور فرماتے ہیں اس وقت وہ گنہگار تھا: ۴۔ یعنی تو میری فکر نہ کر، اپنی کر، میرا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہے، اس کا یہ کلام رب تم
سے امید کی بنا پر ہے نہ کہ بے غوفی سے، ورنہ کفر ہو جاتا: ۵۔ غالباً عابد نے اسے بہت جھڑکا ہو گا اور ذلیل و خوار اور لوگوں میں بدنام کیا ہو گا: اس لئے
نے جل کر یہ کہا: خیال رہے کہ تبلیغ بہت اچھی چیز ہے مگر دوسرے میں منہ پید کر دینا اور اسے بدنام کرنا بڑا کہ اس سے سامنے والا گناہ چھوڑ بیگا نہیں بکھڑ

فَبَعَثَ اللَّهُ إِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبِضَ رُوحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهُ فَقَالَ لِلْمَذْنِبِ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي وَقَالَ لِالْصَّادِقِ اتَّسِطِطِيعُ أَنْ تَخْطُرَ عَلَى عَبْدِي رَحْمَتِي فَقَالَ لَا يَا رَبِّ قَالَ إِذْ هَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا وَلَا يُبَالِي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَفِي

اشترنے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے ان دونوں کی روئیں قبض کیں یہ دونوں کے پاس جمع ہوئے توبہ کرنے کے لیے فرمایا تو میری جنت میں داخل ہو جاؤ اور دوسرے سے فرمایا کیا تو میرے بندے پر میری رحمت روک سکتا ہے عرض کیا نہیں یا رب فرمایا لے جاؤ اسے اگ میں (احمد) روات ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا کہ لے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ تم سے گناہ بخش دینگا اور بے پروا بھی نہ کریگا (احمد ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے اور

صدیق اگر زیادہ گناہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ لہذا اس کا یہ جواب بھی کفر نہ ہوگا کہ یہ وہ کلام ہے جو اس عابد پر عتاب کا باعث ہوا یعنی کسی گنہگار کے متعلق دائمی جہنمی ہونے کا فیصلہ کیونکہ مغفرت یا عذاب اللہ کے قبضہ میں ہے نیز کوئی گنہگار دائمی جہنمی نہیں، اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تجھے خدا نہ بخشے گا مجھے ضرور بخشے گا، کہ میں نیک کار ہوں، غرض کہ اس کلام میں دو جرم ہوئے ہیں: ۱۔ یہ فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں، جو ہر مرنے والے کے پاس اپنے خدام کے پہنچتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کی بیک وقت روئیں قبض کی گئیں، گنہگار اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر مراد اور عابد اس پرانے بکری پر کہ میں بڑا عابد ہوں، میری ضرورت بخشش ہوگی: ۲۔ عرش اعظم کے نیچے (مرقات) رب تعالیٰ بعض بندوں سے مرتے ہی کلام فرماتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا: ۳۔ اس طرح کہ میں نے اپنے فضل سے تجھے زندگی میں توبہ کی توفیق بخشی اور تیری توبہ قبول کی اور اگر بغیر توبہ بھی مر گیا تھا، تو تیرے گناہ محض اپنے فضل سے معاف کر دیئے، خیال رہے کہ جنت میں داخلہ بغیر نیک اعمال ہو سکتا ہے مسلمانوں کے بچے، دیوانے جنہیں میں بغیر عمل مگر دوزخ میں داخلہ بغیر جرم نہ ہوگا، اسی لئے دیوانہ کفار اور کفار کی نا سمجھ اولاد جہنمی نہیں: ۴۔ یہ اقرار اس وقت کر رہا ہے جب اقرار کرنا مفید نہیں ہوتا، اس کی جگہ دنیا ہی اس لئے قبول نہ ہوا اور سزا دی گئی: ۵۔ یعنی اسے کچھ روز کے لئے دوزخ میں لے جاؤ، تاکہ یہ اپنے غرور و تکبر کی سزا بھگتے، شخص کافر نہ تھا متکبر تھا، صرفیاد فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جو انسان میں ندامت عجز و انکسار پیدا کر دے، اس عبادت سے بہتر ہے جو عابد میں تکبر و غرور پیدا کر دے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے (مرقات) دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کا خطاؤں گندم کھا لینا شیطان کی ہزار ہا سال کی عبادت سے افضل ہوا کہ اس خطا سے آپ بیت عرصہ تک توبہ کرتے رہے اور شیطان اس عبادت سے مغرور ہو گیا، اسی لئے حضرت آدم کے سر پر خلافت کا تاج رکھا گیا اور شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا:

۱۔ آپ مشہور صحابیہ انصاریہ ہیں، یزید ابن سکن کی بیٹی ہیں، بڑی عاتلہ بہادرہ تھیں غزوہ تبوک میں حاضر تھیں، چوب خیمہ سے نوکفار کو قتل کیا، آپ کے حالات زندگی پہلی جلد میں بیان ہوئے (اشع) ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے اور عباد سے مراد غلام، مسلمان ہیں (اشع) یعنی لے میرے غلام اب تو جنہوں نے گناہ کر لئے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو رب تمام گناہ بخش دے گا کیونکہ تم مسلمان ہو: یہاں یقیناً ایضاً بقول ہے جیسا کہ تشریح

شرح السنۃ یقول بَدَل یَقْدُکَ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا اللَّهُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ تَغْفِرَ اللَّهُمَّ تَخْفِرُ حَمَّاوَانِي عَبْدُكَ لَا الْمَتَارَ وَ لَا الْبَرْمِذَانِي وَ قَالَ هَذَا أَحَدِيَّتٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَاسْتَكْوَى الْهُدَى أَهْدَاكُمْ وَ كُلُّكُمْ فَقْرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَاسْتَكْوَى الْأَمْنُ مَذْنِبُ الْأَمْنِ عَافَيْتُ

شرح سنہ میں پڑھتے تھے کی بجا فرماتے تھے ہے: روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق کہ الا اللهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الہی اگر تو بخشے تو بڑے گناہ بخش دے گناہ منیر کس بندے نے نہیں کئے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث سن صحیح، غریب ہے: روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سوا اسکے جسے میں ہدایت دل لہذا مجھ سے ہدایت مانگو تمہیں ہدایت دینگا اور تم سب فقیر ہو سوا اس کے جسے میں غنی کر دوں لہذا مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا اے اور تم سب مجرم ہو سوا اسکے جسے میں سلامت

سنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ وہاں یقول ہے: آیت کریمہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا أَنَّهُمْ يَتُوبُونَ إِلَيَّ میں بھی متفقین علماء کا یہ ہی قول ہے کہ وہاں بھی عبادی سے حضور کے بندے و غلام مراد ہیں، کیونکہ کفار کے گناہ ناقابل معافی ہیں اور وہ رحمت الہی سے ناامید کر دیئے گئے ہیں ان الله لا يظفر ان يشرک بہا مولانا فرماتے ہیں شعر

بندہ خود خواند احمد در رشاد جملہ عالم را حواں قل یا عباد

اس سے معلوم ہوا کہ عبد الرسول، عبد البنی کہہ سکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے مِنْ عِبَادِي كُفُّوا قُلُوبَكُمْ عَنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَبَالِي مِنْكُمْ مَعْلُوم ہو رہا ہے کہ یہ کلام حدیث ہے قرآنی آیت نہیں، قرآن کریم میں لایالی نہیں ہے (مرقات) یعنی تمام گنہگار مسلمانوں کو بخش دینے میں رب کو پرواہ بھی نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ و حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں بجز کفر و گناہ کی مغفرت ہو سکتی ہے:

۱۵ آیت کریمہ یہ ہے وَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ بَيْنَ أَصْفَادٍ أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ وَاللَّهُمَّ یعنی جو لوگ گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں بجز چھوٹے گناہوں کے: علماء فرماتے ہیں کہ جن گناہوں پر حد شرعی مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں اور جن پر کوئی حد نازل ہوئی وہ فاحشہ ہے، اور جن پر ان دونوں میں سے کچھ نہیں وارد ہوا صرف ممانعت ہے وہ لم یعنی گناہ منیرہ ہے: ۱۶ یہ شعر امیر ابن ابی الصلت کا ہے اگرچہ امیر زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے، مگر اس کے اشعار بہت حکمت و معرفت کے ہیں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اشعار سننے بھی تھے اور خود پڑھتے بھی تھے چنانچہ یہ شعر حضور انور نے بطور دعا پڑھا مطلب یہ ہے کہ اے مولیٰ تو تو کریم ہے، اپنی بخشش میں گناہ منیرہ کی قید نہ لگا، تو چاہے تو بڑے بڑے گناہ بھی بخش دے، گناہ منیرہ تو سارے ہی دگ کرتے رہتے ہیں مولیٰ منیرہ بھی بخش اور کبیرہ بھی، بتا کہ گناہ کبیرہ والے کس دروازہ پر جائیں، ان کا ٹھکانہ بھی تیرا ہی دروازہ ہے:

۱۷ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جن میں سے بعض اسنادیں صحیح ہیں، بعض غریب، لہذا تین حدیث صحیح بھی ہے جن میں بھی درغیب بھی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعر سننے اور پسند کرتے بھی تھے اور خود بھی پڑھتے تھے: اب جو فرماتا ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وہاں شعر بنانا اور شعر گانا کہ پڑھنا مراد ہے (مرقات) یا شعر سے مراد جھوٹا کلام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جوار الحق میں ملاحظہ فرمائیے

فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ إِنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاَسْتَغْفِرْنِيْ غَفْرَتُكَ وَلَا أَبَالِيْ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ
وَأَخْرُكُمْ وَحْيَكُمْ وَمِيَّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَا بِسْكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى اتَّقِيْ قَلْبَ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِيْ
مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِيْ جُنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَأَخْرُكُمْ وَحْيَكُمْ وَمِيَّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ
وَيَا بِسْكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَشَقَى قَلْبَ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِيْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِيْ جُنَاحَ
بَعُوْضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَأَخْرُكُمْ وَحْيَكُمْ وَمِيَّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَا بِسْكُمْ اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ
وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ نَاسٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ

رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا اور پرواہ بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارا گلے
بچھلے زندے مرے تو خوشک میرے بندوں میں نیک ترین بندے کے دل پر ہو جائیں تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں مجھ کے برابر بڑھائے گی نہیں اور
اگر تمہارے اگلے بچھلے زندے مرے تو خوشک میرے بندوں میں سے بد بخت ترین دل پر متفق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے
مجھ کے برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے بچھلے زندے مرے تو خوشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا
دار و مجھ سے مانگے پھر میں ہر مانگے کو دے دوں تو یہ میرے ملک کے

۱۵۔ یہ حدیث قدسی اس آیت کی شرح ہے وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ اس حدیث میں بتایا گیا رب تعالیٰ کی بڑی
نعمت ہدایت ہے جسے میرا ہر انسان کو چاہیے کہ ہدایت کی دعا ضرور مانگے: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء نے بھی رب تعالیٰ ہی سے ہدایت لی ہے
مگر وہ حضرات بحکم الہی ہیں ہدایت دیتے ہیں اسوج نے رب ہی سے نور لیا مگر زمین کو نور دیتا ہے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۝ اے محبوب تم میرے راہ کی ہدایت دیتے ہو: ۱۶۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے بعض بندوں کو غنی فرمایا، ایسا غنی کہ وہ دوسروں کو
بھی بحکم پروردگار غنی کرتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنَاهُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۝

۱۷۔ سبحان اللہ کیا امت افزہ امید افزا کلام ہے، بندہ اپنے گناہ سے رب کی رحمت کو زیادہ جانے اور اپنے آپ کو، اپنے اعمال کو رب کی قدرت میں مانے
انشار اللہ بخشا جائیگا: ۱۸۔ کسی نہایت نیک پرہیزگار متقی بندے کو چن لو پھر غور کرو کہ اگر سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں کہ کوئی شخص
کوئی گناہ ہی نہ کرے، تو اس سے میرے خزانے بڑھتے ہیں: ۱۹۔ یعنی دنیاوی بادشاہوں کے خزانے رعایا کی نیکی سے بھرتے ہیں، اگر رعایا
باغی ہو کر ٹیکس دینے سے انکاری ہو جائے، تو بادشاہ کے خزانے خالی رہ جائیں: ہمارے خزانوں کا یہ حال نہیں: تمام جہان کی نیکیوں سے ہمارے خزانے
میں مجھ کے برابر زیادتی نہیں ہوتی: مخلوق کی نیکی سے خود ان کا اپنا بھلا ہے، ہم بے پرواہ ہیں: ۲۰۔ یعنی تم کسی بدترین شخص کو سوچو جیسے ابلیس اور
غور کرو کہ اگر تمام مخلوق اس فاسق ابلیس کی طرح فاسق و فاجر و گنہگار ہو جائے، تو ان کے گناہوں سے میرا کچھ بگڑتا نہیں خود ان کا اپنا بگڑتا ہے: خیال
رہے کہ یہ تمام فرضی صورتیں ہیں جو سمجھانے کے لئے پیش کی گئی ہیں، ورنہ فرشتے انبیاء اور بعض اولیاء وہ ہیں جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہی نہیں، لہذا
حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں جیسے رب تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ اے محبوب فرما دو اگر خدا کے بیٹا ہوتا تو پہلے اسے میں پوجتا، نہ خدا کے بیٹا ہو سکتا

ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي الْأَكْمَالِ إِنَّ أَحَدَكُمْ مَذِيْبُ الْبَحْرِ فَعَسَى فِيهِ إِبْنَةٌ ثُمَّ رَفَعَهَا ذَلِكَ بَانِي جَوَادُ
مَا جَدُّ أَفْعَلُ مَا أَرِيدُ عَطَائِي كَلَامٌ وَعَدَائِي كَلَامٌ إِنَّمَا أَمْرِي بِشَيْءٍ إِذَا أَيْدَتْ أَنْ
أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَدَأْهُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمُخْفَةِ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ أَنَا أَهْلُ أَنْ تَقَى
فَمَنْ اتَّقَانِي فَأَنَا أَهْلُ أَنْ أَخْفِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ

مقابل ایسا ہی کم و مختور ہو گا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزے اس میں سوئی ڈوبے پھر اسے اٹھائے یہ اس لئے ہے کہ میں آتا ہوں نہ
بہت سینے والا جو چاہتا ہوں کرتا ہوں میری عطا صرف فرما دینا ہے اور میرا عذاب صرف مرنا فرما دینا ہے میرا حکم کسی شے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ
چاہتا ہوں فرما دیتا ہوں ہو جاوے ہو جاتی ہے (احمد ترمذی، ابن ماجہ، روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ
حضرت انور نے تلاوت فرمادہ تلوے اور بخشش والا ہے حضور نے فرمایا کہ تبارک رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے
تو جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق ہوں کہ اسے بخش دوں (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے

ہے نہ حضور اس کی پوجا کر سکتے ہیں ۱۵ اُمْنِيَّتُهُ ہمزہ کے پیش اوری کے شد سے ہے معنی خواہش و آندہ اس کی جمع معنی یا امانی ہے یہاں ممکن و جائز آرزو
مراد ہے کسی ناجائز و نفسانی خواہش کو منسوخ کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ یہاں نفی معنی کم ہونا ہے نہ کہ معنی کم کرنا یہ ترجمہ
نہایت صحیح ہے، یعنی اگر تمام مخلوق کی خواہشات پوری کر دی جائیں اور ان کی تمنائیں سب ی جائیں تو یہ عظیم ہمارے خزانوں کے سامنے ایسا ہو گا جیسے بھیگی سوئی کی تری
سمندر کے مقابل، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم اندازے سے ہی اتانتے ہیں یہ نسبت بھی سمجھانے کیلئے و در عدد و قناہی کو غیر
محدود و لاتناہی سے نسبت ہی کہیں ۱۶ خیال ہے کہ سخی وہ جو خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے مگر جو آدمی ہے جو دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے بسنی کا
مقابل بخل ہے اور جو آدمی کا مقابل مسک: ماجہ مجہ سے بنا معنی وسیع العطا جس کی عطا مخلوق کی وہم و گمان سے دراد ہو ۱۷ معنی جو میں چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں
جو مخلوق چاہتی ہے وہ نہیں کرتا، کیونکہ مخلوق میرے تابع ہے نہ میں مخلوق کے تابع درمقات خیال ہے کہ جن بندوں نے اپنی مرضی رب کی مرضی میں گم کر دی پھر جو وہ چاہتے
ہیں وہ رب کرتا ہے، کیونکہ وہ چاہتے ہی وہ ہیں جو رب چاہے اور رب چاہتا ہے جو یہ بندہ چاہے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں و بسووف
یجعلک ربک قدر خفی، رب تعالیٰ حدیث کی فہم صحیح نصیب کسے ۱۸ یہاں ہو جا فرمانے سے مراد ہے اس کا ارادہ کر لینا یعنی جس چیز کا ارادہ فرمایا تھا
وہ ہو جاتی ہے، ارادہ کے سوا کسی اور عمل کی مجھے ضرورت نہیں، لہذا اس پر آریوں کا یہ اعتراض نہیں کہ معدوم چیز سے کہنا کہ ہو جا عقل کے خلاف ہے
معدوم چیز سننے کے قابل نہیں پھر ہو جا کس سے فرمایا جاتا ہے ۱۹ یعنی تقویٰ مصدر مجہول ہے اور اپنے مفعول کی طرف منسوب، معنی یہ ہیں کہ میں
اس لائق ہوں کہ ساری خلق مجھ سے ڈرے، خیال ہے کہ خدا یعنی ہیت ساری مخلوق کو ہے، انبیائے کرام اولیاء اللہ عام مومنین خاص صالحین کے دل
میں رب تعالیٰ کی ہیت بقدر قریب جس قدر رب سے قریب زیادہ اسی قدر اس کی ہیت زیادہ مگر خوف عذاب صرف گنہگاروں کو ہے۔ اور خوف
اب کفار کو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کہ وہاں خوف عذاب کی نفی ہے اور یہاں ہیت الہی

قَالَ إِنَّ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارٍ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي لَدُنَّ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ اسْتَغْفِرَ اللَّهُ الَّذِي لَكَ لَا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ خَذَرَ مِنَ الذُّخْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَلَكِنَّهُ

فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو ایک مجلس میں سو بار شمار کر لیتے تھے کہ عرض کرتے تھے یا رب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما یقیناً توبہ قبول فرماتے والا ہے (احمد ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابویوسف، حضرت بلال بن یسار ابن زید سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے میں نے مانگا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کی بخشش کر دی جائے گی اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہو سیکہ (ترمذی، ابوداؤد، لیکن

کا ثبوت ہے) خلاصہ یہ ہے کہ خوف خدا بہت بڑی نیکی ہے جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں ان الحسنات بذہن الصیئات لہذا بڑے سے بڑا عجز بھی میرے خوف کی وجہ سے بخش دیا جائے گا: ۱۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کا سہ کے لئے تشریف فرما ہوتے تو تھوڑے تھوڑے وقفے سے یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرمادیتے تھے یہ تو عام مجالس پاک کا ذکر ہے، خصوصی عبادات کی مجلسوں کا کیا پوچھنا، مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لئے ہیں، نیز ان کا پڑھنا عبادت، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے عابد ہیں لہذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں: ۲۔ غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کی صفت ہے نہ کہ بلال کی، اور یہ زید ابن حارث نہیں ہیں بلکہ یہ زید ابن بولہ نولہ ہیں جن کی کینت ابویسار ہے، زید تو صحابی ہیں مگر ان کے بیٹے یسار اور ہوتے بلال وغیرہ تابعی ہیں: ان بلال سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا:

۳۔ یعنی جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بزدلی کی بنا پر بھاگ جانا بدترین گناہ ہے مگر اس استغفار کی برکت سے انشاء اللہ وہ بھی معاف ہو جائیگا جیسے داؤد کی جڑیا بڑیاں مختلف تاثیریں رکھتی ہیں، کوئی معمول بیماری میں مفید ہوتی ہے کوئی سخت خطرناک بیماری میں ایسے روحانی بیماریوں کے لئے دعاؤں کے الفاظ مختلف تاثیر رکھتے ہیں، یہ استغفار بدترین گناہوں کی بخشش کے لئے مفید ہے، مگر وہ تاثیریں طیبہ کو معلوم ہوتی ہیں، اور یہ تاثیریں حبیب کو معلوم ہیں ہم ان سے بے خبر ہیں مگر علماء فرماتے ہیں کہ توبہ سے دل سے ہونٹ اس کی یہ تاثیریں ہیں، کہ توبہ کے وقت اُنڈہ گناہ سے بچنے کا پورا ارادہ ہو، گناہ پر قائم رہتے جو سے منہ سے توبہ نہ بول دینا ایک طرح کا غلاق ہے (مرقات) خیال ہے کہ بعض وقت جہاد سے بھاگ جانا جائز بھی ہوتا ہے جبکہ کفار کی یلغار بہت ہی زیادہ ہو جائے اور اب ستر ہزار ہلاکت ہی ہو، اس صورت میں ڈٹنا ہنا جان دے دینا بہت ثواب ہے مگر بھاگ جانا بھی گناہ نہیں، اور کبھی بھاگنا جنگی چال ہوتی ہے، کہ یہاں سے ہٹ کر مضبوط مرکز پر پہنچیں، پھر وہاں جم کر جنگ کریں: رب تعالیٰ ضررانا ہے الامتحر فاق قتال: یہ بھاگنا ثواب ہے نہ بھاگنا گناہ اور

عَبْدُ ابْنِ دَاوُدَ هِلَالُ بْنُ يَسَارٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: **الفصل الثالث** عَنْ ابْنِ هُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُفَعِّمُ الدَّارِجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنْتَ لِي هَذَا فَيَقُولُ يَا سَتِغْفَارُ وَلَكَ لَكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُنْتَغَوِثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ تَلْحَقُهُ مِنْ أَبِي أَوْ أُمِّ أَوْ أَخِي أَوْ

ابو داؤد کے نزدیک اوی ہلال ابن یسار ہیل و ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے: فصل تیسری: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کے جنت میں جسے بلند فرماتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے الہی مجھے یہ بڑی درجہ کہاں سے ملی رب فرماتا ہے میرے بچے کے تیرے لئے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے (احمد) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریاد کی طرح ہی ہوتی ہے کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعا کے خیر کے پہنچنے کی منتظر رہتی ہے

طوبی
میر

بلا وجہ بزدلی سے چھوڑ کر بھاگ جانا سخت گناہ، وہ ہی یہاں مر رہا ہے، لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ یعنی ہلال کے نام میں خدشا ہو گیا، بعض محدثین ہلال سے فرماتے ہیں بعض ہلال ب سے، مگر ب سے ہی زیادہ مشہور ہے: حافظ مسدوری نے فرمایا کہ یہ حدیث بہت جید ہے، اس کی اسناد متصل ہے اور اس میں کوئی راوی ضعیف نہیں اور بہت طرق سے مروی ہے، واللہ اعلم: اس طرح کہ پہلے تو اس کی قبر میں مہولی دے کے جنت کی کھڑکی کھلتی ہے پھر اعلیٰ درجہ کی، پھر اس سے اعلیٰ کی، یا اس طرح کہ اسے غروی جاتی ہے کہ تیرا درجہ بلند ہو رہا ہے: لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جنت تو قیامت کے بعد ملے گی، درجے قبر میں کیسے بلند ہو رہے ہیں: مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبد صالح سے مراد گنہگار مسلمان ہے جو بخشش کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے پہلے وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے کہ اچانک عذاب موقوف ہو کر جنت کی کھڑکی قبر میں کھل جاتی ہے، لہذا یہ حدیث صرف نیکوں سے مخصوص نہیں: اس میں تو قبر میں سو رہا ہوں اعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، پھر یہ تبدیلی مال بغیر اعمال کیسے ہو رہی ہے، سبحان اللہ رب کی عطائیں بندے کے وہم سے دریا ہیں: اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نیک و لا دجواں باپ کو ان کے مرے بعد دعائے ایصال ثواب استغفار وغیرہ سے یاد رکھے صدقہ جاریہ ہے اور رب تعالیٰ کی رحمت ہے جس کے ذریعہ مردہ کو قبر میں فائدہ پہنچا رہتا ہے دوسرے یہ کہ شفاعت مؤمنین برحق ہے جس کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تو کہنا ہی کیا، تیسرے یہ کہ اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے، حتیٰ کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت دُعا خذنی و لوالدائی پڑھے، ایسا پھر نیکو کاروں میں شمار ہوگا، خیال رہے کہ ولدا یعنی بچہ میں بیٹا بیٹی اور ان کی اولاد اور اولاد ص شامل ہے کبھی ساتویں پشت کی اولاد ساتویں دادا کو کام آجاتی ہے، ۵۰ عام گنہگار مسلمان تو اپنے گناہوں کی وجہ سے خاص نیک مسلمان کی پشیمانی کی وجہ سے کہ ہم نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کر لیں مخصوص محبوبین اپنے چھوٹے بچے یا بزرگ کی وجہ سے ایسے جوتے ہیں آواز دیتے بزم میں ایسی ہوتی ہے جیسے نئی دہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں اسے ہر طرح کا پیش واکرام ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا رہتا ہے جب کوئی سوغات یا کوئی آدمی کے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی، پھر دل لگتے

صَدِيقٍ فَاِذَا الْحَقُّ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَانَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَدُ خَلُّ عَلَى
 اَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَانَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ
 الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْاِيْمَانِ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيْفَتِهِ اِسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهٗ
 وَرَوٰى النَّسَائِيُّ فِي عَمَلِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ : وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے
 قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے اور یقیناً زندہ کامردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے، دہشتی شعب الایمان : روایت ہے
 حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بہت خوبیاں ہیں جو اپنے نامہ اعمال میں بہت
 استغفار پائے، ابن ماجہ اور نسائی نے اس حدیث کو دو رات کے عمل میں روایت کیا ہے روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں

لگتے لگتے لگ جاتا ہے : ظاہر یہ ہے کہ یہاں میت سے تازہ میت مراد ہے کہ اُسے زندوں کے تحفے کا بہت انتظار رہتا ہے۔ اسی لئے نئی میت کو جلد
 از جلد نیاز، تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ سے یاد کرتے ہیں، فقیر کی اس شرح سے معلوم ہو گیا کہ یہ فقط گنہگار کا ہی حال نہیں۔ ۱۵
 دوست سے مراد خاص دوست بھی ہے اور عام دوست یعنی ہر مسلمان بھی، زندوں کو چاہئے کہ مردوں کو اپنی دعاؤں وغیرہ میں یاد رکھیں تاکہ کل انہیں
 دوسرے مسلمان یاد کریں : اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے، جو نیاز فاتحہ ایصال ثواب سے لوگوں کو طرح طرح کے بہانوں سے دیکھتے ہیں
 کل انہیں بھی مرنا ہے شعر : نام نیک رفتگاں ضائع مکن : نابا ند نام نیکت برقرار

۱۵ اس لئے کہ یہ مرد بہت سخت حاجت کے وقت پہنچتی ہے : نیز یہ پرانے وطن کا تحفہ و ہدیہ ہوتا ہے : پردیس میں دیں کا خط بھی پیارا معلوم ہوتا
 ہے : ۱۵ سو فیاد فرماتے ہیں کہ ہر نیک عمل کا ثواب اسی شکل میں پیاد بن کر میت کو پہنچتا ہے : اگر روٹی خیرات کی گئی، تو وہ روٹی کی شکل میں اس کا
 ثواب میت کو ملے گا، اور کپڑے کی خیرات کا ثواب کپڑے کی شکل میں، مگر اس میں رب کی طرف سے بہت برکت ہوتی ہے : ۱۵ خواہ دعائے مغفرت
 صراحت ہو جیسے رب اغفر لی ولوالدی ولجميع المسلمين : خواہ مناجا جیسے ان کی طرف سے صدقہ و خیرات، کہ یہ چیزیں میت کی بخشش کا
 ذریعہ ہیں، غرض کہ یہ حدیث قولی و عملی دونوں استغاثہ اول کو شامل ہے : خیال رہے کہ یہ احادیث ان آیات کے خلاف نہیں ہیں پس
 للانسان الا عاصی اور لہما ما کسبت وغیرہ کہ ان آیتوں میں بدنی عمل مراد ہیں یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز روزہ نہیں رکھ سکتا،
 اپنا فرض اپنے ہی کرنے سے ادا ہوگا، اور یہ احادیث ثواب پہنچانے کے متعلق ہیں، ثواب پہنچانا اور ہے ادا کرنے فرض اور : یا آیتیں ملکیت کی نفی
 ہے اور حدیث میں بخشش کا ثبوت یعنی انسان کی ملک صرف اپنے ہی اعمال میں دوسروں کا کیا بھروسہ کوئی دے یا نہ دے، بغل میں تو شہ منزل کا بھروسہ

توشہ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ اجمی کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو یہی
 بعد مرنے کے نہیں اپنا پر یا بھول جائے فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

شعر :-

يَقُولُ لِلّٰهِمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ اِذَا احْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَاِذَا اَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوا رَوَاهُ ابْنُ
 مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرَةِ وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
 بْنُ مَسْعُودٍ حَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ قَالَ
 إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَدْرِي ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَدْرِي
 ذُنُوبَهُ كَذَبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ فَقَالَ بِهِ هَكَذَا أَيْ يَبِيدُهُ فَذَابَهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ أَفْضَحُ تَوْبَةَ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَذَلَ فِي الْفَضْلِ

عرض کرتے تھے ابھی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں اور خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو معافی مانگ لیں (ابن ماجہ) اور پہنچنے سے
 دعوات کبیر میں یہ روایت ہے حضرت حارث ابن سدید سے فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ ابن مسعود نے دو حدیثیں سناں ایک تو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے گویا کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے
 ڈر رہا ہے کہ اس پر گر جائے اور بدکار اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گزرتے تو یوں کرتے معنی اپنے ہاتھ سے
 اسے اڑا دے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے
 بھی زیادہ خوش ہوتا ہے نہ جو کسی

۱۵ یعنی اس نے مقبول استغفار بہت کئے ہوں جو اس کے نامہ اعمال میں کچھ چاکے ہوں اسی لئے یہاں بہت استغفار کرنے کا ذکر فرمایا بلکہ نامہ اعمال میں پانے کا
 ذکر کیا مقبول استغفار وہ ہے جو دل کے درد آنکھوں کے آنسو اور اخلاص سے کی جائے، صرف اخلاص بھی کافی ہے ۱۶ سبحان اللہ کیسی پیاری عاب ہے یعنی مجھے اس
 جماعت سے بنا جو اپنی نیکی پر فخر نہیں کرتے بلکہ توفیق خیر ملنے پر تیرا شکر کرتے ہیں اور گناہوں پر لاپرواہی نہیں کرتے بلکہ اس جہ کو فوراً توبہ کے پانی سے دھوالتے ہیں اور
 تعالیٰ حضور کے صدقہ سے یہ صفتیں ہم کو بھی نصیب کرے آمین، فخر کی خوشی گناہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَقْرَحُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ، اور شکر کی خوشی عبادت
 رب تعالیٰ فرماتا ہے فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا، یہاں شکر کی خوشی مراد ہے ۱۷ آپ علیل القدر تالابی ہیں اہل کونہ سے ہیں کسی نے حضرت امام احمد ابن حنبل سے آپ کے متعلق پوچھا
 تو آپ نے فرمایا: ان کی خوبیاں بیان سے بالا ہیں، حضرت عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ میں فوت ہوئے ۱۸ یعنی ایک حدیث مرفوعہ اور دوسری حدیث موقوف بیان فرمائی
 جو خود ان کا اپنا قول ہے ۱۹ یعنی مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ صغیرہ کو بھی ہلکا نہیں جانتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوٹی چنگاری بھی گھر جلا سکتی ہے
 اس لئے وہ ان کے کر لینے پر بھی جرات نہیں کرتا، اور اگر ہو جائیں تو فوراً توبہ کر لیتا ہے، گناہوں سے خوف کمال ایمان کی علامت ہے ۲۰ یعنی
 چھوٹے کیا بڑے گناہوں کو بھی ہلکا جانتا ہے، کہتا ہے کہ میں نے گناہ کر لیا تو کیا ہوا رب غفور رحیم ہے بخش دے گا یہ خیال امید نہیں بلکہ خدا تعالیٰ
 سے بے خوفی ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے، انسان پہلے چھوٹے گناہ کو ہلکا جانتا ہے پھر بڑے گناہوں کو، پھر کفر و شرک کو بھی معمولی چیز سمجھنے لگتا ہے
 ۲۱ یہاں خوشی سے مراد رونا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت ابن مسعود نے پہلے تو گناہ کو ہلکا جاننے کی برائی بیان فرمائی پھر یہ حدیث سنائی تا کہ بندہ
 ہر چھوٹے گناہ پر بھی توبہ کرے اسے حقیر نہ جانے، رب تعالیٰ بندے کی ہر توبہ خواہ گناہ صغیرہ سے ہو یا کبیرہ بہت ہی راضی و خوش ہوتا ہے رب تعالیٰ

وَرَبَّتْ مَهْلِكَةً مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهِا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ
وَقَدْ أَذْهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا حَتَّى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَ أَرْجِعْ
إِلَى مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَأَنَا مَرَحَتِي أَمُوتَ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى سَاعِدِهِ لِيَمُوتَ
فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهِا زَادُهُ وَشَرَابُهُ فَالْتَمَسَ فِدْحًا بِتُوبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ
مِنْ هَذَا إِذَا رَاحِلَتُهُ وَزَادُهُ رَوَى مُسْلِمٌ الْمَرْفُوعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ

جانوروں والی بلاکت کی زمین میں اترے اس کے ساتھ سواری ہے جس پر اس کا کھانا پانی ہے اس نے سر رکھا کچھ سو گیا جاگا تو
اس کی سواری جاچکی تھی اسے بیت ڈھونڈ رہا تھا جتنے کہ جب اس پر دھوپ یا پیاس یا جراثیم نے چاہا غالب آگئی تھی تو بولا کہ
میں اپنی اس ہی جگہ لوٹ جاؤں جہاں تھا وہاں سو جاؤں حتیٰ کہ میر جاؤں اپنے بازوؤں پر مرنے کے لئے سر رکھ دیا پھر جاگا۔
تو اس کی سواری اس کے پاس تھی جس پر اس کا نوشہ پانی تھا اللہ تعالیٰ مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے
توبہ سواری سے خوش ہوا مسلم نے صرف وہی روایت نقل کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ابن مسعود سے مرفوع ہے اور

کو راضی کرنا عبادت ہے، تو ہر گناہ سے توبہ کرنا بھی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ لہٰذا یعنی بہت معمولی سا سواری کی بھی فکر تھی اور جنگلی مرنندوں
کا بھی اندیشہ۔ دنیا و دندوں والا جنگل ہے نفس سواری جس پر ہمارا ہر طرح کا روحانی سامان ہے، یہاں غافل ہو کر سونا خطرناک ہے یہ بعض تمثیل ہے۔
۱۰ اوما شاء اللہ یا تو راوی کا قول درادورد و ترک کے لئے ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو گری و پیاس کا ذکر فرمایا اور یا ماشاء اللہ فرمایا اور یا
خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اور آدمی جو صرف بھوک و پیاس ہی غالب نہ آئی بلکہ تمام وہ مصیبتیں، فکریں، خوف و غم بھی غالب آ
گئے جو رب نے چاہے۔ ۱۱ شاید وہاں سواری لوٹ آئی ہو یا لوٹ آئے، کیونکہ وہ جگہ اس نے جانی پہچانی ہے اگر نہ آئی تو موت تو آ ہی جائے گی
خلاصہ یہ کہ یا سواری پاؤں لگا یا مر جاؤں گا۔ ۱۲ اب بھی اہل عرب جب ریگستان میں چمنس جائیں، تو زندگی سے ناامید ہو کر اس طرح موت کی انتظار
میں بیٹھ جاتے ہیں اور وہاں ہی جان نکل جاتی ہے، یہاں وہ ہی نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ ۱۳ یہاں جاگنے سے مراد سراٹھا کر دیکھنا ہے ورنہ ایسی حالت
میں نیند کہاں آتی ہے اور ممکن ہے کہ جاگنے سے حقیقتہً جاگنا ہی مراد ہو اور اتفاقاً اونگھ آگئی ہو، بہر حال یہ ایک تمثیل ہے جس میں پیاس کے بعد اس
کا نہایت بہتر نقشہ کھینچ کر پیش کیا گیا ہے۔ ۱۴ یعنی جیسی خوشی اس مایوس بندے کو اس آس پوری ہونے پر ہو سکتی ہے جس نے جان و مال
سب کچھ کھو کر سب کچھ ہالیا، اس سے زیادہ خوشی رب تعالیٰ کو اپنے کھوئے ہوئے بندے کے واپس آنے پر ہوتی ہے، صرفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روح
انسان مسافر ہے بدن اس کی سواری جس پر اس کے اعمال کا سامان ہے، دنیا خطرناک جنگل ہے، یہاں کی غفلت اس مسافر کا سو جانا ہے جب روح غافل
ہو کر جاگی تو دیکھا کہ بدن نفسانی خواہشات میں گم ہو چکا تھا، روح کے قبضہ سے نکل چکا تھا، روح نے بہت مشقت سے اسے واپس کرنا چاہا مگر وہ نہ
لوٹا مایوس ہو کر روح کو اپنی موت کا یقین ہوگا، اور اس نے سمجھ لیا کہ اب میں عذاب الہی میں گرفتار ہوتی ہوں کہ اچانک رحمت الہی نے دستگیری کی اور گرم شد
حجم نفس کی توفیق خداوندی نے دستگیری کی صبح نے اپنا مقصد پایا، یا اس کے بعد اس کی آس پوری ہو گئی، ایسی روح بہت مبارک ہے (مرقات)

مَحْسَبٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمَوْقُوفُ عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ أَيُّضًا، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَ الثَّوَابَ؛ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَحَبُّ إِلَيَّ الدُّنْيَا بِهَذِهِ الْآيَةِ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا الْآيَةَ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ أَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ الْآوَمِنْ أَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؛ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اور بخاری نے ابن مسعود پر موقوف حدیث بھی وایت کی روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم تعالیٰ اس مومن کو پسند فرماتا ہے جو فتنوں میں گھرا ہوا توبہ کرتا ہو، روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جاتی ہے میرے بند و جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی نا امید نہ ہوؤ! ایک شخص بولا تو جو شرک کسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا یقیناً جو شرک کسے تین بار فرمایا یعنی اس کی توبہ بھی قبول ہوگی! روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اس حدیث کا جزو مرفوع تو متفق بلکہ ہے اور جزو موقوف مفردات بخاری سے ہے، پوری حدیث صحیح ہے، لہٰذا گناہ و غفلتیں اس پر طاری ہوتی رہتی ہیں، ہمیشہ نیکیاں ہی نہ کرتا ہو، کیونکہ ہمیشہ نیکیاں کرنے والا کبھی تکبر و شہی میں پھنس جاتا ہے اور گناہ میں پھنسا ہوا اکثر شرمندہ رہتا ہے، اس شرح سے معلوم ہوا کہ اس قاعدے سے زیادہ حضرات انبیاء و خصال و اولیاء علیہم السلام ہیں، کیونکہ ان میں کبھی غرور پیدا ہوتا ہی نہیں، لہٰذا حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ گنہگار بندے انبیاء و اولیاء سے زیادہ پایسے ہوں، یہاں ان سے مقابلہ ہے جو نیکیوں پر اتر جائیں، عجز پیدا کرنے والا گناہ، فخر پیدا کرنے والی نیکی سے افضل ہے، لہٰذا ہر طرح کی توبہ گناہ سے اعلیٰ کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف اور مصیبت سے مصیبت کی طرف لوٹنا ہے، موفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ گناہوں سے ناراض ہے نہ کہ گنہگار سے، گنہگار سے توبہ کرنے پر بیت راضی ہو جاتا ہے، عشاق کہتے ہیں کہ بقابلہ نیکیوں کے بڑوں پر زیادہ کرم ہے، ماں بیمار لاچار بچہ پر زیادہ مہربان ہوتی ہے، منکے بیٹے کے لئے کماؤ بیٹے سے لیتی رہتی ہے اور کماؤ سے نکتے کو دلاتی رہتی ہے، ہم نکتے بندے ہیں ہمارے لئے اپنے حبیب فرماتا ہے واما السائل فلا تهرسلے محبوب اپنی کمان سے ان نکتوں کو کچھ دیتے رہو، انہیں جبر کو نہیں، لہٰذا پھر میں اس دنیا سے لذات و غیرات سب کچھ حاصل کرتا: ۵۵ اس آیت میں عبادی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے غلام ہیں اور زیادتی سے مراد گناہ کرتے رہنا ہے، انہیں سے مغفرت کا وعدہ ہے کہ شرک و کفر کی معافی نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الله لا يغفر ان يشرك به؛ لہٰذا یعنی شرک و کفر بھی بخش دیا جائیگا بشرطیکہ ہندہ اس سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائے، جو کفر پر مریگا اس کی مغفرت نہیں، مگر مومن گنہگار اگر بغیر توبہ بھی مر جائے، تب بھی بخشا جاسکتا ہے، لہٰذا یہ حدیث مذکورہ آیت کے خلاف نہیں۔ حکایت: حضرت وحشی نے ہار گاہ رسالت میں عرض کیا کہ اسلام میں شرک، قتل، زنا بہت بڑے بڑے گناہ ہیں اور میں نے یہ تینوں سکے ہیں، میری بخشش کیسے ہوگی، تب یہ آیت کریمہ آئی اَلَا مَن تَابَ وَآمَنَ وَهَدَّاهُ صِرَاطًا، وحشی بولے کہ مغفرت کی یہ شرطیں بیت سخت ہیں، توبہ نیک اعمال وغیرہ مجھ سے کیسے ہوں گے تب یہ آیت سنائی گئی وَيَغْفِرْ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ، وحشی بولے اب بھی میری تسلی نہیں ہو رہی، معلوم

اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بخشا ہے جب تک کہ اُذ نہ واقع ہو تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُذ کیا ہے فرمایا یہ کہ کوئی شخص شرک کہتے ہوئے مر جائے ان تینوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا اور بیہقی نے آخری حدیث کتاب البعث والنشور میں روایت کی یہ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے کہ دنیا میں کسی چیز کو اس کے برابر نہ جانتا ہو پھر اس پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اللہ اسے بخش دے گا (بیہقی کتاب البعث والنشور) یہ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ سے توبہ کرنا والا ایسا ہے جیسے اس کا گناہ تھا ہی نہیں (ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان) ۶

میری بخشش ہوگی یا نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ تَبِيعُوا أَمْرًا مُّجْتَمِعًا وَمِمَّا يَنْهَى الْفِتْنَةَ أَنْ تَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا إِنَّ إِلَهَنَا اَحَدٌ وَكَانَ الْعِلْمُ بِرُبِّنَا بِحُزْنٍ وَكُنَّ اقْلَامُ الْمَلَائِكَةِ يُسَوِّدُونَ مَا تُبَيِّنُ لَهُمْ رُوحُهُمْ فِي الْقُرْآنِ حَتَّى يَخُوضُوا فِي شِحَابٍ مُّطَهَّرٍ

۱۔ یعنی وہ واقعہ ہو جائے جو بندہ اور رب تعالیٰ کی رحمت کے درمیان آرٹھے ووقی کی آڑ، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ فَتَفْسَدُوا عَنْ سَبِيلِي وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

۲۔ شرک سے مراد کفر ہے کہ کفر پر موت واقع ہو جانا رحمت الہی سے بڑی مضبوط آرٹھے: اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی ہر توبہ موقوف بنتی ہے، اگر ایمان لا کر مرنا تمام گزشتہ توبہ قبول ہو گئیں، اگر کفر پہ ہی مر گیا تو ساری توبہ بیکار گئیں، حق یہ ہے کہ کفار کی بعض عاٹیں قبول ہو جاتی ہیں، شیطان نے درازی عمر کی دعا مانگی جو کچھ ترسیم سے قبول ہو گئی: ۳۔ یعنی اس حال میں مرے، یہاں اللہ سے ملنے سے مراد دنیا سے جانا ہے نہ کہ قیامت میں اکٹھا کر مرتے ہی سب ایمان لے آتے ہیں، پھر قیامت میں مشرک کون ہوگا، چونکہ بعد موت دنیا کے سارے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں بندہ کا تعلق صرف رب تعالیٰ سے رہ جاتا ہے، اسی لئے موت کو اللہ سے منا فرمایا گیا: ۴۔ اس طرح کہ کسی کو خدا کا شریک نہ مانتا ہو، چونکہ عرب میں عام طور پر کفار مشرکین ہی تھے، اس لئے شرک کا ذکر فرمایا ورنہ موجد کافر کا بھی یہ ہی حال ہے: خیال ہے کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے برابر ضرور مانتے ہیں کسی کو خدا کی اولاد کسی کو خدا کا مددگار کسی کو خدا کے مقابل اپنا کار ساز مانتے ہیں، اسی لئے وہ قیامت میں اپنے شرکا سے کہیں گے اذْصُورُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ انْعَالِكُمْ: اس کی تحقیق بتلائی کتاب علم القرآن میں ملاحظہ فرمائیے، رب تعالیٰ فرماتا ہے بدہم یعدنون: ۵۔ اگر چاہے تو بخش دے یا تو بالکل ہی بخش دے یا کچھ تنبیہ فرما کر یا کچھ سزا دے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَيَغْفِرُ مِنْ ذُنُوبِهِمْ ذَلِكُمْ يَنْشَأُ مِنْ حَدِيثٍ مَنْ تَقَرَّأَنِ آیَاتِ كِتَابِ اللَّهِ فَمَا يَجِدُ فِيهَا مِنْ غَضَبٍ وَلَا ضَرْبٍ وَلَا يَجِدُ فِيهَا مِنْ عَذَابٍ وَلَا نَكِيرٍ اس میں مسلمان کو گناہ پر دلیر کیا گیا ہے: ۶۔ توبہ سے مراد سچی اور مقبول توبہ ہے جس میں تمام شرائط جواز و شرائط قبول جمع ہوں کہ حقوق العباد اور حقوق

وَقَالَ تَقَدَّبَ إِلَيَّ النَّهْرَانِ وَهُوَ جَهْلٌ وَفِي شَرْحِ السُّنَنِ رَوَى عَنْهُ مَوْقُوفًا قَالَ أَلْتَدَامُ تَوْبَةً
وَالْتَّائِبُ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ: بَابُ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَضَى اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا فَمِنْ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ
إِنْ رَحِمْتِي سَبَقَتْ غَضَبِي فِي رِوَايَةٍ غَلَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور یہ بتی نے فرمایا کہ اس حدیث میں نہرانی ایک لہ ہے اور وہ معمول الحال ہے اور شرح سنن میں ابن مسعود سے موقوفاً روایت کی آپ نے فرمایا
تادم ہونا توبہ ہے اور توبہ والا ایسا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں: بابت پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ نے مخلوق پیدا فرمائی تو ایک تحریر رکھی جو رب کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے
غضب پر غالب ہے اور ایک روایت میں غلبت ہے کہ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

شریعت ادا کر دیئے جائیں، پھر گزشتہ کو تاہی پر ندامت ہوا ورنہ نہ کرنے کا عہد، اس توبہ سے گناہ پر مطلقاً پکڑ نہ ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں تو گناہ
نیکوں سے بدل جائیں گے: حضرت رابعہ بصری، سفیان ثوری اور فضیل ابن عیاض سے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے گناہ تمہاری نیکیوں سے کہیں زیادہ ہیں، اگر
میری توبہ سے یہ گناہ نیکیاں بن گئے، تو پھر میری نیکیاں تمہاری نیکیوں سے بہت بڑھ جائیں گی (مرقات) خیال رہے کہ یہاں کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ
سے انبیاء اولیاء، ملائکہ عاج نہیں ہیں، کیونکہ گنہگار توبہ کر کے ان جیسا نہیں ہو جاتا، اگر اسے عذاب بھی نہ ہو مگر خجالت و شرمندگی تو ہوگی وہ حضرت
ان سے بھی پاک ہیں: یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نہ معصوم ہوں نہ محفوظ مگر گناہ نہ کریں، جیسے چھوٹے بچے اور دیوانہ مسلمان، کہ تاب گنہگار توبہ کی برکت
سے ان بے گناہوں کی طرح ہو جاتا ہے بے گناہی میں:

۱۵ یعنی نہرانی کا پتہ نہ لگا کر ثقہ تھا یا ضعیف، لہذا یہ حدیث درج صحت کو نہ پہنچی، امام ابن حجر اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ حدیث فضائل دعا و
توبہ میں ہے، لہذا اگر ضعیف بھی ہو تب بھی قبول ہے (مرقات): ۱۶ چونکہ گزشتہ پر ندامت توبہ کا رکن اعلیٰ ہے کہ اس پر باقی سارے ارکان مبنی ہیں
اس لئے صرف ندامت کا ذکر فرمایا جو کسی کا حق مارنے پر نادم ہوگا تو حق ادا بھی کرے گا جو بے غامری ہوئے پر شرمندہ ہوگا وہ گزشتہ چھوٹی نماز میں نضا بھی
کرے گا لہذا حدیث باطل و مانع ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں، اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کہ یہ بات محض قیاس سے نہیں کہی جا
سکتی: ۱۷ یعنی گزشتہ بابوں کے ثمرات و لواحق کا باب جس میں مختلف مضامین کی احادیث ہیں اکثر حدیثیں اللہ کی رحمت اور بندے کے مایوس نہ
ہونے کے متعلق ہیں: ۱۸ اس طرح کہ مخلوق کو پیدا فرمادیا یا پیدا فرمانے کی ابتداء کی یا موجودات کے ظہور کا ارادہ قریب کیا یا جب میثاق کے دن تمام
روحوں کو پیدا کیا: ۱۹ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم دینا ہے فرشتوں کو یا قلم کو، عرش کے اوپر سے مراد درجہ و مرتبہ میں پر
ہے نہ کہ جگہ میں، کیونکہ لوح محفوظ عرش کے نیچے ہے نہ کہ اس کے اوپر: بعض علماء نے فرمایا کہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی ہے کہ اس
میں سائے حالات درج ہیں، اور حضرت اسرافیل عاملین عرش فرشتوں کے سردار ہیں اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں (مرقات وغیرہ)

۲۰ اس طرح کہ آثار غضب پر آثار رحمت غالب بھی ہیں اور زیادہ بھی، ورنہ خود رحمت و غضب رب تعالیٰ کی صفیں ہیں، وہاں زیادتی کمی اور
غالبیت مغلوبیت ناممکن ہے: مطلب یہ ہے کہ میری رحمت کا ظہور بمقابلہ غضب بہت زیادہ ہوگا، چنانچہ رب تعالیٰ کی رحمت تمام مخلوق کو پہنچتی

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ
وَالْأَوْامِرِ فِيهَا يَتَعَاطِفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوُحُشُ عَلَى وَلَدِهَا وَآخِذًا لِلَّهِ
تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ عَنْ
سَلْمَانَ نَحْوُهُ وَفِي أُخْرَى قَالَ فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَكْمَلَهَا بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوْعَلُّوا الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ مَا طَمِعَ
بِجَنَّتِهِ أَحَدًا وَتَوْعَلُّوا الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطُ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدًا مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن، انسان، جانوروں اور کھڑے ہو جانے والوں کے درمیان تاری
جس سے آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اس رحمت سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں اور زنانہ رحمتیں
محفوظ رکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت سلمان
سے اسی کی مثل ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس رحمت کو اس سے کامل فرمائیگا، روایت ہے، ابھی
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مومن جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے، تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ
رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی نا امید نہ ہوتا (مسلم بخاری)

ہے اور غضب کسی کسی کو کفار بھی ب کی رحمت ہی سے فدی پاتے ہیں، بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں، چنانچہ رحمت کے بارے میں خود فرماتے ہیں وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اور عذاب
کے بارے میں فرماتے ہیں عَذَابِي أُصِيبُ بِمَنْ شَاءَ اللَّهُ (از لعنات مع زیادت) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سونے کی ہے یا سینکڑوں قسم کی جن میں سے ہر قسم کے ماتحت
ہزار ہا انواع ہیں ہر نوع کے نیچے ہزاروں صنفیں ہیں اور ہر صنف کے تحت ہزار ہا افراد، غرض کہ یہ حدیث حد بندی (تحدید) کے لئے بلکہ تکثیر و زیادت کے لئے ہے
یعنی ان سینکڑوں اقسام میں سے ایک قسم یا کروڑوں افراد میں سے ایک فرد دنیا میں بندوں میں بانٹ دی گئی ہے جس کے حصے ہو کر ماں باپ بہن بھائی قرابت
دوستوں کو ملے، ۱۰ وحشی جانوروں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ ان میں لفت و محبت کم ہے، نفرت و غضب زیادہ یعنی وحشی درمے بھی اس رحمت کے حصے سے
اپنے بچوں پر مہربان ہیں اگر رب تعالیٰ ماں کے دل میں محبت پیدا نہ کرے تو وہ اپنے بچوں پر ہرگز مہربان نہ ہو جیسے ناگن اور مچھلی، کہ ناگن تو اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے
مچھلی اپنے بچوں کو بھیجتی بھی نہیں، اور اگر رب محبت پیدا فرمائے تو چھرا اور درخت محبت کرنے لگیں، دیکھو اور یہاں خصوصیت سے محبت کرنے والے، رحمت
گھاس پوس خصوصیت سے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۱ بندوں سے مراد مومن نہیں ہیں اور زنانہ سے کا عدد تحدید کے لئے بلکہ زیادت کیلئے ہے یا یہ مقصد ہے
کہ ایک قسم کی رحمت کا لہجہ تو دنیا میں ہوتا ہے اور زنانہ قسم کی رحمت کی جلوہ گری آخرت میں ہوگی، لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد
ہوا کہ روزانہ کعبہ معظمہ پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں جن سے ساتھ طواف کرنے والوں پر چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر، اور بیس
رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں پر (از مرقات) ۱۲ یعنی قیامت کے دن ان زنانہ رحمتوں کو اس دنیا کی ایک رحمت سے ملا کر پورے سو فرمائیگا، معلوم
ہوا کہ وہاں دنیوی رحمت بھی ہوگی مگر صرف مسلمانوں میں کفار تو عذاب کچھ کر اپنی اولاد ماں باپ سے بھی بیزار ہوں گے ۱۳ ایں رب تعالیٰ کی انتہا

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَارِكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَوْ يَعْمَلُ خَيْرًا قَطُّ لِأَهْلِيهِ وَفِي رِوَايَةٍ أُسْرَفَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْحَى بَيْنَهُ إِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوهُ ثُمَّ اذْروْهُ نِصْفًا فِي النَّارِ وَنِصْفًا فِي الْبَحْرِ فَوَاللَّهِ لَكُنْ قَدَارَ اللَّهِ عَلَيْهِ لِإِعْدَابِنَا عَذَابًا بِالْإِعْدَابِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوا مَا أَمَرَهُمْ

روایت ہے حضرت مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ بھی ایسی ہی ہے (بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جان پر زیادتی کی تھی جب اسے موت آئی تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اسے جلاد و پھانسی کو آدھا جھگڑا کر دو آدھا دیا میں اڑا دو لے رب کی قسم اگر اللہ نے اس پر نیکی کی تو اسے وہ عذاب دیگا جو جہانوں میں کسی کو نہ دے پھر جب وہ مر گیا جو اس نے کہا تھا وہ ان لوگوں نے کیا

رحمت و عذاب کا ذکر ہے یعنی اس قدر بیان کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وسعت مت عذاب کسی کے خیال میں نہیں آسکتی اگر ان کی حقیقت معلوم ہو جائے تو عذاب بیکہ کر مومن کی آس ٹوٹ جائے اور اس کی رحمت میں غور کر کے کافر کے پاس جاتی ہے غلامیہ ہے کہ نیک کار کو پھولنا نہ چاہئے، کیونکہ اللہ جبار و قہار ہے اور گنہگار کو یا مومن نہ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ قیامت میں بلا اعلان فرماتے کہ صرف ایک ہی بندہ جنتی ہے تو مجھے امید ہو کر شائد میں ہی ہوں گا اور اگر اعلان ہو گا کہ صرف ایک ہی بندہ دوزخی ہے تو مجھے خطر ہو گا کہ وہ میں ہی ہوں، صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ پر زندگی میں خوف غالب چاہئے اور مرتے وقت امید ملے اس طرح کہ کبھی مزے سے ایک بڑی بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندہ کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے، مگر منہ ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے، چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے ملنے سے عمل کے قدموں سے مل جاتے ہیں، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ ہے۔ غالب ہے کہ یہ شخص کوئی اسرائیلی تھا کیونکہ نبی اسرائیل نے بارہا خوف الہی میں بڑی بڑی شفقتیں جھیلی ہیں، اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب انبیاء کرام کی تعلیم دنیا سے گم ہو چکی تھی لگ رہے تھے رب تعالیٰ کی صفات سے بے خبر ہو گئے تھے، لہذا اگلے واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے اگرچہ اس زمانہ میں دفن کا رواج تھا مگر اس نا سمجھ کے خیال نہ کیا کہ دفن ہونے کی صورت میں میری لاش ایک ہی جگہ ہوگی جسے رب دوبارہ زندگی بخش دے گا اور اگر میری مٹی کے ذرے دریا اور خشکی میں بکھر گئے تو رب اسے جمع نہ کرے گا یا جمع نہ کر سکیگا، اس کا یہ خیال قدرت الہی سے بے خبری کی بنا پر تھا، اور یہ بے خبری نور نبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے تھی، لہذا یہ بندہ معذور تھا اور اسے اس بنا پر کافر نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ایسے زمانہ میں نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہوتا ہے لے یہ سنی بہت نفیس ہیں کہ قَدَّ قَدَّ سے بنا نہ کہ قَدَّ سے: رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَمَّا مَنْ قَدَّ عَلَيْنَا دِيقًا اور یونس علیہ السلام کے باپ سے میں فرماتا ہے: وَلَنْ اَنْ كُنْ نَعْدًا عَلَيْنَا اگر یہ قَدَّ سے بنتا تو اس میں خدا کی قدرت کا انکار ہوتا جو کفر ہے، یہی معنی مرقات نے کئے ہیں

فَأَمَرَ اللَّهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيهِ وَأَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيهِ ثُمَّ قَالَ لَمْ تَفْعَلْتُ لِهَذَا قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ يَا رَبِّ وَأَنْتَ أَعْلَمُ فَخَفَرْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَأَذَا أُمْدَاةً مِنَ السَّبْيِ قَدْ تَحَلَّبَ ثَدْيُهَا تَسْعَى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَالْصَّقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ هَذِهِ طَارِحَةٌ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَقُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِيرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بَوْلَدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اللہ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا اور جنگل کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا جمع کر دیا پھر اس سے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ بولا یا رب تیرے ڈر سے تجھے تو خود خبر ہے اسے رب نے بخش دیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں ایک عورت کی چھائیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں وہ دوڑ رہی تھی جب قیدیوں میں کوئی بچہ پاتی اسے پکڑتی اپنے پیٹ سے چٹا لیتی اور اسے دودھ پلا دیتی تب ہم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے ہم نے عرض کیا اگر وہ پھینکنے پر قادر ہو تو کبھی نہ پھینکے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچے پر ہے (مسلم بخاری) اب روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ اگر رب نے مجھ پر تنگی کی اور میرا حساب یا تو مجھے عذاب دیگا، غلامیہ ہے کہ تم میری میت کو خود یہ عذاب دے دینا دھلا کر اڑا کر تاکہ رب تعالیٰ مجھ پر عذاب نہ کرے اور اگر قدرۃ سے ہو جیسا کہ بعض شامین نے فرمایا تو یہی کہا جائیگا کہ یہ بندہ صفات الہی سے خبردار نہ تھا بلکہ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردہ کو جلا ڈالنے اور اس کی مٹی کو اڑا دینے سے مردہ حساب و عذاب سے نہیں بچ سکتا، رب تعالیٰ ایک آن میں اس کے تمام ذرے جمع فرما کر حساب بھی لے لیتا ہے اور عذاب و ثواب بھی دے دیتا ہے، جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں عرض کر چکے ہیں، دوسرے یہ کہ زمانہ قدرت کے لوگ صرف بعقدہ توحید پر بخشے جائیں گے، صفات الہی سے غفلت اور گناہوں پر ان کی پکڑ نہ ہوگی سوائے حقوق العباد اور ظلم کے، کہ ظلم کی سزا تو جانوروں کو بھی ملے گی، تیسرے یہ کہ خوف خدا رب تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے جس سے مائے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، دیکھو یہ بندہ عمر بھر کا گنہگار تھا محض غلبہ خوف الہی سے بخشا گیا، چوتھے یہ کہ عذاب و ثواب کا حکم تو مرتے ہی ہو جاتا ہے، اس کا ظہور قیامت میں ہو گا بلکہ کیونکہ اس کا بچا اس سے جدا ہو چکا تھا اور یہ نبی واللہ تھی، تحلب حب سے بنا جس کے معنی ہیں دودھ دہنا، یہاں دودھ کی وہ کثرت مر رہی ہے جسے پستان نہ سنبھال سکیں ورنہ دودھ ٹپکنے لگے بلکہ تاکہ دودھ کا جوش کچھ کم ہو جائے، نیز وہ اپنے بچہ کو یاد کر کے دوسرے بچوں پر مہربانی کرتی تھی (مفرقات) بلکہ جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے، ایسے ہی رب تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میرا بندہ آگ میں جلے، وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے، خیال ہے کہ یہاں چاہنا بمعنی راضی ہونا ہے نہ کہ معنی ارادہ کرنا، رب تعالیٰ نہ کفر سے راضی ہے نہ فسق سے، دنیا کا ہر کام تعالیٰ کے ارادے سے ہے ذکر اس کی رضا سے لوگ اپنی حرکتوں سے دوزخ میں جاتے ہیں تعالیٰ انکے اس جانے سے راضی نہیں لہذا حدیث صاف ہے اس پر مسئلہ تقدیر کے اعتراضات نہیں پڑ سکتے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُنْجِيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَخَدَّنِي اللَّهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهِ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَعْدُوا وَارْجُوا وَشَىءٌ مِنَ الدَّلِيلِ وَ الْقَصْدُ الْقَصْدُ تَبْلُغُوا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيبُهُ مِنَ النَّارِ وَلَا أَنَا إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسَنَ اسْلَافَهُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا لوگوں نے عرض کیا نہ آپ کو یا رسول اللہ نہ فرمایا نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ مجھے مہربانی سے اپنی رحمت میں چھپائے لہذا ٹھیک ہو میانہ رو رہو اور صبح شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں کر لیا کرو میانہ رو رہو میانہ رو رہو پہنچ جاؤ مسلم بخاری ابو داؤد سے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کو اس کا عمل نہ تو جنت میں پہنچا سکے گا نہ آگ سے بچا سکیگا اور نہ مجھے مگر اللہ کی رحمت سے (مسلم) ابو داؤد سے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ مسلمان ہو اور اس کا اسلام اچھا ہو

۱۔ یعنی نیک اعمال دوزخ سے بچنے، جنت میں داخل ہونے کے اسباب تو ہیں مگر علت تامہ نہیں بہت سے لوگ بغیر نیک عمل صحتی ہیں جیسے مسلمانوں کے نام مجھ بچے یا دیوانے یا وہ جو مسلمان ہوتے ہی فوت ہو جائیں اور بعض لوگ نیکیوں کے باوجود دوزخی ہیں جیسے نیکیاں کرنے والے کفار یا جن کی نیکیاں مردود ہو گئیں، جنت ملنے کی علت تامہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، محض نعم درخت کی علت تامہ نہیں، بیت بارئ نعم ضائع ہو جاتا ہے، اس فرمان کا مقصد لوگوں کو نیکیوں سے روکنا نہیں ہے بلکہ نیکیوں کو اپنے اعمال پر ناز کرنے سے بچانا ہے کہ لے پر ہیزگارو اپنے اعمال پر غرور نہ کرو، رب تعالیٰ کا فضل مانگو شیطان کے اعمال سے اس کے انجام سے سبق لو، یعنی آپ کی نیکیاں تو قبولیت کی انتہائی منزل پر ہیں، کیا یہ بھی حصول جنت کے لئے کافی وافی نہیں، کیا آپ کو بھی اللہ کی رحمت و درکار ہے، صحابہ سمجھے یہ تھے کہ ایسے موقع پر مشکلم مستثنیٰ ہوتا ہے، شاید حضور یہ ہائے لئے فرماتے ہیں اس لئے یہ سوال کیا، اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ عمومی احکام پر حضور کو داخل نہ مانتے تھے، لہذا یسخر فی غدا سے بنا یعنی فلاں تلو اور ہر طرف سے تلو اور کو چھپائے ہوتا ہے، یعنی میں بھی محض عمل سے بلا فضل الہی جنت کا حقدار نہیں، ہاں رب تعالیٰ کی رحمت ہر طرف سے مجھے گھیرے تو جنت میری ہے خیال رہے کہ تمام دنیا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَقَدْ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا حَمْدًا لِلْعَالَمِينَ، اور رحمت الہی جنت ملنے کا ذریعہ ہے، تو بخاری جنت کا وسیلہ عظمیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر خود رب تعالیٰ کا فضل بانی ہے وکان فضل اللہ عظیماً لہذا ہم اور رحمت سے جنتی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رحمت سے ہونے والے ہیں وچاند دونوں کو نور رب نے دیا مگر چاند کو سورج کے ذریعہ اور سورج کو بلا واسطہ اپنی طرف سے لہذا اس حدیث سے حضور کا ہماری مثل ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس طرح کہ عقائد درست رکھو عبادات میں درمیانی روش چلو کہ بقدر طاقت نوافل شروع کرو پھر ہمیشہ نجا دو اور صرف فرائض پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل بھی ادا کیا کرو خصوصاً آخری رات میں عبادت کیا کرو کہ یہ چیزیں رحمت الہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، خلاصہ یہ کہ جنت کا ذریعہ رحمت الہی ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال ہیں لہذا اعمال سے غافل نہ ہو، منزل قریب ہے، خیال رہے کہ رات میں سفر زیادہ طے ہو جاتا ہے، ایسے مسافر آخر رات کے لئے رات کی عبادت سے جلد منزل

يَكْفِرُ اللَّهُ عَنْ كُلِّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلْفَهَا وَكَانَ بَعْدَ الْقِصَاصِ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهَا سَرَّوَاهُ الْبُخَارِيُّ: وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا

تو اللہ تعالیٰ اس کے سائے کے ہوئے گناہ مٹا دیتا ہے اس کے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے کہ نیکی تو دس گنے سے لیکر سات سو گنا بلکہ بہت زیادہ گنا تک ہے اور گناہ اس کے برابر مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معافی دیدے (بخاری) : روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرمائیے ہیں تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کئے نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے پھر اگر قصد کرے اور نیکی کے تو اسے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں تو اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے

مقصود پڑھتا ہے : ۱۵ علماء فرماتے ہیں کہ دخول جنت اللہ کے فضل سے ہے اور وہاں کے درجات کا حصول اعمال کے وسیلہ سے ہے خواہ خود اپنے عمل ہوں یا اپنے مال باپ یا اولاد کے عمل، اس حدیث کا یہ ہی مطلب ہے : جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اللہ کے فضل سے جنت کا باعث بنے تو شاہکس شمار میں ہیں : ۱۶ اس طرح کہ اخلاص کے ساتھ دل سے مسلمان ہو منافقت سے کلمہ نہ پڑھے : ۱۷ زمانہ کفر کے سائے گناہ اسلام سے ختم ہو جاتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، لہذا زمانہ کفر کے فرض ظلم و قتل وغیرہ اس کے ذمہ رہیں گے اسی لئے سیئہ فرمایا گیا معلوم ہوا کہ زمانہ کفر کی نیکیاں برباد نہیں ہوتیں بلکہ اسلام کے بعد وہ قبول ہو جاتی ہیں : ۱۸ یعنی مسلمان ہو چکنے کے بعد بدلہ ہوا کر بکا، اس بدلہ کی تفصیل آگے آرہی ہے : ۱۹ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا اور مَثَلُ الَّذِينَ يَنْفَقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرْجُوْنَ أَجْرًا كَامِلًا یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایک نیکی پر سات سو بلکہ اس سے زیادہ تک جزا اور ایک گناہ کی جزا صرف ایک، مگر خیال رہے کہ جیسا گناہ ویسی جزا بعض گناہ وہ ہیں جن سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں غرض کہ گناہ کی سزا مقدار میں نہ بڑھے گی، رہی کیفیت اس میں فرق ہوگا : پھر سب کی معافی کی دو صورتیں ہیں، یا تو بندوں کو توبہ کی توفیق دے دی جائے یا بغیر توبہ ویسے ہی بخش دیا جائے : ۲۰ اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں تحریر فرمادے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے، خیال رہے کہ نیکی ہر وہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہوا اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو عذاب کا سبب ہیں لہذا متنوعہ و فقوہ میں ناز پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر غمازیں یا جان فدا کر دینا ثواب ہے کبھی قضائے نیکی ہو جاتی ہے اور امان گناہ۔

۲۱ معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے، مگر ثواب اور چیز ہے ادا فرض اور چیز لہذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا : ۲۲ یہ ثوابوں کا فرق کہ کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ عامل کی نیت عمل کے موقع

فَعَمَلُهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَصِيْمَةً وَاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۖ الْفَصْلُ الثَّانِي ۚ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مَثَلَ الَّذِي يَعْمَلُ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ يَحْمِلُ
الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دَرَمٌ ضَيْقَةٌ قَدْ اخْتَقَتْ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَأَنْفَكَتْ
حَلَقَةً ثُمَّ عَمِلَ أُخْرَى فَأَنْفَكَتْ أُخْرَى حَتَّى تَخْرُجَ إِلَى الْأَرْضِ رَوَاهُ فِي تَرْغِيبِ السُّنَّةِ ۚ وَعَنْ
أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ عَلَى الْمُنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ وَلِمَنْ خَافَ
مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ الثَّانِيَةُ وَلِمَنْ خَافَ

پھر کبھی نے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھا ہے (مسلم بخاری) یہ دوسری فصل یہ روایت حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مثال جو پہلے گناہ کرتا ہو پھر نیکیاں کرنے لگے اس کی محبت ہے جس پر تنگ ذرہ تھی جو اس کا گلا گھونٹ رہی
تھی پھر اس نے ایک نیکی کی تو ایک چھلا کھل گیا پھر دوسری نیکی کی تو دوسرا کھل گیا حتیٰ کہ وہ ذرہ زمین پر گر گئی (شرح سنن ابی داؤد) یہ روایت ہے حضرت
ابی الدرداء سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ و غطہ فرماتے سنا کہ حضور فرماتے تھے کہ اسے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے
سے ڈرے دو جنتیں ہیں میں نے کہا کہ اگرچہ زنا کر لے اگرچہ چوری کر لے یا رسول اللہ حضور نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس کے لئے جو

و عمل سے ہے، اکیلے ناز کا اور ثواب ہے باجماعت ناز کا کچھ اور ۵۵ خیال ہے کہ خیال گناہ اور بے ادب گناہ کا پکا ارادہ کچھ اور نچتر ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو
جاتا ہے: یہاں خیال گناہ کا ذکر ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی کیونکہ
مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کر سکا کہ وہاں گناہ کا عزم بالجمہم مراد ہے، ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرے مگر موقع نہ پائے وہ بھی گنہگار
ہو گیا، جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا، لہذا حدیث واضح ہے خیال گناہ گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے۔

۵۵ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں۔ گناہ میں قصد و ارادہ غلاب کا باعث ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا، ۵۵ گناہ چھوڑ کر یا گناہ کے ساتھ ساتھ بعض لوگ پہلے صرف گناہ کرتے ہیں بعد میں گناہ چھوڑ کر صرف نیکیاں کرنے
لگتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کے ہیں اور بعض لوگ پھر بعد میں اگرچہ گناہ کرتے رہیں مگر نیکیاں بھی کرنے لگتے ہیں یہ بھی فہیمت ہیں، غالب یہ ہے کہ یہاں پہلی
جماعت مراد ہے: ۵۵ یہ بہت نفیس مثال ہے کہ جیسے ذرہ سارے جسم کو گھیر لیتی ہے، اور اگر تنگ ہو تو تمام بدن کو تکلیف دیتی ہے ایسے ہی
گناہوں میں گھرا ہوا ہر طرح برا ہوتا ہے، اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کی نگاہ میں بھی اس کو قہری کوفت بھی رہتی ہے، نیکی سے دل کو خوشی ہوتی ہے،
گناہ سے دل کو رنج اگرچہ کبھی یہ خوشی دغم بعض اوقات محسوس نہ ہوں: ۵۵ اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں
رب فرماتا ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ یہ بھی پتہ لگا اے انسان! تکلیف نیکی کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کا عادی بن جاتا ہے اور قدرتی
طور پر گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے قرآن کریم فرماتا ہے إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ رب تعالیٰ ایسی نیکیاں نصیب فرمائے
مطلب یہ کہ نیکیوں کے ذریعے آخر کار گناہوں کی ذرہ بالکل کھل کر زمین پر گر جاتی ہے ہم سے دور ہو جاتی ہے ۵۵ یعنی جو کوئی اس خوف سے گناہ

مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ فَقُلْتُ الثَّانِيَةَ وَإِنْ زَنِي وَإِنْ سَرَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ الثَّلَاثَةَ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ فَقُلْتُ الثَّلَاثَةَ وَإِنْ زَنِي وَإِنْ سَرَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَلْفَ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عَامِرِ الدَّارِمِ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ يَعْصِي عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كَسَاءٌ فِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدِ اتَّفَعَ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَرَرْتُ بِغَيْضَةٍ تَجْرِفُ سَمْعَتِ فِيهَا أَصْوَاتٌ فِدَاخِ طَرَفًا خَنَتُهُنَّ فَوَضَعْتُهِنَّ

اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنیتیں ہیں نئے دوبارہ کہا یا رسول اللہ اگرچہ زنا کئے اور چوری کئے حضور نے پھر تیار فرمایا کہ اسے چوپانے کے سامنے ہونے سے ڈرے دو جنیتیں ہیں تیسری بار عرض کیا گیا کہ اگرچہ زنا و چوری کئے یا رسول اللہ تو فرمایا اگرچہ ابوالدرداء کی ناک گر جائے (احمد) روایت ہے حضرت عامر الدارم سے فرماتے ہیں کہ ہم ان کے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا جس پر کھل تھا اسکے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کھل پھٹا تھا عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک فسق کی بھاری پر گزرا تو میں نے اس بھاری میں چڑیا کے چوڑوں کی آواز سنی تھی میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کھل میں رکھ لیا گئے

چھوڑ دے یا تو یہ کرتا ہے کہ کل مجھے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے والد اعمال کا حساب یہاں سے دو جنیتیں عطا ہوں گی، ایک جنت خوف خدا کے عوض اور دوسری گناہ چھوڑ دینے کے عوض یا ایک جنت دل کی دوسری جنت رب کے فضل کی یا ایک جنت جسمانی، دوسری جنت جنائی و روحانی یا ایک جنت دنیا میں کہ اسے ہمیشہ قرب الہی میسر ہوگا جس سے وہ خوش و خرم رہے گا۔ دوسری جنت آخرت میں، ان دو جنیتوں کی بہت تفسیریں ہیں مگر صرف زبان طور پر طوف الہی کا محض دعویٰ نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو، رب تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف نصیب کرے جو گناہ چھوڑائے آمین۔ یہ وہ گھر ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتا ہے لہٰذا یعنی اس سے پہلے اگرچہ چوری و زنا کر چکا ہو اگرچہ اس خوف کے بعد زنا و چوری کر بیٹھے تب بھی دو جنیتوں کا مستحق ہے، لہٰذا یعنی اسے ابوالدرداء اگر تم سوال کہتے کہ تھے اپنی ناک بھی گر گئی تو تب بھی حکم بھی رہیگا، کہ اللہ سے ڈرنے والا دو جنیتوں کا مستحق ہے، خواہ اس سے قبل کہتے ہی برسے گناہ کیوں نہ کر چکا ہو، اور اگرچہ اس کے بعد بھی غلطی سے گناہ کر بیٹھے خوف الہی وہ صابن ہے جو دل کے سائے میں دھو ڈالتا ہے یا وہ سوچ ہے جس کی کفری گندی سے گندی زمین کو خشک دیتی ہیں حتیٰ کہ اگر مومن کو مرتے وقت بھی خوف خدا نصیب ہو جائے اور اسی حال میں مر جائے تو انشاء اللہ وہ بھی اس کے ماتحت داخل ہیں: مرقات نے یہاں فرمایا کہ خائف سے مراد مومن ہے: مطلب یہ ہے کہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو مگر اگر کار و جنیتوں کا مستحق ہوگا، ایک اپنے ایمان کی جنت دوسرے رب کی عطایا کا فر کی میراث کی، معافی پا کر وہاں پہنچے یا سزا پا کر لے لے رام اصل میں دایم تھا یعنی تیر انداز چونکہ یہ فن تیر اندازی میں یکتا تھے اس لئے ان کا نام عام رام پڑ گیا: لہٰذا غیضہ وہ جنگل ہے جہاں بہت گھنے درخت ہوں جسے اردو میں بھاری کہتے ہیں، کبھی اس درخت کو بھی غیضہ کہہ دیتے ہیں جس کی جڑ ایک ہوتی ہے اور شاخیں بہت ہوں اور گھنی ہوں جن سے دھوپ نہ چھن سکے: یہاں دوسرے معنی ظاہر ہیں: یہ حضرت چرواہے تھے جو جانوروں کو چرانے کے لئے دودھ دوڑا کر لے جاتے ہیں: ایسے واقعات ان کو زیادہ درپیش آتے ہیں: فراخ جمع فراخ کی ہے: فراخ چڑیا کا وہ بچہ ہے جو ابھی اڑنے کے اور اس کی ماں اسے دانہ دے، لہٰذا معلوم ہوا کہ جنگل کی چڑیاں اور ان کے بچے کسی کی ملک نہیں ہر شخص انہیں پکڑ سکتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر انہیں تنبیہ نہ فرمائی، وہاں ایسے بچوں کو

فِي كَسَائِي فُجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي فَكَشَفَتْ لَهَا عَهْنَهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ
وَلَفَقَهُنَّ بِكَسَائِي فُهِنَّ أُولَاءِ مَعِيَ قَالَ ضَعْنَهُنَّ فَوَضَعَهُنَّ وَابَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لَزُومَهُنَّ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجَبُونَ لِرَحْمِ أُمِّ الْأَفْدَاخِ فِدَاخَهَا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ
اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْدَاخِ بِفِدَاخِهَا أَرْجِعْ بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذَهُنَّ
وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَّحَ بِهِنَّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۚ الْفَصْلُ الثَّلَاثُ ۚ عَنْ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ فَمَدَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ

اتنہ میں ان کی ماں آگئی وہ میرے سر پر چڑھ گئی میں نے اس کے سامنے وہ بچے کھول دیئے وہ ان پر گر پڑی میں نے ان سب
کو اپنے کپل میں لپیٹ لیا وہ سب یہ میرے ساتھ ہیں فرمایا انہیں کھڑے دیں انہیں کھڑے یا ان کی ماں انہیں چھٹی رہی تب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان چوزوں کی ماں کی اپنے بچوں سے اتنی ممتا پر تعجب کرتے ہو اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی بچوں کی ماں چوزوں پر انہیں واپس لے جاؤ حتیٰ کہ انہیں ہاں ہی رکھو اور جہان
سے پکڑا ہے اور ان کی ماں ان کے ساتھ رہی وہ انہیں واپس لے گیا (ابو داؤد) ۚ تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن
عمر سے فرماتے ہیں ہم بعض جہادوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور انور ایک قوم پر گذرے پوچھا

ماں سے جدا نہ کیا جائے بلکہ انہیں مع ماں کے اپنے گھر میں پال لے یا ان کی جگہ پہنچائے، مگر کسی کا پالتو جانور اور اس کے بچے دوسرا آدمی نہیں پکڑ سکتا اگر پکڑے گا
تو مجرم ہوگا ۱۵ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عشق بے خونی پیدا کرتا ہے، اسی عشق سے دل میں قوت، بدن میں طاقت، طبیعت میں ہمت و جرات پیدا ہوتی ہے دیکھو چڑیا
انسان سے لڑتی ہے مگر بچوں کے عشق نے اس کے دل سے ڈر، نفرت سب نکال دیا، بلکہ کبھی ایسی چڑیا انسان پر حملہ کر دیتی ہے جبے نیا کے عشق کا یہ حال ہے
تو جسے اللہ تعالیٰ عشق مصطفیٰ انصیب کرے اس میں دلیری کیوں نہ پیدا ہو جائے، کہ بلا میں حسینی قافلہ بہتر آدمیوں پر مشتمل تھا اور مقابلہ میں بائیس ہزار یزیدی مگر حسینی
قافلہ کی ہمت، شجاعت، دلیری آج تک مشہور ہے، یہ دلیری کہاں سے آئی انہی حضرت عشق کی کرشمہ سازی تھی ۱۶ یعنی اپنا کپل زمین پر رکھ کر انہیں کھول دو
تاکہ یہ نظارہ ہم سب بھی دیکھیں، معلوم ہوا کہ جانوروں کی حرکات کا قماشہ دیکھنا اگر لہو و لعب کی نیت سے نہ ہو بلکہ عبرت حاصل کرنے کی نیت سے ہو تو جائز
ہے، حرکاتوں سے مراد ان کا ناپرح و کود نہیں، بلکہ وہ تو محض کھیل کود ہی ہے، ۱۷ یعنی لوگوں کا اتنا مجمع دیکھ کر بھی اپنے بچوں سے نہ بھاگ بلکہ اپنی جان پر کھیل کر انہیں
اپنے پروں میں چھپائے رہی ۱۸ لگے بندوں سے مراد سائے بنے ہیں مومن ہوں یا کافر متقی ہوں یا فاجر دہشتے عرض کیا جا چکا ہے کہ بارگاہ الہی میں گناہوں کی نفرت ہے نہ گنہگار سے
اسی محبت کی بنا پر تعالیٰ نے بندوں میں نبیاء و اولیاء بھیجے کافر یا مجرم خود اپنے کو مستحق کر لیتے ہیں، تعالیٰ انکے جہنم میں جانے سے راضی نہیں مولانا عطار فرماتے ہیں بشعر
خلق تر مبدانہ تو من تو سم نہ خود کر تو نیکی دیوہ ام و ذ خولش

۱۵ اس عبارت کی دو قراءتیں ہیں اُمُّہُنَّ کا فتح اور زبر مرقات اور اشعر اللغات نے پہلی قراءت اختیار کی اور اس جملہ کو حال قرار دیا یعنی ان چوزوں کی ماں
ان چوزوں کے ساتھ رہی، دوسری قراءت کی بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ ان بچوں کے ساتھ ان کی ماں کو بھی رکھ آؤ، اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے

مَنْ لَقِيَ الْقَوْمَ قَالُوا الْحَنُّ الْمُسَاهُونَ وَإِمْرَأَةٌ تَحْصِبُ بِقَدْرِهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَإِذَا ارْتَفَعَ وَهَجٌ
تَحْتَ يَدَيْهِ فَأَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ يَا بَنِي
أَنْتَ وَأُمِّي أَلَيْسَ اللَّهُ أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ قَالَ بَلَى قَالَتْ أَلَيْسَ اللَّهُ أَرْحَمَ بِعِبَادِهِ مِنَ الْكُفْرِ
يَوْلِيهَا قَالَ بَلَى قَالَتْ إِنَّ الْأَمْرَ لَا تُلْقِي وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنَكَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَنَبِّذَ الَّذِي
يَتَمَدَّدُ عَلَى اللَّهِ وَيَأْتِي أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَوَاهُ ابْنُ بَاجَةَ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

تم کون قوم ہو وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں ایک عورت ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی جس کے ساتھ اسکا بچہ تھا جب آگ بجھ کر اچھی ہوتی
تو عورت بچہ کو دور ہٹا دیتی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی بولی کیا آپ رسول اللہ ہیں؟ فرمایا ہاں بولی میرے ماں باپ آپ
پر قدامت کیا اللہ تمام رحم والوں سے بڑھ کر رحیم نہیں؟ فرمایا ہاں بولی کیا اللہ اپنے بندوں پر ماں کے اپنے بچہ سے زیادہ مہربان نہیں؟ فرمایا
ہاں تو بولی کہ ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا بہت سوتے پھر سر مبارک اس کی طرف اٹھا
کر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف سرکش متکبر ہی کو عذاب یگا جو اللہ تعالیٰ پر سرکشی کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکاری ہو وہ
(ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی کریم صلی

چھوٹے بچوں کو ان کی ماں سے الگ نہ کیا جائے: اسلام نے جانوروں پر بھی رحم کرنے کا حکم دیا: اے مسلمان ہو یا کفار غالباً ان پر کوئی علامت موجود نہ تھی،
اسی لئے ان لوگوں نے جواب میں مُسْلِمُونَ فرمایا، یہ نہ کہا کہ ہم قریشی یا انصاری ہیں، خیال ہے کہ پوچھنا بے فہمی کی دلیل نہیں، اس پوچھنے میں درہت سی مصلحتیں ہوتی
ہیں رتبہ الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اے تحصیب حصیب سے بنا، حصیب گ وشن کرنے کو بھی کہتے ہیں دران تیلیوں و
ابند من کو بھی جس سے آگ سلگائی جائے: رب تعالیٰ فرماتا ہے اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ تم اور تمہارے جھوٹے معبود و نوح کا ابند من
ہیں: اے یعنی اس عورت کا ایک بچہ جو گھٹنوں پر ملتا تھا بار بار آگ کو کھلونا سمجھ کر دیگی کے پاس جاتا اور آگ کو کپکپاتا چاہتا مگر عورت بار بار بٹھا آتی: اے معلوم
ہوتا ہے کہ اس نے اس سے پہلے کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی تھی اور ان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر خوشبو وغیرہ دیکھ کر ایکو پہچان گئی،
اسی لئے کسی دوسرے سے اس نے یہ سوال نہ کیا: اے یعنی مخلوق میں بہت رحم کرنے والے ہیں ماں باپ، استاد، سلاطین، مگر رب تعالیٰ تمام سے زیادہ مہربان ہے
یہ عرض آئندہ سوال کی تمہید ہے: اے چونکہ ماں سب سے زیادہ مہربان ہے، اسی لئے اس ماں کے متعلق خصوصیت سے سوال کیا ورنہ یہ سوال بھی پچھلے سوال میں گیا تھا
اور راجحین میں ماں بھی شامل تھی: اے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ میں بچہ کی وجہ سے بار بار چو لہا چوڑتی ہوں اور بچے کو دھب بٹھا آتی ہوں پھر رب تعالیٰ اپنے بندوں
کو دوزخ میں کیوں بھیجے گا سبحان اللہ کیسا پیارا سوال ہے: اے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ردنا اس عورت کی مامت دیکھ کر اور پھر رب کی رحمت
یاد فرما کر تھا، روٹنا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی شوق سے کبھی جوش یہ ردنا جوش سے تھا جو اللہ کی رحمت یاد آ کر پیدا ہوا اور اس بار کی
وجہ عورت کے حال کا ملاحظہ فرماتا تھا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ ردنا کیوں تھا: اے غلام میرے ہے کہ عذاب صرف کفار کو ہو گا وہ بھی ان

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللَّهِ فَلَا يَزَالُ بِذَلِكَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
لِيُجَبِّئَهُ إِنْ فَلَانًا عَبْدِي يَلْتَمِسُ أَنْ يُدْخِلَنِي الْإِوَانَ رَحْمَتِي عَلَيْهِ فَيَقُولُ جِبْرِيلُ
رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَى فَلَانٍ وَيَقُولُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَيَقُولُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتَّى يَقُولَهَا أَهْلُ
السَّمَوَاتِ السَّبْعِ ثُمَّ تُهْبِطُ لَهُ إِلَى الْأَرْضِ زَوَاهُ أَحْمَدُ وَكَهْنُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ

اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا بندہ اللہ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے اسی تجویز بتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا بندہ
راضی کرنا چاہتا ہے مطلع رہو کہ اس پر میری رحمت ہے تب حضرت جبریل کہتے ہیں فلاں پر اللہ کی رحمت ہے یہی بات عالمین عرض فرشتے کہتے ہیں یہی ان
انکار و رد کے فرشتے کہتے ہیں سچی کہ ساتویں آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں پھر یہ صحت اس کیلئے زمین پر نازل ہوتی ہے (احمد) روایت ہے حضرت امام ابن
زید سے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق کہ بعض لوگ اپنی جانوں پر ظالم ہیں اور بعض

کے اپنے قصور و سرکشی سے جیسے مہربان ماں نالائق و سرکش بیٹے کو عاق کر کے نکال دیتی ہے، رہے گنہگار مسلمان، انہیں دوزخ میں کچھ روز کے لئے ڈالنا
تعزیر نہیں بلکہ تہذیب ہے یعنی ان کی صفائی کر کے انہیں جنت کے لائق بنانا، جیسے سونے کو آگ میں تپا کر زبردن کر محبوب کے گلے کے لائق بنایا جاتا
ہے، تو یہ آگ گرنا نالائق کے لئے رحمت ہوگی، ماں گندگی میں بھرے ہوئے بچے کو سخت سردی میں نہلاتی دھلاتی ہے جس سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے
مگر اس سے اسے صفائی میسر ہو جاتی ہے، اس طرح کہ اپنے ہر دینی و دنیاوی کاموں سے رب تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے کہ کھاتا پیتا، سوتا جاگتا بھی
ہے تو رضائے الہی کے لئے، نماز و روزہ تو بہت ہی دور رہے، خدا تعالیٰ اس کی توفیق نصیب دے، یعنی اس پر میری کامل رحمت ہے اس طرح
کہ میں اس سے راضی ہو گیا، خیال رہے کہ اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے، جب رب تعالیٰ بندے سے راضی ہو گیا، تو کوئی بندے کے
ہو گئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، پھر بندے پر وہ وقت آتا ہے کہ رب تعالیٰ بندے کو راضی کرتا ہے، حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتا ہے وَسَوْفَ يُدْخِلُنِي، اللہ تعالیٰ صدیق کو اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے، غرض کہ آسمانوں میں اس کے نام کی دعوت
پہنچ جاتی شور مچ جاتا ہے کہ رحمت اللہ علیہ یہ کلمہ دعائیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے، یہ دعایا تو فرشتوں کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے یا خود
وہ فرشتے اپنا قرب الہی بڑھانے کے لئے یہ دعائیں دیتے ہیں، انہوں کی دعائیں دینا قرب الہی کا فدیہ ہے جیسے ہمارا درود شریف پڑھنا شہد
قلب کی حالت خیر بستہ، اس کو کرم سے کر دو شگفتہ، دے دعائیں حافظِ خستہ، صلی اللہ علیہ وسلم

کہ اس طرح کہ تقدی طور پر انسانوں کے منہ سے اس کے لئے نکلنے لگتا ہے رحمت اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف کھینچے
لگتے ہیں، دلوں کی قدرتی کشش محبوبیت الہی کی دلیل ہے، دیکھئے حضور غوث پاک خواجہ ابھری جیسے بزرگوں کو ہم لوگوں نے دیکھا نہیں مگر سب کو
ان سے دلی محبت ہے، مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل سے
ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، حضرت ہرمل آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

میانہ رو ہیں اور بعض سچائیوں میں سبقت لے جانے والے اے حضور نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں اے (یعنی کتاب البعث والشفوع) ✽

المحمد لله الكريم

کمرات شرح مشکوٰۃ جلد سوم ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۵۹ء
دوسرے دو شنبہ کو شروع ہو کر آج ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۶۰ء
پنجشنبہ کو ختم ہوئی، جو اس سے فائدہ اٹھائے۔ وہ مجھ گنگار کے لئے دعائے مغفرت و قبولیت فرمائے۔ تب اُسے جزا و خیر دیا۔
ناپز احمد یار خاں نعیمی شرفی مقیم گجرات پاکستان

جن کا آپ کے گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

تفسیر نعیمی :- نہایت سلیس اردو زبان میں تفسیر ہے۔ آیات کا ربط، شان نزول، تفسیر قواعد اور اعتراضات کے جوابات۔

پارہ اول ... دوم ... سوئم ... چہارم ... پنجم ... ششم ... ہفتم ...

احسن القصص : امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ یوسف کی جو تفسیر کی ہے اس کا اردو ترجمہ ہے۔

مرآۃ جلد چہارم

ناشر: صاحبزادہ افتخار احمد خان نعمی بدایونی۔

ملنے کا بیتہ: نعیمی کتب خانہ، مفتی احمد یار خاں رولہ گجرات، پاکستان

فہرست مضامین موات جلد سوم^(۳)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	کان میں پانچواں حصہ لیا جائے گا	۱۹	عالم ہادق مجاہد ہے		کتاب الزکوٰۃ
۳۳	اور اس کے احکام	"	عالم کو اجرت و ثواب دونوں ملتے ہیں	۳	فصل اول
"	حقیقوں اور شافعیوں کا اختلاف	"	زکوٰۃ گھر جا کر مال دیکھ کر وصول کی جائے سال	"	زکوٰۃ کی تعداد و شرائط
۳۴	چاندی دسوتے کی زکوٰۃ و نصاب کے مسائل	۲۰	گزنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔	۴	زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے
"	گھر کا استعمال سامان اور جانوروں میں زکوٰۃ	"	سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں	"	زکوٰۃ میں درمیانی مال لیا جائے
۳۳	نہیں۔	"	حضرت صدیق کا زکوٰۃ نہ دینے والوں پر لشکر	"	عالم اور رب کے درمیان کوئی آڑ پروردہ نہیں
"	بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کا نصاب	۲۱	کشی و جنگ	"	غیر زکوٰۃ والوں کو گسرگم کر کے ان کے مالک
۳۵	و زکوٰۃ	۲۳	مال گنجا سانپ بن کر مالک کی انگلیاں چبائے گا	۵	کی چٹائی خامی جائے گی
"	زکوٰۃ میں مال مٹول یا ناقص مال دینے والا	"	مال بشکل سانپ گلے کا رہے گا	"	جن اذیتوں سے زکوٰۃ ادا نہ کی، تو وہ اپنے مالکوں
۳۶	نہ دینے والے کی طرح ہے۔	"	عالم و سنی جو علم فیض میں بخل کرے وہ مالی	"	کی قیامت میں روئیں گے
"	پیداوار گندم جو کھجور اور کشمش میں زکوٰۃ ہے	"	نجیل سے زیادہ مجرم ہے	"	بے زکوٰۃ کھائے بکری اپنے مالکوں کو سینگوں
۳۸	شہد کی زکوٰۃ کے مسائل	۲۴	مال حرام حلال کو بھی برباد کر دیتا ہے	۷	سے ماریں گی
"	سونے چاندی کے زیورات میں بشرط نصاب	"	باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ	"	گھوڑا باعث ثواب
۳۹	زکوٰۃ فرض ہے۔	۲۵	کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے	۸	گھوڑے کی زکوٰۃ کا حکم
"	زیورات کی زکوٰۃ نہ دینے والی کو جہنم میں آگ	"	جانور سونا چاندی اور تجارتی مال میں زکوٰۃ	۹	آلات جہاد حج کرنا موجب ثواب ہے
"	کے زیور پہننے پڑیں گے۔	"	ہے۔	"	قیامت میں ہر مردے اور بچے کو دیکھے گا
۴۰	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال حکم کنٹر میں نہیں	"	دست، صاع، رطل کی صحیح تحقیق	"	بے زکوٰۃ مال گننے سانپ کی شکل میں ظاہر ہو
"	تجارتی مال و اسباب میں زکوٰۃ لازمی ادا کرنا	"	اختلاف و دلائل امام و شوافع در بارہ عشر	۱۰	کر اپنے مالک کو کھائے گا
"	ہے	۲۶	ادقیہ و درہم اور مثقال کا وزن	"	قیامت میں جن دانس کی طرح جانور بھی زندہ
۴۱	زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی صورت	"	اپنے خدمتی غلام و جانور میں زکوٰۃ نہیں	۱۱	ہوں گے۔
۴۲	باب صدقہ فطر	"	غلام کا صدقہ فطر دیا جائیگا، نوکر کا نہیں	"	عالم سے مال چھپا کر زکوٰۃ بچانا حرام ہے
"	صاع کے شرح وزن کی تحقیق	۲۷	خالم عالم کی اطاعت واجب نہیں	"	صحابہ صدقہ حضور علیہ السلام کے ہاتھ سے
۴۳	صدقہ فطر کس پر واجب ہے	"	اونٹوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	۱۲	دلو اتے اور حضور دعائیں دیتے
"	صدقہ کس وقت اور کتنا نکالے	۳۰	بکریوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	"	اللہ رسول مالدار غنی کرتے ہیں
"	جو، جوار صاع، گندم نصف صاع، باقی اناج	"	زکوٰۃ میں بے عیب درمیانی حالت کا جانور	۱۳	مسئلہ وقف
۴۵	ان کی قیمت کے برابر	۳۱	دیا جائے گا۔	۱۴	حکام کو رشوت وغیرہ لینا حرام ہے
"	باب، کس کو صدقہ حلال نہیں	"	نہ عالم زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرے	۱۶	عالم کا بطور بدیہ سوائے لینا بھی حرام ہے
۴۶	صدقہ، بدیہ، نذاریہ، عطیہ وغیرہ کا فرق	"	اور نہ مالک ادائیگی میں حجت کرے	"	ذخیرہ کرنا حرام ہے
"	سادات و آل ہاشم کو زکوٰۃ و صدقہ لینا	۳۲	چاندی میں چالیسواں حصہ ہے	"	سب بہتر ذخیرہ نیک اور فرماں بردار بیوی
۴۷	حرام ہے	"	غلوں وغیرہ میں دسواں اور بیسویں کے احکام	۱۷	ہے۔
"	صدقہ مال کا میل ہے	"	جانور کے زخمی کرنے یا کنوئیں یا کان میں گر کر	"	عالموں کو راضی کرو، ظلم کے وہ خود مردار
۴۸	حضور علیہ السلام بدیہ استعمال اور صدقہ	۳۳	مرے تو مالک پر قصاص نہیں	"	ہوں گے

۸۸	جواز شرک کے نام پر نہ دے وہ بدترین انسان ہے	۴۷	جس سوال ترک کر دے حضور علیہ السلام اس کے	۴۷	تقسیم فرمادیتے
۸۹	آدمی مرتے وقت کچھ نہ چھوڑے، پہلے ہی	۴۸	صنامن ہیں	۴۸	حیلہ کا جواز صدقہ لینے والے پر ختم جو دے
۹۰	تقسیم کر دے	۴۹	باب سخاوت اور سخی میں	۵۱	بدیہ ہے
۹۱	جو چیز اللہ کی راہ میں حائل ہو اس کو فوراً	۵۱	اگر آمد سونے کا ہو تو تین دن میں صدقہ	۵۳	بی ہاشم کے غلاموں کو زکوٰۃ لینا حرام ہے
۹۲	دور کرنا چاہیے۔	۵۲	کردوں	۵۴	آپ قسم کے لوگ زکوٰۃ لے سکتے ہیں
۹۳	خرچ کر دے، جمع نہ کر دے، اللہ دے گا	۵۳	فرشتے سخی کو دعا اور تسخیل کو بدعا دیتے ہیں	۵۵	صدقہ کے بارے میں حضرت عمر کی احتیاط
۹۴	سخاوت جنت میں درخت ہے	۵۴	جہنم خراج کر دے اللہ بھی اتنا ہی دے گا	۵۶	باب، یا ننگا کھے حلال نہیں
۹۵	صدقہ سے بلا وقع ہوتی ہے	۵۵	فرمان رب، خرچ کر میں دو ننگا	۵۷	حرف تین شخص سوال کر سکتے ہیں، اور دس
۹۶	باب فضیلت صدقہ	۵۶	بچا مال خرچ کر، روکنا برا ہے	۵۸	کو حرام ہے۔
۹۷	خیرات حلال کمائی سے کرنی چاہیے، وہی	۵۷	سخی اور کنجوس کی بہترین تمثیل	۵۹	بلا ضرورت شدید سوال کرنا دوزخ میں لے
۹۸	قبول ہوتی ہے۔	۵۸	کنجوسی حلال کو حرام بنا دیتی ہے	۶۰	جائیگا۔
۹۹	صدقہ کی اللہ پرورش کرتا ہے اور پرہیز	۵۹	سخی و شیع کا فرق و تعریف	۶۱	قیامت کے دن بھکاری کے منہ پر گوشت نہ
۱۰۰	جیسا ہو جاتا ہے۔	۶۰	قرب قیامت زکوٰۃ لینے والا میسر نہ ہوگا	۶۲	ہوگا۔
۱۰۱	خیرات سے مال کم نہیں ہوتا	۶۱	جب عزت کا خوف ہو تو صدقہ زیادہ کرنا	۶۳	سوال میں ضد کرنا اور جوئے بھرا ہے
۱۰۲	معافی دینے اور انکساری کرنے والے کو	۶۲	چاہیے۔	۶۴	معمولی سے معمولی کجاہت عزت اور سوال
۱۰۳	اللہ سر بلند کرتا ہے	۶۳	بے خوف آگے پیچھے ہر طرف دونوں ہاتھوں	۶۵	سبب لعنت ہے۔
۱۰۴	جنتی جنت میں ان دروازوں سے داخل	۶۴	سے خیرات کرے	۶۶	اور پر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔
۱۰۵	ہوں گے جس عمل کی کثرت کریں	۶۵	سخی اللہ و جنتی لوگوں کے قریب، دوزخ	۶۷	قول حکیم حضور آپ کے سوا کسی سے سوال
۱۰۶	حضرت صدیق کو تمام دروازوں سے جنت	۶۶	سے دور، تسخیل اس کے برعکس	۶۸	نہ کروں گا۔
۱۰۷	کے دربان پکاریں گے۔	۶۷	جاہل سخی، کنجوس عابد سے بہتر ہے	۶۹	اوپنچا ہاتھ دینے والا نیچا لینے والا ہے
۱۰۸	حضرت صدیق تمام غریبوں کے مالک ہیں	۶۸	صحت کا ایک درہم، مرض الموت کے سو	۷۰	جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اس سے سوال
۱۰۹	اپنے پڑوسی کے تھوڑے ہدیہ کو حقیر سمجھو	۶۹	درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے	۷۱	سے بچنا ہے، صبر سب سے بہتر
۱۱۰	ہر نیکی صدقہ ہے۔	۷۰	مومن، تسخیل و بدخلق نہیں ہوتا	۷۲	فتاء عمر رضی اللہ عنہ
۱۱۱	چھوٹی نیکی حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو	۷۱	دھوکہ باز، کنجوس، احسان جتانے والا جنت	۷۳	جو بغیر سوال و طلب ملے لے لو
۱۱۲	امداد مظلوم، نیکی کی ترغیب، بدی کی تردید	۷۲	میں نہیں جائے گا	۷۴	مجبوراً سوال جائز ہے۔
۱۱۳	صدقہ ہے	۷۳	بدترین خصلت کنجوسی و بزدلی ہے	۷۵	بھکاریوں کے منہ قیامت میں کھترے اور
۱۱۴	تین سو سالہ جوڑ ہیں، اور ہر جوڑ کا صدقہ	۷۴	حضور علیہ السلام سے اُمتات المومنین کا موت	۷۶	زخمی ہوں گے۔
۱۱۵	ایک نیکی ہے	۷۵	کے متعلق سوال و جواب	۷۷	آدمی غنی کتنی رقم سے بنتا ہے
۱۱۶	انصاف، گھوڑے پر سوار، اچھی بات	۷۶	ایک اسرائیلی کے صدقہ کا واقعہ	۷۸	غنا جمع شام کا کھانا ہے
۱۱۷	نماز کی طرف ہر قدم، راستہ سے تکلیف دہ	۷۷	ایک شخص کے کھیت کے لئے مخصوصیت	۷۹	غریب انصاری کو طریقہ تجارت کی تعلیم د
۱۱۸	اشیاء کا ہٹانا وغیرہ صدقہ ہے	۷۸	سے بارش کا واقعہ	۸۰	ممانعت سوال
۱۱۹	حمد، تکبیر، تسخیل، صدقہ ہے	۷۹	اندھے، گبنے اور کوڑھی کا قصہ و امتحان	۸۱	اطہار و عزت سے عزت دور نہ ہوگی
۱۲۰	صحبت علال، ثواب و صدقہ ہے	۸۰	فیض ملائکہ	۸۲	اطہار و غنا سے اللہ اسے غنی کر دے گا
۱۲۱	باغ، کھیت سے آدمی یا جانور پر نہ دے	۸۱	اللہ کے بندے دافع البلاء ہیں	۸۳	جو بغیر مانگے ملے، اعمال علما و قاضی مدین
۱۲۲	کچھ کھا لیں، صدقہ ہے	۸۲	ضرور تمند فقیر کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے	۸۴	کا شہزادہ لینا جائز
۱۲۳	کے کی جان بچانے سے ایک زانیہ کی	۸۳	سائل کو گوشت نہ دینے سے گوشت پھرتین	۸۵	حضرت علی نے عرفات میں ایک بھکاری
۱۲۴	معفرت	۸۴	گیا۔	۸۶	کو کورٹے لٹکائے

۱۲۹	زندوں کی خیرات سے مردوں کو ثواب ملتا ہے	۱۱۵	ایک قسم کی دو چیزیں ایسے جزا دینا بہتر ہے	۱۰۱	ایک عورت جی ماننے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئی
۱۳۰	بدنی عبادت کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے	۱۱۶	صدقہ قیامت کے دن دینے والے پر سایہ فگن ہوگا	۱۰۲	راستے کی ٹکڑی پٹانے سے جنتی خدمت خلق موجب جنت ہے
۱۳۱	خیرات میں عورت کو مرد کی اجازت ضروری ہے	۱۱۷	دسویں محرم کا صدقہ پورا سال فراخی کر دیتا ہے	۱۰۳	عبداللہ ابن سلام سرکار کا چہرہ دیکھ کر ایمان لائے
۱۳۲	ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں	۱۱۸	باب الفضل الصدقہ بہترین صدقہ	۱۰۴	سلام کرو، رشتے جوڑو اور تہجد پڑھو، اور جنتی بنو
۱۳۳	غلام آقا کے مال سے خیرات کر سکتا ہے	۱۱۹	بہ نیت ثواب اپنے گھر کا خرچ بھی موجب اجر ہے	۱۰۵	ہر بھلائی صدقہ ہے، رب کے غضب اور بڑی موت سے بچاتا ہے
۱۳۴	باب من لا یعود فی الصدقہ	۱۲۰	صلو رحمی میں دو گنا ثواب ہے	۱۰۶	بھائی کو دیکھ کر مسکرا کر صدقہ ہے
۱۳۵	صدقہ دے کر واپس لینا اپنی تہ چاٹنے کے برابر ہے	۱۲۱	حنور کی قدرتی ہمیت قلوب پر صدقہ نافذ خاندان و اولاد کو دینے میں دو گنا ثواب ہیں	۱۰۷	راستہ بنانا، پانی پلانا صدقہ ہے
۱۳۶	عبادت بدنی و مالی میں نیابت کی انہیں تحریر	۱۲۲	میلہ بیوی ایک دوسرے کو آپس میں زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۱۰۸	بیسرقم سعد (سعد کی ماں کا کنوؤں)
۱۳۷	کتاب الصوم رمضان کے معنی و فوائد	۱۲۳	غلام آزاد کرنے سے صلور رحمی افضل ہے	۱۰۹	غیر اشتر کی طرف منسوب کرنے سے حلال حرام نہیں ہوتا
۱۳۸	رمضان میں روزہ کے دروازے بند اور شیطا طین مقید ہوتے ہیں	۱۲۴	بدیہ کا زیادہ مستحق قریب کے دروازے والا ہے	۱۱۰	مسلمان کو کپڑا پہنانے سے جنتی لباس اور کھلانے سے کھانا ملے گا
۱۳۹	باب الریان کے معنی	۱۲۵	پڑوس کا خیال بہت ضروری ہے	۱۱۱	مسلمان کو پانی پلانے سے جنت میں شراب ملے گی
۱۴۰	روزہ میں عشق کا غلبہ ہے	۱۲۶	کن لوگوں کو دینا بہتر ہے کی تفصیل	۱۱۲	مال میں ملاوہ زکوٰۃ دوسرے حقوق بھی ہیں
۱۴۱	روزہ کا بدلہ خود رب ہے	۱۲۷	جس سے اشتر کے نام پر مانگا جائے اور نہ دے وہ بدتر ہے	۱۱۳	پانی و نمک کو منع کرنا سخت بے مروتی ہے
۱۴۲	آجڑی اجڑی کا فرق	۱۲۸	سائل کو کچھ دو جا ہے جلا ہوا کھڑا ہو	۱۱۴	بجز زمین کو آباد کرنا ثواب ہے
۱۴۳	روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے بہتر ہے	۱۲۹	پناہ مانگنے والے کو پناہ اور داعی کی دعوت قبول کرو	۱۱۵	قرض دینا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے
۱۴۴	روزہ دار جنگ وغیرہ نہ کرے	۱۳۰	بھلائی کا بدلہ بھلائی و دعا	۱۱۶	صحیح سلام کا جواب دینا واجب
۱۴۵	رمضان میں شیطا طین کو مقید کر دیا جاتا ہے	۱۳۱	اشتر کے نام صرف جنت مانگو	۱۱۷	حنور کی دعاء سے مصائب دور ہوتے ہیں
۱۴۶	شب قدر ستائیسویں رات ہے	۱۳۲	حضرت طلحہ انصاری کے باغ کا قصہ	۱۱۸	انسان بلکہ جانوروں کو بھی کبھی گالی نہ دی
۱۴۷	روئے اور قرآن شفیع ہوں گے	۱۳۳	وقف کا اعلان ضروری ہے	۱۱۹	اپنا کجامہ، تہبند ٹخنوں سے اونچا عیب جوئی نہ کرو
۱۴۸	شب قدر سے بد نصیب ہی محروم رہتا ہے	۱۳۴	وقف کو واقف و غریب اور مستحق استعمال کر سکتے ہیں	۱۲۰	صدقہ باقی رہتا ہے
۱۴۹	ستر فرضوں کے مثل	۱۳۵	بہترین صدقہ بھوکے جاندار کو کھلانا ہے	۱۲۱	جو دھڑکے کو کپڑا دیتا ہے، اشتر اس کی حفاظت اور عیب چھاتا ہے
۱۵۰	ماہ رمضان کے نام	۱۳۶	باب خاندان کے مال سے بیوی کو خیرات	۱۲۲	تین شخص اشتر کو محبوب ہیں
۱۵۱	روزہ دار کو افطار کرانے سے آزادی نادر	۱۳۷	بہ نیت خیر خیرات کا ثواب مرد و عورت اور خزا اپنی کر ہے	۱۲۳	صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے
۱۵۲	اور روزہ کا ثواب ملتا ہے	۱۳۸	عورت کو خاندان کے مال کی خیرات کرنے سے نصف ثواب ملتا ہے	۱۲۴	تین شخص اشتر کو محبوب و معغوض ہیں
۱۵۳	اول عشرہ رحمت، دوم مغفرت، سوم آزادی و ورش	۱۳۹	مسلمان امین خزا اپنی بھی ثواب کا مستحق ہے	۱۲۵	خیرات کرنے والا تمام عالم پر بھاری ہے
۱۵۴	رمضان میں قیدی آزاد کرنے کا حکم				سماعت مال سے سخاوت حال و کمال بہتر ہے
۱۵۵	توہین روزہ داروں سے نکاح کی تمنا کرتی ہیں				
۱۵۶	رمضان کی آخری رات کو بخشش ہوتی ہے				
۱۵۷	باب دوینہ الہلال				
۱۵۸	چاند کے اسماء اور کون سے ماہ کے چاند				
۱۵۹	اتزام سے دیکھنے چاہئیں				

شکل نمبر ۱۰/۱

۱۴۸	کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادت ادا نہیں کر سکتا	۱۴۱	بھول کر کھانے پینے وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۴۵	شریعت میں چاند کا اعتبار سے، جستری کا حساب غیر معتبر ہے
۱۴۹	باب صیام القطوع	۱۴۲	قصداً روزہ توڑنے پر کفار، غلام آزاد یا دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا ہے	۱۴۶	چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھو لو
۱۵۰	حضور علیہ السلام ماہ شعبان میں اکثر روزے رکھتے تھے	۱۴۳	حیلہ شرعی درست ہے	۱۴۷	رویت ہلال کا اعلان
۱۵۱	حضور علیہ السلام ہر ماہ کچھ دنوں کے روزے رکھتے تھے	۱۴۴	اس کا کفارہ اسی کو جائز فرمادیا	۱۴۸	ماہ رمضان دلچسپ دو دنوں انتہی تیس کے ہونے کی تحقیق
۱۵۲	عاشورہ کا روزہ اور اس کے خصوصیات	۱۴۵	بوڑھا اور متقی جو اپنے نفس پر قادر ہو بوس و کنار کر سکتا ہے حرام کو جائز نہیں	۱۴۹	انتہی شعبان کے روزے کا حکم
۱۵۳	نماز تہجد کے فضائل	۱۴۶	بلا ارادہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، عمدہ تھے سے جاتا رہتا ہے	۱۵۰	شعبان کا چاند دیکھنا ضروری ہے
۱۵۴	عاشورہ کے روزہ کی افضلیت	۱۴۷	مسواک روزہ میں بلا کراہت جائز ہے	۱۵۱	شک کے دن روزہ نہ رکھے
۱۵۵	بخوف مشابہت دسویں کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھیں	۱۴۸	بحالت روزہ آنکھ میں دوا دسر مدد الٹا جائز ہے	۱۵۲	رمضان کے لئے ایک مسلمان گواہ کافی ہے
۱۵۶	بقمر عید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ سال کے برابر ہے	۱۴۹	سر پر تیل کی مالش یا پانی بہانا بلا کراہت درست ہے	۱۵۳	مطلع صاف نہ ہو تو دو گواہ ضروری ہیں
۱۵۷	طریقہ سوال	۱۵۰	رمضان کے ایک روزہ کا بدلہ عمر بھر کے روزے نہیں ہو سکتے	۱۵۴	چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کا اعتبار نہیں
۱۵۸	صوم دوام و صوم داؤدی	۱۵۱	جو لوگ روزہ اور شب بیداری میں احتیاط نہیں کرتے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں	۱۵۲	سحری کھانے میں برکت اور اہل کتاب سے فرق ہے
۱۵۹	ہر ماہ میں تین دن کے روزے ہمیشہ کے مثل ہیں	۱۵۲	تھوک نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۵۳	افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے
۱۶۰	عز کا روزہ سال گذشتہ و آئندہ کا کفارہ ہے	۱۵۳	نمک اور مصطکی چبانے کا حکم	۱۵۴	صوم وصال منع ہے
۱۶۱	پیر کے دن کا روزہ	۱۵۴	باب صوم المسافر	۱۵۵	تم میں میرا مثل کون ہے میرا رب کھانا پلانے
۱۶۲	ولادت خیرین دزدوں قرآن	۱۵۵	سفر میں روزہ رکھنا بہتر، نہ رکھنے کی اجازت ہے	۱۵۶	روزہ کی نیت کب کرنی چاہیے
۱۶۳	رمضان و سوال کے چھ روزے پورے سال کے برابر ہیں	۱۵۶	بجالت سفر بے سروسامانی کا روزہ بڑا ہے	۱۵۷	افطار میں جلدی کرنے والا شکر کا محبوب ہے
۱۶۴	سال میں پانچ دن روزے حرام ہیں	۱۵۷	موجب ہلاکت ہے	۱۵۸	کھجور سے روزہ افطار کرنے میں برکت ہے
۱۶۵	حرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے، آٹکے پیچھے کا دن ملائے	۱۵۸	مسافر دودھ پلانے والی حاملہ کو روزہ رکھنے کی اجازت ہے	۱۵۹	افطار قبل نماز سنت ہے
۱۶۶	ایک دن کا روزہ دوزخ سے ستر سال کی فوری کاموجب ہے	۱۵۹	باب القضاء	۱۶۰	روزہ دار کو افطار، غازی کو سامان دینے میں ان کے مثل ثواب ہے
۱۶۷	ہمیشہ روزوں کی بجائے ہر ماہ تین روزوں کا	۱۶۰	حضور کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے	۱۶۱	روزہ افطار کرنے کی دعا
۱۶۸	تیس پاروں کا ثبوت	۱۶۱	عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر روزہ رکھنا چاہیے	۱۶۲	جلدی افطار سے دین غالب رہیگا
۱۶۹	پیشی اعمال بجالت روزہ پیر و جمعرات کو بہتر ہے	۱۶۲	رمضان کے روزوں کی قضاء دوسرا رمضان آنے سے پہلے کرے	۱۶۳	اسلام کا اسم کا کفار کی مخالفت ہے
۱۷۰	ہفتہ و سال کی ابتداء کی تحقیق	۱۶۳	دوران حیض کے روزہ وقف کر دینا کیلئے	۱۶۴	سحری و افطار میں چھوٹے کھانا سنت ہے
۱۷۱	تیرہ چودھ پندرہ کا روزہ	۱۶۴	میت کے روزوں کا فدیہ اس کے ولی و وارث دیں	۱۶۵	باب تنزیل الصوم
۱۷۲	جمعہ کے دن روزے کا حکم	۱۶۵	روزہ کے فدیہ کا حکم	۱۶۶	جو بڑائی نہ چھوڑے، تو اس کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی پردہ نہیں

۱۸۱	ایک ماہ ہفتہ ازاں پیر، دوسرے ماہ منگل بدھ	۲۸۸	شب قدر کی صبح سوچ بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے	۲۸۸	کتاب باب فضائل قرآن
۱۹۱	جمرات کا روزہ	۲۸۹	ستائیس کی مناسبت ابن عباس کی زبان سے	۲۸۹	قرآن کے معنی کی لغتی تحقیق
۱۹۳	روزہ رکھنے والے اور روزہ کے درمیان زمین و آسمان کے بعد کے شل خندق ہوگی	۲۹۰	حضور رمضان کے آخری عشرہ میں شب بیداری و عبادت زیادہ فرماتے	۲۹۰	قرآن سیکھنے سکھانے والا افضل ہے
۱۹۵	سرودی کے روزے غنیمت بلا مشقت ہیں	۲۹۱	شب قدر کو اگر پالے، تو اس کی دعا و جگر طے کی وجہ سے شب قدر کی تاریخ تعیین بھلا دی گئی	۲۹۱	عالم قرآن فرشتوں اور نبیوں کے ساتھ ہوگا
۱۹۶	اسلامی یادگار میں منانے کا ثبوت	۲۹۲	شب قدر میں جبریل امین کا نزول	۲۹۲	دو شخصوں پر غبطہ زرنگ اجازت ہے
۱۹۷	تین قسم کے روزے حضور ہمیشہ رکھتے تھے	۲۹۳	ذکر بن کو دعائیں	۲۹۳	قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے والے کا فرق و مثل
۱۹۸	ایام بیغس کے روزوں سے آدم علیہ السلام کا جسم نورانی ہوا	۲۹۴	الترغید کے دن فرشتوں کے سامنے اپنے نیک عابد بندوں پر فخر کرتا ہے	۲۹۴	بذریعہ قرآن قوموں کو سر بلند یا ذلیل کیا جاتا ہے
۱۹۹	روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے	۲۹۵	روزہ، جہاد، اشاعت دین، شہادت صرف انسانوں کے ساتھ خاص ہے	۲۹۵	حضرت اُسید کا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے فرشتوں کو دیکھنا
۲۰۰	پیر و جمعرات کے روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بخش دیتا ہے	۲۹۶	نماز عید کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اور گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں	۲۹۶	ایک صحابی پر سورہ کف کی تلاوت کے وقت سکینہ رحمت کا سایہ کرنا
۲۰۱	باب متفرقات	۲۹۷	روزی ہوتے ہیں	۲۹۷	حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی
۲۰۲	حسین و مرثیہ کی ترکیب و تحقیق	۲۹۸	باب الاعتکاف	۲۹۸	سورہ فاتحہ الحمد اعظم سورہ ہے جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے، وہاں سے شیطان بھاگتا ہے
۲۰۳	نفل روزہ رکھ کر توڑنے سے قصود واجب ہے۔	۲۹۹	اعتکاف کے دن کا اعتکاف	۲۹۹	قرآن قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا
۲۰۴	مہمان کو نفل روزہ نہ توڑنا افضل ہے	۳۰۰	اعتکاف کے دنوں کی تعداد اور سنت و مکروہ کفار	۳۰۰	سورہ بقرہ آل عمران رب تعالیٰ سے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی
۲۰۵	توڑنا جائز، قضاء واجب	۳۰۱	اعتکاف میں سرکار بہت سخاوت فرماتے تھے	۳۰۱	سورہ بقرہ آل عمران اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی
۲۰۶	تقسیم دہنسی طرف سے ہونی چاہیے	۳۰۲	اعتکاف کے دن کو پورا قرآن کریم سناتے تھے	۳۰۲	اعظم آیت آیت الکرسی سے
۲۰۷	اگر مہمان ناراض نہ ہو تو نفل روزہ نہ توڑے	۳۰۳	وفات کے سال و دومرتبہ قرآن کریم کا دور بیس دن کا اعتکاف	۳۰۳	حضرت ابوہریرہ کا شیطان کو چڑی کرتے پکڑنا
۲۰۸	نفلی روزہ دار کو دکھا کر کھانا، اس کا ثواب بڑھانا اور فرشتوں کی دعا کا موجب ہے	۳۰۴	اعتکاف میں قضاے حاجت کیلئے جانا	۳۰۴	حضور کا علم غیب سے فرمایا کہ وہ آج پھر آئے گا
۲۰۹	کھاتے وقت کھانے کے لئے بلانا سنت ہے	۳۰۵	حضرت عمر کو زندہ کے پورا کرنے کا حکم	۳۰۵	ابوہریرہ کو شیطان نے آیت الکرسی اور اس کے فوائد بتائے
۲۱۰	روزہ دار کی بہترین روزی جنت میں ہے	۳۰۶	اعتکاف کو عصر کی نماز سے شروع کیا جاتا ہے	۳۰۶	حدیث ابوہریرہ پر اعتراضات و جوابات
۲۱۱	کسی کو کھانا نہ بھیج کر روزہ دار کی ہر بڑی وجوہ تیسرے کرتے ہیں	۳۰۷	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۳۰۷	سورہ بقرہ کی آخری آیات بہت افضل ہیں
۲۱۲	باب لیلۃ القدر (شب قدر)	۳۰۸	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۳۰۸	سورہ کف کے شروع کی دس آیتوں پر روزہ کرنا
۲۱۳	شب قدر کی خصوصیت و معنی اور تاریخ کی تحقیق	۳۰۹	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۳۰۹	سورہ اخلاص دس پاروں کی مثل ہے
۲۱۴	شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے	۳۱۰	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۳۱۰	سورہ اخلاص کا دس پاروں کی مثل ہونے کا سبب
۲۱۵	صحابہ کا شب قدر کو خواب میں دیکھنا	۳۱۱	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۳۱۱	
۲۱۶	شب قدر کی نماش میں سرکار کا اعتکاف کرنا	۳۱۲	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۳۱۲	
۲۱۷	سرکار کا شب قدر کو دیکھ کر بھولنے کی حکمتیں	۳۱۳	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۳۱۳	
۲۱۸	حضرت ابی ابن کعب نے قسم کھائی کہ شب قدر صائیں آتا ہے۔	۳۱۴	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۳۱۴	

۲۳۳	پیر استاد و سلطان سے شکایت غیبت نہیں قل ھو اللہ کو ہمیشہ پڑھے اور پسند کرنے والے کو اللہ دوست رکھتا ہے معوذتین کے مثل تعوذ پناہ کی کوئی سورہ نہیں	۲۳۵	صبح و شام ستم اور آیتہ الکرسی کا پڑھنے والا تمام آفات سے محفوظ رہے گا سورہ کھف کے شروع کی آیات پڑھنے والا دجال سے محفوظ رہے گا	۲۳۶	سورہ یونس قرآن کا دل، اور دس بار قرآن ختم کرنے کا ثواب طلبہ اور لیس کو سن کر فرشتے بولے، خوب ہیں وہ سینے اور زبان اور امت	۲۳۷	سورہ دخان پڑھنے والے کے لئے ستر نزل فرشتے دعا و مغفرت کرتے ہیں جمعہ کی رات میں دخان پڑھنے والے کی مغفرت یقینی ہے	۲۳۸	تبیح والی آیات غیر تبیح والی ہزار آیتوں سے بہتر ہیں سورہ تبارک الذی بیدہ الملک اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہے	۲۳۹	ایک صاحب قبر کا قبر میں سورہ تبارک پڑھنا قبر پر چڑھنا پھرنا اور لیٹنا منج ہے سورہ تبارک کا پڑھنے والا خیر الیٰ خاتمہ اور تنگی گورو عذاب آخرت سے محفوظ رہے گا	۲۴۰	حضور ہمیشہ سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اور تبارک تملادت فرماتے اذا نزلت نعت، قل ھو اللہ تبارک اور قل یا ایہا الکفرون چوتھی قرآن کے برابر ہے	۲۴۱	سوتے وقت سورہ کافرون پڑھنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہوگا صبح شام احوذبات اور سورہ حشر کی آخری تین آیات پڑھنے والے کو شہید کا درجہ اور ستر نزل فرشتے دعا گو۔	۲۴۲	دوسو بار سورہ اخلاص پڑھنے سے قرض کے سوار پچاس سال کے گناہ معاف سوتے کا طریقہ	۲۴۳	سوتے وقت سو بار سورہ اخلاص پڑھنے والے کو اللہ قیامت میں اسکو دہنی طرف سے جنت میں داخل کریگا	۲۴۴	اخلاص کی تلاوت سے جنت واجب ہو جاتی ہے آندھی کے وقت سورہ فلق و ناس پڑھنا	۲۴۵	دافع آندھی ہے اخلاص و معوذتین ہر چیز کے لئے کافی ہیں قرآن کریم کا پڑھا اور فرائض و نکات کا اظہار کرو۔	۲۴۶	نماز میں قرآن پڑھنا علاوہ نماز سے بہتر ہے تلاوت قرآن تسبیح و تکبیر سے بہتر ہے تسبیح خیرات سے خیرات روزہ سے روزہ آگ سے ڈھال ہے	۲۴۷	بغیر دیکھے تلاوت ہزار درجہ اور دیکھ کر دیکھ کر کن چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے قرآن پاک کی تلاوت اور موت کی یاد دل کی صفائی کا موجب ہے	۲۴۸	روزانہ موت کے یاد کرنے والے کو شہادت کا درجہ ملے گا۔ اعظم سورہ اخلاص و آیت آیتہ الکرسی ہے سورہ بقرہ کی آخری آیات اللہ کی رحمت کے نزلے ہیں اور کل بھلائی کو جامع	۲۴۹	سورہ فاتحہ تمام بیماریوں کا علاج ہے آخر سورہ آل عمران کی تلاوت سے تمام رات عبادت کا ثواب اور جمعہ کے دن پڑھنے پر فرشتے دعائیں کرتے ہیں	۲۵۰	بقرہ کی دہائی آیتیں سیکھ کر راتوں کو کھانا جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھنا باعث برکت کھنہ دافع بلا اور ایمان کو منور کرنیوالی	۲۵۱	اللہ تعالیٰ نجات دینے والی ہے اللہ تعالیٰ کی مدد سے کرنیوالے کا قصہ حضرت عطاء اللہ کے متعلق امام اعظم کا فرمان آپ کے دن میں تلاوت لیس سے قضاے حاجات و بخشش گناہ	۲۵۲	مرنے والے کے پاس لیس پڑھنے کا حکم سورہ الرحمن عروس قرآن، اور جنت میں اللہ اس کو پڑھ کر سنائے گا	۲۵۳	سورہ واقعہ پڑھنے والا کبھی فاتحہ کش نہ ہوگا سرکار کو سبح اسم ربک الاعلیٰ اہبت محبوب	۲۵۴	سورہ اذا نزلت کے پڑھنے سے مہین و دنیا میں کامیابی، اور ایک قہقاری کا قصہ
-----	---	-----	---	-----	--	-----	---	-----	--	-----	---	-----	---	-----	---	-----	--	-----	---	-----	--	-----	--	-----	--	-----	---	-----	---	-----	---	-----	---	-----	---	-----	---	-----	---	-----	---

۳۹۸	بوقت ابتلا و دعا و غرضی، ہر وقت عاجلہ دیتے	سات قرأت کے لیے میں مجھ کو امت کروا دیتے لوگ بھی	۳۹۸	ایک اشتر ثواب میں ہزار آیتوں کی مثل ہے اس کی مختصر تشریح
۳۹۹	۲۷۸	۲۷۸	۳۹۹	۲۷۸
۳۰۰	۲۷۹	۲۷۹	۳۰۰	۲۷۹
۳۰۱	۲۸۰	۲۸۰	۳۰۱	۲۸۰
۳۰۲	۲۸۱	۲۸۱	۳۰۲	۲۸۱
۳۰۳	۲۸۲	۲۸۲	۳۰۳	۲۸۲
۳۰۴	۲۸۳	۲۸۳	۳۰۴	۲۸۳
۳۰۵	۲۸۴	۲۸۴	۳۰۵	۲۸۴
۳۰۶	۲۸۵	۲۸۵	۳۰۶	۲۸۵
۳۰۷	۲۸۶	۲۸۶	۳۰۷	۲۸۶
۳۰۸	۲۸۷	۲۸۷	۳۰۸	۲۸۷
۳۰۹	۲۸۸	۲۸۸	۳۰۹	۲۸۸
۳۱۰	۲۸۹	۲۸۹	۳۱۰	۲۸۹
۳۱۱	۲۹۰	۲۹۰	۳۱۱	۲۹۰
۳۱۲	۲۹۱	۲۹۱	۳۱۲	۲۹۱
۳۱۳	۲۹۲	۲۹۲	۳۱۳	۲۹۲
۳۱۴	۲۹۳	۲۹۳	۳۱۴	۲۹۳
۳۱۵	۲۹۴	۲۹۴	۳۱۵	۲۹۴
۳۱۶	۲۹۵	۲۹۵	۳۱۶	۲۹۵
۳۱۷	۲۹۶	۲۹۶	۳۱۷	۲۹۶
۳۱۸	۲۹۷	۲۹۷	۳۱۸	۲۹۷
۳۱۹	۲۹۸	۲۹۸	۳۱۹	۲۹۸
۳۲۰	۲۹۹	۲۹۹	۳۲۰	۲۹۹
۳۲۱	۳۰۰	۳۰۰	۳۲۱	۳۰۰
۳۲۲	۳۰۱	۳۰۱	۳۲۲	۳۰۱
۳۲۳	۳۰۲	۳۰۲	۳۲۳	۳۰۲
۳۲۴	۳۰۳	۳۰۳	۳۲۴	۳۰۳
۳۲۵	۳۰۴	۳۰۴	۳۲۵	۳۰۴
۳۲۶	۳۰۵	۳۰۵	۳۲۶	۳۰۵
۳۲۷	۳۰۶	۳۰۶	۳۲۷	۳۰۶
۳۲۸	۳۰۷	۳۰۷	۳۲۸	۳۰۷
۳۲۹	۳۰۸	۳۰۸	۳۲۹	۳۰۸
۳۳۰	۳۰۹	۳۰۹	۳۳۰	۳۰۹
۳۳۱	۳۱۰	۳۱۰	۳۳۱	۳۱۰
۳۳۲	۳۱۱	۳۱۱	۳۳۲	۳۱۱
۳۳۳	۳۱۲	۳۱۲	۳۳۳	۳۱۲
۳۳۴	۳۱۳	۳۱۳	۳۳۴	۳۱۳
۳۳۵	۳۱۴	۳۱۴	۳۳۵	۳۱۴
۳۳۶	۳۱۵	۳۱۵	۳۳۶	۳۱۵
۳۳۷	۳۱۶	۳۱۶	۳۳۷	۳۱۶
۳۳۸	۳۱۷	۳۱۷	۳۳۸	۳۱۷
۳۳۹	۳۱۸	۳۱۸	۳۳۹	۳۱۸
۳۴۰	۳۱۹	۳۱۹	۳۴۰	۳۱۹
۳۴۱	۳۲۰	۳۲۰	۳۴۱	۳۲۰
۳۴۲	۳۲۱	۳۲۱	۳۴۲	۳۲۱
۳۴۳	۳۲۲	۳۲۲	۳۴۳	۳۲۲
۳۴۴	۳۲۳	۳۲۳	۳۴۴	۳۲۳
۳۴۵	۳۲۴	۳۲۴	۳۴۵	۳۲۴
۳۴۶	۳۲۵	۳۲۵	۳۴۶	۳۲۵
۳۴۷	۳۲۶	۳۲۶	۳۴۷	۳۲۶
۳۴۸	۳۲۷	۳۲۷	۳۴۸	۳۲۷
۳۴۹	۳۲۸	۳۲۸	۳۴۹	۳۲۸
۳۵۰	۳۲۹	۳۲۹	۳۵۰	۳۲۹
۳۵۱	۳۳۰	۳۳۰	۳۵۱	۳۳۰
۳۵۲	۳۳۱	۳۳۱	۳۵۲	۳۳۱
۳۵۳	۳۳۲	۳۳۲	۳۵۳	۳۳۲
۳۵۴	۳۳۳	۳۳۳	۳۵۴	۳۳۳
۳۵۵	۳۳۴	۳۳۴	۳۵۵	۳۳۴
۳۵۶	۳۳۵	۳۳۵	۳۵۶	۳۳۵
۳۵۷	۳۳۶	۳۳۶	۳۵۷	۳۳۶
۳۵۸	۳۳۷	۳۳۷	۳۵۸	۳۳۷
۳۵۹	۳۳۸	۳۳۸	۳۵۹	۳۳۸
۳۶۰	۳۳۹	۳۳۹	۳۶۰	۳۳۹
۳۶۱	۳۴۰	۳۴۰	۳۶۱	۳۴۰
۳۶۲	۳۴۱	۳۴۱	۳۶۲	۳۴۱
۳۶۳	۳۴۲	۳۴۲	۳۶۳	۳۴۲
۳۶۴	۳۴۳	۳۴۳	۳۶۴	۳۴۳
۳۶۵	۳۴۴	۳۴۴	۳۶۵	۳۴۴
۳۶۶	۳۴۵	۳۴۵	۳۶۶	۳۴۵
۳۶۷	۳۴۶	۳۴۶	۳۶۷	۳۴۶
۳۶۸	۳۴۷	۳۴۷	۳۶۸	۳۴۷
۳۶۹	۳۴۸	۳۴۸	۳۶۹	۳۴۸
۳۷۰	۳۴۹	۳۴۹	۳۷۰	۳۴۹
۳۷۱	۳۵۰	۳۵۰	۳۷۱	۳۵۰
۳۷۲	۳۵۱	۳۵۱	۳۷۲	۳۵۱
۳۷۳	۳۵۲	۳۵۲	۳۷۳	۳۵۲
۳۷۴	۳۵۳	۳۵۳	۳۷۴	۳۵۳
۳۷۵	۳۵۴	۳۵۴	۳۷۵	۳۵۴
۳۷۶	۳۵۵	۳۵۵	۳۷۶	۳۵۵
۳۷۷	۳۵۶	۳۵۶	۳۷۷	۳۵۶
۳۷۸	۳۵۷	۳۵۷	۳۷۸	۳۵۷
۳۷۹	۳۵۸	۳۵۸	۳۷۹	۳۵۸
۳۸۰	۳۵۹	۳۵۹	۳۸۰	۳۵۹
۳۸۱	۳۶۰	۳۶۰	۳۸۱	۳۶۰
۳۸۲	۳۶۱	۳۶۱	۳۸۲	۳۶۱
۳۸۳	۳۶۲	۳۶۲	۳۸۳	۳۶۲
۳۸۴	۳۶۳	۳۶۳	۳۸۴	۳۶۳
۳۸۵	۳۶۴	۳۶۴	۳۸۵	۳۶۴
۳۸۶	۳۶۵	۳۶۵	۳۸۶	۳۶۵
۳۸۷	۳۶۶	۳۶۶	۳۸۷	۳۶۶
۳۸۸	۳۶۷	۳۶۷	۳۸۸	۳۶۷
۳۸۹	۳۶۸	۳۶۸	۳۸۹	۳۶۸
۳۹۰	۳۶۹	۳۶۹	۳۹۰	۳۶۹
۳۹۱	۳۷۰	۳۷۰	۳۹۱	۳۷۰
۳۹۲	۳۷۱	۳۷۱	۳۹۲	۳۷۱
۳۹۳	۳۷۲	۳۷۲	۳۹۳	۳۷۲
۳۹۴	۳۷۳	۳۷۳	۳۹۴	۳۷۳
۳۹۵	۳۷۴	۳۷۴	۳۹۵	۳۷۴
۳۹۶	۳۷۵	۳۷۵	۳۹۶	۳۷۵
۳۹۷	۳۷۶	۳۷۶	۳۹۷	۳۷۶
۳۹۸	۳۷۷	۳۷۷	۳۹۸	۳۷۷
۳۹۹	۳۷۸	۳۷۸	۳۹۹	۳۷۸
۴۰۰	۳۷۹	۳۷۹	۴۰۰	۳۷۹
۴۰۱	۳۸۰	۳۸۰	۴۰۱	۳۸۰
۴۰۲	۳۸۱	۳۸۱	۴۰۲	۳۸۱
۴۰۳	۳۸۲	۳۸۲	۴۰۳	۳۸۲
۴۰۴	۳۸۳	۳۸۳	۴۰۴	۳۸۳
۴۰۵	۳۸۴	۳۸۴	۴۰۵	۳۸۴
۴۰۶	۳۸۵	۳۸۵	۴۰۶	۳۸۵
۴۰۷	۳۸۶	۳۸۶	۴۰۷	۳۸۶
۴۰۸	۳۸۷	۳۸۷	۴۰۸	۳۸۷
۴۰۹	۳۸۸	۳۸۸	۴۰۹	۳۸۸
۴۱۰	۳۸۹	۳۸۹	۴۱۰	۳۸۹
۴۱۱	۳۹۰	۳۹۰	۴۱۱	۳۹۰
۴۱۲	۳۹۱	۳۹۱	۴۱۲	۳۹۱
۴۱۳	۳۹۲	۳۹۲	۴۱۳	۳۹۲
۴۱۴	۳۹۳	۳۹۳	۴۱۴	۳۹۳
۴۱۵	۳۹۴	۳۹۴	۴۱۵	۳۹۴
۴۱۶	۳۹۵	۳۹۵	۴۱۶	۳۹۵
۴۱۷	۳۹۶	۳۹۶	۴۱۷	۳۹۶
۴۱۸	۳۹۷	۳۹۷	۴۱۸	۳۹۷
۴۱۹	۳۹۸	۳۹۸	۴۱۹	۳۹۸
۴۲۰	۳۹۹	۳۹۹	۴۲۰	۳۹۹
۴۲۱	۴۰۰	۴۰۰	۴۲۱	۴۰۰
۴۲۲	۴۰۱	۴۰۱	۴۲۲	۴۰۱
۴۲۳	۴۰۲	۴۰۲	۴۲۳	۴۰۲
۴۲۴	۴۰۳	۴۰۳	۴۲۴	۴۰۳
۴۲۵	۴۰۴	۴۰۴	۴۲۵	۴۰۴
۴۲۶	۴۰۵	۴۰۵	۴۲۶	۴۰۵
۴۲۷	۴۰۶	۴۰۶	۴۲۷	۴۰۶
۴۲۸	۴۰۷	۴۰۷	۴۲۸	۴۰۷
۴۲۹	۴۰۸	۴۰۸	۴۲۹	۴۰۸
۴۳۰	۴۰۹	۴۰۹	۴۳۰	۴۰۹
۴۳۱	۴۱۰	۴۱۰	۴۳۱	۴۱۰
۴۳۲	۴۱۱	۴۱۱	۴۳۲	۴۱۱
۴۳۳	۴۱۲	۴۱۲	۴۳۳	۴۱۲
۴۳۴	۴۱۳	۴۱۳	۴۳۴	۴۱۳
۴۳۵	۴۱۴	۴۱۴	۴۳۵	۴۱۴
۴۳۶	۴۱۵	۴۱۵	۴۳۶	۴۱۵
۴۳۷	۴۱۶	۴۱۶	۴۳۷	۴۱۶
۴۳۸	۴۱۷	۴۱۷	۴۳۸	۴۱۷
۴۳۹	۴۱۸	۴۱۸	۴۳۹	۴۱۸
۴۴۰	۴۱۹	۴۱۹	۴۴۰	۴۱۹
۴۴۱	۴۲۰	۴۲۰	۴۴۱	۴۲۰
۴۴۲	۴۲۱	۴۲۱	۴۴۲	۴۲۱
۴۴۳	۴۲۲	۴۲۲	۴۴۳	۴۲۲
۴۴۴	۴۲۳	۴۲۳	۴۴۴	۴۲۳
۴۴۵	۴۲۴	۴۲۴	۴۴۵	۴۲۴
۴۴۶	۴۲۵	۴۲۵	۴۴۶	۴۲۵
۴۴۷	۴۲۶	۴۲۶	۴۴۷	۴۲۶
۴۴۸	۴۲۷	۴۲۷	۴۴۸	۴۲۷
۴۴۹	۴۲۸	۴۲۸	۴۴۹	۴۲۸
۴۵۰	۴۲۹	۴۲۹	۴۵۰	۴۲۹
۴۵۱	۴۳۰	۴۳۰	۴۵۱	۴۳۰
۴۵۲	۴۳۱	۴۳۱	۴۵۲	۴۳۱
۴۵۳	۴۳۲	۴۳۲	۴۵۳	۴۳۲
۴۵۴	۴۳۳	۴۳۳	۴۵۴	۴۳۳
۴۵۵	۴۳۴	۴۳۴	۴۵۵	۴۳۴
۴۵۶	۴۳۵	۴۳۵	۴۵۶	۴۳۵
۴۵۷	۴۳۶	۴۳۶	۴۵۷	۴۳۶
۴۵۸	۴۳۷	۴۳۷	۴۵۸	۴۳۷
۴۵۹	۴۳۸	۴۳۸	۴۵۹	۴۳۸
۴۶۰	۴۳۹	۴۳۹	۴۶۰	۴۳۹
۴۶۱	۴۴۰	۴۴۰	۴۶۱	۴۴۰
۴۶۲	۴۴۱	۴۴۱	۴۶۲	۴۴۱
۴۶۳	۴۴۲	۴۴۲	۴۶۳	۴۴۲
۴۶۴	۴۴۳	۴۴۳	۴۶۴	۴۴۳
۴۶۵	۴۴۴	۴۴۴	۴۶۵	۴۴۴
۴۶۶	۴۴۵	۴۴۵	۴۶۶	۴۴۵
۴۶۷	۴۴۶	۴۴۶	۴۶۷	۴۴۶
۴۶۸	۴۴۷	۴۴۷	۴۶۸	۴۴۷
۴۶۹	۴۴۸	۴۴۸	۴۶۹	۴۴۸
۴۷۰	۴۴۹	۴۴۹	۴۷۰	۴۴۹
۴۷۱	۴۵۰	۴۵۰	۴۷۱	۴۵۰
۴۷۲	۴۵۱	۴۵۱	۴۷۲	۴۵۱
۴۷۳	۴۵۲	۴۵۲	۴۷۳	۴۵۲
۴۷۴	۴۵۳	۴۵۳	۴۷۴	۴۵۳
۴۷۵	۴۵۴	۴۵۴	۴۷۵	۴۵۴
۴۷۶	۴۵۵	۴۵۵	۴۷۶	۴۵۵
۴۷۷	۴۵۶	۴۵۶	۴۷۷	۴۵۶
۴۷۸	۴۵۷	۴۵۷	۴۷۸	۴۵۷
۴۷۹	۴۵۸	۴۵۸	۴۷۹	۴۵۸
۴۸۰	۴۵۹	۴۵۹	۴۸۰	۴۵۹
۴۸۱	۴۶۰	۴۶۰	۴۸۱	۴۶۰
۴۸۲	۴۶۱	۴۶۱	۴۸۲	۴۶۱
۴۸۳	۴۶۲	۴۶۲	۴۸۳	۴۶۲
۴۸۴	۴۶۳	۴۶۳	۴۸۴	۴۶۳
۴۸۵	۴۶۴	۴۶۴	۴۸۵	۴۶۴
۴۸۶	۴۶۵	۴۶۵	۴۸۶	۴۶۵
۴۸۷	۴۶۶	۴۶۶	۴۸۷	۴۶۶
۴۸۸	۴۶۷	۴۶۷	۴۸۸	۴۶۷
۴۸۹	۴۶۸	۴۶۸	۴۸۹	۴۶۸
۴۹۰	۴۶۹	۴۶۹	۴۹۰	۴۶۹
۴۹۱	۴۷۰	۴۷۰	۴۹۱	۴۷۰
۴۹۲	۴۷۱	۴۷۱	۴۹۲	۴۷۱
۴۹۳	۴۷۲	۴۷۲	۴۹۳	۴۷۲
۴۹۴	۴۷۳	۴۷۳	۴۹۴	۴۷۳
۴۹۵	۴۷۴	۴۷۴	۴۹۵	۴۷۴
۴۹۶	۴۷۵	۴۷۵	۴۹۶	۴۷۵
۴۹۷	۴۷۶	۴		

۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
بغیر اوائے فرائض نوافل مقبول نہیں	کثرت نوافل سے بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے	جب بندہ محبوب ہو جاتا ہے تو اس کے کان	آنکھ ہاتھ پاؤں مشیت الہی کی خلاف عمل نہیں کرتے	اللہ اس کے ہر سوال کو قبول کرتا ہے	ناری اور نور کی طاقت کا فرق	اللہ مومن کو موت پر راضی کر کے اس کی روح قبض کرتا ہے	فرشتے ذاکرین کی مخلوق کو طاش کرتے ہیں	محفل ذکر کو فرشتے آسمان اول تک شہادت دیتے ہیں	اللہ تعالیٰ کافر مشرکوں سے سوال و جواب	اللہ کافر مشرکوں کو گواہ بنا کر اعلان بخشش کرتا ہے	ذکر کرنے والے بھی بخشے جاتے ہیں	فوائد سم نشینی	دلیل ذکر بالجہر	ذاکرین کے متعلق خدا نے عرصہ و معدوم	ذکر کے طفیل گنہگاروں کی بخشش	اقرار گناہ خوف خدا میں تقویٰ ہے	مصور کی محبت سے علم میں یقین نصیب ہوتا ہے	حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا	دوسری فصل	سونا چاندی کی خیرات و جہاد سے ذکر بہتر ہے	حدیث قدسی میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں	ذکر اللہ جہاد اکبر ہے	مرنے وقت زبان ذکر سے تر ہونی چاہیے	ذکر کے حلقہ جنت کی کھاریاں ہیں	محفل بغیر ذکر کے حسرت اور بغیر ذکر کے سونا مذمت ہے	محفل بغیر ذکر کے امر و نہی کا کھانے والوں کی مجلس ہے	کوئی مجلس بغیر ذکر و درود و حسرت ہے	علاوہ انہی ذاکر ہر گفتگو و مال ہے	دیوبی گفتگو سے دل سخت ہوتا ہے	زیادہ ہنسنے سے دل سخت ہوتا ہے	سخت دل والا اللہ سے دور نہ مومن کامل	نہ عارف و متقی ہو سکتا ہے	بہتر مال، ذاکر زبان شاکر دل امروں بیوی ہے	عالم بلنا فرض کفایہ سے	جو شخص عالم دین نہ ہو گئے وہ ہمیشہ ذکر کرے	قیامت کے دن ذاکر کا مرتبہ بہت بلند ہوگا	غازی و شہید سے ذاکر و رجب میں بلند ہے
شیطان دل کو چھٹا ہے ذکر سے ہٹ جاتا ہے	کا ذکر کا دل بلیس کا گھر ہے	ذکر اللہ دوسو سوں کا علاج ہے	ذکر نور و روشنی ہے	خافوں میں ذاکر اللہ حیرے گھر میں چراغ کی طرح ہے	بوقت موت ذکر جنت اور عاقبت رویت کرتے ہیں	ذکر کو نوافل و جہادوں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے	ذکر عذاب کو دفع فرماتا ہے	بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر بچنے سے مردے	کو عذاب سے رہائی ملتی ہے	بوقت ذکر اللہ ذکر کے ساتھ ہوتا ہے	ذکر کی مصاحبت خدا کی مصاحبت ہے	دل کی صیقل و رنگمال اللہ ذکر ہے	غازی و شہید بھی ذاکر کے مرتبہ کو نہیں پاتا	باب اسماء اللہ تعالیٰ	تناویس نام چھپنے والا جنتی ہے	اللہ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے	فصل ثانی رد دوسری فصل	جتنے نام اللہ کے، اتنے ہی حضور کے ہیں	تناویس اسمائے الہی کے مطالب و معانی	بے مثل و بے مثال	اسم اعظم کیا ہے، اس کے وسیلے سے جب دعا کی جائے	تو قبول ہوتی ہے	اسم اعظم اللہ لا الہ الا هو الہی القیوم یا	اللہ الذی لا الہ الا هو رب العرش	العظیم ہے	اللہ کا جہاد خلوص دل سے لیا جائے وہ ہی اسم	اعظم ہے	قصہ انیس علیہ السلام، آیت کریمہ اسم اعظم ہے	اور باعث نجات ہے	ہر ادب و پڑھنے والا یا باکاد نہیں	ذکر بالجہر سنت ہے	لا الہ الا انت احد احد اسم اعظم ہے	اس کے توسل سے دعا قبول ہے	محدثین و علماء سے محبت بہتر و نفرت لعنت	باب تسبیح و تحمید و تہلیل	چار کلمے باعث ثواب عظیم ہیں اور اللہ کو پسند ہے	سورۃ سبحان اللہ و محمد پڑھنے سے
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲													
۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰																									

۳۸۸	معروض کا ایک قصہ	۳۵۲	دہ گنہگار بہتر ہے جو توبہ کرے، توبہ سے دل صاف ہو جاتا ہے	۳۵۲	لاحول ننائیں پیادوں کا علاج ہے
۳۸۹	شرک بندے اور رب کے درمیان آڑ ہے گناہ سے سچی توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔	۳۵۳	گناہ سے دل پر سیاہ داغ، کفر سے زنگ اور عداوت نبی سے دل لاعلاج ہو جاتا ہے	۳۵۳	لاحول پڑھنے والے کا اللہ والی وارث ہے تمام مخلوق کی عبادت قبیح ہے
۳۸۰	گناہ پر ندامت بھی توبہ ہے	۳۵۴	نگاہِ کرم و صحبتِ انبیاء و اولیاء کے فوائد اندھے شیعوں میں خاص خاص ہی چمکنے ہیں	۳۵۴	باب توبہ کرنا اور بخشش مانگنا توبہ واستغفار کے لغوی معنی
۳۸۱	باب، متفرقات استغفار	۳۵۵	سوزِ موت سے پہلے تک توبہ قبول ہے، روح کے پاؤں کی طرف سے قبض ہونے کے فوائد شیطان کی کوشش ہمہ وقت جاری ہے	۳۵۵	توبہ واستغفار کے متعلق فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہترین شرح
۳۸۲	روح محفوظ کے متعلق مختلف روایات رحمت غضب پر غالب ہے	۳۵۶	اللہ سے پناہ مانگنا ہے	۳۵۶	یہ میں دوزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں، اے لوگو تم بھی توبہ کیا کرو
۳۸۳	اللہ نے اپنی ایک رحمت سکان دنیا پر تاری باقی قیامت کے لئے رکھی ہیں	۳۵۷	توبہ کا دوا دوزخ سے سال کی راہ چوڑا، اور سوچ کے مغربِ مطلوع ہونے تک کھلا ہوگا	۳۵۷	اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا، تم بھی آپس میں ظلم نہ کرو
۳۸۴	ایک گنہگار کی اپنی اولاد کو وصیت جملانے کا قصہ	۳۵۸	ہجرت و توبہ سوچ کے مغربِ نکلنے تک ہوگی	۳۵۸	مجھ سے ہدایت اگھانا، لباسِ اور بخشش مانگو میں دوں گا
۳۸۵	اللہ اپنے بندوں پر شفق ماں سے زیادہ مہربان ہے	۳۵۹	ایک عابد و گنہگار کا قصہ، گناہگار جنتی اور عابد دوزخی	۳۵۹	نیکی و بدی ہمہ ماہی فائدہ و نقصان ہے
۳۸۶	جنت اللہ کے فضل سے ہے عمل سے نہیں ٹھیک رہو، پچھلی رات زیادہ نیکی کرو	۳۶۰	کافروں کو کفار کی نابالغ اولاد جہنمی نہیں ہو گناہ مذمت عجز انگار پیدا کرے، وہ تکبر والی عبادت سے بہتر ہے	۳۶۰	رب کے سزا نے غیر محدود ہیں، کوئی کمی نہیں ہوتی
۳۸۷	نیکی کے ارادے پر ایک نیکی کرنے کے بعد دس سے سات سو گئے تک	۳۶۱	عبداللہ بنی عبد الرسول نام رکھنا جائز ہے	۳۶۱	نیکی پر حمد و شکر و بدی پر اپنے نفس کو ملامت کرو
۳۸۸	گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر ایک نیکی اور گناہ کرنے پر ایک گناہ لکھا جاتا ہے	۳۶۲	بندوں کی نیکی و گناہ سے رب تعالیٰ کا فائدہ یا نقصان نہیں	۳۶۲	تناوے قتل کرنے والے نبی اسرائیل کی حکایت بزرگ مقام و بزرگانِ دین کی طرف منہ کرنے و متوجہ ہونے سے مغفرت ہوتی ہے اور عبادت ہے اگر تم گناہ باطل نہ کرو تو تم کو امت کا دوسری گناہ کر کے معافی مانگنے والی قوم کیا تہہ لباؤگا
۳۸۹	جو گنہگار اللہ سے خون کرے وہ جنتی ہے	۳۶۳	اللہ سے ڈرنے والے کی بخشش لازمی ہے	۳۶۳	دو توبہ بند ہونے سے پہلے جب بھی توبہ کی جائے اللہ قبول فرماتا ہے
۳۹۰	چڑیا کے بچوں کی حکایت	۳۶۴	استغفار کے وہ الفاظ جو بدترین گناہوں کی بخشش کے لئے مفید ہیں	۳۶۴	یشیائی و توبہ و عذاب شرائط قبولیت ہیں
۳۹۱	عشقِ مرزا پاءِ ہمت و جرات اور شجاعت ہے	۳۶۵	اولاد کی دعا و استغفار سے میت کو فائدہ ہوتا ہے	۳۶۵	گنہگار کی حقیقی توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے
۳۹۲	ایک عورت کا سرکار کی خدمت میں حاضر ہونا اس کے سوال پر ردنا اور فرمانا، اللہ تعالیٰ صرف مشرک کو جہنم میں بھیجے گا	۳۶۶	مردے قبر میں پس ماندگان کی دعا کے مستطرب رہتے ہیں	۳۶۶	بار بار گناہ و توبہ کرنے والے کو اللہ اپنی امان میں لے کر اس کا محافظ ہو جاتا ہے
۳۹۳	جو بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا اعلان فرماتا ہے۔	۳۶۷	زندوں کی دعا و صدقہ قبر والوں کو مثل پیاد پیش ہوتا ہے	۳۶۷	اس سید الاستغفار کا پڑھنے والا جنتی ہے
۳۹۴	آسمان و زمین کے فرشتے دعائیں دیتے ہیں	۳۶۸	خوبی والے وہ ہیں جو کثرت سے استغفار کرتے ہوں	۳۶۸	بندہ جب اس لگا کر تائب ہوتا ہے، تو وہ ستار و غفار ہے
۳۹۵	انسانوں میں اس کی بزرگی کا چرچا ہوتا ہے	۳۶۹	چھوٹے گناہ کو بھی حقیر نہ جانو	۳۶۹	شرک کے سوا تمام گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں
۳۹۶	تمام مسلمان جنتی ہیں	۳۷۰	رب بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے	۳۷۰	فرمانِ خدا، جو مجھے غفار جانے میں سے ضرور بخشوں گا
۳۹۷	فہرست مضامین	۳۷۱	روح، نفس، بدن کی بہترین مثال	۳۷۱	بوقتِ فجر استغفار کرنے والے کو تنگی و غم سے نجات اور روزی بے حساب دیگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم